خواب ہے یا سراب ہے
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
سعدیہ لیاقت
WWW.PAKSOCIETY.COM

زندگی کی کچھ حقیقتیں ڈراؤنے خواب جیسی ہوتی ہیں، جنہیں ہم بھولنا چاہتے ہیں مگر وہ بار بار یاد آتی ہیں

خواب ہے یا سراب ہے؟

سعدیہ لیاقت

قلمکار پبلی کیشنز

عائشہ منزل، اردو بازار، کراچی

فون: 1689 222 333 92+

پیش لفظ

زندگی ایک خواب ہے.........زندگی کے جو پل گذر جاتے ہیں وہ بھی خواب ہیں جو زندگی ہم جینا چاہتے ہیں وہ بھی خواب۔ خوابوں کا یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ہم ایک خواب دیکھتے ہیں اور اسے پانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں اس جستجو میں اگر ہم کچھ پاتے ہیں تو بہت کچھ کھو بھی دیتے ہیں وہ خواب جو کبھی زندگی کا مقصد بن جاتا ہے اور جسے پانے کے لئے انسان ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتا ہے اور جو اس کی بقاء کے لئے ناگزیر بن جاتا ہے وہی خواب جب تعبیر تک پہنچتا ہے تو کسی بھولے ہوئے خواب کی طرح حافظہ سے ہی محو ہو جاتا ہے......اس کی اہمیت اور اس کی کشش پا لینے کے بعد یوں ختم ہو جاتی ہے جیسے دھوپ نکلنے کے بعد پھول' پتوں سے شبنم۔ پھر ایک خواب پورا ہونے سے پہلے ہی کوئی دوسرا خواب اس کی جگہ لے لیتا ہے۔اور یہ سلسلہ صرف موت ہی منقطع کرتی ہے۔

زندگی ایک سراب بھی ہے...... ہمارے ادھورے خواب اور نامکمل خواہشات وہ سراب ہیں جنکے پیچھے چلتے ہوئے سوائے دکھ' اذیت اور کرب کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔زندگی میں آنیوالے منفی کردار سراب کے اس سفر میں آسیبوں کی طرح ہوتے ہیں جو زندگی کو مزید خوفناک بنا دیتے ہیں اور پھر زندگی کے دشت کی تنہائی زہر بن کر رگوں میں دوڑنے لگتی ہے۔گزرے لمحوں کی یادیں ناگ بن کر دل و دماغ کو ڈستی رہتی ہیں۔گزرا ہوا ماضی انسان سے کسی بھوت یا آسیب کی طرح چمٹ جاتا ہے۔جس سے پیچھا چھڑانے کی کتنی بھی کوشش کر و وہ پیچھا نہیں چھوڑتا وہ کسی ڈراؤنے خواب کی طرح ہر رات آنکھوں میں بن بلائے چلا آتا ہے۔

زندگی خواب اور سراب کی ملی جلی کیفیت کا نام ہے۔زندگی میں ملنے والے لوگ جب بچھڑ جاتے ہیں تو کسی خوب کی طرح لگنے لگتے ہیں......کسی بھولے ہوئے خواب کی طرح...... جو کبھی کبھار بھولے سے یاد آجاتے ہیں۔زندگی کی کچھ حقیقتیں ڈراؤنے خوابوں جیسی ہوتی ہیں جنہیں ہم بھول جانا چاہتے ہیں۔مگر وہ بار بار یاد آتی ہیں زندگی کے بہت خواب فقط سراب ہیں جہاں صرف تشنگی ہوتی ہے اور پیاس۔

☆☆☆☆
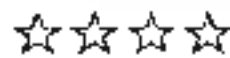
علامہ اقبال انٹرنیشنل پر روز کی طرح آج بھی آنے جانے والوں کا رش تھا۔ تمام لوگ بکھرے پتنگوں کی طرح ادھر ادھر پھر رہے تھے...... سبھی کو اپنی منزلوں کی طرف جانا تھا...... سبھی کو ایک ہی جہاز ایک ہی سمت میں لے کر اڑنے والا تھا مگر سبھی الگ الگ منزلوں کو پانے کے متمنی تھے...... کوئی اپنوں سے ملنے جا رہا تھا تو کوئی اپنوں سے جدا ہو رہا تھا...... کسی کو جانے کی خوشی تھی تو کوئی جانے پر غمزدہ تھا۔ جہاز بھی عجیب سی ایجاد ہے جس نے دوریوں کو مٹایا نہیں بلکہ اور بڑھا دیا ہے۔ چند گھنٹوں میں یہ انسان کو اپنوں سے ہزاروں میل دور لے جاتا ہے۔ جہاں نئے لوگ، نئے حالات، نئی دنیا انسان کو خود سے بھی بیگانہ بنا دیتے ہیں۔ انسان لاکھوں لوگوں کی موجودگی میں بھی تنہا ہو جاتا ہے۔ وہی دو آنکھوں، دو ہاتھوں اور دو پیروں والے انسان کوئی نئی مخلوق لگنے لگتے ہیں۔ جو ایک دوسرے کو عجیب نظروں سے تکتے ہوئے آگے نکل جاتے ہیں۔ پھر انسان فقط خود سے ہی ہمکلام ہو سکتا ہے۔ خود سے ہی سوال کرتا ہے اور خود سے ہی جواب دیتا ہے۔

ویٹنگ روم میں زیبا تنہا بیٹھی جانے کونسی سوچوں میں گم تھی۔ ذہن میں اتنے سوال تھے کہ فقط سوالوں سے ہی سوچیں آپس میں الجھ الجھ کر ہار چکی تھیں۔ انسان تقدیر کے آگے اتنا بے بس ہے کہ جب کچھ اس کی قسمت میں ہونا قرار پا چکا ہو تو اس کی کوئی بھی تدبیر اسے ہونے سے ٹال نہیں سکتی اور جو اللہ کرنا چاہے اسے دنیا کی کوئی بھی طاقت ہونے سے روک نہیں سکتی۔ جب سلطان زیبا کو پاکستان چھوڑ گیا تو زیبا نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ وہ دوبارہ اس کی شکل بھی دیکھے گی۔ اسے ہر اس چیز سے نفرت ہوگئی تھی جو اس سے وابستہ تھی۔ اور آج وہ نہ چاہتے ہوئے بھی واپس وہیں جا رہی تھی جہاں سے وہ واپس بھیجی گئی تھی۔ یورپ جہاں جانے کے لیے لوگ اپنی ساری عمر کوششوں میں لگا دیتے ہیں اور دنیا میں جسے جنت کہتے ہیں...... زیبا کے لیے کسی دوزخ سے کم نہ تھا۔ جہاں اسے ہر پل اذیت دیتا تھا اور جہاں کا ویزا پانے کے لیے زیبا اور اس کے گھر والوں نے ہزار جتن کیے تھے کتنی منتیں مانی تھیں اور پھر کہیں جا کر وہ اپنے شوہر کے گھر گئی تھی۔ آج ایک بار پھر پردیس روانگی کے لئے زیبا نے بہت ہمت باندھی تھی۔ ابھی کچھ ہی دیر پہلے اس کے گھر والے اُسے رخصت کر کے گئے تھے اور اسے یوں لگ رہا تھا جیسے ان سے بچھڑے صدیاں بیت گئی ہوں یوں جیسے صدیوں کے فاصلے ان کے درمیان حائل ہوگئے تھے۔

''تمام مسافروں سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ جلد از جلد اپنی سیٹوں پہ تشریف لے جائیں۔ شکریہ۔''

طیارے کی روانگی کا وقت جوں جوں قریب آ رہا تھا زیبا کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ اناؤنسر کی آواز پر زیبا نے اپنا ہینڈ بیگ اٹھایا اور جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور دھیرے دھیرے آگے بڑھنے لگی...... قدم اٹھاتے ہوئے اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ منوں بھاری ہوگئے ہیں۔ ہر قدم اٹھانا سخت مشکل ہو رہا تھا۔ پر زندگی کتنی ہی کٹھن ہو گزارنی تو پڑتی ہے۔ حالات کتنے ہی نامساعد ہوں ان سے سمجھوتا انسان کے لیے ناگزیر ہے۔ کچھ ہی دیر میں زیبا اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔ جہاز کا انجن سٹارٹ ہوا اور جونہی جہاز کے پہیوں نے زمین کی سطح چھوڑ کر پرواز بھری تو زیبا کو یوں لگا جیسے وہ زیبا کے قدم ہوں جنہوں نے زمین کی سطح چھوڑ دی ہے اور اس کا وجود آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہوگیا ہے جہاں نہ تو پاؤں زمین پر ہیں اور نہ ہی آسمان سر پر ہے...... وہ خلاء میں معلق تھی...... دو دنیاؤں کے درمیان...... ایک ایسی بے یقینی کی کیفیت ہے جہاں نہ حال کا پتہ ہے نہ

ہی مستقبل کی کچھ خبر۔ زیبا آنکھیں بند کیے اس بے یقینی کی کیفیت پر قابو پانے کی جستجو میں اتنی گم تھی کہ اسے اپنے اردگرد کی کچھ خبر نہ تھی۔

آٹھ گھنٹے کی یہ فلائیٹ ایک کٹھن مرحلہ تھا۔ پاکستان سے ڈنمارک کا سفر جو زیبا نے پہلی بار کتنی خوشی سے گزارا تھا آج اس سے کتنا مختلف تھا۔ پچھلی بار جہاں اپنوں سے بچھڑنے کا غم تھا تو دوسری طرف اپنے گھر جانے اور جیون ساتھی سے ملنے کی خوشی تھی۔ پر اب تو اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ رات میں گم ہو جانے والا ایک پرندہ ہو جو بے سمت اڑے جا رہا ہے جسے نہ منزل کا پتہ ہے اور نہ ہی راستے کی خبر۔ وہ صرف اس آس پے اڑے جا رہا ہے کہ کب دن کی روشنی پھوٹے اور وہ کسی درخت یا کسی محفوظ جگہ پر پناہ لے سکے۔ رات کے اندھیرے میں وہ نہ کچھ دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی کہیں رک سکتا ہے...... اسے ہر حال میں اڑتے ہی رہنا ہے...... اسے ایک ان تھک پرواز بھرنی ہے...... اور تب تک اڑنا ہے جب تک وہ یا تو تھکن سے چور ہو کر گر نہ جائے یا کسی منزل پر پہنچ نہ جائے۔ ہوا میں اڑنے کا ایک تجربہ وہ پہلے بھی کر چکی تھی جب اس کی شادی ہوئی تھی جب اس کے قدم مارے خوشی کہ زمین پے نہ ٹکتے تھے وہ ہواؤں میں اڑے پھرتی تھی۔ اور آج وہ زمیں و آسمان کے درمیان جیسے کھوسی گئی تھی اس کے قدم کہاں پڑنے تھے اسے خود بھی کچھ خبر نہ تھی۔

☆☆☆☆

"پانی لاؤ جلدی سے۔"

سارہ نے امی کو بٹھاتے ہوئے زارا کو آواز دی۔

"پلیز امی بس کر دیں۔ نہ اتنی فکر کریں...... سب بہتر ہو جائے گا۔"

سارہ نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"یہ لیں پانی پی لیں۔"

زارا نے گلاس آگے بڑھاتے ہو کہا۔ شگفتہ بیگم نے آج پھر دل پر پتھر رکھ کر بیٹی کو رخصت کیا تھا۔ اتنی تکلیف تو پہلی بار بھی نہ ہوئی تھی جتنی اب ہو رہی تھی۔ دل میں ہزاروں وسوسے تھے جو ایک پل کو بھی چین نہ لینے دیتے تھے۔ ایئر پورٹ پر ہی شگفتہ بیگم کی طبیعت خراب ہو گئی تھی اور سب دکھی دل کے ساتھ گھر آ گئے تھے۔

"یا رب میری بچی کو اپنی حفظ و امان میں رکھنا' ان ظالموں کے دلوں میں رحم ڈال دے میرے مولا میری بچی کو خیر سے اس کے گھر پہنچا دے...... اسے وہاں آباد و شاد کر دے۔"

وہ ہاتھ اٹھائے دعا کر رہی تھیں۔

"امی آپ تھوڑی دیر سو جائیں آپ کو دیکھ کر ابو بھی پریشان ہو جائیں گے...... ان کا بی۔ پی پہلے ہی ہائی ہے۔"

عمر نے ماں کا ہاتھ تھام کر تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"کیسے سو جاؤں جب تک میری بچی خیر سے اپنے گھر نہیں پہنچ جاتی میں کیسے سو سکتی ہوں۔"

وہ دل تھام کر بولیں۔

امی آٹھ گھنٹے کی فلائیٹ ہے ابھی تو چار گھنٹے بھی نہیں ہوئے ہیں...... اچھا لیٹ جائیں۔"

سارہ نے کہا اور ماں کو لٹا دیا۔

"بھائی ابو کہاں ہیں؟"۔

زارا نے باپ کی عدم موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"شاید باہر چلے گئے ہیں میں دیکھتا ہوں۔"

عمر کہتے ہوئے باہر چلا گیا زارا اور سارہ اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ سارے گھر والے بہت اداس اور پریشان تھے۔ فقط اس امید پر زبیا کو واپس بھیجا تھا کہ زبیا کا خلوص دیکھ کر شاید اس کے سسرال والوں اور شوہر کا دل پگھل جائیگا کہ اتنی دور تنہا پردیس آئی ہے۔

کیوں کہ کوئی بھی وجہ نہ تھی اور پھر بھی سلطان اسے یوں اس کے میکے میں چھوڑ کر چلا گیا تھا اور بعد میں کوئی رابطہ نہ کیا تھا۔ پر جانے کیوں اس کے جاتے ہی سب گھر والوں کے دل میں شدید بے چینی اور اضطراب پیدا ہو گیا تھا۔ سب کو شدت سے کوئی انجانا خوف اندر ہی اندر کاٹے جا رہا تھا۔ شدت سے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کوئی بہت بڑی غلطی ہو گئی تھی۔ پر وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ جہاز محو پرواز تھا...... تیر کمان سے نکل چکا تھا اور جب تیر کمان سے نکل جائے تو پھر واپس نہیں آتا...... آگے کیا ہونے والا تھا کسی کو کچھ خبر نہ تھی۔

☆☆☆☆
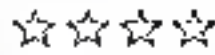
نہ صرف زندگی بلکہ زندگی کے رشتے بھی عجیب ہوتے ہیں خاص کر میاں بیوی کا رشتہ...... ایک کاغذی رشتہ جو ایک کاغذ سے شروع ہوتا ہے اور صرف ایک کاغذ ہی اسے ختم کر دیتا ہے۔ ویسے بھی جب تک اس رشتے میں محبت نہ ہو تو یہ رشتہ دنیا کا کمزور ترین رشتہ ہوتا ہے جو کبھی بھی توڑا جا سکتا ہے اور اس رشتے میں دونوں ساتھیوں میں سے اگر ایک بے وفا ہو تو دوسرا چاہے کچھ بھی کر لے یہ رشتہ ایک نہ ایک دن ٹوٹ ہی جاتا ہے۔ اس انوکھے بندھن میں بسنے والے وہ لوگ ہی تمام عمر ساتھ نبھاتے ہیں جو ایک دوسرے سے محبت کے انوٹ بندھن میں بندھ جائیں...... پھر یہ رشتہ لازوال بن کر زندگی کے ہر دکھ سکھ کا ساتھی بن جاتا ہے۔

فلائیٹ چار گھنٹے سے پرواز کر رہی تھی۔ جوں جوں وقت گزر رہا تھا اور فاصلہ کم ہو رہا تھا زبیا کی پریشانی بڑھ رہی تھی۔ اسے اس بات پر تو یقین نہ تھا کہ سلطان اور اس کے گھر والے اسے قبول کریں گے...... مگر وہ گھر سے یہ ٹھان کر نکلی تھی کہ وہ اپنے ساتھ ہوتے والے ظلم اور زیادتی کا بدلہ ضرور لے گی۔ سلطان اور اس کے گھر والے جو دنیا کے سامنے اسے بیاہ کے لے گئے تھے اور پھر بغیر کسی وجہ کے واپس چھوڑ گئے تھے اور پھر پلٹ کر ایک بار بھی نہ پوچھا تھا۔ آخر وہ اور اس کے گھر والے لوگوں کو کیا بتاتے اور کیا سمجھاتے...... کیوں اس کا شوہر اسے یوں چھوڑ کر چلا گیا تھا؟ آخر ایسی کیا وجہ تھی؟ وہ لوگوں کے ان سوالات کا سامنا کیسے کر سکتے تھے جس کے جواب ان کے اپنے پاس نہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ زبیا نے ایک بار پھر اپنی قسمت آزمانے کا فیصلہ کیا تھا۔

بیس سال کی نا تجربہ کار، سیدھی سادھی اور گھریلو لڑکی ایسے سفاک اور سنگدل لوگوں سے انتقام لینے تن تنہا نکل پڑی تھی جبکہ اسے دنیا کا کچھ پتا نہ تھا اور نہ ہی وہ گھر ہی سے کبھی اکیلے نکلی تھی اپنے گھر میں تو وہ پھولوں کی طرح پلی بڑھی تھی باپ اور بھائیوں نے کبھی گھر سے اکیلے باہر نہ جانے دیا تھا۔ دنیا کی ہر شے گھر پر ہی لاکر دی تھی..... کبھی دنیا کی گرم ہوا چھو کر بھی نہ گزری تھی۔ مگر جب قسمت میں ٹھوکریں لکھی جا چکی ہوں تو کوئی اسے ٹال نہیں سکتا۔

☆☆☆☆

''بیٹی تم اکیلی ہو؟''

پاس بیٹھی ایک بڑی عمر کی عورت نے جو کافی دیر سے سو رہی تھی اور کچھ دیر پہلے ہی جاگی تھی۔ زیبا کو جوں کا توں بیٹھے دیکھا تو سوال کیے بنا نہ رہ سکی۔

''جی۔''

زیبا نے کہا۔

''کس کے پاس جا رہی ہو؟''

وہ پھر بولی۔

''اپنے شوہر کے پاس۔''

یہ الفاظ کہتے ہوئے زیبا کو یوں لگا جیسے وہ خود سے جھوٹ کہہ رہی ہو۔ دنیا کی نظروں میں تو وہ میاں بیوی ہی تھے۔ مگر حقیقت میں ان کے درمیان ایسا کوئی رشتہ نہ تھا نہ کوئی جذباتی تعلق......اور نہ کوئی جسمانی تعلق۔

''تمہارا شوہر تو بڑی بے چینی سے تمہارا منتظر ہوگا؟''

زیبا کی خوبصورتی کو دیکھ کر وہ مسکرا کر بولی تو زیبا کو یوں لگا جیسے وہ اسے طنزیہ کہہ رہی ہو۔ پر وہ تو خوشدلی سے کہہ رہی تھی۔ زیبا نے کوئی جواب نہ دیا' اور زیبا کے چہرے کو دیکھ کر اس نے کچھ اور کہنے کی کوشش نہ کی۔ یہ الفاظ ہر دفعہ کی طرح اس بار بھی زیبا پر بہت گراں گزر رہے تھے۔ اسے وہ لمحات یاد آنے لگے جب وہ سلطان کے ساتھ کہیں جاتی تھی تو لوگ اسے مڑ مڑ کر دیکھتے تھے اور اس کی قسمت پر رشک کرتے تھے۔ پر ایک وہ تھا جسے زیبا سے نہ کوئی لگاؤ تھا اور نہ ہی اسے اس کی کوئی پرواہ تھی اور نہ ہی کوئی ضرورت...... وہ تو زیبا کو دیکھتا تک نہ تھا جانے ایسی کونسی دیوار تھی ان کے درمیان جو زیبا کی لاکھ کوششوں کے بعد بھی ایک پہاڑ کی طرح حائل تھی۔

وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ جہاں خالی افق کے کچھ نہ تھا یہی حالت اس کے دل کی بھی تھی جہاں سوائے خالی پن کے اور کچھ نہ تھا۔ صرف چند گھنٹوں کا سفر باقی تھا اور اس کے بعد جانے کیا ہونے والا تھا پر زیبا کو کسی انجام کی پرواہ نہ تھی فکر تھی تو بس ان کی جنہیں وہ میلوں پیچھے چھوڑ آئی تھی۔

''مس آپ کچھ لینا پسند کریں گی؟''

ائیر ہوسٹس نے زیبا کو مخاطب کر کے کہا تو زیبا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور کچھ سوچنے لگی...... جانے پھر کب کھانے کو ملے یہ سوچ کر زیبا نے نہ چاہتے ہوئے بھی ایک کپ چائے اور بسکٹ لے لیا۔

''تمام مسافروں سے درخواست کی جاتی ہے کی وہ اپنی سیٹ بیلٹ باندھ لیں جہاز کچھ ہی منٹوں میں لینڈ کرنے والا ہے' شکریہ۔''

تمام مسافروں نے سیٹ بیلٹس باندھ لیں۔ جوں جوں جہاز نیچے کی طرف اتر رہا تھا زیبا کو یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی گہری دلدل میں اترتی جا رہی ہو جیسے وہ گہری کھائی ہو یا ایسی پستی جس میں گرتی چلی جا رہی ہو۔ دل ہے کہ چیخ' چیخ کر مدد کے لیے بلانا چاہتا ہو پر لب پر ایک لفظ بھی نہ ہو۔ وہاں کون تھا اپنا جو اس کی فریاد سنتا...... اسے گرنے سے بچاتا وہ اجنبیوں کے دیس میں آ چکی تھی...... جہاں کے اپنے بھی پرائے تھے جہاں ہر چہرہ انجانا تھا جہاں کوئی کسی کا نہیں بنتا جہاں اس کے تمام رشتے اسے غیروں سے بھی زیادہ اذیت دیتے رہے تھے...... وہاں کون اس کی مدد کو آتا؟

☆☆☆☆

ایک جھٹکے سے جہاز نے لینڈ کیا اور آہستہ آہستہ اس کی رفتار کم ہوتی گئی۔ اور کچھ منٹوں میں جہاز کا انجن بند ہو گیا۔ سب مسافروں نے اپنا اپنا سامان پکڑا اور جہاز سے اترنے لگے۔ زیبا نے اپنا ہینڈ بیگ پکڑا اور آہستگی سے چلتے ہوئے دروازے تک آ گئی' رات ہو چکی تھی ہر طرف اندھیرا اور افسردگی سی چھائی ہوئی تھی۔ زیبا کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر تیر رہا تھا جب وہ پہلی بار یہاں آئی تھی یہی رات کا وقت تھا اور یہی جگہ تھی مگر سب کچھ کتنا نیا اور اچھا تھا تب وہ بہت خوش تھی اور کسی پری کی طرح پیاری لگ رہی تھی جو اپنے سپنوں کے محل میں رہنے کے لیے اپنا دیس...... اپنے خونی رشتے' سب چھوڑ کچھ چھوڑ کر کسی شہزادے کی نئی اور ایک انوکھی سلطنت میں آئی تھی۔ تب اسے لینے کے لیے اس کا شوہر اور سسرال والے آئے تھے سب کے چہروں پر خوشی تھی اور وہ خود بھی بہت خوش تھی مگر سلطان کے چہرے پر وہ خوشی نہ تھی جو ایک نئی نویلی دلہن کو دیکھ کر شوہر کو ہونی چاہیے تھی۔ زیبا کو اس رات کا ایک ایک پل یاد تھا جب گاڑی میں بیٹھ کر عذرا بیگم نے اپنے پوتے سے زیبا کا تعارف کروایا تھا۔

''بیٹا یہ تمہاری مما ہیں' آج سے تم انکو مما ہی کہنا اب سے یہ تمہارے سارے کام کیا کریں گی۔''

وہ زیبا کی طرف دیکھ کر بولی تھی اور اسے دیکھ کر زیبا بھی مسکرا دی تھی۔

چھ سال کا سلطان کا بیٹا نئی ماں کو دیکھ کر کبھی مسکراتا کبھی باپ کو دیکھتا۔ وہ سلطان کی پہلی بیوی سے تھا جس سے اس نے پورے خاندان سے لڑ کر لو میرج کی تھی اور شادی کی پہلی ہی رات سے ان کی لڑائیاں شروع ہو گئی تھیں۔ مشکل سے یہ شادی ایک سال چلی تھی اور بیٹے کی پیدائش کے بعد باقاعدہ طلاق ہو گئی تھی۔ سلطان کی بیوی نے دوسری شادی کر لی تھی اور اب دو اور بچوں کی ماں بن چکی تھی۔ سلطان نے اپنے بیٹے کو عدالت سے لے لیا تھا اور اس کی ماں وقت مقرر پر آ کر اسے ملا کرتی تھی۔

☆☆☆☆

ائیر پورٹ کے باہر بہت رش تھا۔ بہت سے لوگ اپنے عزیز و اقارب کو دیکھنے کے لیے بیتاب کھڑے تھے۔ زیبا نے ایک نظر اس طرف دیکھا جہاں کوئی بھی اس کا منتظر نہ تھا وہ دل مظبوط کر کے وہاں سے باہر نکل آئی تھی۔ اسے خود ہی ٹیکسی لینی تھی اور خود ہی گھر تلاش کرنا تھا۔ باہر سڑک

کے دوسری طرف بہت سی ٹیکسیاں کھڑی تھیں زیبا نے سڑک پار کی اور ایک ٹیکسی کے قریب جا کر ڈرائیور کو ایڈریس بتایا کرایہ مناسب تھا زیبا جانے کے لیے بیٹھ گئی ڈرائیور نے بڑا سوٹ کیس اٹھا کر گاڑی میں رکھا اور پھر گاڑی سڑک پر دوڑنے لگی۔

گاڑی ان راستوں پر گامزن تھی جہاں زیبا پہلے بھی دو چار بار سفر کر چکی تھی۔ ان راستوں پر دوبارہ چلتے ہوئے بہت سی یادیں دماغ کو الجھانے لگی تھیں جو زیادہ خوش گوار نہ تھیں وہ تو شکر ہے کی مجھے گھر کا راستہ اچھے سے یاد ہے...... زیبا نے دل میں سوچا اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

بڑی بڑی' پرسکون اور کشادہ سڑکیں' صاف ستھرا ماحول آج بھی سب کچھ پہلے کی طرح خوبصورت اور حسین تھا مگر شاید میرے لیے آج بھی سب کچھ پہلے جیسا ہی ہے گاڑی دائیں جانب مڑی تو زیبا کا دل جیسے بیٹھ سا گیا...... ایک ہی طرز کے جدید ویلاز سیدھی لائین میں تا حد نظر پھیلے ہوئے تھے وہ کتنے خوبصورت تھے جب زیبا نے انہیں پہلی بار دیکھا تھا تو اسے یوں لگا تھا جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہو...... ایک دلکش خواب جس میں سب کچھ اچھا تھا۔ اسے یوں لگا تھا جیسے وہ جنت کا ایک گوشہ ہے اور تب اسے سلطان کی کہی ہوئی بات سچ لگی تھی...... تب اسے سلطان اور اپنی قسمت پر رشک تھا...... مگر آہستہ' آہستہ جب حقیقت آشکار ہوئی تو پتہ چلا کہ گھر چاہے سونے کا ہی کیوں نہ ہو جب تک اس میں چاہت...... محبت اور عزت نہ ہو وہ ایک سونے کا پنجرہ تو ہو سکتا ہے گھر نہیں تب یہ حسین خواب ایک سراب بن گیا تھا جس کا تعاقب کرتے' کرتے وہ تھک گئی تھی اور جس کا حاصل سوائے اس کے خالی ہاتھوں کے اور کچھ نہ تھا...... اور جہاں آج پھر سے وہ ایک لمبی مسافت کے لئے پر تول رہی تھی...... وہ آج پھر وہیں کھڑی تھی جہاں سے اس نے یہ سفر شروع کیا تھا۔

''مس ویلا نمبر کیا ہے؟''

ڈرائیور نے سوال کیا تو زیبا اپنی سوچوں سے باہر آئی۔

''ویلا نمبر ۲۳۲۔''

زیبا نے بتایا۔

''آگے سے سیدھا پھر رائیٹ ٹرن ہے۔''

زیبا نے ایک بار پھر راستہ سمجھایا کچھ دیر بعد گاڑی ایک شاندار ویلا کے سامنے جا کر ٹھہر گئی تھی۔

''یہ رہا مس آپکا ویلا۔''

ڈرائیور نے گردن گھوما کر کہا تو یہ لفظ کسی چابک کی طرح زیبا کی سماعت سے ٹکرائے' وہ اسے خالی خالی نظروں سے دیکھنے لگی......

وہ نیچے اتر کر سامان نکالنے لگا۔ زیبا بھی باہر آ گئی۔ اور بیگ سے پیسے نکال کر دیے۔

''تھینک یو میم!''

ڈرائیور نے لیتے ہوئے کہا۔ اور گاڑی کچھ ہی منٹوں میں آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔ اب زیبا اپنے سامان سمیت وہاں تنہا کھڑی تھی۔ زیبا نے سوٹ کیس کا ہینڈل پکڑا اور چہرہ گھمایا اس کے سامنے وہ گھر تھا جس گھر کی وہ عزت تھی اس گھر کی اکلوتی بہو تھی جسکی اس گھر میں کسی کو بھی ضرورت

نہ تھی وہ اپنی انا' اپنی عزت نفس کچل کر یہاں آئی تھی اس امید پر کہ شاید ان لوگوں کو اپنی غلطی کا احساس ہو چکا ہوگا اور اب اس کے یوں لوٹ آنے سے ان کے رویوں میں بھی نرمی پیدا ہو جائے گی...... شاید اس بار ان کے دل پگھل جائیں گے...... شاید اس کی کی ہوئی خدمتوں کا ہی انہیں کچھ پاس ہوگا...... شاید اس کے جانے کے بعد انہیں اس کی کمی محسوس ہوئی ہوگی...... شاید اس کے ساتھ کی ہوئی زیادتیوں کا احساس ہوگیا ہوگا وہ کھڑی سوچ رہی تھی اور اس گھر کو دیکھ رہی تھی...... باہر سے یہ گھر آج بھی اسے اپنا سپنوں کا محل ہی لگتا تھا ان حسین خوابوں کی تعبیر جو کبھی اس کی آنکھوں میں سجے رہتے تھے...... مگر حقیقت میں ایسا کچھ بھی نہ تھا۔

اندر کچھ بتیاں جل رہی تھیں...... سب گھر پر ہی ہوں گے وہ آہستہ سے چلتی ہوئی دروازے کے قریب گئی اور بیل دی۔ کوئی جواب نہ ملا اس نے پھر بیل کی...... کچھ دیر بعد ایک زوردار جھٹکے سے دروازہ کھلا' باہر اندھیرا تھا ایک تیز روشنی زیبا کے چہرے پر پڑی اسے کچھ دکھائی نہ دیا اس کی آنکھیں چندھیا سی گئی تھیں...... تھوڑی دیر بعد اسے ایک جانا پہچانا چہرہ دکھائی دیا جس سے بہت سی تکلیف دہ یادیں وابستہ تھیں۔

''اسلام وعلیکم۔''

تھوڑی دیر بعد زیبا نے جھجکتے ہوئے کہا کوئی جواب نہ ملا وہ چہرہ کسی بھی تاثر سے عاری تھا کچھ دیر زیبا کو گھورنے کے بعد وہ واپس اندر چلی گئی زیبا وہیں کھڑی تھی کچھ دیر وہیں کھڑے ہو کر زیبا نے اس پہلی بے رخی کو سہہ کر اور اس پہلی بار ہونے والی ذلت کو محسوس کیا اور خود ہی اسے دماغ سے جھٹک کر ایک کڑوا گھونٹ سمجھ کر نگلتے ہوئے اپنا ہاتھ بڑھایا اور پھر سامان لے کر وہ خود ہی اندر چل دی...... اندر آ کر ایک نظر گھر پر ڈالی جو کافی گندا لگ رہا تھا جب وہ یہاں ہوتی تھی تو ہر وقت گھر کو شیشے کی طرح چمکا کر رکھتی تھی پھر بھی اس کی ساس اسے ہر وقت طعنے دیتی تھی۔

''میرے سنے گھر کو الیاں لگا دی ہیں تم نے...... کوئی کام نہیں آتا...... جا' جا کر برتن دھو۔''

اسے دن میں کئی کئی بار اس طرح کے طعنے اور کوسنے سننے پڑتے تھے...... پھر بھی اس نے کبھی اف نہ کی تھی...... نہ کسی سے شکایت...... نہ کسی سے گلہ...... وہ تو وہاں ایسے رہتی تھی جیسے اس کے منہ میں زبان ہی نہ ہو...... پھر بھی اسے باتیں اور طعنے ملتے تھے............ زیبا سارا دن بھوکی پیاسی گھر کا کام کرتی رہتی تھی جب کچھ کھانے لگتی ساس آ کر سر پر سوار ہو جاتی۔

''چل بس کر کہ سب کچھ کھا جائے گی پتا بھی ہے کتنی مہنگی ہیں یہاں چیزیں خیر تجھے کیا لینا تیرے باپ نے کونسا کچھ دے دیا ہے تجھے...... انہوں نے تو تجھے گھر سے کوڑے کی طرح نکال کر پھینک دیا ہے...... نہ کچھ دیتے ہیں اور نہ ہی تیری کوئی فکر ہے...... ہمارے گلے ڈال کر ایسے بھول گئے ہیں جیسے کوئی اپنے گلے کی مصیبت دوسرے کے گلے میں ڈال کر بھول جاتا ہے......؟

اور زیبا وہیں کھانا چھوڑ کر اٹھ جاتی۔

☆☆☆☆

''زیبا ممی۔''

زیبا کو کھڑے دیکھ کر سلطان کا بیٹا اس کی طرف لپکا زیبا نے جھک کر اسے پیار کیا۔ سامنے لاؤنج میں ٹی وی لگا ہوا تھا اور صدف زیبا کی

کنواری نند بیٹھی تھی ٹی وی دیکھ رہی تھی......اس نے مڑ کر دیکھنے کی بھی زحمت گوارا نہ کی تھی۔ان کا یہ رویہ تو امید تھی کہ ہوگا.......... پر ان کا نہ چونکنا زیبا کے لیے حیران کن تھا پھر زیبا کو یاد آیا کہ فلائیٹ میں سلطان کے کچھ جاننے والے بھی تھے شاید انہوں نے پہلے ہی سلطان کو اس کی آمد کی خبر دے دی تھی۔زیبا کافی دیر وہیں کھڑی رہی پر کسی نے بھی اس سے ملنا تو دور ایک نگاہ غلط ڈالنا بھی گوارا نہ کیا تھا.......... آخر مایوس ہو کر پھر وہ اپنے بیگ اٹھا کر کمرے میں رکھ کر بیڈ پہ بیٹھ کر جوتے اتارنے لگی تبھی گھر کا دروازہ ایک دھماکے کے ساتھ کھلا اور کوئی تیزی سے چلتا ہوا اندر داخل ہوا

''تم'تمہاری جرات کیسے ہوئی میرے گھر میں بغیر میری اجازت کے داخل ہونے کی؟''

کوئی ایک دم اس کے سر پر آ کر کھڑا ہو گیا تھا......... زیبا کے قریب آ کر چیختے ہوئے بولا زیبا نے سر اٹھا کر دیکھا۔سلطان کی آنکھیں ہمیشہ کی طرح آج بھی زیبا پر نفرت ہی برسا رہی تھیں۔

''میں اپنے گھر آئی ہوں اور اس کے لیے مجھے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں۔''

زیبا نے اس کے مد مقابل کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

''کون سا گھر؟ یہ میرا گھر ہے اور یہاں کسی کو تمہاری ضرورت نہیں ہے اتنی مشکل سے تم سے جان چھڑائی تھی اور تم پھر اپنی منحوس شکل لے کر چلی آئی۔''

وہ انگلی کھڑی کر کے چنگھاڑ کر بولا۔

''نہیں ضرورت تھی تو کیوں شادی کی تھی؟ کیوں میری زندگی برباد کی؟''

زیبا نے تڑپ کر کہا۔

''میری مرضی میں جو چاہے کروں تم کون ہوتی ہو پوچھنے والی؟ میری مرضی جب چاہے شادی کروں..... جب چاہے چھوڑ دوں اور تم سے شادی میں نے اپنے والدین کی وجہ سے کی تھی...... یہ میں تمہیں دس بار بتا چکا ہوں......سوچا تھا کہ تم سے گزارا کر لوں گا مگر اب یہ ممکن نہیں اور یہ بات تم اچھی طرح جانتی تھی...... پھر کیا لینے آئی ہو تم ابھی کہ ابھی یہاں سے نکل جاؤ۔''

وہ چیخ چیخ کر کہنے لگا اور پھر ہاتھ اٹھا کر اسے جانے کا کہا۔

''نہیں جاؤں گی میں یہیں رہوں گی۔''

زیبا نے مستحکم لہجے میں کہا تبھی پیچھے سے وہی آواز ابھری۔

''کیوں باپ نے رکھا نہیں؟ کچرے کی طرح گھر سے نکال باہر کیا۔''

وہ ہمیشہ کی طرح زہریلی آواز میں بولی.....اور کمرے میں داخل ہوتے ہوئے سلطان کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

''آپ نے اسے اندر کیوں آنے دیا؟''

وہ ماں کی طرف دیکھ کر بولا

''اور کیا کرتی باہر رہنے دیتی..... اگر کوئی رشتے دار دیکھ لیتا تو یا اگر یہ خود کسی کے گھر چلی جاتی تو ہماری عزت خاک میں مل جاتی۔''

وہ منہ بسور کر بولی۔

''آپ چلیں..... باہر چلیں۔''

وہ ماں کا ہاتھ پکڑ کر کمرے سے نکل گیا اور باہر جا کر دروازہ لاک کر دیا زیبا وہیں کھڑی تکتی رہ گئی۔

لاونج میں آ کر وہ صوفے پر سر پکڑ کر بیٹھ گیا عذرا پاس کھڑی تھی صدف بھی اب ان کی طرف متوجہ تھی۔

''اب بتائیں اس مصیبت کا کیا کرنا ہے؟۔''

وہ غصے سے بولا

''مم... مجھے کیا پتا۔''

وہ جھجک کر بولی۔

''یہ سب آپ لوگوں کی وجہ سے ہوا ہے۔''

وہ خائف نظروں سے اسے دیکھ کر بولا۔

''ہماری وجہ سے؟۔''

وہ بے یقینی سے سلطان کو دیکھ کر بولی

''اور نہیں تو کیا آپ کو ہی بڑا شوق تھا پاکستان سے بہو بیاہ کر لانے کا۔''

وہ چلایا۔

''جو ہونا تھا ہو گیا..... اب یہ سوچو کہ کرنا کیا ہے اس کا؟ اگر لوگوں کو پتا چل گیا کہ کیوں تمہاری دوسری شادی بھی ناکام ہوئی ہے تو ہماری بڑی بدنامی ہوگی سارے رشتے دار تھو تھو کریں گے۔''

وہ فکرمندی سے بیٹے کے قریب بیٹھتے ہوئے بولی۔

''ٹھیک ہے اسے بند رہنے دیں..... صبح ہوتے ہی میں اسے واپس بھیج دوں گا کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہوگی۔''

سلطان نے قدرے آہستگی سے کہا۔

''کھولو..... دروازہ کھولو میں نہیں جاؤں گی..... کھولو۔''

زیبا جو کمرے کے اندر دروازے سے کان لگائے کھڑی تھی یہ سن کر چلانے لگی۔

سلطان چند سیکنڈ کچھ سوچتا رہا پھر جا کر دروازہ کھول کر ایک بار پھر غرایا۔

''کان کھول کر ایک بات سن لو..... تم جس چکر میں واپس آئی ہو وہ میں خوب جانتا ہوں تم ہمیں یہاں بدنام کرنا چاہتی ہو۔ تم ایسا کچھ نہیں کر سکتی۔ اور جس ویزے پر تم یہاں آئی ہو وہ میں کینسل کروا چکا ہوں۔''

وہ آنکھوں میں غرور بھر کر بولا ذیبا نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

''تم کیا سمجھتی تھی کے ویزے پر یہاں سیٹل ہو جاؤ گی اور پھر اپنے بھائی کو بھی یہاں بلا لو گی بہت شوق ہوتا ہے نا تم مڈل کلاس لوگوں کو یورپ آنے کا ہا ہا ہا۔''

وہ زیبا کی آنکھوں میں حیرت کے احساس بھانپ کر ہنستے ہوئے بولا اور پھر محظوظ ہونے لگا۔

''تم کیا سمجھتی تھی یہ اتنا آسان ہے میں اتنا بھی بیوقوف نہیں ہوں میں۔ جب تمہیں پاکستان چھوڑ کر آیا تھا تو پہلا کام ہی یہی کیا تھا کہ تمھارا ویزا کینسل کروا دیا تھا اور تم بیوقوف لڑکی بغیر بتائے منہ اٹھا کر یہاں چلی آئی۔''

وہ دو قدم آگے بڑھا اور اس کی آنکھوں میں پیدا ہونے والے خوف کو دیکھ کر دل ہی دل میں محظوظ ہونے لگا۔

''اگر تم نے یہاں کوئی شور شرابہ کیا تو میں تمہیں پولیس کے حوالے کردونگا کیونکہ تم یہاں ال لیگل طریقے سے آئی ہو سمجھی تم۔۔''

وہ پورے وثوق سے بولا اور اس کی آنکھوں میں ایک شیطانی چمک پھیل گئی..... زیبا سے کچھ نہ کہا گیا وہ یونہی خوفزدہ چہرے سے اسے دیکھتی رہی..... تبھی وہ مسکرا کر بولا۔

''اب تمہارے حق میں یہی بہتر ہے کہ خاموشی سے یہاں سے چلی جاؤ..... میں کل کی ٹکٹ کروا دیتا ہوں کل تم واپس جاؤ گی۔''

وہ حتمی انداز میں کہہ کر چلا گیا اور دروازہ باہر سے لاک کر دیا ذیبا جہاں کھڑی تھی وہیں دھک سے بیٹھ گئی۔ یہ کیا ہوا تھا ذیبا کی کچھ سمجھ میں نہ آیا تھا وہ بے خودی بیٹھی تھی ابھی تو اس نے آ کر ایک سانس بھی آرام سے نہ لیا تھا کہ پھر واپسی کے آرڈر صادر ہو گئے تھے۔ سفر کی تھکان اور اتنا سب کچھ اتنا اچانک ہو رہا تھا کہ زیبا کا ذہن معاؤف ہو کر رہ گیا تھا اسے کچھ سجھ نہ آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ سلطان کے انکشاف اور دھمکیوں سے وہ کافی حد تک ڈر گئی تھی کیوں کہ وہ جانتی تھی کہ اس جیسے بے غیرت اور خود پرست سے کچھ بھی بعید نہیں۔ وہ شدید الجھ کا شکار تھی کیا واقعی سلطان اسے یوں دیار غیر میں پولیس کی حوالے کر سکتا ہے یا وہ یہ سب صرف اسے ڈرا دھمکا کر واپس بھیجنے کے لئے کر رہا ہے..... زیبا کے پاس وقت بہت کم تھا۔ وہ بند کمرے میں چت لیٹی تھی اور اس کا ذہن مسلسل سوال پے سوال کرر ہا تھا۔

''کیا واقعی سلطان اسے پولیس کے حوالے کر سکتا ہے؟۔''

دل نے ایک بار پھر سوال کیا تھا۔

ہاں کر سکتا ہے..... ایسا شخص جو مہینوں اپنی بیوی کو حق زوجیت سے محروم رکھ سکتا ہے جو اسے اپنی زندگی سے نکال کر مہینوں اس کی خبر تک نہیں لیتا جو کبھی آنکھ بھر کر بھی اس کی جانب نہیں دیکھتا ایسا انسان جو یورپ میں پیدا ہوا وہیں کے آزاد ماحول میں پلا بڑھا شرابیں پیتا..... لڑکیوں سے ناجائز تعلقات رکھنا اور آوارا گردی کرنا جسکے مشاغل ہوں جو ماں باپ کا اکلوتا ہو جس پر خاندان کی طرف سے کوئی روک ٹوک نہ ہو جو ماں باپ کے بے جا لاڈ پیار سے حد درجہ خود سر اور خود غرض بن چکا ہو یقیناً ایسا کر سکتا تھا۔ زیبا کے دل نے پکار پکار کر کہ۔ وہ اپنی سچائی چھپانے کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا وہ دنیا کے سامنے خود کو معصوم اور مظلوم ثابت کرنا چاہتا تھا تا کہ لوگوں کے سوالوں سے بچ سکے۔

☆☆☆☆

اگر واقعی سلطان نے مجھے واپس بھیج دیا تو میں کیا منہ لے کر واپس جاؤں گی؟ ایک بار پھر اپنے کمزور ماں باپ کے کندھوں پر بوجھ بن کر ان کے لیے شرمندگی اور تکلیف کا سبب بن جاؤں گی؟ کتنی مشکل سے میرے باپ نے ایک ایک پیسہ جوڑ کر میری شادی کی پھر دوبارہ یہاں آنے کے لیے ٹکٹ کا بندوبست کیا..... مجھے بیوٹیشن کا کورس کروایا تا کہ اگر ضرورت پڑے تو خود سے کچھ کما بھی سکوں خرچ کے لیے بھی ساتھ رقم دے کے بھیجا۔ یہ سب ایک بار پھر ضائع چلا جائے گا۔ جس طرح سب نے دلوں پر پتھر رکھ کر مجھے یہاں بھیجا ہے اور میں خود جس کرب سے گزر کر یہاں آئی ہوں اتنا لمبا سفر طے کر کے جیسے تپتے صحرا کو ننگے پاؤں عبور کیا ہمیں اب اس طرح خالی ہاتھ یہاں سے نہ جاؤں گی چاہے جو مرضی کرنا پڑے میں ان ظالموں کو ان کے ظلم کا بدلہ دیئے بغیر نہیں جاؤں گی کچھ نہ کچھ تو ایسا ضرور کروں گی کہ ان کا پردہ چاک ہو یہ جو دنیا کی نظروں میں بڑے عزتدار بنے پھرتے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے لوگوں کو ضرور بتاؤں گی۔

☆☆☆☆

وہ اچانک اٹھ کھڑی ہوئی تھی سوچوں کے شور سے دھیان ہٹا تو اسے احساس ہوا کہ ہر طرف موت کی سی خاموشی تھی۔ سامنے نظر پڑی تو گھڑی میں چار بج رہے تھے زیبا نے دیکھا اس کا بیگ پاس ہی تھا جس میں اس کا ضروری سامان تھا۔ جبکہ دوسرا بیگ سلطان کی کمرے میں تھا۔ اس کا ذہن تیزی سے چل رہا تھا۔ زیبا نے بیگ سے اپنے بوٹ نکال کر پہنے پھر اوورکوٹ پہنا خاموشی سے دروازے کے قریب آئی اور لاک گھمایا وہ لاک تھا۔ اب کیا کروں؟ کیسے یہاں سے نکلوں؟ اچانک اس کی نظر سامنے کی کھڑکی کی طرف گئی جو دیکھنے میں تو بڑی نہ تھی مگر زیبا جو دبلی پتلی تھی کے نکل جانے کے لیے کافی تھی۔ زیبا نے آہستگی سے شیشہ کھولا اور دونوں بیگ باہر پھینک دیئے پھر کھڑکی میں سے پہلے سر باہر نکالا اور کسی بلی کی طرح چھلانگ لگا دی کیونکہ کھڑکی زیادہ اونچی نہ تھی اسلیے نہ تو شور ہوا اور نہ ہی زیبا کو کوئی مشکل پیش آئی۔ کودنے کے بعد جونہی زیبا نے نظر اٹھا کر دیکھا اس کا دل دھک سے رک گیا اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

☆☆☆☆

دن کے دو بجے کا وقت تھا گھر کے کام نمٹا کر سارہ ابھی بیٹھی ہی تھی امی نے آواز دی۔

''جی امی کیا بات ہے؟۔'' سارہ نے ماں کے قریب جا کر پوچھا۔

''دوسرا دن ہو گیا ہے اور زیبا نے فون نہیں کیا میرا دل بیٹھے جا رہا ہے۔''

شگفتہ نے پریشانی سے کہا۔

''کل ہی تو بات ہوئی تھی وہ تو شکر کریں کہ ہم نے وقت پر فون کر لیا تھا اور وہ پاس ہی تھی تو بات ہو گئی ورنہ وہ لوگ نہ تو اسے فون کرنے دیتے اور نہ ہی ہمیں پتہ چلتا کہ زیبا خیریت سے وہاں پہنچ گئی ہے۔ اب وہ اپنے گھر میں ہے اس لیے فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

سارہ نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''یہ تو بتایا ہی نہیں کہ ان کا رویہ کیسا تھا؟ وہ خوش بھی ہوئے کہ نہیں؟ یا کوئی مسئلہ تو نہیں کیا انہوں نے؟۔''

وہ فکر مندی سے بولیں۔

''اتنی لمبی بات تو ہوئی نہیں جو اتنا کچھ بتاتی ویسے بھی شاید وہاں کوئی ہوگا جو اس نے کہا تھا کہ بعد میں بات کرے گی۔''

سارہ نے سوچتے ہوئے کہا۔

''خیر آپ فکر نہ کریں جب آن لائن بات ہوگی تو میں تفصیل سے پوچھ لوں گی۔''

سارہ نے ماں کو تسلی دی تھی فون کی گھنٹی بج اٹھی سارہ نے جلدی سے لپک کر فون اٹھایا شاید زیبا کی کال ہو۔

''ہیلو۔''

سارہ نے کہا۔

''ہیلو میں ڈنمارک سے سلطان کا ماموں بات کر رہا ہوں..... گھر پر کوئی بڑا ہے تو بات کراؤ۔''

دوسری طرف سے ایک سنجیدہ آواز آئی' سارہ کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔ اس کی چھٹی حس کسی انجانے خوف کا آلارم بجا رہی تھ۔

سارہ نے ایک نظر ماں پر ڈالی جو پہلے ہی اس کے چہرے کے تاثر سے خوف زدہ سی نظر آ رہی تھیں۔

''آپ بات کریں.......... آپ کو کیا بات کرنی ہے۔''

سارہ نے خود ہی بات کرنے کا فیصلہ کیا۔

''زیبا رات سے غائب ہے.......... آپ لوگوں نے اسے یہاں کیوں بھیجا تھا اور اب وہ کس کے پاس ہے؟''

وہ غصے سے کہہ رہا تھ۔ سارہ کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کانوں میں جیسے گھنٹیاں بجنے لگی تھیں۔

''یہ..... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ وہ اپنے گھر گئی تھی اور ہم نے خود اس سے بات کی تھی وہ وہیں تھی۔''

سارہ نے لرزتی آواز میں کہا۔

''وہ گھر سے بھاگ گئی ہے بہتر ہوگا کہ تم لوگ شرافت سے بتا دو کہ وہ کہاں گئی ہے کیونکہ سلطان نے اس کا ویزا کینسل کروا دیا تھا اور اب اس کا یہاں رہنا غیر قانونی ہے اگر پولیس نے اسے پکڑ لیا تو ہم ذمہ دار نہ ہوں گے۔''

وہ درشت لہجے میں بولا۔

''وہ کہیں نہیں جا سکتی..... ہمارا کوئی نہیں ہے وہاں آپ لوگوں نے کیا کیا ہے اس کے ساتھ؟''

سارہ کے اوسان خطا ہو رہے تھے۔

''وہ کس کے پاس گئی ہے تم لوگوں کو ہی پتا ہوگا بغیر تم لوگوں کی سپورٹ کے وہ کچھ نہیں کر سکتی۔ خیریت اسی میں ہے کہ بتا دو ورنہ یاد رکھنا بہت پچھتاؤ گے یہاں کے قانون بہت سخت ہیں میں پھر فون کروں گا تم لوگ سوچ لو کیا کرنا ہے۔''

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی فون بند ہو گیا تھا سارہ کا سانس اوپر کا اوپر نیچے کا نیچے رہ گیا تھا اور اس کا دماغ بالکل سن ہو گیا تھا۔

''کیا ہوا کس کا فون تھا؟ کیا ہوا زیبا کو؟۔''

شگفتہ نے بیتابی سے پوچھا اور ان کی آنکھیں خوف اور وحشت سے پھیل گئی تھیں۔

''امی......امی......وہ......وہ زیبا......وہ کہہ رہے ہیں۔وہ گھر چھوڑ کر چلی گئی ہے۔''

سارہ نے مشکل سے اپنی بات پوری کی۔

''کیا؟۔کہاں چلی گئی ہے؟۔''

وہ بے یقینی سے بولیں

''وہ کہاں جا سکتی ہے؟۔''

سارہ نے خود کلامی کی۔

''ارے میری بچی کو تو اپنے شہر کے راستوں کا نہیں پتا اور وہاں تو کوئی بھی نہیں جس کے پاس جاتی......کہاں گئی؟ ضرور ان لوگوں نے اسے کہیں چھپا دیا ہے وہ بھلا کیوں کہیں جائے گی۔''

شگفتہ کا کلیجہ منہ کو آ رہا تھا۔

''رات کے وقت وہ گھر سے آخر کیوں کر نکل سکتی ہے؟ ضرور بات کچھ اور ہے جو یہ لوگ ہم سے چھپا رہے ہیں۔''

سارہ پھٹی نظروں سے ماں کی طرف دیکھ کر بولی۔

''جھوٹ بولتے ہیں یہ گھٹیا لوگ کہیں مار تو نہیں ڈالا انہوں نے میری بچی کو...... ہائے میری بچی تو کہاں ہے؟۔''

وہ منہ کے آگے ہاتھ رکھ کر رونے لگیں۔

''امی خود کو سنبھالیں......ایسا کچھ نہیں ہو سکتا وہ کوئی پاکستان نہیں ہے جہاں کوئی بھی کسی کو بھی مار دے حوصلہ کریں جلد ہی پتا چل جائے گا۔''

سارہ نے آگے بڑھ کر ماں کو تھامتے ہوئے کہا۔

''میں بھائی کو بتاتی ہوں آپ چپ کریں اور دعا کریں۔''

سارہ نے بھائی کو فون کر کے بتایا......کوئی گھر پر نہ تھا ان دونوں کے سوا سارہ کو سمجھ نہ آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ جاتے وقت زیبا کو سیل فون اور رقم بھی دی تھی تا کہ ڈائریکٹ رابطہ ہو سکے مگر ابھی تک کوئی فون نہ آیا تھا اور یہ سب جان کر تو دماغ ہی گھوم گیا تھا۔

''بھائی آپ آفس کا انٹرنیٹ آن رکھنا ہو سکتا ہے کہ زیبا وہاں سے رابطہ کرے۔''

سارہ نے ساری بات بھائی کو فون کر کے بتائی۔

''وہ تو صبح سے ہی آن ہے۔ زیبا کی کوئی میل نہیں آئی ہوئی۔''

عمر نے فکر مندی سے کہا۔

''امی بہت رو رہی ہیں...... مجھے بہت فکر ہو رہی ہے وہ دھمکیاں دے رہے ہیں کہ زیبا کو پولیس لے جائے گی ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟۔''

''وہ یہ سب ڈرانے کے لیے کہہ رہے ہیں اب اگر فون آئے تو دوٹوک جواب دینا کہ اگر ہماری بیٹی کو کچھ ہوا تو ہم انہیں نہیں چھوڑیں گے۔''

عمر نے غصے سے کہا۔

''ٹھیک ہے...... آپ جلدی گھر آ جانا اور نیٹ کارڈ بھی لے آنا۔''

''او کے تم امی کا خیال رکھنا میں کوشش کرتا ہوں کہ جلدی آ جاؤں۔''

سارہ نے فون رکھ دیا تبھی بیل ہوئی سارہ نے دروازہ کھولا۔

''کیا ہوا تمہارے چہرے پے ہوائیاں کیوں اڑ رہی ہیں؟۔''

زارا نے دیکھتے ہی پوچھا

''اندر آؤ بتاتی ہوں۔''

دونوں اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

''کیا؟ کیا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ضرور کوئی اور بات ہے۔''

زارا نے سوچ کر کہا

''مجھے خود سمجھ نہیں آ رہا دل میں عجیب اندیشے پیدا ہو رہے ہیں' آخر وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے ہمیں کیسے پتا چلے گا؟۔''

سارہ نے بے بسی سے کہا۔

''اب تو بس دعا ہی کر سکتے ہیں کہ وہ خود ہی رابطہ کرلے......''

دوسرے کمرے سے فون کی آواز آئی تبھی دونوں اس طرف بھاگ گئیں۔

''ہیلو۔''

سارہ نے ہانپتے ہوئے کہا۔

''کہاں ہے زیبا؟ جلدی بتاؤ تم لوگوں نے کیوں بھیجا تھا میرے گھر؟۔''

سلطان کی غصے سے بھری آواز ابھری۔

''تم بتاؤ کہاں ہے میری بہن' کہاں چھپایا ہے تم نے اسے؟ اگر اسے کچھ ہوا تو ہم تم لوگوں کو بھی نہیں چھوڑیں گے اگر میری بہن کو کچھ ہوا تو انجام تمہارا بھی اچھا نہیں ہوگا۔''

سارہ نے للکار کر کہا۔

''وہ تو تم لوگوں کو پتا چلے گا جب اسے پولیس پکڑ کر جیل میں ڈالے گی اس کا ویزا کینسل کروا دیا تھا میں نے' تم لوگ کیا سمجھتے ہو اتنا آسان

ہے یہاں رہنا۔ ہمارا کیا بگاڑ لو گے اپنی لڑکی کی خیر مناؤ یہ تم کو بہت جلد پتا چل جائے گا کہ تم لوگوں نے کتنی بڑی غلطی کی ہے...... جب اس کی شکل دیکھنے کو ترسو گے۔''

فون بند ہو گیا تھا سارہ نے پتھرائی ہوئی نظروں سے زارا کو دیکھا' سارہ کا چہرہ فق ہو گیا تھا۔

''کیا ہوا؟ کیا کہہ رہا تھا وہ ذلیل انسان بتاؤ جلدی۔''

زارا نے بے صبری سے کہا۔

سارہ نے اسے زور سے گلے لگایا اور رونے لگی۔

''پلیز چپ کر جاؤ.......... امی نے سن لیا تو انہیں چپ کرانا مشکل ہو جائے گا ہوا کیا ہے'؟

زارا نے اسے چپ کراتے ہوئے کہا۔

''وہ کہتا ہے زیبا کو پولیس پکڑ لے گی اس کا ویزہ کینسل ہے وہ وہاں غیر قانونی ہے۔''

سارہ نے روتے ہوئے کہا۔

''بکواس کرتا ہے...... ابھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ اصل بات کیا ہے حوصلہ رکھو تم بڑی ہو اگر تم نے ہمت چھوڑ دی تو امی ابو کو کون سنبھالے گا۔''

چھوٹی نے مشکل سے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

''تم عمر بھائی کو فون کر کے بتاؤ اور پوچھو زیبا نے کوئی رابطہ کیا ہے یا نہیں؟''

وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔

''ہاں میں کرتی ہوں۔''

زارا فون کرنے لگی۔

☆☆☆☆

شام کے سات بج رہے تھے۔ گھر میں ہر طرف سناٹا تھا۔ ایک کمرے میں سارہ' زارا اور عمر کمپیوٹر پر سیٹ لگائے کئے گھنٹوں سے زیبا کے رابطے کا انتظار کر رہے تھے۔ ایک رات اور ایک دن سے وہ گھر سے لاپتہ تھی اور ابھی تک کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔ گھر پر سب بیحد پریشان تھے۔ جانے وہ کہاں تھی اور کس حال میں تھی۔ سب کی جان پر بنی تھی اور کسی کو سلطان کی بات پر اعتبار نہ تھا۔ کیونکہ دیارِ غیر میں ایسا کوئی نہ تھا جہاں وہ جاتی۔ پھر آخر اسے زمیں کھا گئی یا آسمان نگل گیا۔ وہ سنگدل لوگ تو خوش تھے کہ وہ چلی گئی' کہاں گئی کس حال میں ہو گی اس سے ان کو کوئی لینا دینا نہ تھا۔

ادھر زیبا کے گھر والوں پر ایک قیامت گزر رہی تھی۔ جو ایک' ایک پل گن' گن کر گزار رہے تھے۔ ایک منٹ بھی سکون سے نہ گزرا تھا۔ کہیں ان لوگوں نے زیبا کو کچھ کر نہ دیا ہو؟ آخر وہ گھر سے نکلی تو نکلی کیوں؟ آخر ایسا کیا سلوک ان لوگوں نے کیا تھا جو زیبا نے اتنا بڑا قدم اٹھایا ہو گا؟ اتنی رات میں وہ کہاں گئی ہو گی؟ اسے تو اپنے شہر کے راستے نہیں معلوم تو وہاں کے راستے کیسے جان پائے گی؟

سوال تھے کہ ایک پل کے لیے بھی تھمتے نہ تھے۔

''زیبا تم کہاں ہو؟ پلیز رابطہ کرو پلیز۔۔۔''

سارہ جائے نماز پر بیٹھی دعائیں کر رہی تھی۔ ماں باپ کا الگ سے خون خشک ہو رہا تھا۔ سبھی گم سم بیٹھے تھے۔ ہاتھوں سے طوطے اڑ چکے تھے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

''ہمیشہ ہمارے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوتا ہے؟ جب بھی ہم کچھ اچھا کرنا چاہتے ہے کچھ نہ کچھ غلط ہو جاتا ہے!''

زارا نے دکھی ہو کر کہا۔

''جب وہ پہلی بار گئی تھی تب بھی ہم نے یہی سوچا تھا کہ وہ بہت خوش ہوگی۔ اور اس بار تو ہم نے۔۔۔۔۔۔ ہمیں نہیں بھیجنا چاہیے تھا۔۔''

سارہ بھی تڑپ کر بولی اور بات ادھوری چھوڑ کر ہاتھوں سے پیشانی ملنے لگی۔

''اسلیے تو فون بھی لے کر دیا تھا کہ ہر وقت رابطے میں رہے۔ پتا نہیں کیوں رابطہ نہیں کیا صرف سم ہی تو ڈالنی تھی۔''

عمر دونوں ہاتھ مسلتے ہوئے بڑبڑایا۔

''بھائی وہ فون تو چل جائے گا نا؟''

زارا نے عمر سے پوچھا

''ہاں بس سم لینی ہوگی۔''

''اب ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ وہ کہاں ہے؟ کہیں واقعی انہوں نے زیبا کو کچھ کر تو نہیں دیا ورنہ وہ ہم سے رابطہ کرنے میں اتنی دیر نہ کرتی۔''

سارہ نے خوفزدہ نظروں سے دونوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

''اگر میری بہن کو کچھ بھی ہوا تو میں سلطان اور اس کے خاندان کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔''

عمر نے غصے سے ٹیبل پر ہاتھ مار کر کہا۔

''ہم بھلا اتنی دور سے کیا کر سکتے ہیں؟''

زارا نے معصومیت سے کہا

''بس تم ایک بار پتہ چل جانے دو کہ اصل بات کیا ہے ایک بار زیبا سے بات ہو جائے پھر دیکھنا میں کیا کرتا ہوں۔''

عمر یہ کہہ کر ایک بار پھر کمپیوٹر پر کچھ کرنے لگا۔ دل ہی دل میں وہ سوچ رہا تھا کہ کاش وہ زیبا کو نہ جانے دیتا تو اچھا تھا۔ اب اگر خدانخواستہ اسے کچھ ہو گیا تو وہ تمام عمر خود کو معاف نہ کر پائے گا یہی بات تمام گھر والے سوچ رہے تھے۔

اکرم صاحب کا چھوٹا سا گھرانہ تھا جس میں تین بیٹے اور تین ہی بیٹیاں تھیں۔ پوری فیملی نہایت سادہ اور سیدھی سی تھی۔ جیسے بھولے بھالے ماں باپ تھے ویسے ہی بچے تھے۔ اکرم اپنی ماں کی اکلوتی اولاد تھے جوان کے بچپن میں ہی فوت ہوگئی تھیں اور والد کی دوسری شادی ہوگئی۔ جن سے دو بہنیں اور ایک بھائی ہوا۔ اکرم نے مسکینی کی حالت میں پرورش پائی اور پڑھ بھی نہ سکے۔ پر محنتی تھے لڑکپن سے ہی والد کے ساتھ کام کاج کرنے

لگے۔ والد چونکہ بہت غریب تھے اس نے چھوٹی عمر کام شروع کر دیا۔ زمانے کے نشیب و فراز اچھے برے حالات اور گھر میں لاتوجہی نے شخصیت میں وہ خود اعتمادی نہ آنے دی جو ایک اچھی تربیت سے انسان کی شخصیت کو نکھارتی ہے۔ سوچ کے اچھے دوسروں کا خیال رکھتے منکسر المزاج خود کو ہمیشہ دوسروں سے کمتر سمجھتے دوسروں کی مدد کر کے خوش ہوتے۔ کبھی کسی بات پر غرور نہ کرتے۔ زمانے کی ٹھوکروں نے جوانی کو پہنچایا۔ دیکھنے میں بہت وجیہ نوجوان دل کے سچے اور زبان کے کھرے تھے۔ اکرم صاحب نے بہت سی جگہ نوکری کی جہاں بھی کام کیا محنت اور امانتداری سے کیا اور ہمیشہ تعریف پائی۔

اکرم صاحب کی سگی خالہ نے جب دیکھا کہ مسکین بھانجے کی عمر شادی کی ہوگئی ہے تو اچھے کھاتے پیتے خاندان میں رشتے کی بات چلائی۔ شگفتہ کے والد نے اکرم صاحب کو بہت پسند کیا یہ ان دنوں کی بات ہے جب رشتے خاندانی شرافت اور انسانوں کو دیکھ کر کیے جاتے تھے۔ شگفتہ کے والد نے صرف یہ دیکھا کہ وہ ایک محنتی لڑکا ہے جس کے آگے پیچھے کوئی نہیں۔ اکرم کی خالہ نے چند جوڑے اور تھوڑا سا زیور ڈال کر اکرم کی شادی کر دی جس میں اکرم کی سوتیلے بھائی بہنوں اور ماں کی نہ تو رضامندی تھی اور نہ شرکت اور یوں شگفتہ بیاہ کر اکرم کی زندگی میں آگئی۔

شگفتہ بڑے گھر سے ایسے سسرال آئی تھی جہاں کرایے کا گھر اور سوتیلے رشتے تھے۔ کچھ عرصہ تو باپ کے منہ وہ چپ رہے پھر لڑائی جھگڑے شروع ہو گئے۔ اکرم نے بیوی کو ساتھ لیا اور کرایے کے گھر میں آ گئے۔ شگفتہ بی اکرم کی طرح سادہ لوح ہی تھیں اور خوبصورت بھی دونوں نے مل کر ایک چھوٹی سی دنیا بنائی تھی جو کچھ بعد پانچ بچوں سے آباد ہو گئی تھی۔ شگفتہ ایک صابر و شاکر اور سگھڑ خاتون تھیں کبھی جو حرف شکایت نہ کی تنگی میں بھی گزارا کیا سختیوں کے دن بھی تنہا کاٹے ساری اولاد کو پالا اور پھر سرکاری نوکری ملنے کے بعد آہستہ آہستہ اپنا گھر بھی بنا لیا۔ بچوں کو تعلیم بھی دلوائی اور تربیت بھی اچھی کی۔ بچے ہمیشہ گھر کی چاردیواری میں ہی رہے اکرم کبھی انہیں گھر سے باہر نہ جانے دیتے حتیٰ کہ کبھی نانی کے گھر بھی رہنے نہ دیتے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بچے بہت معصوم اور دنیا کی حقیقتوں سے انجان رہے جبکہ فیملی کے دوسرے بچے جوائنٹ فیملی میں رہتے اور ایکسپوژر سے بہت چالاک اور ہوشیار ہو گئے تھے۔ پھر جیسے ماں باپ تھے ویسے ہی بچے۔ اکرم صاحب کے گھر میں سبھی ایسے ہی تھے دل کے صاف دوسروں پر بھروسہ کرنے والے کسی کا برا نہ سوچنا دوسروں کو نقصان نہ پہنچانا۔ یہ سب وہ باتیں تھیں جن پر اکرم خود بھی عمل کرتے اور بچوں کو بھی یہی سکھایا تھا۔ زمانے کی ٹھوکروں نے کبھی ان کی سادہ فطرت پر کوئی اثر نہ ڈالا تھا وہ جیسے تھے ہمیشہ ویسے ہی رہے۔

اس دنیا میں غریب ہونا بہت بڑا گناہ ہے۔ غریب کی نہ تو کوئی عزت ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی مقام۔ دوسرا بڑا گناہ اس دنیا میں معصوم اور سیدھا ہونا ہے۔ اس دنیا میں جینے کے لیے انسان کا چالاک موقع پرست ہوشیار اور آدم شناس ہونا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ دنیا میں مکار اور خودغرض لوگ اسی تاک میں رہتے ہیں کہ کب کوئی بھولا بھالا انسان ان کی گرفت میں آئے اور وہ اسے اپنے مطلب کی بھینٹ چڑھا دیں۔ بھولے بھالے لوگ اس دنیا میں ہمیشہ ٹھوکروں سے ہی سیکھتے ہیں۔ وقت کا ظالم استاد انسان کو بہت سخت سبق سکھاتا ہے۔ وہ پہلے مارتا ہے اور پھر کچھ سکھاتا ہے پھر وہ یہ نہیں دیکھتا کہ وہ جسے مارنا چاہتا ہے وہ کتنے نازوں سے پلا ہے یا کتنا نازک مزاج ہے۔ یہی سختیاں انسان کو مضبوط بھی بناتی ہیں مگر پہلے انسان کو اچھے سے توڑتی ہیں پھر کسی سانچے میں ڈھالتی ہیں۔

☆☆☆☆
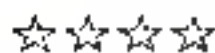
ساری رات گزر چکی تھی پر زیبا نے کوئی رابطہ نہ کیا تھا۔ وہاں گئے دو دن اور دو راتیں بیت گئی تھیں۔ سب شدید مضطرب اور پریشان تھے۔ انتظار کے یہ لمحات اب کرب بن گئے تھے۔ یہ کیسا امتحان تھا جسمیں سب گھر والے شامل تھے' کسی نے سوچا بھی نہ تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا تھا۔ پر سچ ہے کہ انسان کی عقل بہت محدود ہے' انسان ہمیشہ جو سوچتا ہے وہ ہوتا نہیں اور جو نہیں سوچتا وہی ہمیشہ ہوتا ہے۔ ایسا بے بسی کا عالم تھا کہ کسی کو کچھ سوجھ نہ رہا تھا۔ گھر میں چپ کی موجودگی کے باوجود پورا گھر ویران پڑا تھا' جیسے گھر پر کوئی موجود ہی نہ ہو۔ سب اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے کسی کی سمجھ میں نہ آتا تھا کی آخر زیبا کے ساتھ کیا ہوا؟! ایسی مشکل تو کبھی نہ دیکھی تھی کی نازوں پلی بیٹی میلوں دور جانے کس حال میں تھی اور کسی کو کچھ خبر نہ تھی۔ سب بے بس بن پانی مچھلی کی طرح تڑپ رہے تھے۔ نہ کسی نے صبح سے کھایا نہ چین سے سوئے اور نہ ہی پل بھر کو چین سے بیٹھے۔ قسمت نے جانے کیسا امتحان لینے کی ٹھانی تھی کے ماں' باپ غم سے نڈھال اور بھائی' بہنیں افسردہ اور دکھی تھے۔

''عمر ادھر آو۔''

اکرم جو کافی دیر سے خاموش بیٹھے کچھ سوچ رہے تھے نے عمر کو مخاطب کیا۔

''جی ابو۔''

عمر نے نزدیک آکر کہا۔

''بیٹا چلو بائیک نکالو۔''

وہ کھڑے ہوتے ہوئے بولے۔

''کہاں جانا ہے ابو؟۔''

عمر نے استفسار کیا۔

''تمہاری پھوپھو کی طرف چلتے ہیں تمہارے چاچو بھی آئے ہوئے ہیں میں ان سے کہوں گا کہ وہ ہماری مدد کریں زیبا کو ڈھونڈنے میں' آخر اتنی بڑی پوسٹ پر ہے۔ کئی ملک پھرا ہے کوئی نہ کوئی تو ہوگا وہاں جو کچھ پتہ کروا سکے۔ آخر سرکاری آفیسر ہے بہت تعلقات ہوتے ہیں اور پھر اتنے پڑھے لکھے ہیں میرے بہن' بھائی کچھ نہ کچھ تو کریں گے۔ اور پھر میرا اور کون ہے جسکے پاس میں جاؤں گا۔''

اکرم نے پر امید نظروں سے بیٹے کو دیکھ کر کہا۔

''مگر ابو پہلے کبھی انہوں نے ہماری کوئی مدد کی ہے جو اب کریں گے؟۔''

عمر نے ناراض ہوتے ہوئے کہا۔

''پہلے جو بھی کیا سو کیا مگر اس مشکل میں تو کریں گے۔ آخر میری بچی پردیس میں جانے کس حال میں ہے۔ وہ کچھ تو لحاظ کریں گے آخر وہ بھی ان کا ہی خون ہے۔''

اکرم نے دل گرفتہ ہو کر کہا۔

''کیا فائدہ ایسے لوگوں کے پاس جانے کا جنہوں نے ہمیں کبھی اپنا سمجھا ہی نہیں۔''

شگفتہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''تو کیا کروں کس کے پاس جاؤں؟ اور کون ہے میرا' مجھ غریب اور ان پڑھ کی کون سنے گا' وہاں میری بچی جانے کس حال میں ہے اور میں یہاں ہاتھ پے ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہوں' مجھ سے جو بھی ہو سکا میں کروں گا۔ جب تک میری بچی نہیں مل جاتی میں آرام سے نہیں بیٹھوں گا۔''

اکرم نے آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو روکتے ہوئے حتمی فیصلہ سنا دیا۔

''اچھا ابو چلیں شاید کوئی راستہ مل جائے۔''

عمر نے چابی پکڑتے ہوئے کہا۔

''مجھے تو ان سے کوئی امید نہیں' آج تک کب بھلا چاہا ہے انہوں نے ہمارا۔۔۔''

شگفتہ روہانسی ہو کر بولیں۔

عمر اور اکرم خاموشی سے باہر چل دیئے۔

☆☆☆☆

''کیا بات ہے' خیریت تو ہے نا؟۔''

اسلم اپنے بڑے سوتیلے بھائی اکرم کو پریشان دیکھا تو پوچھا اس وقت وہ اپنی بہن کے گھر پر آئے تھے اور ڈرائینگ روم میں بیٹھے تھے۔

''ہاں بڑی مشکل میں پھنس گیا ہوں۔ کچھ سمجھ نہیں آتا کیا کروں؟۔''

اکرم نے نظریں جھکا کر کہا۔

''کیوں کیا ہوا گھر پے سب خیر ہے؟۔''

اکرم کے چھوٹے بھائی اسلم جو سرکاری آفیسر تھے نے مزے سے کہا۔

''اسلم تجھ سے مدد لینے آیا ہوں۔''

اکرم نے پرامید نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیسی مدد کچھ بتا تو سہی ہوا کیا؟۔''

وہ تشویش سے بولا۔

''وہ میں نے زیبا کو واپس بھیجا تھا اس کے گھر ڈنمارک وہ وہاں خیریت سے پہنچ گئی تھی۔ ہماری بات بھی ہوئی تھی۔ پھر اگلے دن ان کا فون آ گیا کہ وہ گھر چھوڑ کر چلی گئی ہے۔ بھلا وہ کہاں جا سکتی ہے۔ پتہ نہیں ان لوگوں نے کیا کیا ہے اس کے ساتھ' وہاں کون ہے جس کے پاس وہ جاتی؟۔''

''یہ کیا کیا تو نے؟ کس سے پوچھ کر بھیجا تھا اسے کبھی بہن بھائی سے بھی مشورہ کر لیا کرو۔ جب خود اس کا شوہر اسے چھوڑ گیا تھا تو کیا ضرورت تھی اسے واپس بھیجنے کی؟''

وہ غصے سے بولا۔

''میں نے تو سوچا تھا خود جائے گی تو وہ قدر کریں گے شاید اس کا گھر بچ جائے۔ کوئی وجہ بھی تو نہیں تھی جو وہ زیبا کو یوں چھوڑ گیا تھا۔''

اکرم نے وضاحت کی۔

''تم ساری عمر جاہل ہی رہنا۔ اگر اسے بیوی کی ضرورت ہوتی تو وہ چھوڑ کر جاتا ہی کیوں؟ اور اتنے مہینے ان لوگوں نے رابطہ نہیں کیا تو پھر کیوں تم نے اتنی دور بھیج دیا؟''

وہ مزید مشتعل ہو کر بولا۔

''ہاں یار بہت بڑی غلطی ہو گئی۔''

''اتنے آرام سے کہہ رہے ہو غلطی ہو گئی۔ وہ لوگ تو ٹھیک ٹھاک تھے تبھی تعریفیں کرتے تھے۔ تمہاری بیٹی کو ہی یہ سب راس نہیں آیا۔''

وہ مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔ تبھی اکرم کی بہن رابعہ جو کچن میں کھڑی ساری روداد سن چکی تھی کمرے میں داخل ہوئی۔

''ہاں میرے پاس آیا تھا ان لوگوں کا فون کچھ عرصہ پہلے انہوں نے کہا تھا کہ اگر میں زیبا کی گارنٹی دے دوں تو وہ لوگ اسے واپس بلا سکتے ہیں۔ مگر میں کیسے گارنٹی دیتی جانے وہ وہاں جا کر کیا کارنامے کرتی تو بعد میں وہ لوگ مجھے شکایت کرتے۔ پتہ نہیں کیسی تربیت کی ہے بھابھی نے بچیوں کی؟''

وہ صوفے پہ بیٹھتی ہوئی جل بھن کر بولی۔

''تم نے ہمیشہ اپنی بیوی کی سنی اور مانی ہے۔ اب میرے پاس کیا لینے آئے ہو جا کر اسی سے پوچھو کیا کرتا ہے۔ کونسا مجھ سے پوچھ کر بھیجا تھا جو میرے پاس آئے ہو۔ ہاں اپنے تینوں بیٹوں کو لے جاؤ بڑے بدمعاش ہیں نا خود ہی نبٹ لیں گے۔''

وہ عمر کی طرف دیکھ کر بولا جو خاموشی سے نظریں جھکائے بیٹھا تھا۔ یہ لفظ کٹے زخموں پر نمک کی طرح لگ رہے تھے اگر راستے میں اکرم نے عمر کو سختی سے کسی بھی بات میں نہ بولنے سے منع نہ کیا ہوتا تو عمر ضرور کوئی نہ کوئی جواب دیتا مگر ایک تو حالات ایسے تھے اور پھر باپ نے سختی سے منع کیا تھا وہ بڑی مشکل سے خود پر قابو کر کے یہ سب سن اور برداشت کر رہا تھا۔ اکرم بھی سر جھکائے سب سن رہے تھے اور اس وقت کو کوس رہے تھے جب انہوں نے یہاں آنے کا فیصلہ کیا تھا۔ وہ کیا سمجھ کر آئے تھے اور یہ کیا کر رہے تھے۔ یہ تو سوائے طعنوں طنشوں کے اور کچھ کرنے کے موڈ میں نہ تھے۔ زیبا کی شادی اتنی اچھی جگہ ہوتا دیکھ کر وہ جس جلن کا شکار تھے وہ آج ٹھنڈا کرنے کا موقع مل گیا تھا۔

''میں تو اس لیے آیا تھا کہ وہ تمہاری بھتیجی ہے تم کوئی مدد کرو گے اسے ڈھونڈنے میں۔''

اکرم نے بھائی کی طرف ملتجی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں ہم تو سوتیلے ہیں نا یہ بتاتی پھرتی تھی تمہاری بیٹی اپنے سسرالیوں کو۔"

اس سے پہلے کہ اکرم اپنی بات ختم کرتے رضوانہ نے تلخ لہجے میں کہا۔

"بھائی صاحب آپ لوگوں کی عقل کیا گھاس چرنے گئی تھی جو اس کو اتنی دور اکیلے بھیج دیا..... اور اس کو بھی تو عزت راس نہ آئی جانے کیا کرتی رہی تھی وہاں جو سسرال والوں نے کچھ ہی مہینوں میں نکال باہر کیا۔"

چھوٹی بہن دردانہ نے منہ بسور کر کہا۔

"بیوی کی ضرورت تو ایسے مردوں کو ہوتی ہی نہیں......"

وہ پھر سے بولی اور پھر بات ادھوری چھوڑ کر خاموش ہوگئی۔

"ہاں وہ ایسا ہی تھا.....لڑکیوں کے پیچھے بھاگنے والا..... پر آپ لوگوں کو کس نے بتایا؟"

اکرم نے سوچ کر پوچھا۔

"ہمیں تو تبھی ہی پتا چل گیا تھا جب آپ لوگوں نے اس کی شادی کی تھی۔"

وہ کھسیا کر بولی۔

"تو آپ نے ہمیں تو کوئی ایسی بات نہیں بتائی تھی۔"

وہ حیرت سے بولا۔

"کیا بتاتے بھائی صاحب آپ نے تو خود ہی سب کچھ طے کرلیا تھا..... آپ لوگوں نے تو یہ بھی نہیں دیکھا کہ وہ ایک بچے کا باپ ہے اور جھٹ سے رشتہ طے کرکے شادی بھی کرڈالی..... آپ لوگوں نے تو بس ان کی دولت ہی دیکھی تھی..... پھر ہم کیا کہتے..... کہہ کر برا ہی بننا تھا۔"

دردانہ نے بڑے تحمل سے کہا۔

تبھی عمر یکدم کھڑا ہوگیا اس کی برداشت کی حد ہوگئی تھی۔

"چلیں ابو اٹھیں۔"

وہ باپ کو مخاطب کرکے بولا۔ اکرم صاحب کھڑے ہوئے تو ڈگمگا گئے عمر نے جلدی سے باپ کا بازو تھام لیا اور سہارا دیا۔ ساتھ ہی اسلم بھی کھڑا ہوگیا۔

"میرے جاننے والے ہیں وہاں میں کوشش کرتا ہوں کہ کچھ پتا چل جائے بدنامی تو ہوگی ہی اب۔۔ جانے وہ زندہ بھی۔۔۔"

وہ آخری لفظ سرگوشی میں کہہ کر چپ ہوگیا مگر یہ لفظ کسی ڈرون کی طرح عمر اور اکرم کے سروں میں جا کر لگے تھے۔ اس سے پہلے کے کوئی ردعمل ہوتا عمر نے باپ کو بازو سے کھینچا اور باہر نکل گیا۔

گھر سے باہر نکل کر دونوں نے آنسو صاف کیے عمر نے جلدی سے بائیک اسٹارٹ کی اور وہاں سے نکل گئے۔ امی نے صحیح کہا تھا یہ لوگ کبھی

ہمیں اپنا نہیں سمجھتے' یہ سوتیلے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ کیا سمجھتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں کریں گے تو ہمارا کچھ نہیں بنے گا کسی کا کوئی نہ ہو اس کا رب ہوتا ہے اور ہمیں اپنا رب ہی کافی ہے۔ بائیک چلاتے ہوئے عمر سوچ رہا تھا۔ اس کا ذہن و دل بری طرح چل رہا تھا وہ جلد از جلد گھر جا کر اپنے بل بوتے پر کچھ کرنا چاہتا تھا۔

پچھلی سیٹ پر اکرم راستوں سے بے خبر اپنی ہی سوچوں میں گم تھے۔ یہ ہیں میرے بھائی بہن جن کو میں ہمیشہ اپنا سمجھتا رہا۔ زخم کیا کم تھے جن پر انہوں نے خوب نمک رگڑا ساری عمر جو کیا سو کیا' یہ تو خیال کر لیتے کہ کن حالات میں ان کے پاس آیا تھا۔ وہ جو بھی سمجھیں میں نے تو انہیں ہمیشہ اپنا خون ہی جانا ہے۔ پھر جانے کیوں وہ ہمیشہ مجھ سے ایسا سلوک کرتے ہیں۔ اچھا میرے مالک اک تیرا ہی سہارا ہے۔ جب سے تو نے دنیا میں بھیجا ہے اک تو ہی میرا وارث ہے۔ آج بھی تیرا ہی آسرا چاہیے' فقط اک تیرا ہی ساتھ چاہیے اس مشکل وقت میں بس تو نہ چھوڑنا' میں تجھ سے مدد کا طالب ہوں مجھے مایوس نہ کرنا میرے مالک' میرے پالن ہار میری بچی کو اپنی حفظ و امان میں رکھنا' میرے مالک مجھ یتیم و مسکین پر رحم فرما۔۔۔۔"

وہ دل ہی دل میں التجائیں کر رہے تھے تبھی عمر نے کہا۔

"ابو جی گھر آ گیا۔"

عمر نے بائیک روک کر کہا۔

اکرم نے کوئی جواب نہ دیا وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھے۔

"ابو جی۔"

عمر نے موڑ کر باپ کو دوبارہ مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"ہوں ہاں۔"

وہ چونک کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولے۔ عمر نے بائیک کھڑی کی اور دونوں اندر چل دیئے۔

سب گھر والے بڑی بے چینی سے انتظار کر رہے تھے کہ شاید کوئی اچھی خبر مل جائے۔ عمر باپ کو لیے اندر آیا تو سبھی دونوں کی طرف لپکے۔

"ذرا پانی لاؤ جلدی سے۔"

عمر نے باپ کو بٹھاتے ہوئے کہا۔

زیب اور طلحہ جلدی سے قریب آ کر باپ کو دیکھنے لگے۔

"کیا ہوا آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

شگفتہ نے قریب آتے ہوئے پریشانی سے کہا۔

"ٹھیک ہوں میں کچھ نہیں ہوا مجھے۔"

اکرم نے غصے اور غم سے کہا۔

''آپ تو بہن بھائی کے پاس مدد کے لیے گئے تھے کیا کہا انہوں نے؟۔''

شگفتہ نے پوچھا۔

''وہ کہتے ہیں ہمیں پوچھ کر بھیجا تھا جواب مدد مانگنے آئے ہو مشورہ ہی کر لیا ہوتا۔اب ہم کیا کریں کہاں سے پتہ کروائیں۔دو دن گذر گئے ہیں اب تک تو مر کھپ گئی ہوگی تمہاری لاڈلی جاؤ جا کر ماتم کرلو جتنا رونا ہے رو دھو لو اور صبر کر لو۔''

اکرم بے بسی میں تڑپ کر بولے لفظ سخت تھے پر آنکھوں سے آنسوں رواں تھے۔شگفتہ جو پہلے ہی ڈری ہوئی تھیں وہیں بیٹھ کر رونا شروع کر دیا۔دونوں لڑکیوں نے آ کر ماں کو چپ کرانے کی بہت کوشش کی مگر بے سود۔طلحہ اور عمر باپ کو چپ کرا رہے تھے زیب بے بسی سے سب کو روتا دیکھ کر خاموشی سے رو رہا تھا۔عجیب حال تھا کہنا چاہتے ہوئے بھی سبھی مایوس ہو گئے تھے اور جوں جوں وقت گزر رہا تھا امید کا ننھا سا دیہ بھی تاریک ہوتا جا رہا تھا۔سب ایک دوسرے کو چپ کرا رہے تھے پر سبھی اس کوشش میں ناکام رہے کیونکہ سبھی رو رہے تھے تو کوئی کیسے خود کو سنبھالتا۔

کوئی گھنٹے دو گھنٹے بعد بڑی مشکل سے سب کو صبر آیا تھا۔سارہ اور زارا نے جا کر کھانا بنایا۔شام ہو چکی تھی۔

''چلیں امی ابو کھانا کھائیں اب تو شام ہو گئی ہے۔''

سارہ نے دونوں کو مخاطب کیا جو نڈھال بستر پر لیٹے تھے۔

''نہیں کھانا مجھے بھوک نہیں ہے ماں کو کھلا دو اور خود کھا لو۔''

اکرم نے چہرہ دوسری طرف گھما کر کہا۔

''چلیں امی آپ ہی اٹھ جائیں۔''

سارہ نے ماں کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

''نہیں کھانا۔''

وہ مری آواز میں بولیں۔

''کیوں نہیں کھانا آپ دونوں نے؟۔''

وہ بلک کر بولی۔

''میری بچی م۔۔م۔۔۔''

شگفتہ نے ایک بار پھر رونا شروع کر دیا۔

''کچھ نہیں ہوا آپ کی بچی کو وہ بالکل ٹھیک ہوگی۔آپ اللہ پر یقین رکھیں۔''

سارہ نے پریقین لہجے میں کہا۔

''میرا دل کہتا ہے کہ وہ بالکل ٹھیک ہے' زندہ ہے' سلامت ہے۔''

سارہ نے اونچی آواز میں کہا۔

''پر وہ تو کہتے ہیں۔۔۔۔۔تمہارا باپ کہتا۔۔۔۔''

شگفتہ نے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

''امی چپ کر جائیں کیا ہو گیا ہے آپ کو' کن لوگوں کی بات کا اعتبار کر رہے ہیں آپ لوگ' وہ جو ہمیں ہمیشہ اپنے سے کمتر سمجھتے رہے۔ ہمیں اپنے خونی رشتوں کو یوں حقارت سے دیکھتے ہیں جیسے ہم ان کے بھائی کے بچے نہیں کسی نوکر کے بچے ہوں۔ آپ تو آپ لوگوں کو ہمیشہ احساس کمتری کا شکار بناتے رہے ہیں۔ جب بھی آپ نے ان سے کوئی مشورہ کیا ہمیشہ ان لوگوں نے غلط راستہ ہی دکھایا ہے۔ یہی چچا آپ کو کہتے تھے کہ اپنے بچوں کو بجائے پڑھانے کے کسی ورکشاپ میں ڈال دو۔ اور یہی پھوپھی تھی جو اپنی اٹھارہ سال کی کنواری لڑکی کے لیے ایک طلاق یافتہ کا رشتہ لے کر آئی تھی۔ ایسوں سے ہم مشورہ کرتے جو زیبا کی اتنے اچھے گھر میں شادی ہونے پر اسے کہتے تھے کہ تم تو میڈم بن گئی ہو۔ اور آج جب ہم پر مشکل آ گئی تو ان لوگوں کو موقع مل گیا ہے اپنے دل کی جلن نکالنے کا' ان لوگوں میں احساس نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ نہ تو پہلے کبھی اور نہ اب انہوں نے کوئی موقع چھوڑا ہے اپنا سوتیلہ پن دکھانے میں' آخر وہ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ ہیں تو وہ ایک ہی باپ کی اولاد چاہے ماں دوسری تھی۔ پر وہ کبھی ہماری جڑیں کاٹنے سے باز نہیں آئیں گے چاہے آپ ان کو کتنا ہی اپنا کیوں نہ سمجھ لیں۔''

وہ نہایت غصے سے بول رہی تھی کیونکہ ان لوگوں نے جلتی پے تیل ڈال کر اس نازک موقع پر سب کو جس اذیت سے دوچار کیا تھا وہ یہ سب برداشت نہیں کر پا رہی تھی۔

''چلیں اٹھیں اور چل کر کھانا کھائیں زیبا کا اور ہمارا اللہ حافظ ہے۔''

وہ دونوں کا ہاتھ تھام کر انہیں اٹھاتے ہوئے ساتھ لے گئی۔

☆☆☆☆

یہی دنیا ہے جہاں لوگ سیدھے سادھے لوگوں کو ان کی غلطیوں کی کڑی سے کڑی سزا دیتی ہے۔ ان کی سادگی اور ناسمجھی پے بجائے دکھ بانٹنے کے الٹا ان کا مزاق اڑاتی ہے اور زخموں پے نمک رگڑتی ہے۔ اور رشتے دار تو اسی تاک میں ہوتے ہیں کی کب اپنے گلوں کا حساب صاف کر سکیں۔

☆☆☆☆

رات ہو چکی تھی۔ سارے گھر میں ہو کا عالم تھا' سناٹا چاروں طرف چیخ رہا تھا۔ ایسے جیسے کسی گھر میں موت ہو جانے پر ہر طرف وحشت بکھری ہو اور یہ تو ایسا گھر تھا جہاں یہ بھی پتا نہ چلتا تھا کہ موت آ کر چلی گئی ہے یا ڈیرے جمائے بیٹھی ہے۔ گھر کے تمام فرد سہمے بیٹھے تھے کہ اب کوئی بری خبر آئی کہ آئی۔ امید دم توڑ چکی تھی اور مایوسی سب پر حاوی ہو چکی تھی۔ کسی کو بھوک تھی نہ پیاس' ویسے تو سب لیٹ گئے تھے مگر نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ یہ دو دن اور تین راتیں جیسے صدیوں لمبی تھیں' ایک ایک پل سالوں سا طویل تھا۔

سارہ نماز پڑھ کر ابھی تک جائے نماز پر ہی بیٹھی تھی۔ درود شریف پڑھ کر مسلسل دعا کر رہی تھی۔ دل خون کے آنسو رو رہا تھا پر لب جیسے سل گئے تھے۔ اندر ایک طوفان برپا تھا مگر باہر خاموشی تھی۔ سارہ نے گھڑی کی طرف دیکھا رات کے دو بج رہے تھے۔ ہمت جواب دے چکی تھی وہ آہستہ سے اٹھی جائے نماز تہہ کر کے رکھی اور بیڈ کی طرف بڑھی۔ زارا بھی تھوڑی دیر پہلے ہی لیٹی تھی۔ بیڈ پر نظر پڑتے ہی زیبا کے وجود کی کمی کا احساس ہوا۔ اسی بیڈ پر وہ تینوں ہمیشہ اکٹھے سوتی تھیں۔ سارا دن' ساری رات ہمیشہ اکٹھے ہی رہتی تھیں۔ کبھی کہیں جانا ہوتا تو ساتھ جاتیں' اگر ایک جانے سے انکار کرتی تو باقی دونوں بھی نہ جاتیں' ہر بات شیئر کرتیں۔ تینوں بہنیں کم اور سہیلیاں زیادہ تھیں۔ اور زیبا اور زارا کی تو شکل بھی بہت ملتی تھی۔ زیبا نے تو زارا کو ماں بن کر پالا تھا۔ وہ زارا سے نو سال بڑی تھی۔ زارا کی پیدائش کے بعد جب ماں بہت بیمار رہنے لگی تو زیبا رات جاگ جاگ کر اسے سلاتی' کھانے پینے کا بھی خیال رکھتی۔ جب ماں زیادہ بیمار ہوتیں تو سارہ بھی بہن کے ساتھ گھر کے کام کرتی۔ اکرم بھی آفس سے آ کر بچوں کے ساتھ لگ جاتے۔ شگفتہ نے تنہا چھے بچوں کو پالا تھا' سارے کام بھی خود ہی کرتی تھیں۔ ابتدائی تعلیم بھی گھر پر ہی کی تھی۔ ہی چھوٹی سی دنیا تھی جو آج یوں زیبا کے بچھڑ جانے سے ویران ہو گئی تھی۔

سارہ کو یوں کھڑا دیکھ کر زارا نے جو لیٹی خلاؤں کو تک رہی تھی بولی۔

''آ کر لیٹ جاؤ بہت دیر ہو گئی ہے۔''

وہ سارہ کو قریب کھڑا دیکھ کر بولی۔

''تم سوئی نہیں ابھی تک؟''

سارہ نے حیرانی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''نیند کہاں آتی ہے۔۔۔ پر آ جاؤ آ کر لیٹ جاؤ۔''

وہ افسردگی سے بولی۔

سارہ بہن کے قریب آ کر لیٹ گئی۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور لپٹ کر رونے لگیں۔

''کیا ہم نے زیبا کو ہمیشہ کے لیے کھو دیا ہے۔۔۔۔ کیا واقعی ان لوگوں نے اسے مار دیا ہے۔۔۔۔ اب۔۔۔ اب ہم کیا کریں گے۔؟''

زارا روتے ہوئے بہن سے پوچھنے لگی۔ کچھ دیر رونے کے بعد سارہ نے کہا۔

''نہیں ایسا نہیں ہو سکتا میرا دل کہتا ہے وہ ٹھیک ہو گی' ہم سب کی دعائیں اسے کچھ نہیں ہونے دیں گی۔ پھر یورپ میں کسی کو مارنا اتنا آسان نہیں ہے۔ ایسا تو صرف پاکستان میں ہوتا ہے کہ لوگ بہوؤں کو مار دیتے ہیں۔''

سارہ نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''پھر ہمیں کیسے پتا چلے گا کہ وہ کہاں ہے؟''

زارا نے پھر سوال کیا۔

"یہ تو مجھے پتا نہیں پر یہ ضرور یقین ہے کہ وہ خود ہم سے رابطہ کرے گی' جلد یا بدیر۔"

سارہ نے یقین سے کہا۔

☆☆☆☆

کمرے میں عمر کب سے ٹیٹ لگا کر بیٹھا تھا۔ عمر نے بڑی ذہانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ڈنمارک' سویڈن اور پاکستان کی ایمبیسیز کو مدد کی درخواست کی تھی۔ اور بہت سی ہیومن رائیٹس اور آرگنائیزیشنز کو بھی میلز کی تھیں اور زریا کی گمشدگی کے حوالے سے مدد کی درخواست کے ساتھ' ساتھ سلطان کی طرف اپنے شکوک کا بھی تذکرہ کیا تھا۔ پھر ڈنمارک اور سویڈن کی پولیس کو بھی رپورٹ کیا تھا۔ جس کا کوئی نہ ہو اس کا خدا ہوتا ہے۔ ویسے تو کوئی مدد کرنے والا نہ تھا پر اللہ نے ایک غیبی مددیوں کی تھی کہ یہ راہ سمجھا دی تھی۔ اب انتظار اس بات کا تھا کہ کب کہیں سے کوئی اطلاع ملتی ہے۔

چوتھا دن شروع ہو چکا تھا۔ پر ابھی تک کوئی جواب وصول نہیں ہوا تھا' مایوس ہو کر عمر نے آفس جانے کی تیاری کی اور جاتے ہوئے سارہ کو تاکید کی کہ وہ وقفے سے چیک کرتی رہے۔ اور اگر کوئی پیش رفت ہو تو اسے مطلع کرے۔

"بھائی کیا آپ کو یقین ہے کہ ایمبیسی یا پولیس سے کوئی ہماری مدد کرے گا؟۔"

سارہ نے بھائی سے پوچھا۔

"امید تو ہے کہ کچھ نہ کچھ تو کریں گے اور پھر ہم خود کر بھی یہی سکتے تھے۔ پر وہاں کی پولیس ایسی نہیں ہے کہ لیے دیے بغیر کچھ نہ کرے' وہ لوگ چاہے کافر ہیں پر انسانیت ضرور ہے ان لوگوں میں۔ پھر بہت سی ہیومن رائیٹس اور آرگنائیزیشنز کو بھی میلز کی ہیں' مدد کی اپیل کی ہے۔ بس دعا کرو اللہ کسی کو ہماری مدد کے لیے بھیج دے۔"

یہ کہہ کر عمر آفس چلا گیا تھا۔

دوپہر کے دو بجے تھے جب زارا اسکول سے واپس آئی اور آتے ہی زیبا کا پوچھا۔

"ابھی تک کوئی اطلاع نہیں آئی کہیں سے بھی' جانے ساری دنیا کہاں سو گئی ہے؟۔"

سارہ نے اکتا کر کہا۔

"ہاں پر چاچو کا فون آیا تھا۔"

سارہ نے یاد آنے پر کہا

"پھر کیا بتایا انہوں نے؟۔"

زارا نے بیتابی سے کہا۔

"بتانا کیا ہے' بڑی اطلاع دی ہے۔"

سارہ نے غصے سے کہا۔

''کیا مطلب ؟''

زارا نے نہ سمجھتے ہوئے کہا۔

''انہوں نے وہاں اپنے کسی جاننے والے کو بھیجا تھا سلطان کے گھر ان لوگوں نے بتایا ہے کہ وہ وہاں خود ہی گئی تھی اور خود ہی رات کو چھپ کر کہیں چلی گئی تھی اور ایسا کرنے کے لیے ہم نے اسے کہا تھا۔''

سارہ نے تفصیل بتائی۔

''چاچو کو اتنا احسان کرنے کی بھی کیا ضرورت تھی۔''

زارا نے بھی غصے سے کہا۔

''ہاں ان کو تو بہت شرمندگی ہوئی ہوگی نہ کہ ان کی بھتیجی گھر سے بھاگ گئی۔''

سارہ نے سوچتے ہوئے کہا۔

''تو انہوں نے کونسا بتایا ہوگا کہ زیبا ان کی بھتیجی ہے۔ بھائی کو تو کبھی کسی کے سامنے بھائی مانا نہیں۔''

زارا نے سچ اگلا جو بہرحال ایک کڑوا سچ تھا۔

اچانک دوسرے کمرے سے فون کی گھنٹی کی آواز آئی۔

دونوں تیزی سے فون کے قریب آئیں۔

''ہیلو۔''

سارہ نے کہا۔

''ہیلو میں سوئیڈن پولیس سے بول رہا ہوں۔''

سارہ کے ہاتھ کانپنے لگے تھے اور دل کی دھڑکنیں یکدم تیز ہوگئی تھیں۔

☆☆☆☆

آنکھیں مارے وحشت کے پھیل گئی تھیں۔ ہر سو اندھیرا تھا اور رات کا یہ پہر کسی بھی لڑکی کو ڈرانے کے لیے کافی تھا۔ اس نے اپنے نازک سے کندھے پر اپنا بیگ ڈالا اور کچھ دیر وہیں کھڑی اس ہولناک منظر کو تکتی رہی پھر بڑی مشکل سے ہمت جتائی۔ اس وقت ایک طرف سمندر تھا تو دوسری طرف کھائی تھی اور زیبا کو دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا تھا۔ گھر سے یہاں آنے کا فیصلہ جب کیا تھا تو وہ سمجھی تھی کہ یہ اس کی زندگی کا مشکل ترین فیصلہ ہے مگر اب پچھلے چند گھنٹوں میں اس نے جو فیصلہ کیا تھا وہ اس فیصلے سے کہیں زیادہ کٹھن اور دشوار تھا۔ جس میں اس کا کوئی گھر والا بھی شریک نہ تھا۔ اس نے یہ فیصلہ اپنے بل بوتے پر کیا تھا اور یہ بھی نہ جانتی تھی کہ اس کا کیا انجام ہونے والا ہے۔ رات کی ویرانی اور سناٹا اپنے

آخری دموں پہ تھا۔ اور دو ڈھائی گھنٹوں بعد صبح ہونے والی تھی۔ اور اس سے پہلے کہ وہ لوگ اسے زبردستی واپس بھجیں زیبا کو اپنا کوئی نہ کوئی ٹھکانہ ڈھونڈھنا تھا۔ پر کیسے اور کہاں اسے کچھ پتہ نہ تھا۔ اسے تو یہاں کے راستوں کا بھی پتہ نہ تھا۔ پھر بھی فقط اللہ کے آسرے اس نے اپنی زندگی کا سب سے بڑا اور بولڈ فیصلہ کیا تھا۔

اس نے ڈرتے ڈرتے پہلا قدم بڑھایا' پھر دوسرا پھر تیسرا اور پھر بھاگنا شروع کر دیا۔ وہ بھاگی جتنا تیز وہ بھاگ سکتی تھی' پھر ایک دو بار اس ولا کو مڑ کر دیکھا جسے وہ کبھی اپنا گھر سمجھ کر آئی تھی اور کبھی وہم و گمان میں بھی نہ سوچا تھا کہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ وہ خود اس گھر کو چھوڑ کر جائے گی اور وہ بھی اس حال میں۔

کہیں کہیں روڈ لائینس جل رہیں تھیں جو زیبا کے اندھیرے راستوں اور اندھیری زندگی میں گھپ اندھیرے کو کچھ حد تک کم کر رہی تھیں۔ وہ اندھا دھند بھاگ بھاگ کر اب ہانپنے لگی تھی۔ وہ اب گھر سے کافی دور آ چکی تھی انجانے راستے ان دیکھی منزل کی جانب کہ اب اسے کوئی آدھا گھنٹہ ہو چکا تھا۔ اور اس کی ہمت جواب دیتی جا رہی تھی پر کی منزل یا ٹھکانے کا اسے علم نہ تھا۔ وہ آہستہ آہستہ ایک سڑک کے کنارے آ کر رک گئی تھی۔ ادھر ادھر دیکھا نہ بندہ تھا نہ بندے کی ذات۔ پر دور افق کے ایک طرف ہلکی ہلکی روشنی پھوٹنے کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ صبح ہونے میں کم ہی وقت رہ گیا ہے زیبا نے دل میں سوچا پھر خود کو تسلی دی کہ وہ گھر سے کافی دور آ چکی تھی۔ اب وہ آہستہ آہستہ مرے قدموں سے چل رہی تھی۔ خالی سڑکیں' خالی آسمان' دنیا کی ہر شے میٹھی نیند سو رہی تھی پر وہ اس خالی دنیا میں کسی بدروح کی طرح بھٹکتی پھر رہی تھی۔ جسے نہ چین تھا نہ قرار۔

ہر طرف خاموشی تھی یا زیبا کے قدموں کی چاپ' بھری دنیا جیسے اس کے لیے ویران ہو چکی تھی۔ جس کے لیے سب کچھ چھوڑا تھا وہی بے وفا تھا اور جو اپنے تھے وہ میلوں دور تھے۔ وہ رونا چاہتی تھی' چیخنا چاہتی تھی مگر اس کی سسکیاں اندر ہی دم توڑتی جا رہی تھیں۔ اس نے ایک بار پھر آسمان کی طرف دیکھا آج یہ آسمان کتنا نامہربان تھا' یہ وہی آسمان تھا جو اس کے دیس میں بھی سایہ فگن رہتا تھا مگر یہاں وہ بھی اجنبی سا لگ رہا تھا۔ وہاں اپنوں کے درمیان کبھی اسے یہ آسمان ایسا نامہربان نہ لگا تھا۔ پر یہ سب کچھ بھی جیسے یہاں آ کر بدل گئے تھے۔

آدھا گھنٹہ مزید پیدل چلتے رہنے کے بعد وہ ایک مارکیٹ کے قریب پہنچ گئی تھی جو اس وقت بند تھی۔ وہ بیگ کھینچتی آگے چل دی آج اسے پہلی بار اپنا وجود اتنا بھاری محسوس ہو رہا تھا یا شاید وہ آج پہلی بار خود اپنا آپ لیے اکیلے اس دنیا میں نکلی تھی۔ ورنہ ہمیشہ باپ بھائی کی محفوظ حفاظت میں خود کو کتنا محفوظ محسوس کرتی تھی۔ آج اسے اپنا آپ کتنا غیر محفوظ محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے وہ ایک کٹی پتنگ تھی جو کہاں گرنے والی تھی اسے خود معلوم نہ تھا۔ یہ دنیا آج کتنی مختلف تھی' ہر شے نے وقعت اور بے مایا تھی اور اس کے جینے کی فقط ایک ہی وجہ تھی اور وہ تھا اس کے گھر والوں کا پیار جو اسے ان سب حالات کے باوجود زندہ رہنے کا حوصلہ دیے جا رہا تھا۔

پیاس سے اس کا حلق خشک ہو گیا تھا اور مزید چلنا اب اس کے لیے ناممکن تھا۔ وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی تھی کچھ فاصلے پر اس ایک بنچ نظر آیا۔ وہ مشکل سے چلتی ہوئی وہاں پہنچی اور اپنا وجود جو اب منوں بھاری ہو چکا تھا وہیں گرا دیا۔ اس کی ٹانگیں شدید درد ہو رہی تھیں اور ٹانگوں کے مسلز دوڑنے کی وجہ سے بری طرح کھچ گئے تھے۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ اب یہاں سے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا سکتی۔ تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد اسے اندازہ ہوا تھا کہ ٹھنڈ کتنی زیادہ تھی۔ وہ اپنے دونوں ہاتھ آپس میں ملنے لگی' آسمان پر اب روشنی پھوٹ رہی تھی اور غیر واضح چیزیں اب صاف نظر

آ رہی تھیں۔ اس کا ذہن جانے کونسی باتوں میں الجھا تھا اسے کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی۔ دس قسم کے سوال ایک ہی وقت میں ذہن کو الجھائے ہوئے تھے پر دماغ کسی ایک کا بھی جواب نہ ڈھونڈ پایا تھا۔ زندگی کا یہ کیسا موڑ تھا جس میں وہ اتنی تنہا تھی کہ پوری دنیا کی خلقت سو رہی تھی اور وہ یوں انجانی سڑک پر بے آسرا بنا چھت کے، بے یار و مددگار بیٹھی تھی۔

یا اللہ میں کیا کروں کہاں جاؤں؟ تیری اس اتنی بڑی دنیا میں مجھے کہیں کوئی ٹھکانہ نہیں ملے گا، کیا میں یوں ہی سڑکوں پے بیٹھی رہوں گی؟ کس کو پکاروں، کون ہے میرا اتنی بڑی دنیا میں جو اس وقت میری مدد کرے؟ میرا کوئی نہیں جو ہیں وہ اتنے دور کے میری پکار بھی نہ سن سکیں پر تو، تو سن رہا ہے، دیکھ رہا ہے میری مدد فرما یا رب میری مدد فرما۔ اپنی اتنی بڑی دنیا سے اپنا کوئی اچھا بندہ بھیج دے میری راہنمائی فرما دے میرے مالک مجھے اس دنیا اور اس کے راستوں کا لوگوں کا اچھوں کا بروں کا کسی کا کچھ پتا نہیں بس تیرے آسرے تیری حفاظت میں اکیلی نکلی ہوں مجھے اپنی امان میں رکھنا اگر مجھے یہاں کچھ ہو گیا تو وہاں میرے سارے گھر والے جیتے جی مر جائیں گے اور میری ماں۔۔۔۔۔۔ وہ تو۔۔۔۔۔۔

زیبا کا دل چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا مگر ہونٹ اس نے زور سے بھینچ رکھے تھے کہ کہیں منہ سے بے اختیار کوئی آواز نہ نکل جائے۔

اس نے آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے ایک بار پھر آسمان کی طرف دیکھا سورج کی شعاؤں نے ہر طرف روشنی کر دی تھی دن کا اجالا ہر سو پھیل چکا تھا۔ سڑکوں پر بھی لائٹس اب مدھم ہو چکی تھیں۔ دل سے ایک بار پھر آواز آئی، میرے رب اگر تو نے کسی آزمائش میں ڈالا ہے تو سرخرو بھی کرنا۔ یہ رات جو صدیوں پے بھاری تھی آخر کٹ ہی گئی تھی مگر یہ صبح جانے آگے اور کیا دکھائے گی۔ یہ خالی دنیا جس میں زیبا بغیر کسی ڈر کے اپنے رب کے آسرے نکل آئی تھی اور اسے واقعی خالی دنیا سے اتنا ڈر نہیں لگا تھا جتنا یہ سوچ کر لگ رہا تھا کہ جب یہ سوئی ہوئی خلقت جاگے گی تو اس کے ساتھ کیا کرے گی۔ یوں تو ساری دنیا اللہ ہی کی ہے مگر یہاں رہنے والے تو انسانوں کو رنگ نسل، مذہب اور عیشنالٹی کے ترازو میں تولتی ہے۔ جانے یہاں کے لوگ ایک پاکستانی کی حیثیت سے میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ میں واپس جاؤں بھی تو کس منہ سے، میں یہاں اتنی بڑی رقم خرچ کر کے صرف جہاز کی سیر کرنے تو نہیں آئی تھی۔ آخر میرا کیا قصور تھا کو یوں میری زندگی برباد ہوئی، آخر کیوں میرا گھر لاکھ چاہتے ہوئے بھی نہ بس سکا۔

ایک کے بعد ایک سوال گولی کی طرح زیبا کے تھکے ذہن کو مزید الجھا رہا تھا۔ پر کسی ایک کا جواب بھی اس کے پاس نہ تھا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ایک منجھدار میں پھنس گئی ہے جہاں سے کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ وہ نہ آگے جا سکتی ہے نہ پیچھے اور نہ ہی کسی کو بلا ہی سکتی ہے۔

اچانک دور سڑک پر سے ایک گاڑی تیزی سے دوسری سمت جاتی نظر آئی اس نے چونک کر دیکھا۔ اس کا مطلب تھا کہ لوگوں کے جاگنے کا وقت ہو گیا تھا۔ اسے عجیب سا خوف محسوس ہونے لگا تھا۔ وہ کب تک یہاں بیٹھے گی، اگر کسی نے کوئی سوال کر دیا تو وہ کیا جواب دے گی اور اگر کسی نے جانے کے لیے کہا تو کہاں جائے گی؟ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے سڑک پر سے گزرنے والی تیسری گاڑی کو دیکھ رہی تھی۔ اور ہر گاڑی کے آتے ہی وہ یکدم سہم جاتی کہ کہیں وہ گاڑی سلطان کی نہ ہو۔ جونہی اس کی آنکھ کھلے گی وہ مجھے ڈھونڈنے ضرور نکلے گا، اگر اس نے مجھے پکڑ لیا تو۔۔۔۔۔۔

ابھی وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ پیچھے سے کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا کرنٹ کی طرح ایک لہر زیبا کے پورے وجود میں دوڑ گئی۔ اس کا سانس اوپر کا اوپر اور نیچے کا نیچے ہی رک گیا تھا۔ اس نے بڑی ہمت کر کے مڑ کر دیکھا۔

☆☆☆☆

''کیا ہوا یار تو کیوں رو رہا ہے کچھ بتا تو سہی؟''

لطیف نے اکرم کو چپ کراتے ہوئے کہا۔ وہ اس وقت آفس کی کینٹین میں بیٹھے تھے اور اسوقت ان کے قریب کوئی بھی نہ تھا۔

''میری بیٹی گم ہوگئی ہے اور تین دنوں سے اس کا کچھ پتا نہیں۔''

اکرم نے دوست کے کندھے سے لگتے ہوئے کہا وہ مسلسل رو رہے تھے۔

''اوہ یہ تو واقعی بہت پریشان کن بات ہے۔ مگر وہ کیسے گم ہوگئی؟ کیا کوئی رپورٹ کی ہے؟ تو نے پہلے کیوں نہیں بتایا میرے بہت سے جاننے والے ہیں پولیس میں، میں ہر ممکن کوشش کرتا ہوں کہ اس کا پتا چل جائے۔''

لطیف جو اکرم کا پرانا دوست تھا نے ہمدردی سے کہا۔

''یار اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اگر بات یہاں کی ہوتی تو میں اپنی جان پر کھیل کر بھی اپنی بچی کو واپس لے آتا مگر وہ جہاں ہے وہاں تو جانا ہی ممکن نہیں ہے۔''

اکرم نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا اور پھر دونوں ہاتھ سے پیشانی پکڑ کر بیٹھ گئے۔

''کیا مطلب ہے وہ آخر ہے کہاں؟''

لطیف الجھتے ہوئے بولا تو اکرم نے شروع سے آخر ساری کہانی سنا دی۔

''یار یہ تو تو نے بہت غلط کیا، پہلے تو باہر شادی کرنی ہی نہیں چاہیے تھی اور اگر وہ حرامزادہ بچی کو واپس چھوڑ گیا تھا تو پھر کیا ضرورت تھی اسے واپس بھیجنے کی؟''

لطیف نے سر ہلاتے ہوئے افسوس سے کہا۔

''میں نے تو سوچا تھا کہ وہ خود جائے گی تو وہ خبیث انسان اس کی قدر کرے گا۔''

اکرم نے چپ ہوتے ہوئے کہا۔

''او یار تو سب کو اپنے جیسا کیوں سمجھتا ہے اور کس دنیا میں رہتا ہے؟ یہ جو باہر کی پیداوار ہوتی ہیں نہ انھیں وہاں عورتوں کی کمی ہوتی ہے اور نہ ہی ان کا کوئی ضمیر ہوتا جو انہیں کسی غلط کام پر ملامت کرے۔ یہ لوگ جو باہر سے آکر لڑکیاں بیاہ کر لے جاتے ہیں انہیں بیویاں یا بہوئیں نہیں چاہیے ہوتیں بلکہ نوکرانیاں اور بچے پیدا کرنے والی مشینیں درکار ہوتی ہیں جنہیں وہ زندگی میں ایک بار پیسہ خرچ کر کے ساری عمر کے لیے ساتھ لے جاتے ہیں اور پھر جیسا چاہے سلوک کرتے ہیں جیسا کہ یہاں کے لوگ پشاور سے عورتیں خرید کر لے آتے ہیں۔''

لطیف نے ایک سچ بتایا تھا جس نے اکرم کے دکھ اور کرب میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔

اسے اپنے آپ پر سخت غصہ آرہا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کے لیے صحیح فیصلہ نہ کر سکا تھا جسکی وجہ سے اب سب ہی اس عذاب میں پڑے تھے۔ سچ ہے کہ بچوں کے لیے کوئی بھی فیصلہ کرتے ہوئے والدین کو بہت محتاط ہونا پڑتا ہے ایک بھی غلط فیصلہ کسی بھی بچے کی پوری زندگی کو تباہ کر سکتا ہے۔ اور اگر

والدین ہی دنیا شناس نہ ہوں تو بچوں کی زندگی وقت کے بے رحم ہاتوں میں کسی کھلونے کی طرح آجاتی ہے جس سے کوئی بھی کھیل کر چلا جاتا ہے۔

اکرم کے پاس اب سوائے افسوس کرنے کے کچھ نہ تھا' وہ اپنی کم عقلی پر ماتم کرر ہا تھا اور خود کو کوس رہا تھا۔ کیوں اس نے اپنی لاڈلی بچی کو یوں بھیج دیا اس دنیا کے رواج تو ہیں ہی انوکھے اور کچھ لوگوں نے انہیں مزید عجیب بنا دیا ہے۔ پہلے ساری عمر بیٹیوں کو پھولوں کی طرح پالو پھر کسی کے ساتھ رخصت کر دو پھر اگر وہ قسمت سے وہاں پیر جمالے تو ٹھیک اور اگر سلطان جیسا ہمسفر مل جائے تو پھر عمر بھر اس ناکامی کی سزاوار صرف عورت ہی گردانی جاتی ہے۔ اور زیبا کی قسمت نے اسے نہ گھر کا چھوڑا تھا نہ گھاٹ کا' نہ اسے سسرال ہی ملا اور نہ ہی وہ میکے کی ہی رہی تھی۔ اب اس میں کس کا قصور تھا' سلطان کا جس نے اسے اپنی زندگی سے بغیر کسی وجہ کے نکال دیا تھا' اس کے گھر والوں کا جو بڑے چاؤ سے زیبا کو بیاہ کے گئے تھے اور بعد میں اپنے غلط بیٹے کو ہی سپورٹ کرتے رہے۔ یا ذیبا کے والدین کا جنہوں نے اتنی جلدی میں شادی کی تھی' یا دوبارہ اسے واپس جانے دیا تھا' یا قسمت کا جس نے پہلے تو سب اچھا دکھایا تھا مگر بعد میں ہر ظاہری شے جو صحیح دکھائی گئی تھی الٹ نکلی تھی۔ جو بھی تھا اس دنیا میں اگر ایک پتا بھی گرتا ہے تو وہ بھی اللہ کی مرضی کے بغیر نہیں گرتا' جو بھی ہوتا ہے اس میں اللہ کی رضا ضرور شامل ہوتی ہے۔ وہ اپنے پیارے بندوں کو آزماتا رہتا ہے انہیں اپنے قریب کرنے کے لیے وہ انسان کو ایسی مشکلوں میں ڈال دیتا ہے کہ وہ اپنے رب کو پکارنے کے لیے اس کے آگے جھک جاتا ہے۔ پھر وہ اپنے بندے کو پوری دنیا کی حقیقت بتاتا ہے کہ یہ دنیا جس کے لئے وہ اپنی ساری عمر اور ساری کوششیں لگا دیتا ہے اپنا آپ کھپا دیتا ہے وہی دنیا مشکل آنے پر کس طرح آنکھیں پھیر لیتی ہے۔ اور آخر میں وہی رب ہوتا ہے اور وہی بندہ جو اس دنیا میں آکر اپنے ہی رب کو بھول جاتا ہے۔

زندگی کا ہر مرحلہ ہی ایک آزمائش ہے کبھی زیادہ مشکل کبھی کچھ آسان۔ کبھی ہم ان آزمائشوں میں کامیاب ہوتے ہیں اور کبھی فیل ہو جاتے ہیں۔ کبھی زندگی کی تلخیوں سے ہم کچھ سیکھتے ہیں اور کبھی اپنی غلطیوں سے' بس یہی کرتے کرتے زندگی کے دن پورے ہو جاتے ہیں۔ اور آخر میں سوائے اپنے اچھے اعمال کے دامن میں اور کچھ اس دنیا سے لے کر نہیں جاتے۔

''یار تو اب صرف دعا کر کیونکہ سوائے دعا کے اب کوئی اور تیری بیٹی کو واپس نہیں لا سکتا۔''

لطیف نے اکرم کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا تو اکرم کی آنکھیں ایک بار پھر سے بھیگ گئیں۔

وہ کچھ دیر بعد وہاں سے اٹھ کر سیدھا قریبی مسجد میں گیا اور اپنے رب سے گڑگڑا کر التجائیں کرنے لگے کیونکہ وہی تو تھا جس نے ساری عمر ہر کڑے وقت میں اس کی مشکل کشائی کی تھی۔ وہ بھی آس لیے آج پھر اپنے رب سے رحم مانگنے آئے تھے اور جانتے تھے کہ وہ کبھی اسے خالی ہاتھ نہیں لوٹائے گا۔

☆☆☆☆

''کیا آپ مجھے سمجھ سکتی ہیں؟۔''

دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز انگلش میں بات کر رہی تھی۔

''ہاں میں سمجھ سکتی ہوں۔''

سارہ نے انگلش میں جواب دیا۔

''او کے' میں سویڈن پولیس سے اینڈرسن بول رہا ہوں' آپ نے زیبا کی گمشدگی کی رپورٹ کی تھی؟۔''

اس نے پوچھا۔

''جی ہاں کی تھی۔''

سارہ کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا اس نے پھولتے سانسوں کو روکتے ہوئے کہا۔

''ہم آپ کو بتانا چاہتے ہیں کہ وہ خیریت سے ہیں' ہم نے اس کا پتا کروایا ہے وہ ڈنمارک میں ہے اور محفوظ جگہ پر ہے اور جلد ہی اپ لوگوں سے رابطہ بھی کرے گی۔''

وہ پر مسرت انداز میں بول رہا تھا۔

''کیا' واقعی!۔''

سارہ کی خوشی کی انتہا نہ رہی اسے اپنے کانوں پے یقین نہیں آ رہا تھا۔

''ہاں وہ یہاں بلکل ٹھیک ہے آپ پریشان مت ہوں اور اگر کچھ اور جاننا چاہیں تو ہم حاضر ہیں۔''

وہ ہمدردی سے بولا۔

''ہاں۔۔نہیں۔۔تھینک یو تھینک یو ویری مچ!۔''

سارہ نے بے حد خوشی سے کہا یا ایک خبر جو اس نے اسے دی تھی اس کے بعد وہ اور کیا پوچھتی اس وقت تو اسے دینا کی اور کسی چیز کی پروہ نہ تھی۔

''یو آر ویلکم میم' گڈ بائے۔''

اس نے بات ختم کرتے ہوئے کہا۔

''بائے۔''

سارہ نے بھی بات ختم کی کیونکہ وہ جلد از جلد اپنے سامنے کھڑی زارا کو یہ خوشخبری دینا چاہتی تھی جو سارہ کی آنکھوں میں آنے والے آنسوں کو دیکھ کر پریشان ہو رہی تھی۔

فون بند ہو گیا تھا۔سارہ نے جلدی سے ریسیور فون پر پٹخا اور زارا کے گلے لگ کر رونے لگی۔تبھی دوسرے کمرے سے شگفتہ باہر نکل آئیں اور یہ دیکھ کر ان کی آنکھیں خوف سے پھٹ گئیں۔

''کیا ہوا کچھ بتاؤ تو سہی؟۔''

زارا نے اسے خود سے الگ کرتے ہوئے کہا۔

''زیبا مل گئی ہے وہ ڈنمارک میں ہی ہے اور بالکل ٹھیک ہے۔''

www.paksociety.com

سارہ نے زارا کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر جوش اور خوشی سے کہا۔

''واقعی؟۔''

زارا خوشی سے اچھل کر بولی۔اور ماں کو قریب کھڑا دیکھ کر دونوں اسی طرف دوڑ کر گئیں اور ماں کو گلے لگا کر یہ خبر سنائی۔

''یا اللہ تیرا شکر تو نے میری بچی کو محفوظ رکھا' تو نے میری زیبا کو ظالموں سے اپنی پناہ میں رکھا!۔''

وہ بے ساختہ آنسو صاف کرتے ہوئے بولیں۔اب وہ تینوں وہیں بیٹھ کر ایک دوسرے کو خوشی سے دیکھ رہی تھیں اور اس خوشی کی خبر پر یقین کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

''امی میں کہتی تھی نہ کہ اسے کچھ نہیں ہوگا وہ بالکل ٹھیک ہے' ایسے ہی آپ نے رو رو کر اپنا بھی برا حال کیا اور ہمیں بھی پریشان کیا۔''

سارہ نے ماں کو مخاطب کر کے کہا۔

''تمہیں کیا معلوم کہ ماں کے دل پر کیا بیتتی ہے جب اس کا بچہ ایک پل کے لیے بھی اس کی آنکھوں سے دور ہو جائے اور وہ تو پھر میلوں دور تھی اور اس کی کوئی خبر بھی تو نہیں مل رہی تھی' جانے کیسے کیسے وسوسے میرے دل میں پیدا ہو رہے تھے جو مجھے ایک پل بھی چین نہیں لینے دیتے تھے۔''

شگفتہ نے مظلومیت سے کہا۔

''اوہ عمر بھائی کو تو ہم نے بتایا ہی نہیں۔''

زارا کو اچانک سے یاد آیا۔

''ہاں ہاں چلو عمر بھائی کو فون کریں۔''

سارہ نے بھی جلدی سے اٹھتے ہوئے کہا اور دونوں فون کرنے چل دیں اور شگفتہ نے بیٹی کے لیے جو شکرانے کے نفل مانگے تھے وہ پڑھنے چلی گئیں۔

☆☆☆☆

آج کتنے ہی دنوں بعد سب کھانا کھانے کے لیے اکٹھے بیٹھے تھے اور کتنے ہی دنوں بعد سب نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا تھا۔سب کے چہروں پر آج عجیب سا اطمینان تھا سینوں پر سے جیسے کوئی بھاری پتھر ہٹ گیا تھا اور سانس لینا بہت آسان ہو گیا تھا۔آج تو گھر میں جیسے بہار اور زندگی لوٹ آئی تھی۔سب خوش و خرم تھے۔زیبا کی خبر نے گھر میں پھیلے افسردہ ماحول کو یکسر تبدیل کر دیا تھا۔

''بھائی کیا باہر کے ملکوں میں سب پولیس والے اتنے ہی اچھے ہوتے ہیں؟۔''

زارا نے کھانا کھاتے ہوئے معصومیت سے بھائی سے پوچھا۔

''ہاں وہ لوگ یہاں کے لوگوں سے بہت اچھے ہوتے ہیں۔یہاں کی پولیس تو رشوت لیے بغیر کسی کا کام تو کیا کسی کی بات سننے کی بھی روادار نہیں ہوتی اور وہاں کی پولیس تو دیکھو میری ایک میل پر ان لوگوں نے سویڈن سے کال کر کے ہمیں زیبا کی خیریت کی اطلاع دی ہے۔وہ لوگ

چاہے مسلمان نہیں مگر دلوں میں انسانیت ضرور ہے ان لوگوں کے۔"

عمر نے چمچ پلیٹ میں رکھتے ہوئے وہاں کی پولیس کی کارکردگی سراہتے ہوئے کہا۔

"واقعی یہ بات تو سچ ہے ورنہ پولیس تو بہت دور کی بات ہے یہاں کے تو رشتے دار بھی بغیر مطلب کے کسی کی مدد نہیں کرتے......ہم......مدد کیا الٹا اسی کسر بھی پوری کر دیتے ہیں۔"

سارہ نے سر ہلاتے ہوئے معنی خیز نظروں سے دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"پر زیبا نے خود سے ہم سے بات کیوں نہیں کی اور آخر کیوں گھر چھوڑا اور کہاں رہی اور اب کہاں ہے؟"

اکرم صاحب نے سوچتے ہوئے کہا۔

"ابو یہ سب تو وہی بتا سکتی ہے اور اس کے لیے ہمیں مزید انتظار کرنا پڑے گا۔ جب تک وہ خود ہم سے بات نہیں کرے گی یہ باتیں سمجھ میں نہیں آئیں گی۔"

عمر نے باپ کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"امید تو ہے کہ وہ جلد رابطہ کرے گی' آپ پلیز اب پریشان مت ہوں۔"

سارہ نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

رات گئے تک سب اکٹھے بیٹھے اور گھر میں رونق لوٹ آئی تھی۔ سب اب اسی انتظار میں تھے کہ زیبا سے بات ہو اور اس کا حال احوال اور صحیح صورتحال کا پتا چلے۔

☆☆☆☆
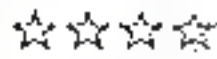
ڈنمارک میں صبح کے دس بجے تھے۔ باہر ہلکی ہلکی دھوپ نکلی تھی اور موسم خوشگوار تھا۔ زیبا آج کافی بہتر محسوس کر رہی تھی۔ دو دن کیسے گزرے اسے پتا ہی نہ چلا تھا ذہنی و جسمانی تھکن کی وجہ سے اس نے دو دن سو کر گزارے تھے' تیسرا دن بھی کافی مصروف رہا تھا۔ آج بھی وہ ابھی تک بیڈ پر ہی تھی اور اس رات کی باقیات ابھی تک اس کے ذہن میں اسی طرح تازہ تھیں۔ اس رات کی ویرانی اور اذیت ابھی تک اس کے پورے وجود میں کسی زہر کی طرح پھیل گئی تھی جو چاہتے ہوئے بھی دور نہیں ہو رہی تھی۔ وہ رات' وہ سناٹا وہ تنہائی کا عالم وہ بے بسی و سر پہ چھت نہ ہونے کا احساس ابھی تک جوں کا توں تھا۔ وہ لمحہ جو تقریباً اس کی جان ہی نکال کر لے گیا تھا۔ وہ پھٹی آنکھوں سے سامنے کی خالی دیوار کو تکے جا رہی تھی مگر سوچوں میں وہ ابھی تک وہیں بیٹھی تھی جہاں اس نے رات کے وہ آخری پہر گزارے تھے' وہ گزرتی ہوئی گاڑیاں اور ہر گاڑی کی آمد پر زیبا کے دل میں وہ خوف کی بڑھتی ہوئی دھڑکنیں اور بہرہ کر دینے والی وہ خاموشی اور اس خاموشی کو توڑتی ہوئی گاڑی کے پہیوں کی آواز پھر اچانک زیبا نے اپنے کندھے پر ایک بوجھ محسوس کیا تھا اور کسی کے ہاتھ کے لمس نے اس کی روح تک کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ دل کی دھڑکن جیسے اس کے کانوں کے پردوں سے اتنے زور سے ٹکرا رہی تھیں جیسے کسی نے فل آواز میں ڈیک لگا دیا ہو۔ بڑی ہمت جتا کر زیبا نے گردن گھما کر دیکھا اور چند ثانیوں کے لیے اس کا سانس رک گیا۔

وہ اس وقت یہی توقع کر رہی تھی کہ وہ اب سلطان کے پنجے میں جکڑی گئی ہے مگر اسے اپنی آنکھوں پر اعتبار نہیں آ رہا تھا۔ ایک انجانا اور غیر مانوس سا چہرہ حیرت اور ہمدردی سے اسے تکے جا رہا تھا۔ وہ خود بھی حیران تھی کہ اس وقت یہ کہاں سے ایک عورت اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی ہے۔

(ترجمہ)

''معاف کیجیے گا! کیا میں آپ کی کوئی مدد کر سکتی ہوں؟۔''

وہ ایک ڈانش عورت تھی جو حیرت سے زیبا کو کچھ دیر دیکھنے کے بعد بولی وہ مڈل ایج کی تھی شکل سے کافی ذہین اور سنجیدہ مزاج لگتی تھی اور اس وقت ٹریک سوٹ پہنے ہوئے تھی۔

''جی وہ......میں......۔''

اس اچانک سوال پر زیبا کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے اس سے کوئی بھی بات نہیں بن پا رہی تھی۔

''آپ انگلش جانتی ہیں؟۔''

زیبا کے ری ایکشن پر وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے بولی۔

''یس یس۔''

زیبا نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

''آپ یہاں اتنی ٹھنڈ میں سامان لیے کیوں بیٹھی ہیں' آپ کا گھر کہاں ہے؟۔''

وہ زیبا کی حالت اور اس کا بیگ دیکھ کر بولی۔

گھر کا نام زیبا کے دکھی دل پر کسی تیر کی طرح لگا' اس کا حوصلہ اور ضبط ٹوٹ گیا اور وہ ہچکیاں اور ہلکورے لے کر رونے لگی۔ وہ عورت یہ دیکھ کر پریشان ہو گئی زیبا کے قریب آ کر بیٹھ گئی اور اسے چپ کرانے لگی۔

''پلیز مت رو' مجھے بتاؤ میں تمہاری مدد کروں گی۔''

وہ زیبا کو چپ کراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ وہ بنچ پر بیٹھ کر اسے دلاسے دینے لگی پھر اس کا ہاتھ تھام کر دوبارہ بولی۔

''دیکھو تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے جو بھی مسئلہ ہے وہ حل ہو جائے گا تم چپ کر کے مجھے بتاؤ۔''

وہ اس کا ہاتھ پیار سے دباتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''وہ مجھے میرے شوہر نے گھر سے نکال دیا ہے......اب میں کہاں جاؤں گی؟۔''

زیبا نے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

''اوہ' یہ بات ہے میں تو سمجھی تھی۔۔ خیر یہ تو کوئی بڑی بات نہیں ہے تم کسی بھی کرائسس ہوم چلی جاؤ۔''

اس نے جیسے سکھ کا سانس لیتے ہوئے کہا وہ سمجھی تھی کہ پتا نہیں کیا ہو گیا تھا یہ تو بڑی عام سی بات تھی اور کوئی بڑا ایشو نہیں تھا اس مسئلے کو اس نے

ایک منٹ میں حل کر دیا تھا۔

''پر مجھے تو کسی بھی کرائسس ہوم کا پتا نہیں ہے۔''

زیبا نے معصومیت سے کہا تو اس نے حیرت سے زیبا کو دیکھا۔

''اچھا میں تمہیں پتہ لکھ کر دے دیتی ہوں۔''

اس نے مسکرا کر کہا۔

''پر مجھے تو راستوں کا بھی نہیں پتہ۔''

زیبا نے ایک بار پھر اپنی بے بسی کا اظہار کیا۔

''اچھا چلو میں تمہیں خود چھوڑ آتی ہوں۔''

وہ کھڑی ہوتے ہوئے بولی۔

زیبا بھی جانے کے لئے کھڑی ہوئی تو ایک بار اسے یوں لگا جیسے وہ گر ہی جائے گی اس نے مشکل سے خود کو سنبھالا اور اپنا بیگ اٹھایا پھر وہ دونوں آہستہ سے سڑک کے کنارے چلنے لگیں۔

''تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے' تمہیں یہاں ہر طرح کی سہولت حکومت کی طرف سے ملے گی رہائش اور تمام بنیادی ضروریات کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں وہ حکومت کی ذمہ داری ہے۔''

وہ عورت سارے راستے زیبا کو گائیڈ کرتی رہی' وہ واقعی اللہ کی طرف سے کوئی غیبی مدد تھی ورنہ اس دیار غیر میں اسے تو سوائے خدا کے اور کوئی آسرا نہ تھا۔

''تمہیں یہاں کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے تمہارے بھی حقوق ہیں جنہیں کوئی نہیں مار سکتا تمہارا شوہر بھی نہیں۔ تم کسی بھی وقت پولیس کو کال کر کے بلا سکتی ہو کوئی تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا اور یہ مرد۔۔۔ہم۔۔۔مائے فٹ ان کی کیا مجال کہ یہ کسی عورت پر کوئی ظلم کر سکیں۔''

اب وہ ایک بلڈنگ کے باہر کھڑی تھیں اور زیبا حیرت سے اس کی باتیں سن رہی تھی۔ پھر وہ اسے لے کر اس بلڈنگ میں چلی گئی ساری بات وہاں کی انچارج کو بتائی اور یوں زیبا کو ایک کمرہ دے دیا گیا تھا جہاں وہ تین دن سے رہ رہی تھی۔

آج تو اسے پولیس سے بھی ملنا تھا اور شدت سے اسے گھر والوں کی بھی یاد آ رہی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ جلد از جلد ان سے رابطہ کرے۔ پر وہ جذباتی ہو کر کوئی ایسا قدم نہیں اٹھانا چاہتی تھی جو اس کے لئے بعد میں کوئی مسئلہ کرے۔ جب زیبا یہاں آئی تھی اس کے اگلے دن یہ لوگ زیبا کو پولیس کے پاس لے گئے تھے جہاں اس نے پولیس کو بتایا تھا کہ اس کے شاہر نے اسے گھر سے نکال دیا تھا اور اب وہ اس کے ساتھ نہیں رہ سکتی اور اپنے والدین کے پاس جانے کے سوال پر اس نے کہا تھا کہ چونکہ اس نے یہ شادی اپنی مرضی اور پسند سے کی تھی اس لئے اب وہ اپنے والدین کے پاس بھی نہیں جا سکتی۔ یہ سب زیبا نے اس لئے کہا تھا کہ اسے وہاں رہنے کی اجازت مل جائے اور اسے واپس نہ جانا پڑے کیونکہ وہ واپس جا کر پھر

سے اپنے گھر والوں پر بوجھ نہیں بننا چاہتی تھی اور اگر وہ فوراً واپس چلی جاتی تو اس کے یہاں آنے پر ہونے والے سارے اخراجات ضائع ہو جاتے اور وہ سلطان کو اتنی آسانی سے اپنی زندگی برباد کرنے کا کچھ نہ کچھ مزہ تو چکھانا چاہتی تھی وہ لوگوں کو بتانا چاہتی تھی کہ یہ لوگ جو دوسروں کے سامنے اتنے اچھے بنے پھرتے ہیں ان کی اصلیت کیا ہے۔ یہ تو زیبا نے یہاں آنے سے پہلے ہی سوچ لیا تھا کہ اب وہ کچھ کر کے دکھائے گی اور اپنے پیروں پہ کھڑی ہونے کی پوری کوشش کرے گی اور اب یہ موقع تھا جب وہ کچھ کر سکتی تھی اور شاید یہ آخری ہی موقع تھا اور وہ کسی حال میں بھی اسے کھونا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ اپنے ویزہ پر جو پانچ سال کا تھا پر یہاں آسانی سے رہے گی اور پانچ سال ایک طویل عرصہ ہوتا ہے وہ خود یہاں سیٹل ہو جائے گی اور پھر اپنے بھائی اور آہستہ آہستہ سب کو یہیں بلا لے گی۔

آج رش کافی کم تھا زیبا نے موقع غنیمت جانا اور وہاں سے قریبی فون بوتھ پر جا پہنچی اسوقت بوتھ خالی تھا زیبا جلدی سے جا کر نمبر ملانے لگی بیل ہوئی اور تیسری ہی بیل پر فون سے آواز آئی۔

''ہیلو۔''

سارہ نے کہا۔

''ہیلو اسلام وعلیکم!۔''

زیبا نے خوشی سے کہا آج کتنے ہی دنوں بعد اس نے اپنی بہن کی آواز سنی تھی اسے خود میں جیسے خوشی کی ایک لہر دوڑتی محسوس ہو رہی تھی۔

''زیبا تم، تم کیسی ہو؟ کہاں چلی گئی تھی؟ کیوں تین دن رابطہ نہیں کیا؟ کہاں تھی؟ کیوں گھر سے چلی گئی تھی؟ تم خیریت سے تو ہو نا؟۔''

سارہ نے اوپر تلے کئی سوال کر دیئے اس سے اب بالکل صبر نہیں ہو رہا تھا۔

''ہاں میں بالکل ٹھیک ہوں تم لوگ کیوں پریشان ہو؟۔''

سارہ نے اطمینان سے جواب دیا۔

''پریشان نہ ہوتے تو کیا کرتے ایک تو تم بغیر بتائے جانے کہاں چلی گئی تھی اور تین دن رابطہ بھی نہیں کیا پتا ہے ہم پہ یہ وقت کتنا کٹھن گزرا ہے۔ ہم سب کی تو جان ہی نکل گئی تھی ہم تو سمجھے تھے کہ ان ذلیل لوگوں نے کہیں تمہیں کچھ کر نہ دیا ہو۔''

سارہ نے پوری صورتحال اور اپنے خدشات بتاتے ہوئے کہا۔

''ہم، وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔''

زیبا نے گردن کو جھٹک کر کہا۔

''ہم سب کا تو رو رو کر برا حال ہو گیا تھا، تم نے فون کیوں نہیں کیا تھا؟۔''

سارہ کی آواز رندھ گئی تھی۔

''پاگل میں ٹھیک ہوں میرے ساتھ پولیس ہے وہ میرا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتا۔ وہ مجھے واپس بھیجنا چاہتے تھے اس لیے میں بغیر بتائے وہاں

سے کرائیسس ہوم آ گئی تھی اور اب یہیں رہ رہی ہوں اور بالکل محفوظ ہوں اور آج میں پولیس لے کر اس کے گھر جاؤں گی اور اپنا سامان لے کر آؤں گی اور تم دیکھنا اب میں وہاں سب کو بتاؤں گی اور اس پر کیس بھی کروں گی۔''

زیبا بہت اعتماد سے بول رہی تھی۔

''گھر پر سب ٹھیک ہیں نا امی ابو اور سب؟۔''

زیبا نے پوچھا۔

''ہاں سب ٹھیک۔۔۔۔''

''اچھا سب کو سلام پیار میں پھر بات کروں گی ابھی جلدی میں ہوں خدا حافظ۔''

اس سے پہلے کہ سارہ کچھ اور پوچھتی زیبا نے فون بند کر دیا۔

وہ فون بند کر کے سیدھا پولیس اسٹیشن گئی اور وہاں سے دو پولیس مین پولیس کی گاڑی لے کر زیبا کو سلطان کے گھر لے گئے۔ گاڑی اب گھر کے سامنے کھڑی تھی ایک کانسٹیبل نے نیچے اتر کر بیل دی۔ کچھ دیر بعد سلطان کی ماں نے دروازہ کھولا تو پولیس کو دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہو گئے وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے پولیس کو دیکھ رہی تھی تبھی پولیس مین نے کہا۔

''ہم یہاں زیبا کا سامان لینے آئے ہیں۔''

اس نے ایک نظر گاڑی کی طرف دیکھا جہاں زیبا بیٹھی اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ زیبا کو دیکھ کر اس نے اپنی گردن حسب عادت اکڑا لی اور پولیس مین کو دیکھ کر بولی۔

''آپ یہاں انتظار کریں میں اپنے بیٹے کو بلاتی ہوں۔''

اندر جا کر اس نے جلدی سے بیٹے کو فون کر کے بلا لیا اور دس ہی منٹوں میں وہ گاڑی لے کر آ دھمکا۔ گاڑی کھڑی کر کے وہ سیدھا پولیس کے پاس آ کر وانش میں باتیں کرنے لگا زیبا گاڑی میں ہی بیٹھی یہ سب دیکھ رہی تھی مگر وہ کیا بات کر رہے تھے وہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ پر یوں لگتا تھا کہ وہ کوئی گھڑی گھڑائی کہانی سنا رہا ہے۔ خیر کچھ دیر بعد پولیس نے زیبا کو بلایا۔

''میں نے بات کر لی ہے آپ جا کر اپنا سامان لے لیں۔''

اس نے زیبا کو اندر جانے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

زیبا وقار اور اعتماد کیساتھ چلتی ہوئی سلطان کے قریب سے گزری اور ایک نظر اس پر ڈالنا بھی گوارہ نہ کیا۔ سلطان وہیں کھڑا ترچھی نظروں سے اسے دیکھتا رہا اس کے چہرے کے تاثرات سے پتا چل رہا تھا کہ اسے اچھا خاصا شاک لگا ہے۔ پر وہ یہ سب کمال مہارت سے چھپا گیا تھا اور یہ کام اس کے لئے کچھ زیادہ مشکل بھی نہ تھا۔ زیبا اندر گئی جہاں اس کی ماں منہ کھولے کھڑی تھی زیبا نے اپنا سامان طلب کیا۔

''میرا سامان کہاں ہے؟۔''

وہ ایک شان بے نیازی سے بولی۔

"جہاں رکھی گئی تھی وہیں ہوگا مجھے کیا پتا کہاں ہے۔"

وہ اکڑ کر بولی۔ زیبا نے کوئی دوسری بات نہ کی اور سیدھا اس کمرے میں گئی جہاں اس کا بیگ پڑا تھا' بیگ وہیں پڑا تھا مگر اس حالت میں نہ تھا جس میں وہ چھوڑ کر گئی تھی۔ وہ ٹوٹے ہوئے تالے کو پکڑ کر دیکھ رہی تھی تبھی سلطان اس کی ماں اور پولیس مین بھی وہیں آ گئے۔

"میرے بیگ کے لاکس ٹوٹے ہوئے ہیں۔"

زیبا نے حیرت سے اپنا سامان جو الٹا سیدھا پڑا تھا ٹٹولتے ہوئے پولیس مین کو لاکس دکھاتے ہوئے کہا۔ پولیس نے سوالیہ نظروں سے سلطان کو دیکھا۔

"یہ جس طرح رات کو ہمارے گھر آئی اور پھر غائب ہوگئی تھی تو ہم لوگوں نے صرف سامان چیک کرنے کے لئے کھولا تھا ہمیں شک تھا کہ کہیں یہ ساتھ ڈرگس یا کوئی ایسی چیز ساتھ لائی ہے۔"

سلطان نے کندھے اچکا کر کہا۔ زیبا کو یہ سن کر بہت غصہ آیا' کیا یہ سب کو اپنے جیسا سمجھتا ہے اس نے سوچا مگر بولی کچھ نہیں۔

"آپ چیک کرلیں اگر کچھ کم ہے تو؟"

پولیس نے زیبا کو مخاطب کر کے کہا۔

"کچھ نہیں نکالا ہم نے..... کون سے ہیرے جواہر لائی تھی جو ہم نے رکھ لیتے تھے۔"

سلطان کی ماں نے زیبا کو گھورتے ہوئے اونچی آواز سے کہا۔ زیبا نے اس کی بات سنی ان سنی کردی' زیبا نے سرسری طور پر اپنا بیگ دیکھا اور پھر بند کر کے کھڑی ہوگئی تھی وہ ایک پل بھی اور ان سفاک لوگوں کو برداشت نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ بیگ گھسیٹتی ہوئی باہر نکل گئی جیسے خود ہی اپنا سامان کھینچ کر لائی تھی۔ اس نے ایک بار بھی پلٹ کر نہ دیکھا کیونکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اس کا اس گھر اور ان لوگوں سے کوئی رشتہ نہ تھا رشتے تو دلوں کے تعلق سے ہوتے ہیں اور اگر دلوں میں ہی کچھ نہ ہو تو دنیا کا کوئی رشتہ انسان کو تحفظ نہیں دے سکتا۔ سلطان اور اس کی ماں ابھی تک اسی حیرت میں غرق تھے کہ وہ لڑکی جسے انہوں نے اتنا تابع رکھا تھا کہ ان کی اجازت کے بغیر وہ ایک لقمہ بھی نہ توڑ سکتی تھی آج کس طرح اتنی بہادر ہوگئی تھی کہ خود سے پولیس کو ساتھ لے کر ان کے گھر سے یوں آسانی سے اپنا سامان اڑا لے گئی تھی۔ پولیس مین نے سلطان کو مخاطب کیا۔

"اوکے سر تھینک یو فار کور پوریشن' گڈ بائے۔"

وہ ہاتھ ملاتے ہوئے بولا۔

"ہم!"

سلطان نے سکھ کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

زیبا باہر کھڑی تھی اور کچھ قدم دور ایک گھر جو سلطان کے رشتے داروں کا تھا دیکھ کر سوچ رہی تھی کہ کاش اس وقت یہاں اسے کوئی دیکھ لیتا تو

بہت اچھا ہوتا پر سلطان کی خوش قسمتی نے ایک بار پھر اس کا ساتھ دیا تھا۔ دن کے اس پہر وہاں کوئی بھی نہ تھا جو اسے دیکھتا خیر زیبا نے سوچا تھا کہ وہ پھر کسی دن یہاں آئے گی اور سب لوگوں سے ملے گی۔

''میم چلیں؟''

پیچھے سے پولیس مین نے آکر زیبا کو مخاطب کیا۔

''یس۔''

زیبا گاڑی میں بیٹھ گئی اور گاڑی سڑکوں پر دوڑنے لگی۔ وہ ونڈو سے باہر سڑک پر نظریں جمائے بیٹھی تھی تیزی سے گزرتی سڑک کی طرح اس کا دل و دماغ بھی چل رہے تھے۔ وہ جانے زندگی کی کس ڈگر پر چل نکلی تھی جہاں اسے نہ راستوں کا پتا چلتا تھا نہ منزل کا کوئی نشان نظر آتا تھا۔ جیسے وہ کسی سراب کے پیچھے چل رہی تھی اور ہزاروں میل دور آ چکی تھی اور جانے کتنا آگے جانا تھا اس کی بھی کچھ خبر نہ تھی۔ اتنا لمبا سفر تو اس نے ساری عمر نہ کیا تھا جتنا ان چند دنوں میں کیا تھا' اسے یوں لگتا تھا کہ جیسے اس نے یہ میلوں کا سفر پیدل کیا ہو اور اس کے پیروں میں چھالے پڑ گئے ہوں۔ باہر کے مناظر کتنے حسین تھے ڈنمارک کا موسم بھی آجکل بہت اچھا تھا یا شاید ساری دنیا ہی بہت خوش و خرم تھی مگر اس کی دنیا میں ہر طرف ویرانیاں ہی چھائی ہوئی تھیں۔ اسے آج بھی یوں ہی لگ رہا تھا جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے جیسے شادی ہونے پر بھی اسے یوں ہی لگتا تھا جیسے وہ کوئی بہت حسین خواب دیکھ رہی تھی۔ وہ دن کتنے خوابناک تھے' کتنے پر مسرت تھے ان دنوں کا خمار اسے آج بھی یاد تھا جیسے وہ کل ہی کی بات ہو۔ کتنا سہانا سپنا تھا وہ جو اس بری طرح ٹوٹا تھا کہ اس کی کرچیاں زیبا کو اپنے دل میں چبھتی محسوس ہوتی تھیں۔ اسے کیا معلوم تھا کہ اتنے حسین خواب کی تعبیر اتنی بھیانک ہوگی۔ رنگوں' دلکشیوں' خوشیوں اور محبتوں سے بھرا یہ خواب جب ٹوٹے گا تو وہ خود کو یوں تنہا کسی دشت میں ننگے پاؤں کسی سراب کے پیچھے بھاگتی پائے گی۔ جہاں اسکی سسکیاں' اس کی چیخیں اور اس کے آنسو دیکھنے اور سننے والا بھی کوئی نہ ہوگا۔

ہائے وہ ایک رشتہ جس کے لئے میں نے اپنے سارے رشتے چھوڑ دیے تھے وہی میرا نہ ہوا۔ کیسا رشتہ ہے یہ جو ایک دستخط سے جڑ جاتا ہے اور ایک ہی دستخط اسے ختم کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے۔ صرف ایک دستخط کسی غیر کو آپکا شریک حیات بنا دیتا ہے اور وہی دستخط اسی ہمسفر کو ایک اجنبی! شاید یہ دنیا کا کمزور ترین رشتہ ہے جسکا کوئی بھروسہ نہیں' جسکی کوئی اشورٹی نہیں' جسکی کوئی ٹائم لمٹ نہیں۔ یہ ایسا رشتہ ہے جسے کبھی بھی کسی کے بھی ساتھ شروع کیا جا سکتا ہے اور جب' جہاں اور جیسے چاہو ختم بھی کیا جا سکتا ہے۔ واہ کیا رشتہ ہے یہ! لوگوں کے لیے کتنا آسان ہے یہ سب کرنا یا شاید صرف مردوں کے لیے۔ ہاں مردوں کے لیے بہت آسان ہے یہ سب جب چاہا شادی کرلی جب چاہا چھوڑ دیا ان کے لئے تو یہ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ دین میں بھی چار شادیوں کی اجازت ہے اور اس معاشرے میں بھی مردوں کو کھلے عام اجازت ہے کہ وہ جو مرضی کریں۔ جتنی مرضی گرل فرینڈز رکھیں اور پھر کتنی مرضی شادیاں بھی کریں۔ اے کاش! مجھے پہلے اس رشتے کی حقیقت معلوم ہو جاتی تو میں شاید کبھی شادی نہ کرتی اور اگر کرتی بھی تو کم از کم اپنے ملک اپنے شہر میں کرتی جہاں میرے اپنے میرے قریب ہوتے اور مجھ پر یہ حالات نہ آتے۔

''مس آپکا بیگ۔''

پولیس مین نے گاڑی میں بیٹھی زیبا کو مخاطب کر کے کہا تو زیبا نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا۔ گاڑی رک چکی تھی اور اس کا سامان بھی گاڑی سے نکالا جا چکا تھا وہ گاڑی سے باہر نکل آئی وہ کار یسس ہوم کے باہر کھڑی تھی۔ اس اپنا سامان پکڑا اور پولیس کا شکریہ ادا کر کے اپنے کمرے میں آ گئی۔ جلدی سے اس نے اپنا سامان چیک کیا تو پتا چلا کہ بہت سی چیزیں غائب تھیں جو وہ اپنے استعمال کے لیے لائی تھی اسے تاسف ہوا کہ خود کو کروڑ پتی کہنے والے لوگ اندر سے کس قدر لالچی تھے کہ اس کی ضرورت کا سامان بھی نہ چھوڑا تھا۔ خیر اسے جس چیز کی تلاش تھی وہ اس کا پاسپورٹ تھا جو اس نے بہت احتیاط سے ایک بیگ کے اندر چھپایا تھا۔ جونہی اسے وہ بیگ ملا زیبا نے جلدی سے اسے کھول کر دیکھا اور یہ دیکھ کر اس کی جان میں جان آئی کہ وہ سلطان کے ہاتھ نہ آیا تھا ورنہ سامان سے ظاہر تھا کہ انہوں نے اچھے سے سارا سامان چیک کیا تھا۔ زیبا ہاتھ میں اپنا پاسپورٹ پکڑ کر دیکھ رہی تھی اور دل میں اللہ کا شکر ادا کر رہی تھی جس نے اس کی سب سے قیمتی چیز کو محفوظ رکھا تھا کیونکہ اس نے اسے اپنے رب کے حوالے کیا تھا اور وہ لوگ اسے چھو بھی نہ سکے تھے ورنہ اگر یہ سلطان کے ہاتھ لگ جاتا تو وہ اسے پھاڑ دیتا اور زیبا کے پاس اپنے پاسپورٹ کے نہ ہونے سے بڑی مشکل ہوتی۔

☆☆☆☆

رات ہو گئی تھی صبح زیبا کو پولیس کے پاس جا کر اپنا بیان قلم بند کروانا تھا اور اسی کی بنیاد پر زیبا کا بندوبست کیا جانا تھا۔ وہ اسوقت بیڈ پر لیٹی سوچ رہی تھی کہ کیا کرے کہ اسے یہاں رہنے کی اجازت مل جائے۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کرے پر ایک بات تو ڈیڈ شور تھی کہ وہ کسی بھی حال میں واپس نہیں جائے گی۔ میں واپس جا کر اپنے والدین پر بوجھ نہیں بنوں گی اور نہ ہی اپنے بہنوں اور بھائیوں کے راستے کی رکاوٹ بنوں گی۔ یہاں رہوں گی تو کسی کو کچھ پتا نہیں چلے گا۔ آخر ہم کس کس کو سمجھائیں گے کہ کیوں میری شادی ٹوٹ گئی سب کے سامنے تو وہ لوگ بہت اچھے بنے ہوئے تھے۔ یہاں آنا کونسا آسان تھا جیسے ایک پل صراط سے گزر کر یہاں تک آئی ہوں اور اب پھر اپنا سا منہ لے کر نہیں جاؤں گی۔ کتنی مشکل سے یہ ویزا لگا تھا کتنی خواری کی تھی کتنے دفتروں کے چکر کاٹے تھے پھر جا کر یہ ویزا لگا تھا۔ پر اگر واقعی سلطان نے ویزا کینسل کروا دیا ہوا تو پھر میں کیا کروں گی جو بھی ہو رہنا مجھے یہیں ہے۔ اگر اور کچھ نہ بنا تو میں آسائلم لے لوں گی پر اس شیطان کو مزا ضرور چکھاؤں گی۔ یہ کیا سمجھتا ہے کہ مجھے چونٹی کی طرح مسل دے گا تو یہ اس کی غلط فہمی ہے میں یہاں رہ کر اس پر کیس کروں گی اور سب کو بتاؤں گی کہ اس شخص نے کیسے میری زندگی تباہ کی ہے۔

اور اگلی صبح اس نے ایسا ہی کیا تھا۔ وقتی طور پر اسے قریبی سنٹر میں ایک کمرہ ملا تھا۔ اب وہ ایک آسائلم سیکر تھی جلدی میں جب اسے اور کچھ نہ سوجھا تو اس نے آسائلم کے لئے اپلائے کر دیا تھا۔ اب حکومت کی طرف سے کیا کاروائی ہوئی تھی اس کا زیبا کو کوئی اندازہ نہ تھا وہ بس اب اس انتظار میں تھی کہ کب اسے یہاں رہنے اور کام کرنے کی اجازت ملتی ہے۔

☆☆☆☆

”کچھ پتا چلا زیبا کا؟“

”جی۔“

سارہ نے مختصر جواب دیا۔

"اچھا کیسی ہے؟ کہاں رہی اتنا عرصہ؟"

وہ تنقیدی انداز میں بولی۔

"پھوپھو وہ جہاں بھی ہے خیریت سے ہے اور محفوظ ہے۔اور اس سے زیادہ بات نہیں ہوئی ہماری ابھی اس سے۔"

"اچھا ٹھیک ہے ابو کو بتا دینا میرا فون آیا تھا۔"

وہ تقریباً غصے سے بولیں۔

"جی۔" اور فون بند ہو گیا تھا۔

"لو دیکھا ہمیں کہہ رہے تھے کہ پتا کرواؤ اور خود کو سب پتا ہے کہ وہ کہاں ہے ٹھیک ہی کہتے تھے نذیبا کے سسرال والے کہ وہ اپنے پچھلوں کے ایما پر ہی فرار ہوئی ہے۔"

وہ فون رکھ کر اسلم کو دیکھ کر بولی جس کے کہنے پر اس نے فون کیا تھا۔

"ہاں مجھے بھی یہ سب ڈرامہ ہی لگتا تھا بھلا وہ کیسے بغیر کسی کو بتائے کہیں جا سکتی تھی۔"

وہ چائے کا کپ ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولا۔

"ایک بات سمجھ نہیں آئی کہ آخر ان لوگوں نے اسے واپس کیوں بھیجا تھا اور پھر یہ ڈرامہ کیوں کیا۔؟"

وہ اپنے کپ میں چائے ڈالتے ہوئے بھائی سے پوچھنے لگی۔

"یہ تو پتا نہیں پر کوئی نہ کوئی تو بات ہوگی بیچ میں۔"

وہ ایک ابرو اچکا کر بولا۔

"چلو دفعہ کرو ہمیں کیا وہ جانے اور ان کی بیٹی ہم کیوں اپنا سر درد لگائیں۔"

وہ بے زاری سے کہتے ہوئے چمچ کپ میں ہلانے لگی۔

☆☆☆☆

آج اسے یہاں رہتے ہوئے ایک ہفتہ گزر گیا تھا اور اس ایک ہفتہ میں حکومت کی طرف سے اس کی آسائلم کی درخواست منظور ہو گئی تھی۔ پر چونکہ اس کا ویزا ڈنمارک کی بجائے سویڈن سے لگا تھا اس لیے اسے سویڈن شفٹ کیا جانا تھا اور وہیں اس کی رہائش کا بھی بندوبست کیا جانا تھا۔

وہ یہاں خود کو بہت تنہا محسوس کر رہی تھی پہلی بار وہ اتنے عرصے کے لئے اپنے گھر والوں سے دور ہوئی تھی اور وہ بھی ان حالات میں جب سوائے تنہائی کے اور کوئی نہ تھا۔ وہ دیارِ غیر میں تنہائی کا عذاب جھیل رہی تھی۔ وہ دن رات اپنے کمرے میں اکیلی پڑی رہتی تھی اور خالی چھت اور دیواروں کو گھورتی رہتی بظاہر تو وہ اپنے سامنے کی دیواروں پر نظریں جمائے ہوتی مگر اس کی آنکھوں کے پردوں پر گزری زندگی کے وہ واقعات کسی فلم کی طرح چل رہے ہوتے جو جب سے گزر کر ماضی کا حصہ بن چکے تھے اور وہ انکو کب سے بھلا چکی تھی۔ پر جانے کیوں وہ پل وہ لمحات ایک ایک کر

کے اس کی آنکھوں میں گھومنے لگتے تھے اور وہ لاشعوری طور پر خود بھی ان کا حصہ بن جاتی تھی۔ یہاں جہاں کوئی بھی نہیں تھا جو اسے ماضی سے نکال کر حال میں لاتا اور حال میں تھا ہی کیا؟ اس کا دماغ غیر ارادی طور پر اسے زندگی کے ان خوبصورت اور حسین لمحات میں لے جاتا جو اب کبھی لوٹ کر نہیں آنے تھے۔ اسوقت بھی وہ انہی یادوں سے الجھی ہوئی تھی جب پہلی بار سلطان کے گھر والوں سے آمنا سامنا ہوا تھا۔ سب کچھ کتنا اچھا لگ رہا تھا۔ یہ رشتہ ایک میچ میکر نے بتایا تھا اور تعریفوں کے پل باندھ دیئے تھے۔ اور واقعی سب کچھ تھا بھی اتنا اچھا۔

"میرا بھتیجا تو لاکھوں میں ایک ہے کمپیوٹر انجینئر ہے اپنا ریسٹورانٹ ہے اور اکلوتا ہے۔ شریف اور نیک اتنا ہے کہ پانچ وقت کا نمازی ہے اور درس کے لئے بھی جاتا ہے۔ پورے خاندان میں اس جیسا اور کوئی بھی نہیں سبھی کا بہت لاڈلہ ہے۔ اور حال ہی میں بھائی جان نے اپنا نیا ویلا بھی لیا ہے ڈیڑھ کروڑ کا بہت ہی خوبصورت ہے۔ میں تو کہتی ہوں جو بھی جائے گی راج کرے گی اور پھر ہماری کوئی ڈیمانڈ بھی نہیں ہے ہمیں تو بس ایک پیاری سی سادہ گھریلو لڑکی چاہیے جو گھر سنبھالے اور پیار سے سب کے ساتھ رہے۔ ویسے تو اتنے کوئی کام نہیں ہوتے سلطان تو اپنے سارے کام خود کرتا ہے اور صدف بھی اور بھابھی تو ہماری شروع سے ہی کام خود کرنے کی عادی ہیں اور پھر ہر کام کے لیے تو گھر میں مشینیں ہیں۔"

سلطان کی پھوپھی نے جو کافی باتونی تھی ہر چیز اچھے سے گوشگزار کر دی۔ وہ ہنس ہنس کر اور ہر بات خوب تفصیل سے بتا رہی تھیں۔

شگفتہ بیگم اور اکرم صاحب کو لوگ بہت اچھے لگے تھے اتنے صاحب حیثیت ہو کر بھی ذرا سا بھی نخرہ تھا نہ ہی غرور۔ آپس میں مشورہ کر کے اور سلطان کی پھوپھی کے بہت اصرار پر لڑکا لڑکی کو آمنے سامنے بٹھانے کا فیصلہ کر لیا اور سلطان کے گھر والے رشتہ لے کر آ گئے۔ سلطان کی ماں تو کم گو تھی پر کمی پھوپھی پوری کر دیتی تھی۔ روایتی خاطر داری کے بعد سارہ زیبا کو لینے کمرے میں گئی زیبا نے بے بی پنک کلر کے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور اس رنگ میں اور بھی دلکش اور معصوم لگ رہی تھی۔

"واہ کتنی پیاری لگ رہی ہو تم لڑکا تو دیکھتا ہی رہ جائے گا"

سارہ نے بہن کی تعریف کرتے ہوئے اسے چھیڑ کر کہا۔

"میری تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا جوتا کونسا پہنوں؟"

زیبا کافی گھبرائی ہوئی تھی وہ جوتوں کے ڈبوں کو دیکھ کر بولی۔

"کوئی بھی پہن لو جلدی کرو سب بلا رہے ہیں۔"

سارہ نے اسے ہاتھ کا اشارہ کر کے کہا۔

زیبا نے جلدی سے گولڈن کرل کا جوتا پہن لیا اور دوپٹہ سر پر رکھ کر سارہ کے قریب آ کر شرماتے ہوئے پوچھا۔

"وہ۔۔لڑکا کیسا ہے؟"

"لڑکا۔۔تو بہت۔۔بہت۔۔۔"

سارہ نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔

"بتانا۔"

زیبا نے اسے بازو سے پکڑ کر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

"پاگل لڑکا بہت اچھا ہے۔ پر تجھے دیکھا گا تو دیکھتا رہ جائے گا۔ اگر وہ کسی شہزادے کی طرح ہے تو تم بھی تو پری کی طرح پیاری ہو۔ چل اب جلدی چل۔"

سارہ نے بہن کی گال کو پیار سے چھو کر کہا اور پھر پکڑ کر کھینچنے لگی۔

"اچھا نا۔" زیبا نے کہا۔

سادے سے ڈرائینگ روم میں ایک طرف کرسیاں لگی تھیں اور ایک طرف صوفے' درمیان میں ایک لکڑی کی ٹیبل پڑی تھی فرش پر شوخ رنگ کا کارپٹ بچھا تھا اور دیواروں پر چند پینٹنگز لگی ہوئی تھیں۔ اکرم صاحب کا تعلق اوسط طبقہ سے تھا جبکہ سلطان کا تعلق زرا زیادہ ویل آف لوگوں سے تھا۔ پر ان لوگوں نے زیادہ نمود و نمائش اور دکھاوا نہیں کیا تھا اس لیے سب ان کو بہت تمیل سمجھ رہے تھے۔ اور یہ بات سب کو پسند آئی تھی کہ ان میں زرا بھی تکبر نہ تھا۔ وہ طور و اطوار سے بھی کافی سلجھے ہوئے اور مہذب لگتے تھے۔

جونہی زیبا نے کمرے میں قدم رکھا سب دیکھتے رہ گئے تھے۔ کمرے میں جیسے روشنی سی ہوگئی تھی۔ ویسے تو زیبا تھی ہی اتنی پیاری کہ جو دیکھتا تھا دیکھتا ہی رہ جاتا تھا مگر آج وہ کچھ زیادہ ہی حسین لگ رہی تھی۔ چٹا گورا رنگ' بھالی بھالی صورت' دبلی پتلی' ہلکے براؤن رنگ کی آنکھیں' پتلے سے ہونٹ اور کشادہ پیشانی۔ اس پہ صورت کے ساتھ ساتھ سیرت بھی ایسی کہ سب کا دل موہ لیتی تھی۔ سکول میں بھی سب اس کو مختلف ناموں سے پکارتے تھے' کوئی کرشمہ سے ملاتا تو کوئی جوہی سے تو کوئی زیبا بختیار سے۔ خاندان میں بھی سبھی اس سے پیار سے ملتے تھے اور بہت سے رشتے بھی آئے مگر کیونکہ چھوٹی تھی اور پڑھ رہی تھی پھر اتنے مناسب بھی نہ تھے کہ ان کا جواب ہاں میں دیا جاتا اسلیے کہیں بات نہیں کی تھی۔ ویسے بھی خاندان میں نہ کرنے کا فیصلہ شگفتہ نے بہت پہلے ہی کر لیا تھا۔ اس وقت بھی پنک کلر میں وہ بالکل کسی بچے کی طرح معصوم لگ رہی تھی۔

"آؤ بیٹی میرے پاس بیٹھ جاؤ۔"

زیبا کے سلام کرنے پر جواب دیتے ہوئے سلطان کی پھوپھی نے زیبا کو اپنے قریب بلاتے ہوئے کہا۔ زیبا جا کر اس کے قریب بیٹھ گئی جبکہ سلطان کی ماں سمنے والے صوفے پر بیٹھی خاموشی سے زیبا کو تکے جا رہی تھی اور سلطان کرسی پر بڑے شریفانہ انداز میں نظریں جھائے بیٹھا تھا اور اس کے ساتھ اکرم اور شگفتہ بیٹھے تھے۔

"ماشاءاللہ بیٹی تو بہت پیاری ہے آپ کی۔"

پھوپھی نے زیبا کو دیکھ کر تعریف کرتے ہوئے کہا۔

"بس جی اللہ کا مال ہے بیٹیاں تو ہوتی ہی پیاری ہیں مگر ہوتی امانت ہیں۔"

اس کی تعریف پر اکرم صاحب نے مسرور ہو کر حسب عادت انکساری سے کہا۔

"جی بالکل سچ کہا آپ نے بھائی صاحب۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولی۔

"بیٹی کیا نام ہے آپ کا؟۔"

وہ مسکرا کر زیبا سے پوچھنے لگی۔

"زیبا۔"

"کام کر لیتی ہو گھر کے؟۔"

"جی۔"

زیبا نے سر جھکا کر تمام سوالوں کے جواب دیئے۔

"کام تو سب آتے ہیں میری بیٹیوں کو بلکہ چھوٹی بہن کو بھی اسی نے پالا ہے میں تو چھوٹی کی پیدائش کے بعد سے بہت بیمار رہتی ہوں ان دونوں بہنوں نے ہی گھر سنبھالا ہے۔"

شگفتہ نے تفصیل سے بتایا تو دونوں خواتین یہ سن کر بہت متاثر ہوئیں۔ یوں ایک رسمی سی ملاقات دونوں گھرانوں میں ہوئی تھی۔

اگلے ہی دن سلطان کی پھوپھی کا فون آ گیا۔

"باجی ہمیں آپ لوگ اور آپ کی بیٹی بہت پسند آئی ہے اور ہم چاہتے ہیں کی جلد از جلد ہم شادی کر دیں۔"

"پر آپ لوگ ہمیں کچھ سوچنے سمجھنے کا تو ٹائم دیں۔"

"وہ دراصل ہم پچھلے ایک مہینے سے رشتہ ڈھونڈ رہے تھے کیا بتائیں کوئی لڑکی ہی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ آپ کی بیٹی تو بیحد پسند آئی ہے اور مسئلہ یہ ہے کہ بھائی جان کی پوری فیملی پچھلے ایک ماہ سے پاکستان میں ہے بھائی صاحب کے بزنس کا بڑا حرج ہو رہا ہے اور چھوٹی بہن کے اگلے ماہ امتحان ہیں اب صرف دو ہفتے ہی رہ گئے ہیں ان کے جانے میں اور اس سے زیادہ وہ لوگ یہاں اسٹے نہیں کر سکتے۔"

وہ بولے چلی جا رہی تھی۔

"پر ابھی تو ہم نے کچھ سوچا بھی نہیں' کوئی تیاری بھی نہیں کی پھر کیسے؟۔"

شگفتہ پریشان ہو کر بولیں۔

"اس کی آپ فکر نہ کریں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے سب کچھ ہے ہمارے پاس' کوئی جہیز کوئی تیاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے آپ بس دو جوڑوں میں بیٹی رخصت کر دیں۔"

وہ بے حد اصرار کر رہی تھی۔

"اچھا ان کے ابو آتے ہیں تو میں بات کرتی ہوں۔"

شگفتہ نے ہار مانتے ہوئے کہا۔

''اچھا آپ لوگ کل ہماری طرف آجائیں پھر مل کر بات کرتے ہیں۔''

''چلیں ٹھیک ہے ان کے ابو آتے ہیں تو میں بات کرتی ہوں پھر آپ کو فون کر کے بتا دوں گی۔''

''چلیں ٹھیک ہے پر باجی ایک بات بتا دوں کہ اگر آپکی بیٹی کی شادی میرے بھتیجے سے ہوئی تو وہ راج کرے گی راج' بس یہ بات آپ لوگ یاد رکھیے گا کہ بڑے نصیب والی ہوگی آپ کی بیٹی۔''

وہ بڑے وثوق اور دعوے سے کہہ رہی تھی۔

☆☆☆☆

اگلے دن شگفتہ اور اکرم ان کے گھر پر موجود تھے پوش علاقے میں دس مرلے کی یہ کوٹھی تھی جسکا نیچے والا حصہ کرایے پر دیا ہوا تھا اور اوپر کا حصہ خالی تھا جس میں وہ لوگ اب رہ رہے تھے۔

''یہ بھی گھر بھائی صاحب کا اپنا ہے جب بھی پاکستان آتے ہیں تو یہیں رہتے ہیں۔''

وہ آج پھر خود ہی بول رہی تھی۔

''سب کچھ آپ لوگوں کے سامنے ہیں ہم کھاتے پیتے لوگ ہیں کسی چیز کی کمی نہیں ہے آپ بس ہاں کریں اور اللہ کا نام لے کر بیٹی رخصت کر دیں اور اس بات کی میں آپ کو گارنٹی دیتی ہوں کہ آپ کی بیٹی وہاں بے حد خوشحال زندگی گزارے گی۔ میرے بھائی اور بھابھی بہت اچھے ہیں اور ان کے بچے بھی نہایت فرمانبردار اور شریف اور کسی کو کیا چاہیے۔''

وہ سب ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے اور اس وقت ملازمہ چائے سرو کر رہی تھی۔

''بس ایک بات جو ہم نے آپ کو بتانی تھی وہ یہ ہے کہ سلطان کی پہلے بھی شادی ہوئی تھی اور اس کا ایک بچہ بھی ہے۔ پر میں آپ کو بتاؤں بس بچے سے بھول ہوگئی تھی چھوٹی سی عمر میں ہی ضد میں آکر ایک غیر ملکی لڑکی سے شادی کی تھی جو مشکل سے ایک سال ہی چلی۔ بھلا ایسی عورتیں جو نہ ہمارے ملک کی ہوں وہ کیسے ہمارے گھروں میں مل کر رہ سکتی ہیں اس نے تو بس ایک ہی رٹ لگائی ہوئی تھی کی وہ الگ رہنا چاہتی ہے اب بھلا بتائیں سلطان اکلوتا بیٹا ہے وہ بھلا کیسے اپنے ماں باپ کو اکیلا چھوڑ دیتا بس پھر وہیں ٹک مکا ہو گیا۔''

وہ بڑے اطمینان سے دونوں کو سمجھاتے ہوئے بولی۔ اکرم اور شگفتہ کو ایک جھٹکا لگا تھا یہ سب سن کر۔

''اور بچہ...... بچے کا کیا بنا؟۔''

شگفتہ نے پوچھا۔

''بچہ تو سلطان نے لے لیا تھا عدالت سے' دیکھیں نہ جی ماں نے تو پرواہ بھی نہ کی اور دوسری شادی بھی کر لی اور اب اس کے اور بھی بچے ہیں۔ سلطان کے بیٹے کو تو بھابھی نے ہی پالا ہے اب تو پورے چھے سال کا ہو گیا ہے اور دادی کے پاس ہی رہتا ہے جو بھی آئے گی اسے بچے کی

طرف سے کوئی پریشانی نہیں ہوگی وہ کونسا دودھ پیتا بچہ ہے اب تو سمجھدار ہو گیا ہے۔''

وہ بڑے اعتماد سے سب کچھ کہے جا رہی تھی۔

''باقی ساری باتیں چھوڑیں بس آپ ہاں کر دیں۔''

وہ آنکھیں مٹکا مٹکا کر سب کچھ بتا رہی تھی اور پھر دونوں کی طرف دیکھ کر بولی۔

''ابھی تو ہمیں کچھ سوچنے کا وقت چاہیے اور پھر زیبا کی بڑی پھوپھو ہیں وہ بھی ملنا چاہتی ہیں۔''

شگفتہ نے سوچتے ہوئے کہا۔

''وہ تو ٹھیک ہے سو بار لیں پر ایک بات یاد رکھیے گا کہ ٹائم بہت کم ہے جو بھی کرنا ہے بس دو ہفتوں میں ہی کرنا ہے اور جتنا آپ ٹائم لیں گے اتنا ہی آپ کے لیئے تیاری میں مشکل ہوگی۔ اور پھر میں نے آپ کو گارنٹی دی ہے کہ آپ کی بیٹی وہاں راج کرے گی تو آپ لوگوں کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ ہی ہماری کوئی ڈیمانڈ ہے آپ چاہے ایک جوڑے میں ہی بیٹی بیاہ دیں۔''

وہ بڑے پیار سے اور دل لبھاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''جی ٹھیک ہے میں ان کی باجی سے بات کر کے آپکو فون پر مطلع کر دوں گی۔''

جاتے ہوئے شگفتہ نے ان لوگوں کو کہا تھا۔

''یہ بات ان لوگوں کو پہلے بتانی چاہیے تھی کہ سلطان پہلے سے شادی شدہ ہے۔''

گھر آکر شگفتہ نے اکرم سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں بتانی تو چاہیے تھی مگر اب بتا تو دی ہے وہ چاہتے تو یہ بات چھپا بھی سکتے تھے۔''

اکرم نے بیڈ پر لیٹتے ہوئے کہا۔

''پھر اب کیا خیال ہے اس رشتے کے بارے میں پہلے تو میں نے سوچ لیا تھا کہ ہاں کر دوں گی مگر یہ جو شادی اور بچے والا معاملہ نکل آیا ہے اس نے تو میری ساری امیدوں پر پانی ہی پھیر دیا ہے۔''

شگفتہ اب اکرم کی ٹانگیں دبا رہی تھیں وہ مایوسی سے بولیں۔

''باقی سب کچھ تو ٹھیک ہے نہ پھر ان لوگوں نے بتا تو دیا ہے کہ وہ لڑکی ہی ٹھیک نہیں تھی پھر بچے نے نہ کبھی میں شادی کر لی تھی اور بچے کا کیا ہے بچے تو معصوم ہوتے ہیں تم ذرا اس عورت کا تو سوچو جس نے اپنا بچہ بھی چھوڑ دیا اور دوسری شادی بھی کر لی ایسی عورتیں تو ہوتی ہی اس قابل ہیں کہ ان کو گھر سے نکال ہی دیا جائے ایسی عورتوں کو تو۔۔۔۔''

''چلیں بس بھی کریں آپ تو شروع ہی ہو جاتے ہیں اور عورتوں کے تو آپ ویسے ہی سخت دشمن ہیں بس آپ کو موقع ملنا چاہیے اور پھر شروع۔''

www.paksociety.com

شگفتہ نے اکرم کی بات کاٹتے ہوئے برہمی سے کہا۔

''اچھا تم نے ٹانگ کیوں چھوڑ دی ٹانگ تو دبا دو اس نے کیا قصور کیا ہے۔۔ویسے ہم کیا بات کر رہے تھے۔''

وہ مسکرا کر بات ٹالتے ہوئے بولے۔

''تو پھر کیا خیال ہے اس رشتے کے بارے میں؟''

شگفتہ نے پھر سے پوچھا۔

''باجی سے بات کر لیتے ہیں کہ وہ کیا کہتی ہیں۔''

اکرم نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''انہوں کیا کہنا ہے وہ تو خود زیبا کے لیے ایک شادی شدہ کا رشتہ لے کر آ گئی تھیں اور جب ان لوگوں کو دیکھیں گی تو ان کا تو منہ کھلا کا کھلا رہ جائے گا کہ اتنے امیر لوگ ہمیں کہاں سے مل گئے ہیں۔وہ تو انہیں چیزوں کو زیادہ اہمیت دیتی ہیں کہ لوگ کھاتے پیتے ہوں اور آپ کی چھوٹی بہن نے بھی تو کہا تھا کہ ہم اپنے خاندان کو اوپر لے کر جانا چاہتے ہیں۔''

وہ ہاتھ ہلا کر بولیں۔

''پر پتا کروانے کے لیے بھی تو ان لوگوں سے ہی کہنا پڑے گا۔''

اکرم نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں یہ تو ہے پر مجھے آپ کے بہنوں اور بھائی پر کوئی اعتبار نہیں ہے یہ نہ ہو کہ وہ یہ رشتہ ہونے ہی نہ دیں۔وہ کب یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے بچے ان کے بچوں کہ یا ان کے مقابلے پر آئیں۔''

وہ مشکوک نظروں سے اکرم کو دیکھ کر بولیں اب وہ ان کا بازو دبا رہی تھیں۔

''تو پھر بغیر پتا کرئے بھی تو ہاں نہیں کر سکتے۔''

اکرم نے سوچ کر کہا۔

''تو ایسا کرتے ہیں کہ باجی سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے ہاں کر دی ہے اور میں کل پہلے لڑکے کی پھوپھو سے فون پر اپنی رضامندی کو ظاہر کر دیتی ہوں تا کہ یہ بات پتا ہو کہ دونوں طرف سے ہاں ہو چکی ہے۔''

وہ محتاط ہو کر کہہ رہی تھیں۔

''اور ہاں ہم یہ بھی نہیں بتائیں گے کہ لڑکا شادی شدہ ہے ورنہ وہ کہیں گی کہ جب میں نے ایسا رشتہ بتایا تھا تو ہم نے برا منایا تھا اور اب خود کر رہے ہیں۔۔۔۔۔پتا نہیں میری بچی کے نصیب میں شادی شدہ مرد ہی لکھا ہے۔۔''

وہ اکرم کا ہاتھ دباتا چھوڑ کر کسی سوچ میں ڈوب کر کہنے لگیں۔

☆☆☆☆

''کھانا تو بہت اچھا تھا بہت مزہ آیا اور آپ سے مل کر تو بہت خوشی ہوئی۔''

سلطان کی پھوپھو زیبا کی پھوپھو سے جاتے ہوئے مل کر کہہ رہی تھیں۔ وہ سلطان کی فیملی اور اکرم کی فیملی سب آج زیبا کی پھوپھو کے گھر لنچ پر انوائیٹڈ تھے۔ شگفتہ نے سلطان کا پتا کروانے کے لیے اپنی بڑی نند کو فون پر ساری تفصیل کے ساتھ ان کا ایڈریس بھی دیا تھا تا کہ وہ اپنی چھوٹی بہن کے توسط سے باہر سے پتا کروائیں کہ وہ لوگ جو کہہ رہے تھے وہ کس حد تک سچ تھا۔ پتا کروانے کے بعد جب ان کو معلوم ہوا کہ وہ لوگ اچھے خاصے مالدار ہیں اور باہر بھی ان کا اپنا بزنس اور گھر ہے رخسانہ نے جھٹ سے ملنے کے بہانے اور ان لوگوں کو اپنا آپ دکھانے اور اپنے تعلقات بڑھانے کے لئے ان کو لنچ پر بلایا تھا اور بہت پر تکلف کھانے کا اہتمام کیا تھا۔ وہ لوگ بھی ان سے مل کر بہت خوش ہوئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد اب رخسانہ شگفتہ کے پاس آ کر بیٹھی تھی۔

''بھابھی آپ لوگوں نے بغیر مشورہ کیے ہی ان لوگوں کو ہاں کر دی ہے۔''

وہ شکوہ کر رہی تھی۔

''باجی ان لوگوں نے کہا تھا کہ ٹائم بہت کم ہے اور پھر سب کچھ اتنا اچھا ہے اور لوگ بھی تو پھر کس بات سے وقت ضائع کرتے۔ ویسے آپ کو یہ لوگ کیسے لگے ہیں؟''

وہ بات کرتے کرتے رک کر بولیں۔

''لوگ تو اچھے ہیں مگر مجھے تو ساری رات نیند ہی نہیں آئی۔''

وہ فکر مندی سے شگفتہ کی طرف دیکھ کر بولی۔

''وہ کیوں سب خیر تو ہے نہ؟''

''دردانہ نے پتا کروایا تھا ان لوگوں کا تو پتا چلا ہے کہ اس لڑکے کی پہلے بھی شادی ہوئی تھی اور ایک لڑکی بھی ہے چھ سال کی۔''

رخسانہ نے ایک ابرو اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''اوہ اچھا۔ میں تو گھبرا ہی گئی تھی۔۔ وہ ان لوگوں نے بتایا تھا پھر ہم نے سوچا کہ باقی سب کچھ تو ٹھیک ہے نہ صرف ایک بات پر اتنا اچھا رشتہ کیسے رد کر دیتے۔''

شگفتہ نے تھوڑا گھبرا کر اور پھر ہچکچاتے ہوئے کہا۔

''تو زیبا' وہ کیا کہتی ہے کیا اسے منظور ہے؟''

رخسانہ نے غصہ کنٹرول کرتے ہوئے پوچھا۔

''اس کا تو آپ کو پتا ہی ہے کہ بچوں سے کتنا پیار کرتی ہے اس کو کوئی اعتراض نہیں ہے پھر کون سا اسے بچہ پالنا پڑے گا دادی نے اسے پالا ہے اور زیادہ تر دادی کے پاس ہی رہتا ہے۔ صرف اس وجہ سے اتنا اچھا رشتہ چھوڑنا مناسب نہیں' لڑکا شریف ہے پڑھا لکھا ہے اپنا کماتا ہے لوگ

بھی بہت سلجھے ہوئے ہیں اپنا گھر بار ہے اور ہمیں کیا چاہیے۔''

وہ اطمینان سے بولیں۔

''اچھا ٹھیک ہے تو پھر آپ لوگوں نے ساری پکیاں پہلے ہی پکار کھی ہیں تو پھر ٹھیک ہے آپ کو جیسا ٹھیک لگتا ہے ویسا ہی کریں آپ کے بچے ہیں جو آپ لوگوں کی مرضی۔۔۔ ویسے یہ بات تو کنفرم ہے کہ وہاں ان کا اپنا گھر ہے کاروبار ہے خاصے کھاتے پیتے لوگ ہیں۔''

وہ طنزیہ لہجے میں کہہ کر صوفے سے اٹھ کر چلی گئی تھی۔

☆☆☆☆

''انہوں نے تو خود ہی سارا کچھ طے کر لیا ہے ہم اب کیوں کہہ کر برے بنیں۔''

رخسانہ فون پر اپنی بہن سے بات کر رہی تھی۔

''مجھے تو لگتا ہے کہ ان لوگوں نے تو اس رشتے میں بس پیسہ ہی دیکھا ہے۔''

وردانہ دوسری طرف سے بولی۔

''ہاں نہیں تو اور کیا۔''

رخسانہ نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

''مجھے تو یہ بھی پتا چلا ہے کہ لڑکا ایک نمبر کا آوارہ اور عیاش ہے اور تو اور پینے کے ساتھ ساتھ لڑکیوں کے چکروں میں بھی پڑا رہتا ہے۔''

وردانہ نے رازدارانہ انداز میں کہا۔

''تو ہمیں کیا جو بھی کر رہے ہیں اپنی مرضی سے کر رہے ہیں جو ہوگا خود ہی ذمہ دار ہوں گے۔''

رخسانہ نے کندھے اچکا کر کہا۔

''پر باجی ایک بات ہے کہ لوگ ہیں بڑے مالدار وہاں اپنا گھر بھی ہے ویلا اور اپنا بزنس بھی ہے اگر تو یہ شادی چل گئی تو میں تو پھر یورپ جانے کا پروگرام ضرور بناؤں گی آخر کو میری بھتیجی ہوگی وہاں تو مزہ آجائے گا ٹرپ کا۔''

وہ قہقہہ لگا کر ہنستے ہوئے جیسے خیالوں میں ہی یورپ کا مزہ لینے لگی تھی۔

''معلوم ہے اور میں نے تو پہلے ہی ان لوگوں سے تعلقات استوار کرنا شروع کر دیئے ہیں آخر کو ہمارے رشتے دار بننے جا رہے ہیں بس تم آگے آگے دیکھو۔''

رخسانہ نے جیت کے احساس سے مسکرا کر کہا۔

☆☆☆☆

''میں تو یہاں ہی رہنا چاہتی ہوں۔''

زیبا نے التجائیہ لہجے میں کہا۔ وہ اس وقت کرائسس ہوم کے ہیڈ آفس میں بیٹھی تھی جہاں سویڈن کی ایمبیسی سے ایک آفیسر زیبا کو ملنے اور اس کے آسائلم کے کاغذات لے کر آیا تھا۔

''لیکن آپ کا ویزا تو سویڈن سے لگا تھا اور اب آپ کو وہیں جانا ہوگا۔''

آفیسر نے زیبا کے کاغذات پر ایک سرسری سی نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

زیبا نے بے بسی سے اس کی طرف دیکھا پر چاہتے ہوئے بھی کچھ نہ کہا۔ اس کے پاس کچھ تھا بھی نہیں جو وہ کہتی۔ اب جہاں بھی ہو جیسا بھی ہو اس نے یہاں رہنے کا پکا فیصلہ کر لیا تھا اور اس سے کیا فرق پڑتا تھا کہ وہ یہاں رہے یا نہ رہے اگر اس کا وہاں کوئی نہ تھا تو یہاں بھی کون تھا جس کے لیے وہ یہاں رکتی۔

آفیسر نے کچھ پیپرز پر زیبا کے سائن لیے اور چلا گیا اور جاتے ہوئے بتایا کہ کچھ دن اور لگ سکتے ہیں کاغذی کاروائی میں تب تک زیبا کو انتظار کرنا ہوگا۔ وہاں سے اٹھ کر زیبا ایک بار پھر اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ تنہائی کا یہ ایک ایک پل جیسے سالوں لمبا ہو گیا تھا وہ فارغ بیٹھ بیٹھ کر تنگ آ چکی تھی نہ کہیں باہر آ جا سکتی تھی نہ کسی سے کوئی بات کر سکتی تھی۔ وہ حد ممکن اپنے آپ کو سلطان کی نظروں سے بچانا چاہتی تھی وہ چاہتی تھی کہ پہلے وہ اپنے رہنے کا مکمل انتظام کر لے اپنے پیروں پر کھڑی ہو جائے پھر اس کو ایسا مزہ چکھائے کہ وہ دوبارہ کسی لڑکی کی زندگی برباد کرنے کے قابل ہی نہ رہے۔ اس لیے وہ باہر نہیں نکل سکتی تھی کیونکہ اگر سلطان کو اس کے ٹھکانے کا پتا چل گیا تو وہ کسی صورت بھی اسے یہاں سے نکال باہر کرے گا کیونکہ وہ یہاں کے تمام قوانین اور قانونی حربوں سے اچھی طرح واقف تھا۔ وہ کسی صورت زیبا کو یہاں رہنے نہ دے گا۔

زیبا اب بیڈ پر ٹیک لگائے بیٹھی تھی اور کھڑکی سے باہر جانے کس چیز کو گھور رہی تھی۔

دور کہیں سے میوزک چلنے کی آواز آ رہی تھی جسے سن کر زیبا اس وقت ان یادوں میں کھوئی تھی جو اس کی زندگی کے حسین ترین لمحات تھے۔ ایسے ہی میوزک چلنے کی دھیمی دھیمی آواز تب بھی زیبا کی سماعتوں سے ٹکرا رہی تھی جب وہ پیلے اور ہرے رنگ کا جوڑا جو اس کے سسرال والوں نے مہندی کے لیے بنوایا تھا پہن کر ہوٹل کے برائیڈ روم میں بیٹھی تھی۔ ہر طرف خوشی کا سماں تھا سبھی پھولے نہ سما رہے تھے اور خود زیبا بھی بے حد خوش تھی یہ مہندی کا جوڑا اس پر خوب جچ رہا تھا وہ اکیلی بیٹھی اپنی چوڑیاں اور دوپٹا سیٹ کر رہی تھی ابھی حال میں لوگ کم تھے اور لڑکے والے بھی نہیں آئے تھے۔ گھر والے اسے بیٹھا کر انتظامات چیک کرنے گئے تھے سارا اور زارا بھی پلیٹوں میں پھول بھر کر اپنی سہیلیوں کو پکڑانے کی تیاری کر رہی تھیں کیونکہ لڑکے والے بھی آنے ہی والے تھے۔ وہ سامنے دیوار پر لگے بڑے سے شیشے میں خود کو دیکھنے لگی وہ واقعی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ اس کی بہنوں اور سہیلیوں نے سچ کہا تھا کہ وہ تو کوئی شہزادی لگ رہی تھی جسے آج ایک شہزادہ بیاہنے آ رہا تھا۔ وہ خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی خیال کر رہی تھی کہ اتنا اچھا رشتہ ملا تھا اور سب کچھ اتنا پرفیکٹ تھا کہ اس نے خود بھی کبھی اتنا اچھا نہیں سوچا تھا۔ کچھ دیر بعد لڑکے والے مہندی لے کر آ گئے تھے ڈھول کی تھاپ پر دوست' کزن اور دوسرے رشتے دار خوب دھمال ڈال رہے تھے اور استقبال کے لئے کھڑے لوگ ان پر پھول نچھاور کر رہے تھے ہر کسی

کے چہرے پر خوشی پھوٹتی نظر آ رہی تھی دونوں طرف کے لوگ جہاں خوش تھے وہیں حیران بھی تھے۔ سلطان کی طرف کے لوگ اس بات پر حیران تھے کہ اسے کہاں سے اتنے شریف اور سادہ لوگ مل گئے تھے اور لڑکی بھی کنواری چھوٹی عمر کی اور اتنی خوبصورت پڑھی لکھی تھی۔ اور زیبا کے رشتے داروں کو حیرت تھی کہ ان کو اتنے امیر خاندان سے اتنا اچھا رشتہ کیسے مل گیا تھا شکل صورت' گھر بار ہر لحاظ سے رشتہ پرفیکٹ تھا۔ مہندی کا فنکشن بہت اچھا رہا خوب ڈانس اور گانے گائے گئے اور مہندی کی تمام رسومات اچھے طریقے سے ادا کی گئی تھیں۔

بارات کا انتظام بھی اچھے ہوٹل میں کیا گیا تھا عمر بھائی نے تمام انتظامات خود کیے تھے۔ مینو بھی بہت اچھا رکھوایا تھا۔ بارات کافی بڑی تھی اور پھر لڑکے والوں نے خود کہا تھا کہ وہ بارات کا انتظام ان کی حیثیت کے مطابق کریں کیونکہ ان کے بہت سے رشتے دار اور ملنے والے بھی شادی میں شرکت کریں گے اس لئے خاص طور پر بڑا حال بک کیا گیا تھا اور کھانا بھی بہت اچھے ہوٹل سے منگایا گیا تھا۔ تقریباً تین سو کے قریب لوگ آئے ہوئے تھے اور اس وقت حال لوگوں سے بھرا پڑا تھا۔ نکاح مہندی کے دن ہی ہو گیا تھا اور ایک لاکھ حق مہر رکھا گیا تھا۔ سارہ اور زارا اپنی سہیلیوں اور کزنز کے ساتھ جونہی زیبا کو لے کر حال میں داخل ہوئیں تو کیمرہ مین بھاگ کر مووی بنانے کے لیے آگے بڑھے اور ساتھ ہی سب لوگ زیبا کو دیکھنے کے لیے پیچھے مڑ کر دیکھنے لگے وہ سرخ رنگ کے عروسی لباس اور چہرے پر پڑے سرخ رنگ کے ٹیشو کے نقاب میں جنت کی حور لگ رہی تھی جو بھی دیکھ رہا تھا وہ پلکیں جھپکانا بھول گیا تھا تمام لوگ دم بخود اسے تکے جا رہے تھے۔ دونوں بہنوں نے اسے پکڑ رکھا تھا پھر وہ آہستہ سے اسے لے کر آگے بڑھنے لگی تھیں اور ساتھ ہی دیکھنے والے بھی گردن گھما کر اسے دیکھتے رہے جب بھی وہ کرسیوں کے درمیان سے گزرتیں "ماشاءاللہ۔" اور "دلہن کتنی پیاری ہے۔" اور جانے کیا کیا آوازیں سارہ اور زارا کے دل کو عجیب خوشی اور فرحت کا احساس دلا رہی تھیں۔ ان کا سینہ جیسے اور کشادہ ہو جاتا جب وہ سب کی نظروں میں زیبا کے لیے تعریف اور لوگوں کی آنکھوں کی حیرانی کو محسوس کرتیں۔ سارہ دل ہی دل میں سوچ رہی تھی کہ اس کی پری جیسی بہن کو ایسا ہی شہزادے جیسا دلہا ملنا چاہئے تھا۔ اب وہ حال کے وسط میں پہنچ چکی تھیں سٹیج سے چند قدم کے فاصلے سے اب سلطان کی نظر زیبا پر پڑی تھی اور وہ جیسے سانس لینا ہی بھول گیا تھا آج یہ پہلا موقع تھا جب اس نے زیبا کو صحیح سے دیکھا تھا ورنہ تو صرف تعریفوں پر ہی اکتفا تھا۔ جوں جوں زیبا قریب آ رہی تھی اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ قسمت کیسے اس پر اتنی مہربان ہو گئی تھی کہ زیبا جیسا انمول ہیرا بغیر کچھ کیے اتنی آسانی سے اس کی جھولی میں آ گرا تھا۔ زیبا کے حسن نے اسے مسحور کر دیا تھا اس کی نظریں کسی کیل کی طرح زیبا پر گڑھ گئی تھیں۔ جونہی زیبا نے سٹیج پر قدم رکھا سلطان کسی سحر زدہ پتلے کی طرح یکدم کھڑا ہو گیا تھا۔ بہنوں نے دونوں کو ساتھ کھڑا کیا تو دونوں کے گھر والوں کے دل خوشی اور فخر سے بھر گئے' دونوں بہت خوبصورت لگ رہے تھے دونوں کی جوڑی کمال کی بنی تھی سلطان بھی سفید شیروانی اور سرخ کلے میں بہت اچھا لگ رہا تھا جس جس نے دیکھا تھا تعریف کیے بنا نہ رہ پایا تھا وہ دونوں تو جیسے ایک دوسرے کے لیے ہی بنے تھے۔

اکرم صاحب نے سلطان کو سونے کی انگوٹھی پہنائی اور ماں کو بھی سونے کے ٹاپس دیے گئے بہن کو سونے کی انگوٹھی اور باپ کو گھڑی پہنائی گئی تھی۔ تمام رسومات سلطان کے سٹیٹس کے مطابق ادا کی گئی تھیں۔ پورا فنکشن بہت اچھا گیا سب نے کھانے کی بھی بہت تعریف کی اور جوڑی کی بھی۔ زیبا کی سہیلیوں اور کزنز کی تو آنکھیں ہی کھل گئی تھیں سب رشتے دار عورتیں یہی کہہ رہی تھیں کہ ہماری بچیوں کے بھی نصیب بھی زیبا کی طرح

ہو جائیں کبھی لڑکیوں والیاں شادی سے یہی دعا کرتی گئی تھیں۔سب کچھ توقع سے بہت اچھا ہوا تھا۔زیبا کی شادی خاندان کی ایک مثالی شادی تھی جہاں سے سب خوش ہو کر گئے تھے۔

☆☆☆☆

دروازے پر کسی نے دستک دی تو زیبا ماضی کے دھند لکے سے اچانک حال میں آئی۔یہاں آنے کے بعد سے زیبا کی یہی حالت تھی وہ گھنٹوں بیڈ پر لیٹی ایک ہی سمت میں تکے جاتی کب بھوک لگتی کب نیند آتی اسے کچھ خبر نہ ہوتی' اسے دن کا پتا چلتا نہ ہی رات کا۔زیبا کی حالت اس پرندے کی طرح تھی جسے اپنے غول سے الگ کر کے کسی قید میں ڈال دیا گیا ہو۔

وہ اس وقت شدید ذہنی کشمکش کا شکار تھی۔ایک طرف تو اس کا گھر جو کبھی اس کا تھا ہی نہیں اس سے چھوٹ گیا تھا تو دوسری طرف وہ گھر جہاں سے وہ رخصت ہوئی تھی وہ بھی دنیا میں کہیں دور رہ گیا تھا۔وہ ایک منجھدار پر آٹھہری تھی جہاں سے اسے کوئی راستہ کوئی ڈگر نظر نہ آتی تھی جس پر چل کر وہ اپنی منزل تک پہنچتی۔اس نے ایک نہایت مشکل راستہ اپنایا تھا ایک مشکل ترین فیصلہ کیا تھا اور ہر صورت اس پر ثابت قدم رہنا تھا۔ایزشیا کی اس کیفیت نے پچھلے دو ہفتوں سے زیبا کو ہر شے سے متنفر کر دیا تھا اسے اپنے اردگرد کی ہر شے سے وحشت ہونے لگی تھی۔ایک تو وہ اجنبی دیس میں اجنبی لوگوں کے ساتھ رہ رہی تھی جہاں کوئی بھی اس کا دکھ درد بانٹنے والا نہیں تھا نہ ہی وہ کسی سے کوئی بات ہی کر سکتی تھی' تو دوسری طرف تنہائی تھی جس سے پہلی بار اس کا واسطہ پڑا تھا۔زندگی میں وہ کبھی بھی اتنی تنہا نہ ہوئی تھی کہ کوئی بھی اپنا اسے نظر نہ آتا۔وہ ہمیشہ اپنے ماں باپ اور بھائی بہنوں کے ساتھ ہی رہی تھی مگر آج وہ اس سے میلوں دور تھی ان کی آوازان کی شکلیں دیکھنے کو ترس رہی تھی وہ ہر پل اسے یاد آتے تھے اور وہ ہر لمحہ انہیں مس کرتی تھی۔کبھی ماں کا پیار یاد آتا تو کبھی باپ کی شفقت کبھی بھائیوں کے ساتھ لڑنا جھگڑنا یاد آتا تو کبھی بہنوں کے ساتھ گھنٹوں باتیں کرنا اور موج مستی کرنا۔ہر کام کرتے ہوئے اپنی بہنوں کی اتنی عادت تھی کہ اسے اپنا آپ بالکل ادھورا لگتا تھا۔وہ ہر کام ساتھ ہی کیا کرتی تھی اور اب تو کھانا بھی اکیلے ہی کھانا پڑتا تھا تو کھانے کو بھی دل نہیں کرتا تھا وہ سارا سارا دن فقط بے جان چیزوں کو تکتی رہتی تھی۔اور پھر چپکے سے زندگی کے گزرے لمحات پلکوں میں کسی خواب کی طرح آوارد ہوتے تھے اور وہ جیسے ان گزرے لمحات میں واپس چلی جاتی تھی۔وہ گھر وہ آنگن وہ آوازیں وہ اٹھکھیلیاں سب دل کو تنہائی کے اس احساس سے دور خوابوں کے سراب میں لے جاتیں جہاں زیبا اس دشت ویراں میں تنہا ننگے پاوں بھٹکتی پھرتی تھی۔ یہ تنہائی اندر ہی اندر زیبا کے وجود کو کسی دیمک کی طرح چاٹے جارہی تھی اور اسے یہ خبر تک نہ تھی کہ اس کی وجہ سے اس کی صحت کتنی بری طرح سے متاثر ہو رہی تھی اسے تو اپنی خبر نہ تھی کہ وہ اس وقت کہاں پڑی ہے کیا وقت ہے۔

ایک بار پھر دستک ہوئی تھی تو زیبا نے تمام بکھری یادوں کو مجتمع کیا اور اپنی تمام توانائیاں جمع کر کے بیڈ سے اٹھی اسے بہت کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔وہ آہستہ سے چلتی ہوئی دروازے پر پہنچی اور دروازہ کھولا سامنے ایک ملازم ہاتھ میں ایک لیٹر لئے کھڑا تھا اس نے اسے زیبا کو تھمایا اور واپس چلا گیا۔زیبا نے اسے کھول کر پڑھا تو اس میں زیبا کو سویڈن میں رہنے کی اجازت کے ساتھ ہی یہاں سے شفٹ کیا گیا تھا۔اب اسے یہاں سے کافی دور جانا تھا اور اس کے لئے اسے کافی ہمت اور حوصلے کی ضرورت تھی۔اس نے خود کو ذہنی طور پر تیار کر لیا تھا۔اسے کل ہی وہاں جا کر

اپنی موجودگی کی اطلاع کرنی تھی۔ اگلی صبح وہ ڈنمارک سے سویڈن جا رہی تھی۔ اس نے سوچا کہ ایک طرح سے اچھا ہی ہے کہ وہاں سلطان سے آمنا سامنا نہیں ہوگا۔ اس نے اپنا سامان رات کو ہی پیک کر لیا تھا اور پھر وہ اگلے دن یہاں سے ٹرین میں سوار کر دی گئی تھی۔ پانچ گھنٹوں میں وہ ایک ملک سے دوسرے میں منتقل ہو گئی تھی۔ یہاں اس ایک سینٹر میں چند دن رکنا تھا پھر شاید کہیں اور جانا ہو۔

دو ہفتے یہاں رہنے کے بعد ایک دن پھر اسے کہیں اور شفٹ کر دیا گیا تھا۔ وہ اس روز روز کی تبدیلی سے تنگ آ گئی تھی۔ پتا نہیں اب کہاں جانا ہے؟ کیسے جانا ہے؟ وہ زیر لب بڑبڑا رہی تھی۔ جب بھی ایسا کوئی موقع ہوتا اسے اپنے بھائیوں اور باپ کی کمی بہت محسوس ہوتی تھی۔ وہ تو کبھی گھر سے اکیلے باہر ہی نہیں جاتی تھیں ہر شے انہیں گھر پر ہی لا کر دی جاتی تھی۔ کبھی جاتیں بھی تو باپ اور بھائی ساتھ ہوتے تو اتنے تحفظ کا احساس ہوتا کہ کسی چیز کی ٹینشن ہی نہ ہوتی۔ پر یہاں تو اپنا سامان تک خود ہی ڈھونا پڑتا تھا اور پھر ایک انجانا سا خوف دل کو جیسے مٹھی میں بھر لیتا تھا۔ انجانی دنیا اجنبی لوگ اور ان دیکھے راستے زیبا جیسے کو کسی ڈراونے خواب کی طرح ڈراتے تھے اور جب جانا ہوتا تو اسے رات بھر نیند ہی نہ آتی تھی۔ یہ دنیا کتنی خوفناک ہے اس میں کتنی دشواریاں ہیں ابو سچ کہتے تھے کہ ہمیں تو اپنے شہر کے راستے نہیں معلوم تو ہم کیا خاک کچھ اور کریں گے۔ وہ اپنا بیگ پیک کرتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

پھر وہ لیٹر ہاتھ میں لیے ہیڈ آفس چلی آئی۔ اس نے دروازے پہ ناک کیا تو اندر سے آواز آئی۔

''یس کم ان۔''

میڈم کی آواز سن کر زیبا اندر داخل ہوئی۔

''ہیلو زیبا کیسی ہو؟۔''

میڈم نے زیبا کو دیکھ کر مسکرا کر پوچھا۔

''جی ٹھیک۔''

زیبا نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''آؤ بیٹھو۔''

میڈم نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

زیبا کرسی پر بیٹھ گئی اور لیٹر آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

''میڈم یہ لیٹر میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔''

زیبا نے ہچکچاتے ہوئے وہ لیٹر اسے پکڑاتے ہوئے کہا۔

''جی یہ لیٹر آپ کا دوسرے سنٹر میں منتقل کرنے کا ہے جہاں تمام آسائلم سیکر رہتے ہیں۔ آپ کا اب مستقل طور وہیں رہنا ہے۔ وہاں آپ کو رہائش اور دوسری تمام بنیادی سہولیات فراہم کی جائیں گی اور ذاتی اخراجات کے لئے ایک مخصوص رقم بھی ماہانہ دی جائے گی۔ اور ہاں اب تم جہاں

جارہی ہو وہ جگہ یہاں سے کافی دور ہے اور وہاں ٹھنڈ یہاں سے بھی زیادہ ہوگی اور برفباری بھی ہوسکتی ہے اس لیے تم اچھے سے گرم کپڑے پہن لینا۔ یہ لیٹر وہاں کی ہیڈ کو دیکھا دینا' امید ہے کہ تم جتنے دن یہاں رہی تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوئی گی اور تمہارا نیا سفر اچھا رہے گا۔ اور دعا ہے جہاں تم جا رہی ہو وہاں تم کو اچھے دوست ملیں!۔''

وہ لیٹر زیبا کی طرف بڑھا کر مسکراتے ہوئے بولی۔

''جی شکریہ۔''

زیبا نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے لیٹر اس کے ہاتھ سے لے لیا اور جانے کے لیے کھڑی ہوگئی۔

''تم اپنا سامان پیک کر لینا کل تم کو نو بجے بس میں بٹھا دیا جائے گا اور پھر آگے تم ٹرین میں سفر کرو گی' او کے۔''

اس نے مزید بتایا۔

''او کے۔''

زیبا کو اچھے سے بریف کر دیا گیا تھا۔ وہ واپس اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ خوش ہو یا پریشان' اسے یہاں رہنے کی اجازت تو مل گئی تھی اور تمام بنیادی سہولیات بھی مگر پتا نہیں کیوں اسے عجیب سی پریشانی ہو رہی تھی۔ اسے یہاں سے کافی دور بھیجا جا رہا تھا اور وہ بھی جانے کہاں اسے یوں لگ رہا تھا کہ وہ اپنے آپ سے بھی دور ہوتی جا رہی ہے۔ اپنے ملک اپنے پیاروں سے بھی اور دور ہو رہی ہے۔ پر وہ کیا کرے کچھ بھی تو اسے کے اختیار میں نہیں تھا' اس نے خود کو زندگی کے دھارے پے چھوڑ دیا تھا اور زندگی اسے کسی سوکھے پتے کی طرح تند و تیز ہواؤں سے کبھی کہیں اور کبھی کہیں پٹخ رہی تھی۔ پورا سامان پیک کر کے اب وہ تھک کر لیٹ گئی تھی پر وہ ساری رات بس کروٹیں ہی بدلتی رہی فکر سے اسے نیند ہی نہ آئی تھی۔

صبح سات بجے ہی وہ اٹھ گئی تھی ناشتہ کیا اور جلدی سے تیار ہوگئی۔ میڈم نے اپنے ایک ورکر کو زیبا کا سامان لینے بھیجا اور اسے کہا کہ وہ زیبا کو بس میں سوار کر دے آگے سے زیبا نے ٹرین میں سفر کرنا تھا۔ میڈم نے اسے ٹرین کی ٹکٹ بھی دے دی تھی۔ اب زیبا ٹرین میں سفر کر رہی تھی وہ درمیانی سیٹ پر متفکر بیٹھی تھی گو کہ ماحول بہت اچھا تھا اور بس بھی کسی جہاز کی طرح عالیشان تھی پر یوں اکیلے سفر کرنے کا زیبا کو کوئی خاص تجربہ تو تھا نہیں اور پھر یوں دنیا میں تنہا نکلنے کا بھی یہ پہلا ہی موقع تھا اس لئے وہ کافی کنفیوز تھی۔ پر یہ بات کافی تسلی بخش تھی کہ پاکستان کی طرح بس میں نہ تو کوئی شور وغل تھا اور نہ ہی کوئی آوارہ قسم کے لوگ جو عورتوں اور خاص طور پر لڑکیوں کو چھیڑ کر اپنا ٹائم پاس کرتے ہیں' جتنے بھی لوگ تھے سب خاموشی سے یا تو کتاب پڑھ رہے تھے یا پھر اپنے موبائلز پر مصروف تھے کچھ باہر دیکھ رہے تھے۔ بس بھی صاف ستھری' اور نئی تھی اور سفر کرنے والے لوگ بھی صاف ستھرے اور سلجھے ہوئے تھے۔ اچانک زیبا کی نظر ڈرائیور پر پڑی تو اسے خوشگوار حیرت کا احساس ہوا' بس کوئی مرد نہیں بلکہ ایک مڈل ایج کی عورت چلا رہی تھی۔ واہ کیا بات ہے کتنی بہادر عورت ہے اور ایک میں ہوں جو کسی چڑیا کی طرح بزدل اور نازک ہوں۔ اس نے دل میں سوچا کاش میں بھی ایسی ہوتی نڈر اور کونفیڈینٹ' یہاں کی عورتیں کتنی باصلاحیت ہیں' مردوں سے زیادہ تو یہاں پر عورتیں ہی نظر آتی ہیں جہاں بھی جاؤ ہر کام

عورتیں ہی کر رہی ہوتی ہیں۔ اور ایک ہم ہیں اور ہمارا معاشرہ جہاں لڑکیوں کو نازک پریوں کی طرح پالا پوسا جاتا ہے اور پھر کسی کے بھی حوالے کر دیا جاتا ہے پھر وہ چاہے کوئی شہزادہ نکلے یا کوئی جن یہ تو اپنی اپنی قسمت کی بات ہے' اور میری قسمت میں جو شہزادہ لکھا تھا وہ بعد میں ایک جن بن گیا۔ اس نے سر کو جھٹکا اور پھر کھڑکی سے باہر دیکھ کر سوچنے لگی۔ یہاں چاہے کچھ اور اچھا ہو نہ ہو یہ بات تو ہے نا کہ یہاں قانون ہے ہر فرد مرد ہو یا عورت سب کو مساوی حقوق حاصل ہیں۔ ہمارے معاشرے میں تو عورت کو نہ تو بولنے کا حق ہے نہ ہی کچھ کرنے کا پہلے باپ کی ذمہ داری تو بعد میں شوہر کی' عورت کی نہ تو اپنی کوئی پہچان ہے نہ ہی کوئی مقام' پہلے باپ کا نام اس کے نام کے ساتھ لگا رہتا ہے تو بعد میں شوہر کا۔ پہلے باپ کا گھر اس کے لیے اپنا نہیں ہوتا آدھی عمر وہ جس گھر میں گزارتی ہے وہاں اسے یہی سمجھایا جاتا ہے کہ تمہارا اصل گھر شوہر کا گھر ہے ایک عمر اسی گھر میں پیدا ہونے اور گزارنے کے بعد بھی وہ اس گھر میں ایک ایسے فرد کی طرح رہتی ہے جسے اپنے مستقل ٹھکانے کا کوئی پتا نہیں ہوتا۔ پھر ایک دن کوئی اجنبی آ کر اسے بیاہ کر لے جاتا ہے وہاں اجنبی لوگ نیا ماحول اور سب لوگ غیر ہوتے ہیں وہاں جا کر اسے سب کی خدمت بھی کرنا پڑتی ہے اور باتیں بھی سننا پڑتی ہیں۔ اس پر بھی اگر شوہر ہی اپنا نہ بنے تو پھر عورت کا کیا ٹھکانا ہے۔ اگر وہ شوہر کے گھر سے نکالی جائے جس طرح کہ میں تو پھر مجھ جیسی عورت کا کون سا گھر ہوتا ہے۔ شاید یہی حال ہوتا ہے مجھ جیسی لڑکیوں کا کہ وہ دنیا کی ٹھوکریں کھاتی پھریں۔ وہ کھڑکی سے باہر تیزی سے گزرتی گاڑیوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اور اس دنیا اور اس کی اوٹ پٹانگ رسم ورواجوں کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ عجیب دنیا ہے یہ اور عجیب ہی اس کے رسم ورواج۔

☆☆☆☆

زیبا نے اپنے بیگ سے ٹرین کا ٹکٹ نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا تھا۔ اسے ہر حال میں یہ ٹرین پکڑنی تھی کیونکہ اگر یہ ٹرین مس ہو گئی تو کوئی دوسری سواری وہاں تک نہیں جا سکتی تھی۔ اور یہاں تو بسیں اور ٹرینیں گھڑی کی سوئی کی کے ساتھ چلتی تھیں اگر ایک منٹ بھی لیٹ ہوئے تو سمجھو کہ ٹرین یا بس مس ہو چکی۔ زیبا چوکنا بیٹھی تھی کہ کہیں وہ آگے پیچھے نہ ہو جائے' ایک تو وہاں کی زبان زیبا کو نہیں آتی تھی وہ صرف انگلش بول سکتی تھی پر وہاں ہر کوئی انگلش بھی نہیں سمجھتا تھا۔ اور پھر زیبا کو بھی اتنی انگلش بولنے کی عادت نہ تھی پر جب سے وہ یہاں آئی تھی اب کافی آسانی سے اپنی بات سمجھا لیتی تھی شروع میں اسے کافی دقت ہوتی تھی پر اب وہ آسانی سے بات کر لیتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد کنڈیکٹر نے ایک اسٹاپ کا نام پکارا تو زیبا جھٹ سے کھڑی ہو گئی۔ اس کے ساتھ بیٹھی عورت نے اسے حیرت سے دیکھا زیبا نے بھی سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں ایک ہی اسٹاپ سے بس میں سوار ہوئی تھیں۔

''تم کھڑی کیوں ہو گئی۔؟''

اس عورت نے زیبا کو مخاطب کر کہا۔

''مجھے اترنا ہے۔''

زیبا نے کہا۔

''لیکن ابھی تو وہ اسٹاپ نہیں آیا وہ تو ابھی بہت دور ہے۔''

اس نے زیبا کو بیٹھنے سے پہلے پوچھا تھا کہ وہ کہاں جا رہی ہے تو زیبا نے کاغذ پر لکھا پتا اسے دکھایا تھا۔

"مجھے ٹرین بھی تو پکڑنی ہے کہیں وہ مس نہ ہو جائے۔ وہ اسٹاپ اگر گزر گیا تو میری ٹرین بھی مس ہو جائے گی۔"

زیبا نے پریشانی سے کہا اور ٹکٹ نکال کر اسے دکھائی۔ اس نے ٹکٹ پکڑی اور مسکرا کر بولی۔

"یہ تو بس کا آخری اسٹاپ ہے اور یہ اسٹیشن بھی آخری ہی ہے تم اطمینان سے بیٹھ جاؤ وہ ابھی کافی دور ہے۔"

اس نے زیبا کو بیٹھنے کا کہا تو زیبا ایک بار پھر اپنا بیگ رکھ کر بیٹھ گئی۔ پھر دیکھتے دیکھتے کئی اسٹاپ گزر گئے اور تقریباً تمام سواریاں بھی اتر گئیں اب صرف زیبا اور چند عورتیں جو لباس اور اطوار سے مسلمان معلوم ہوتی تھیں رہ گئی تھیں۔ جب بھی کوئی اسٹاپ آتا زیبا فکرمند ہو کر دیکھنے لگتی تھی اور جوں جوں لوگ کم ہو رہے تھے زیبا کو فکر لاحق ہو رہی تھی کہ کہیں وہ بالکل اکیلی نہ رہ جائے۔ اور ان تو صرف تین جوان عورتیں اور ایک بوڑھی خاتون جو غالباً ان کی لڑکیوں کی ماں تھی ہی بس میں رہ گئی تھیں۔ زیبا دل ہی دل میں دعا کر رہی تھی کہ یہ زیبا کے ساتھ ہی رہیں جب تک کہ وہ اپنے اسٹاپ پر نہیں اتر جاتی۔ تبھی ان میں سے ایک نے کنڈیکٹر سے جو ایک عورت ہی تھی اپنے اسٹاپ کے بارے میں پوچھا تو زیبا نے چونک کر اسے دیکھا وہ اسی اسٹاپ کے بارے میں پوچھ رہی تھی جہاں زیبا کو بھی جانا تھا۔ زیبا کو یہ جان کر بے حد خوشی اور دلی اطمینان ہوا تھا کہ کوئی نہ کوئی تو اس کے ساتھ اس آخری اسٹاپ تک جانے والا تھا۔ کنڈیکٹر نے بتایا کہ وہ اسٹاپ آنے والا ہے اس لیے وہ اپنا سامان اٹھانے لگی تھی تبھی زیبا نے بھی اپنا بیگ اپنے شولڈر پر ڈالا اور سوٹ کیس بھی قریب کر لیا۔ تھوڑی دیر بعد بس رک گئی اور وہ تینوں بس سے اتر گئیں زیبا بھی جلدی سے بس سے اتر گئی تھی۔

بس سے اتر کر زیبا نے سامنے کی طرف دیکھا تو سامنے ہی ایک ریلوے اسٹیشن تھا۔ وہ تینوں اب اسٹیشن کے اندر جا رہی تھیں یہاں لوگ بہت ہی کم تھے۔ زیبا نے ان کو دیکھا اور پھر تیزی سے ان کے پیچھے اسٹیشن کے اندر چلی گئی۔ وہ ان کے پیچھے پیچھے کچھ دور چل رہی تھی۔ وہ سامنے ایک بنچ پر جا کر بیٹھ گئی تھیں اور ٹرین کا ویٹ کر رہی تھیں زیبا بھی اپنا سوٹ کیس گھسیٹ کر ان سے کچھ فاصلے پر دوسرا ایک بنچ پر بیٹھ گئی تھی۔ پھر اس نے اپنی گھڑی پہ نظر ڈالی ٹرین کے آنے میں ابھی دس منٹ تھے۔ اچانک زیبا کی نظر سامنے لگے فون بوتھ پر پڑی بے اختیار اس کے قدم اٹھ گئے اور وہ فون بوتھ کے قریب جا کر نمبر ملانے لگی۔ تیسری بیل پر شگفتہ نے فون اٹھایا۔

"اسلام وعلیکم امی!۔"

زیبا نے ماں کی آواز سن کر خوشی سے کہا۔

"وعلیکم میری جان کیسی ہو تم' میں ابھی تمہیں ہی یاد کر رہی تھی۔"

وہ جیسے بیٹی کی آواز سن کر خوشی سے نہال ہوئے جا رہی تھی۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں اور آپ سب کو بہت یاد کرتی ہوں۔ آپ کیسی ہیں' ابو میری بہنیں اور بھائی سب کیسے ہیں؟۔"

زیبا نے جیسے تڑپ کر پوچھا۔

"سب ٹھیک ہیں میری جان' سب بہت یاد کرتے ہیں تجھے۔ تیری میل اور فون کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ تو خوش ہے نہ وہاں کوئی مسئلہ یا پریشانی تو نہیں ہے؟۔"

ماں نے متفکر ہو کر پوچھا۔

''نہیں امی کوئی مسئلہ یا پریشانی نہیں ہے اور اگر ہو گا بھی تو آپ کی دعاؤں سے حل ہو جائے گا۔بس میں نے یہ بتانے کے لیے فون کیا تھا کہ میں سویڈن جا رہی ہوں جہاں مجھے اب شفٹ کیا گیا ہے کافی دور ہے جہاں مجھے جانا ہے اور ہو سکتا ہے کہ کچھ دن رابطہ نہ ہو سکے تو آپ پریشان نہ ہونا۔ابھی مجھے ٹرین میں سفر کرنا ہے پورا ایک دن تو جانے میں ہی لگ جائے گا پھر پہنچ کر جب بھی وقت ملا میں میل کر دوں گی۔''

زیبا نے کلائی پر بندھی گھڑی پہ نظر ڈالتے ہوئے جلدی جلدی بتایا۔

''ہائے اب کہاں بھیج رہے ہیں ایک جگہ کیوں نہیں رہنے دیتے۔تم اکیلی کیسے جاؤ گی تمہیں تو راستوں کا بھی پتا نہیں ہے؟''

ماں کا دل ایک بار پھر ہل گیا تھا کہ جانے اب وہ اکیلی بچی کو کہاں بھیج رہے ہیں۔

''امی آپ پریشان نہ ہوں یہاں ہر جگہ سڑکوں اور اسٹیشنز پر نقشے اور راستوں کے بارے میں سب کچھ بتایا گیا ہے۔اور پھر میں اکیلی تو نہیں ہوں آپ کی دعائیں میرے ساتھ ہے آپ بس میرے لیے دعا کیا کریں سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

زیبا نے ماں کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''وہ تو میں ہر وقت کرتی رہتی ہوں۔ہر وقت بس تیری ہی طرف میرا دھیان لگا رہتا ہے۔''

وہ گلوگیر آواز میں بولی۔

''اچھا امی میں پھر بات کروں گی میری ٹرین آگئی ہے اللہ حافظ۔''

زیبا نے دور سے ٹرین کے آنے کی آواز سن کر کہا اور جلدی سے فون بند کر دیا۔

''اللہ حافظ میری بچی تو ہر اللہ کی حفظ و امان میں رہے میں نے تجھے اپنے رب کی امان میں دیا وہی تجھے ہر مصیبت سے محفوظ رکھے!''

شگفتہ بند فون کا ریسیور کان کو لگائے دعائیں کیے جا رہی تھیں۔

☆☆☆☆

''کیا ہوا کچھ پتا چلا یا نہیں؟''

عذرا نے پانی کا گلاس سلطان کو پکڑاتے ہوئے پوچھا۔وہ کل کا گیا آج شام ہی گھر آیا تھا اور اس وقت اس کا موڈ کچھ اچھا نہیں تھا۔

''نہیں پتا نہیں کہاں جا کر چھپ گئی ہے میں نے سب جگہ پتا کیا ہے پر کچھ خبر نہیں کہ وہ کہاں ہے۔''

سلطان نے بیزاری سے جواب دیا۔

''جہاں سے آئی تھی وہیں چلی گئی ہوگی ویسے بھی اتنے دن ہو گئے ہیں اگر یہاں ہوتی تو کہیں نہ کہیں سے پتا چل ہی جاتا۔''

''وہ واپس نہیں گئی ہے میں نے ندیم سے پتا کیا ہے اس نے اچھے سے چیک کر کے بتایا ہے پچھلے ہفتوں کی تمام فلائٹس کی ڈیٹیل چیک کی تھی اس نے وہ واپس بھی نہیں گئی اور یہ بھی پتا نہیں چلا کہ آخر وہ گئی کہاں؟''

سلطان نے غصے سے دانت پیس کر کہا۔

"دفعہ بھی کرو جہاں مرضی جائے ہمیں کیا جو ہم پریشان ہوں۔ جن کی کچھ لگتی ہے وہ جانیں اور ان کا کام۔"

وہ کچن کی طرف جاتے ہوئے بولی۔

"مجھے اس کی کیا فکر ہوئی ہے فکر تو مجھے اپنی ریپوٹ کی ہے یہ شادی بھی کامیاب نہیں ہوئی یہ سوال کر کر کے لوگوں نے میرا تو جینا حرام کر رکھا ہے اور یہ رشتے دار یہ تو اسی تاک میں ہیں کہ کب ان کو کسی بات کی بھنک پڑے اور ان کو باتیں بنانے کا موقع ملے۔۔۔۔"

وہ صوفے سے اٹھ کر کچن کی طرف جاتے ہوئے اونچی آواز میں کہہ رہا تھا۔

"اگر کوئی رشتے دار اسے مل گیا تو وہ ہمارے خلاف باتیں کر کے لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع ہاتھ سے ہرگز نہ جانے دے گی۔"

وہ تیکھی نظروں سے ماں کو دیکھ کر بولا۔

"تو ہم صاف انکار کر دیں گے لوگ کیوں اس کا اعتبار کریں گے۔"

وہ چھری سے سالاد کے پتے کاٹتے ہوئے بولی۔

"یہ سب آپ کا کیا دھرا ہے کہا بھی تھا کہ میں نے نہیں کرنی کسی پاکستانی شریف' سیدھی سادی لڑکی سے شادی آپ نے ہی یہ مصیبت میرے گلے ڈال دی تھی۔ کہا بھی تھا نہیں پسند مجھے ایسی بیوقوف گائے بکری جیسی عورتیں جنہیں کچھ پتا نہیں ہوتا کہ شوہر کو کس طرح خوش کیا جاتا ہے۔"

وہ گلاس شلف پر پٹختے ہوئے چلایا۔

"تو تم نے کون سا شادی کر کے اپنا گھر بسایا ہے کی تو تم نے اپنی ہی ہے نہ صرف شادی رچا کر کون سا ہم پہ احسان کیا ہے الٹا رشتے داروں کے سامنے ہر وقت جھوٹ بولنا پڑتا ہے تمہاری خاطر۔"

وہ ہاتھ روک کر چھری لہرا کر بولی۔

"آپ کو تو صرف جھوٹ بولنا پڑتا ہے آپ کو کیا پتا مجھے اس مصیبت سے جان چھڑانے کے لیے کیا کیا کرنا پڑا ہے۔ جو بھی اسے دیکھتا تھا مجھے غلط اور اسے صحیح کہتا تھا حتیٰ کہ میرے اپنے دوست بھی مجھے ہی الزام دیتے تھے۔ اور ابھی بھی کون سا سکون ملا ہے مجھے جانے کب کہاں وہ میرے خلاف کچھ کرے گی کچھ پتا نہیں ہے پر میں نے بھی کچی گولیاں نہیں کھیلیں۔ سب کچھ بہت سوچ سمجھ کر کیا تھا میں نے دیکھتا ہوں کیا کرتی ہے۔"

اس نے پلیٹ سے گاجر لے کر اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر توڑا اور پلیٹ میں پھینک کر چل دیا۔

☆☆☆☆

جب سے زیبا کا فون سنا تھا شگفتہ کافی پریشان اور بے چین تھیں۔

"امی کیا ہوا ہے آپ اتنی پریشان کیوں ہیں؟"

سارہ اور زارا اسکول اور کالج سے آ کر کھانا کھا رہی تھیں تبھی ماں کو پریشان دیکھ کر سارہ نے پوچھا۔ شگفتہ نے تفصیل سے ساری بات بتائی۔

''اوہ یہ تو کوئی اچھی بات نہیں ہے پتا نہیں کیوں یہ لوگ بار بار اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ شفٹ کرتے رہتے ہیں۔؟ آخر ایک جگہ سکون سے کیوں نہیں رہنے دیتے؟۔''

ساوہ نے کھانا چھوڑ کر غصے سے کہا۔ زارا بھی یہ سن کر کہ اسے کہیں دور بھیجا گیا تھا پریشان ہوگئی تھی۔

''ہم شام کو نیٹ لگا کر تفصیل سے بات کریں گے۔''

زارا نے چمچ نیچے رکھتے ہوئے کہا۔

''پر وہ تو کہہ رہی تھی کہ شاید ایک دو روز بات نہیں ہو سکے گی نئی جگہ جانا پھر جب بھی موقع ملے گا وہ خود ہی کانٹیکٹ کرے گی۔''

شگفتہ نے جگ میں سے پانی گلاس میں ڈالتے ہوئے کہا۔

''ایک تو یہ بڑا مسئلہ ہے کہ ہم خود سے بات نہیں کر سکتے کئی دفعہ تو اتنا دل کرتا ہے کہ آپی سے فوراً بات ہو جائے مگر ہم خود سے بات بھی نہیں کر سکتے۔''

زارا نے افسردہ ہوتے ہوئے کہا۔

''ہاں اگلی بار میں زیبا سے ضرور کہوں گی کہ وہ جلدی سے ایک سم لے کر اپنے موبائل میں ڈال لے تاکہ ہم خود اس سے جب چاہیں بات کر سکیں۔''

سارہ نے پانی پی کر کہا۔

''اور اب جب تک بات نہیں ہو جاتی اوت یہ پتا نہیں چل جاتا کہ وہ خیریت سے نئی جگہ پہنچ گئی ہے دل کو ایک دھڑکا سا لگا رہے گا۔''

شگفتہ نے مایوسی اور فکر سے کہا۔

''ہاں امی یہ تو ہے لیکچر لیتے ہوئے بھی میرا دھیان اکثر زیبا ہی کی طرف لگا رہتا ہے۔''

سارہ نے ماں کی طرف بے بسی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''تمہارے ابو بھی ہر وقت پریشان رہتے ہیں اور چپ چپ بھی رہنے لگے ہیں اور کئی بار میں نے ان کو رات کو روتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔''

شگفتہ روہانسی ہو کر بولیں

''امی آپ پریشان نہ ہوں اور ابو کا خیال رکھا کریں اور یہ بات بھی نہ بتائیے گا ورنہ وہ اور بھی پریشان ہو جائیں گے۔''

سارہ نے ماں کے کندھے پر پیار سے ہاتھ رکھ کر تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''زیب ابا نہیں سکول سے ابھی تک کافی دیر ہوگئی ہے؟۔''

سارہ نے ماں کا دھیان بٹانے کے لئے بات بدلی۔

''آیا تھا بیگ رکھ کر باہر چلا گیا ہے کہتا ہے کہ زیبا کے بغیر گھر خالی خالی لگتا ہے اور دل بھی نہیں لگتا اس لئے دوستوں کے پاس جا رہا ہوں شام کو آؤں گا۔ اور طلحہ تو چار پانچ بجے ہی آتا ہے۔''

شگفتہ نے برتن سمیٹتے ہوئے کہا۔ کھانا کھا کر سارہ اپنے کمرے میں آ کر لیٹ گئی تھی۔ جونہی اس نے آنکھیں بند کیں تو زیبا کا مسکراتا ہوا چہرہ

اس کی آنکھوں میں گھومنے لگا پھر اس کے ساتھ بتائے ہوئے پل رہ رہ کر اسے یاد آنے لگے تھے۔ کیسے تینوں بہنیں ہر وقت ایک دوسرے کا سایہ بنی رہتی تھیں۔ گرمیوں کی راتوں میں وہ آدھی آدھی رات تک چھت پر ٹہل ٹہل کر باتیں کیا کرتی تھیں۔ اور جب تک وہ پیٹ بھر کر ایک دوسرے سے باتیں نہ کر لیتیں ان کو چین نہ آتا تھا۔

"لوگ صحیح کہتے ہیں عورتیں بہت بولتی ہیں۔"

زارا نے چلتے چلتے رک کر کہا دونوں کی طرف پلٹ کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا جی اور تم تو عورت ہو ہی نہیں۔"

زیبا نے زارا کی ناک پکڑ کر مروڑتے ہوئے کہا۔

"ہاہاہا ویسے صحیح ہی تو کہتے ہیں نا اب ہمیں ہی دیکھو ہر وقت ساتھ رہتے ہیں پھر بھی ہماری باتیں ہی ختم نہیں ہوتیں۔"

سارہ نے دونوں کو دیکھ کر قہقہہ لگا کر کہا

"جب ہر وقت کب ہم ساتھ ہوتے ہیں؟۔"

زیبا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں الگ ہوتے تو ہیں نا جب ہم واش روم میں ہوتے ہیں۔"

زارا نے زیبا کو کمر پہ گدگدی کرتے ہوئے کہا۔ اور تینوں قہقہے مار کر ہنسنے لگیں۔

"کیا سوچ رہی ہو؟۔"

زارا کمرے میں آئی تو سارہ کو دیکھ کر پوچھا۔

"کچھ نہیں کیا سوچنا ہے ہسنے ویسے ہی آنکھیں بند کر کے لیٹی ہوئی تھی سوچ رہی تھی کہ زیبا اس وقت کہاں ہوگی؟۔"

زارا نے آ کر اسے پکارا تو وہ اپنی سوچوں سے باہر آئی اس نے اپنی سوچ کے بارے میں بتایا۔

"ابھی تو شاید وہ سفر میں ہوگی۔ وہ مجھے آج بہت یاد آ رہی ہے شاید وہ بھی ہمیں یونہی یاد کرتی ہوگی یا اس سے بھی زیادہ۔"

زارا نے سوچتے ہوئے دھیمے لہجے میں افسردہ ہو کر کہا۔

"ہاں یہاں ہم سب اکٹھے ہیں پھر بھی اداس ہو جاتے ہیں اور وہاں تو وہ بالکل ہی اکیلی ہے کتنی اداس ہو جاتی ہوگی اور کتنا یاد کرتی ہوگی ہم سب کو۔"

سارہ نے سامنے کی دیوار پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

"کاش وہ ہمارے پاس واپس آ جائے!۔"

زارا نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''پتا نہیں اب ہم کب مل پائیں گے؟ ہمارے درمیان اب صرف میلوں کی دوری نہیں ہے بلکہ سرحدیں بھی حائل ہیں اور ہم چاہ کر بھی اس کے پاس نہیں جاسکتے۔''

زارہ نے بے بسی سے کہا۔

''جب ہم اکٹھے ہوتے تھے تو کتنا مزہ آتا تھا اب تو چھت پے جانے کو بھی دل نہیں کرتا۔''

زارا بیڈ پے گرتے ہوئے بولی اور پھر چھت کو گھورنے لگی۔

''ہاں اب تو وہ پل وہ لمحے بس خواب و خیال کی باتیں لگتی ہیں۔ وقت کیسے بدل جاتا ہے کچھ پتا ہی نہیں چلتا ہم نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ ایسا وقت بھی آئے گا کہ ہم ایک دوسرے سے اتنے دور ہوجائیں گے۔ مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے میں کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ رہی ہوں جیسے یہ سب خواب ہے یا وہ سب خواب تھا جو گزر گیا ہے۔''

سارہ نے دونوں ہاتھوں سے سر کو پکڑ کر کرب سے کہا۔

''کاش میں اڑ کر آپی کے پاس جاسکتی تو ایک پل بھی آپی کو اکیلا نہ رہنے دیتی۔''

زارا مسلسل چھت کو تکتے ہوئے بولی۔

''ہاں کاش ہم پرندے ہی ہوتے جن پر نہ کوئی سماجی مجبوریاں ہوتیں اور نہ ہی سرحدوں کی پابندیاں' کاش ہم بھی آزاد پرندے ہوتے ہر مجبوری ہر دنیاوی رسم و رواج سے آزاد!''

سارہ نے ٹھنڈی آہ بھر کر تمنا کی اور کچھ نہ نظر آنے والے آنسو آنکھوں کی بجائے دل پے گرنے لگے کہا۔

شام ہوئی تو اکرم صاحب تھکے ہارے کام سے واپس آئے بیوی کو کچھ پریشان دیکھا تو پوچھنے لگے۔

''کیا بات ہے آج کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟''

اکرم نے چائے پیتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں ۔۔ ہاں میں تو ٹھیک ہوں ایسے ہی آپ کو لگ رہا ہوگا۔''

وہ اچانک سوال پر چونک کر بولیں۔

''زیبا تو ٹھیک ہے نا بات ہوئی تھی اس سے؟''

وہ گلاس رکھ کر بولے۔

''جی ٹھیک ہے آج ہی بات ہوئی تھی میری آپ کا بہت پوچھ رہی تھی کہہ رہی تھی کہ ابو کا بہت خیال رکھنا اور میری ٹینشن نہ لینا میں یہاں بہت خوش ہوں۔''

شگفتہ نے بتایا۔

''اکرم نے ایک سرد اور تاسف بھری آہ لی اور بولے۔

''میری لاڈلی کو کوسوں دور رہ کر بھی میری فکر لگی رہتی ہے۔اب کے فون آئے تو کہنا اپنا خیال رکھے یہاں کی فکر نہ کیا کرے۔کتنے ہی دن ہوگئے ہیں اس کی آواز سنے۔''

وہ بولتے ہوئے رک کر سوچنے لگے تھے۔

''ہاں وہ بھی بہت یاد کر رہی تھی کہہ رہی تھی کہ اگلی بار فون کروں گی تو ابو سے ضرور بات کروں گی۔''

شگفتہ نے بتایا تو اکرم یہ سن کر خاموش ہو گئے اور کچھ سوچنے لگے۔

''کیا ہوا آپ چپ کیوں ہو گئے۔؟''

شگفتہ نے انہیں سوچ میں ڈوبا دیکھ کر پوچھا۔

''سوچ رہا ہوں ہم نے اسے دوبارہ بھیج کر بہت بڑی غلطی کر لی ہے۔پتا نہیں وہ وہاں ٹھیک بھی ہے یا نہیں۔۔وہ لوگ اتنے بے غیرت بھی ہو سکتے ہیں میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔انسانیت نام کی کوئی چیز بھی نہیں تھی ان لوگوں میں' یہ بھی نہ سوچا کہ بچی خود چل کر آئی ہے۔بجائے اس کی قدر کرنے کے ان لوگوں نے اسے گھر سے جانے پر مجبور کر دیا اور میری بچی یوں پردیس میں در بدر پھر رہی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔وہ بے غیرت تو لگتا ہے انگریزوں میں رہ رہ کر اپنی غیرت ہی کھو چکا ہے اس کو اتنا بھی خیال نہ آیا کہ وہ اس کی بیوی ہے۔''

اکرم دانت پیس کر غصے سے بول رہے تھے اور ان کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔

''ہاں غلطی تو ہم نے بہت بڑی کی ہے جس کا خمیازہ ہماری بچی وہاں بھگت رہی ہے پر اللہ کرے کہ وہاں اس کا کوئی بندوبست ہو جائے اور وہ اپنے پیروں پے کھڑی ہو جائے تو چلو کل کو کسی کی محتاج نہ ہو گی۔''

شگفتہ نے سوچتے ہوئے کہا۔

''کیا کرے گی وہاں تم اس سے کہو کہ وہ واپس آجائے اس کا باپ ابھی زندہ ہے اس کو کمانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی پردیس میں اکیلے رہنے کی۔''

اکرم نے سختی سے کہا۔

''میں نے تو کئی بار کہا ہے پر وہ کہاں مانتی ہے پھر یہاں آکر بھی کیا کرے گی یہاں تو لوگ ہی نہیں جینے دیتے۔''

شگفتہ نے بیزاری سے کہا۔

اتنے میں عمر بھی آ گیا سلام دعا کے بعد وہ بھی بیٹھ گیا۔

''یار تو بتا اب وہ بچی اکیلی باہر کیا کرے گی آخر کیا ضرورت ہے اسے وہاں رہنے کی یا کائی کام کرنے کی؟''

اکرم نے ناراضی سے کہا۔

''ابو آپ پریشان نہ ہوں میں نے بھی جانے کے لیے اپلائے کر دیا اگر میں وہاں چلا گیا تو دیکھنا جا کر سلطان کو ایسا مزہ چکھاؤں گا کہ ساری عمر یاد رکھے گا۔''

عمر نے ہاتھ پر پنچ بنا کر دوسرے پے مارتے ہوئے کہا۔

''ہم ان کا کیا بگاڑ سکتے ہیں وہ لوگ وہاں اتنے عرصے سے رہ رہے ہیں اور ان کے پاس اتنا پیسہ ہے ہم بھلا کیا مقابلہ کر سکتے ہیں ان کا؟''

شگفتہ نے حیرت سے پوچھا۔

''امی آپ فکر نہ کریں اگر میں وہاں چلا گیا اور اپنے پیروں پے کھڑا ہو گیا تو آج نہیں تو کل اپنے ماں باپ کے آنسوؤں اور اپنی بہن کی زندگی برباد کرنے کا بدلہ ضرور لوں گا۔ ابھی زیبا کو وہیں رہنے دیں اگر وہ آسانی سے وہاں سیٹ ہو گئی تو میں بھی وہاں چلا جاؤں گا اور جا کر اپنی بہن کو سہارا دوں گا۔''

عمر نے پر عزم لہجے میں کہا۔

اس وقت زیبا اور عمر دونوں پر ایک ہی دھن سوار تھی کہ کسی طرح وہاں جا کر پیر جمائے جائیں اور پھر سلطان کو مزہ چکھایا جائے۔ باہر جانے کے لیے عمر سر توڑ کوششیں کر رہا تھا۔ وہ کسی بھی طرح بہن کے پاس جا کر اسے سنبھالنا اور اس کی مدد کرنا چاہتا تھا۔ دونوں بہن بھائی میں بہت پیار تھا اسے بچپن کی وہ سب باتیں یاد تھیں جو اب چھوٹوں کو بھول چکی تھیں۔ سبھی آپس میں بہت پیار سے رہتے تھے اور اگر کسی ایک کو مار پڑتی تو باقی سارے بھی ساتھ رونے لگتے تھے۔ زیبا کے ساتھ ہونے والے حادثے نے سبھی کو دکھی اور پریشان کر رکھا تھا۔ جب سے زیبا گئی تھی زیب اور طلحہ بھی چپ چپ رہنے لگے تھے وہ ہوتی تھی تو ہر وقت گھر میں شور مچائے رکھتی تھی سب کا خیال رکھنا اور سب سے باتیں کرنا اس کی عادت تھی۔ گو کہ دونوں ابھی چھوٹے تھے پھر بھی وہ گھر کے حالات سے کافی متاثر ہوئے تھے۔ گھر میں زیبا کے جانے سے جو خلا پیدا ہوا تھا اسے دونوں ہی محسوس کرتے تھے۔ اس لئے وہ اکثر گھر سے باہر ہی رہنے کو ترجیح دیتے تھے تا کہ گھر میں آ کر زیبا کی جو یاد ستاتی تھی اسے بھلائے رکھیں۔ اور پھر ان کی عمریں بھی لا ابالی تھیں اس لئے وہ باہر جا کر اپنا وقت پاس کرتے تھے۔

☆☆☆☆
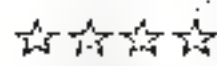
ریسیور رکھتے ہی زیبا کی نظر بجلی کی طرح تیزی سے آتی ہوئی ٹرین پر پڑی تھی۔ وہ جلدی سے اپنے سامان کی طرف بڑھی اور جلدی سے ٹرین میں سوار ہو گئی۔ وہ اپنا ٹکٹ لے کر اپنی سیٹ پر آ بیٹھی تھی۔ پھر اس نے اپنے سے آگے والی سیٹوں پر بیٹھی انہی عورتوں کو دیکھا جو کافی دیر سے اس کی ہمسفر تھیں۔ اس نے ایک بار پھر شکر کیا کہ وہ اکیلی نہیں تھی کچھ عورتیں اس کے ساتھ تھیں چاہے وہ اجنبی ہی تھیں۔ تبھی ٹن کی آواز کے ساتھ ٹرین کے دروازے آہستہ سے خود بخود بند ہونے لگے۔ اور پھر ٹرین آہستہ سے سرکنے لگی اور چند منٹوں میں جیسے ہوا میں اڑنے لگی تھی دیکھنے میں بھی یہ کسی ہوائی جہاز کی طرح ہی تھی۔ شاندار اور بڑی بڑی آرام دہ سیٹیں اور شیشوں والی کھڑکیاں ہر چیز بہت زبردست تھی اور چلتے ہوئے محسوس تک نہ ہوتا تھا کہ ٹرین چل رہی ہے اتنی سموور فتار تھی کہ یوں لگتا تھا جیسے چل ہی نہ رہی ہو پر باہر کے بدلتے مناظر پلک جھپکتے ہی دل رہے تھے جس سے رفتار کا پتا چلتا تھا۔ ٹرین کے اندر کچھ ہی لوگ تھے کو فاصلے سے بیٹھے تھے یہ سب کچھ زیبا کے لئے بہت ہی حیران کن اور خوفزدہ کرنے والا تھا خیر مرتا کیا نہ کرتا کے مترادف زیبا دل مضبوط کیے بیٹھی رہی اسے پاس اور کوئی آپشن بھی تو نہیں تھا۔

اسوقت زیبا کی ذہنی کیفیت بڑی عجیب تھی زندگی کتنی عجیب شے ہے اسے آج معلوم ہوا تھا۔ یہ تمام مناظر جو وہ اس وقت دیکھ رہی تھی کسی انگلش فلم کے منظر معلوم ہو رہے تھے۔ ایسی ٹرینیں' ایسے لوگ اور باہر کے مناظر سب زیبا نے اکثر انگلش فلموں میں کئی بار دیکھے تھے۔ اسے یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کوئی فلم دیکھ رہی ہے اور اس فلم کا ہی کائی کردار ہے۔ وہ اس وقت بلو جینز اور بلیک اوور کوٹ پہنے ہوئے تھی اور کسی انگلش فلم کی ہیروئین ہی لگ رہی تھی رنگ گورا چٹا اور بال اور آنکھیں بھوری تھیں اس لئے کوئی بھی اسے اس لباس میں دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ یورپین نہیں ہے۔ پہلے وہ باہر جاتے ہوئے شلوار قمیض پہنتی تھی تو لوگ اسے عجیب نظروں سے دیکھتے تھے پھر اس نے اپنا لباس بدلا تو اسے لوگوں کی مشکوک نظروں سے نجات ملی۔ اب وہ کہیں بھی جاتی لوگ اسے اس طرح نوٹ نہ کرتے تھے۔

ٹرین پچھلے چار گھنٹوں سے مسلسل چل رہی تھی اور اس دوران صرف دو بار رکی تھی اور وہ بھی چند منٹوں کے لئے اور صرف چند لوگ اور اس میں سوار ہوئے تھے۔ زیبا نے اپنی سیٹ لمبی کر لی تھی اور اب وہ ٹانگیں لمبی کر کے آرام سے بیٹھی باہر دیکھ رہی تھی۔ کتنا خوبصورت ملک ہے کتنا صاف اور پر سکون لوگ بھی کتنے اچھے اور پڑھے لکھے ہیں اسٹیشنز بھی چمکتے دمکتے سب کچھ کتنا اچھا ہے کاش میرے لئے بھی یہاں سب کچھ اچھا ہوتا! اس نے ایک سرد آہ لے کر سوچا۔ یہ سب کچھ کتنا دل آویز تھا پر زیبا کا دل بے حد اداس تھا۔ باہر کے مناظر چاہے کتنے ہی حسین کیوں نہ ہوں جب دل میں ہی خوشی نہ ہو تو دنیا کی ہر شے بیکار ہو جاتی ہے۔ جب دل میں سکون اور اطمینان نہ ہو تو مایا چاہے کسی بھی شکل میں ہو انسان کو خوش نہیں کر سکتی۔ جب دل دکھوں سے بھرا ہو تو چاہے سامنے کتنے ہی حسین منظر ہوں انسان کا دل نہیں بہلا سکتے۔ زیبا کا دل جس طرح دکھی تھا وہ کسی بھی طرح یہ سب دیکھ کر بھی اسے سراہنے سے عاری تھا۔ وہ یہ سب خالی خالی آنکھوں سے تکے جاتی تھی اس کی آنکھیں تو یہ سب تکتی تھی مگر دل کسی بھی جذبے سے خالی تھا۔

''تم اور میں مل کر پورے یورپ کی سیر کریں گے۔ میں نے تو کئی بار پورا یورپ دیکھا ہے پر تم آؤ گی تو ایک بار پھر ہم دونوں پورا یورپ گھومیں گے اور تم حیران رہ جاؤ گی میں تمہیں ایسی ایسی جگہ دکھاؤں گا کہ جو تم نے کبھی ٹی وی میں بھی نہ دیکھی ہوں گی۔۔۔''

سلطان کے کہے ہوئے یہ الفاظ آج بھی زیبا کی سماعتوں میں کہیں گونج رہے تھے۔ ہاں یہ سلطان ہی کی وجہ سے آج میں یورپ گھوم رہی ہوں زیبا نے طنزیہ انداز میں ہونٹ کو بائیں جانب جنبش دی اور سر جھٹک کر دوسری جانب دیکھنے لگی۔

یہ کیسا سفر تھا کہ جس سفر کے اس نے کبھی خواب دیکھے تھے اور خوابوں میں کسی ہمسفر کا ساتھ تھا آج وہ یہ سفر تو کر رہی تھی مگر اس کا ہمسفر اسے بیچ راستے میں کہیں چھوڑ گیا تھا اور یہ کٹھن سفر اب اسے تنہا ہی کرنا تھا۔ جس کا دامن پکڑا تھا وہ دامن جھٹک کے الگ ہو گیا تھا اور وہ بیچ منجدھار کھڑی رہ گئی تھی۔ کیا ایسا ہوتا ہے جیون ساتھی؟ جو کبھی بھی چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ اور اگر ایسا ہی ہوتا ہے تو کیوں ہم لڑکیاں لڑکپن سے ہی ایک جیون ساتھی کے خواب بننے لگتی ہیں؟ کیوں ہم ایک پیارے سے گھر کی تمنا کرتی ہیں؟ کیوں ہم سوائے اس کے کہ کسی دن کسی کی دلہن بنیں گی اور کچھ بننے کی کوشش نہیں کرتیں؟ کیوں؟ آخر کیوں؟ وہ سیٹ کے بازو پر ناخن زور زور سے رگڑ رہی تھی۔ ہاں اس لئے کہ ہمیں سوائے اس کے کچھ اور کرنے کی اجازت جو نہیں ہے۔ ہمارے معاشرے میں بس لڑکی کو واجبی سی تعلیم دلا کر گھر بیٹھا دیا جاتا ہے' گھر کے سب کام سکھائے جاتے ہیں جھاڑو یوں لگاتے ہیں روٹیاں یوں پکاتے ہیں' سسرال میں جا کر سب کی خدمت کرنی ہے اور شوہر کی ہر بات چاہے وہ غلط ہو یا صحیح من وعن ماننی ہے۔ لڑکی کو کل کو

سسرال جانا ہے اس کی عادتیں نہ بگاڑو اسے اتنا نہ پڑھاؤ کہ کل کو اس کے لئے رشتہ ڈھونڈنا مشکل ہو جائے۔ یہ سب وہ باتیں ہیں جو ہمارے معاشرے میں لڑکیوں کی تربیت کا کریکٹیر یا ہے۔ سب سے پہلے وہ اپنے گھر میں ایک فرد ایک انسان کی حیثیت سے نہیں ایک لڑکی اور ایک عورت کی حیثیت سے پروان چڑھائی جاتی ہے۔ پھر اگلے گھر بھیج دی جاتی ہے۔ نہ تو اپنے گھر میں جہاں وہ پیدا ہوتی ہے اور نہ ہی اگلے گھر میں اسے ایک انسان کی حیثیت ملتی ہے۔ ہر کوئی چاہے وہ باپ ہو بھائی ہو شوہر ہو یا بیٹا کوئی بھی اسے انسان نہیں صرف عورت ہی سمجھتا ہے۔ عورت جو مرد کے حکم کی غلام ہے جو مرد چاہتا ہے اسے وہی کرنا پڑتا ہے۔ ساری عمر صرف مرد بدلتے رہتے ہیں جیسے کسی ملک کے حکمران بدلتے ہیں اور رعایا وہی رہتی ہے۔

اٹھارہ سال ایک ہی گھر ایک ہی جگہ رہنے والی لڑکی جس نے کبھی اکیلے گھر سے قدم تک نہ نکالا تھا آج تن تنہا یورپ میں ٹھوکریں کھا رہی تھی۔ اس کے کبھی وہم و گمان میں بھی نہ آیا تھا کہ وہ یوں اکیلی بھی زندہ رہ سکتی ہے۔ یہ سفر جیسے پل صراط پار کرنے کے مترادف تھا اور وہ کسی اجنبی منزل کی گامزن تھی جس کا اسے کوئی آئیڈیا بھی نہ تھا۔ سوچوں میں گم وہ مسلسل باہر دیکھ رہی تھی مناظر بہت تیزی سے بدلتے جا رہے تھے' جونہی منظر بدلتا ساتھ ہی زیبا کی فکر بھی بدل جاتی۔ جب سفر شروع ہوا تھا تو ٹرین بہت سے شہروں سے گزری تھی پھر گاؤں اور قصبے آئے اور گزر گئے۔ اب ٹرین پہاڑوں اور جنگلوں سے گزر رہی تھی۔ زیبا کا دل بیٹھا جا رہا تھا جانے وہ کہاں جائے جا رہی تھی۔ اتنے گھنٹے ہو گئے تھے اور سفر تھا کہ ختم ہونے کا نام ہی نہ لے رہا تھا۔ اس کے دل میں ہول اٹھ رہے تھے کہ جانے ٹرین دنیا کے کس کونے پر جا کر رکے گی۔ اتنے تیز رفتار ہونے کے باوجود سفر تھا کہ ختم ہی نہ ہو رہا تھا۔ اب پہاڑی علاقہ بھی پیچھے رہ گیا تھا اور کھڑکیوں پر دھند سی چھانے لگی تھی۔ زیبا کو سخت گھبراہٹ ہونے لگی تھی اس نے ہاتھ بڑھا کر کھڑکی کے شیشوں کو صاف کیا تو اسے پتا چلا کہ باہر برفباری ہو رہی تھی۔ اچانک ایک عجیب سی لہر اس کے تھکے ہوئے چہرے پہ لہرائی اسے کتنا شوق تھا اسنو فال دیکھنے کا۔ اس نے سوچا زندگی بھی کتنے عجیب لمحوں میں انسان کو وہ چیز دیتی ہے جب اس کی ضرورت ہوتی ہے نہ تمنا' وہ چیز جس کے لئے انسان آرزو کرتا ہے اس کے لئے دعائیں کرتا ہے اور اسے پانے کی جستجو کرتا ہے اور جب زندگی وہ چیز دیتی بھی ہے تو اس کی کوئی بھی وقعت نہیں رہتی جس وقت ضرورت اور آرزو ہو اگر تب وہ چیز نہ ملے تو بعد میں اس کے حاصل ہونے سے بھی وہ تشنگی وہ پیاس وہ کمی رہ جاتی ہے جو کبھی نہیں جاتی۔ اسے یاد تھا کہ اس نے کئی بار باپ سے فرمائش کی تھی سنو فال دیکھنے جانے کی اور پھر سلطان نے بھی اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے ضرور اسنو فال دکھانے لے کے جائے گا پر یہ خواہش کہیں اندر دم توڑ چکی تھی اور آج وہ یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی مگر خوشی کا کوئی احساس اسے اپنے اندر محسوس نہ ہوا تھا۔ آج یہ سب اس کے لئے بیکار تھا یہ گرتی ہوئی برف بھی اس کے دل میں لگی آگ کو بجھا نہ سکتی تھی اس کے دل کے زخموں کو مندمل نہ کر سکتی تھی۔ کبھی اس نے یہ آرزو کی تھی کہ وہ یہ سب اپنی فیملی کے ساتھ انجوائے کرے گی اور آج وہ اکیلی یہ سب چاہتے ہوئے بھی سراہ نہ سکتی تھی۔ اے کاش کے اس کی فیملی ساتھ ہوتی تو یہ سفر زندگی کا حسین ترین سفر ہوتا' اگر صرف اس کی بہنیں ہی ساتھ ہوتیں تو تینوں مل کر کتنا مزہ کرتیں۔ رہ رہ کر اسے افسوس ہو رہا تھا کہ وہ یہاں اکیلی کیوں ہے۔ یہ حسین و دلکش نظارے اس کی تنہائی کو مزید بڑھا رہے تھے اور تنہائی کا احساس اسے کچوکے بھر رہا تھا اور وہ یہ سب خاموشی سے سہے جا رہی تھی وہ تنہائی کی قیدی تھی جسکی فریاد سننے والا بھی کوئی نہ تھا۔

☆☆☆☆

آٹھ گھنٹے گزر چکے تھے اور ٹرین اب اپنی منزل پر پہنچنے والی تھی مسافروں کو اس دوران کھانے کو بھی دیا گیا تھا۔ تمام مسافر اپنا اپنا سامان اٹھا رہے تھے کچھ دیر بعد ٹرین ایک اسٹیشن پر جا رکی تھی۔ ٹرین سے دس بارہ لوگ باہر آئے تھے جن میں زیبا اور وہی خواتین بھی تھیں۔ کچھ ہی دیر میں وہ اس کی آنکھوں سے اوجھل ہوگئی تھیں۔ میڈم نے زیبا کو ایک کارڈ دیا تھا جس پر اس سنٹر کا پتا لکھا تھا جہاں اب زیبا کو بھیجا گیا تھا۔ یہ اس سفر کا سب سے کٹھن مرحلہ تھا کیونکہ اب اسے کوئی کیب لینی تھی اور بالکل تنہا سفر کرنا تھا۔ ایک اجنبی ملک میں کسی اجنبی ٹیکسی ڈرائیور کے ساتھ کسی انجانی اور ان دیکھی منزل کی طرف جانا اسے آگ کے سمندر کو پار کرنے جیسا لگ رہا تھا۔ اسٹیشن پر جتنے لوگ اترے تھے اب بھی ادھر ادھر جا چکے تھے صرف دو تین لوگ تھے جو پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے گھور رہے تھے۔ سناٹا بڑھتا جا رہا تھا اور زیبا کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا وہ اپنی دل کی دھڑکن اپنے کانوں میں گونجتی ہوئی محسوس کر رہی تھی۔ دل کی دھڑکنوں کو قابو میں کرتے ہوئے اس نے زیر لب اللہ کا نام ”یا ولی یا ولی“ پڑھنا شروع کر دیا۔ چند سیکنڈ اس نے باہر کے راستے کی طرف دیکھا اور پھر اپنے بیگ کا ہینڈل مضبوطی سے تھام کر باہر کی طرف چل دی۔ اوقت شام ہوچکی تھی اور رات کے سائے بڑھتے جا رہے تھے اس کا ننھا سا دل بیحد ڈرا ہوا تھا۔ وہ تیزی سے اسٹیشن سے باہر آئی اور سامنے روڈ پر اسے ایک ٹیکسی نظر آئی جو شاید آخری ٹیکسی ہی رہ گئی تھی کیونکہ اس کے بعد ٹرین ایک دن بعد ہی اس اسٹیشن پر رکتی تھی اور اس کے بعد کوئی اور ٹیکسی بھی میسر نہ ہوتی۔ باہر بھی کوئی نہ تھا سڑکیں ویران اور سنسان تھیں۔ دل میں عجیب سے وسوسے پیدا ہو رہے تھے پتا نہیں کیب والا آدمی کیسا ہو کہیں مجھے کہیں اور نہ لے جائے یہاں تو نہ کوئی مجھے جانتا ہے اور نہ میں کسی کو اور نہ ہی مجھے راستے کا کچھ پتا ہے۔ یہاں تو کوئی ایسا بھی نہیں ہے جو میرے گم ہونے پر میرے گھر والوں کو اطلاع کرے۔ اف میں یہ کس مصیبت میں گرفتار ہوگئی ہوں نہ آگے جانے کا حوصلہ ہے نہ پیچھے جانا میرے لئے ممکن ہے۔ زیبا اسی ادھیڑ بن میں کھڑی سوچ رہی تھی کہ ٹیکسی میں بیٹھے ڈرائیور نے زیبا کی طرف دیکھا زیبا بھی اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ اس کا کام ہوگیا ہے وہ ٹیکسی روڈ کے اس طرف لا کر زیبا کے بالکل سامنے آگیا۔

”ہیلو۔۔میڈیم آپ کو ٹیکسی چاہیے؟۔“

وہ زیبا کو گم سم دیکھ کر خود ہی بول پڑا۔ زیبا جو کافی پریشان تھی اسے دیکھ کر کچھ اور کنفیوز ہوگئی تھی۔

”آپ کو ٹیکسی چاہیے یا آپ کسی کا ویٹ کر رہی ہیں؟۔“

کوئی جواب نہ پا کر وہ پھر سے پوچھنے لگا۔

”ہاں چاہیے تو۔۔“

وہ کچھ سوچ کر بولی پھر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

”آپ کو جانا کہاں ہے؟۔“

اس نے گاڑی سے سر باہر نکال کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ زیبا نے ہاتھ میں پکڑا ہوا کارڈ اس کی طرف بڑھا دیا وہ لائیٹ جلا کر کارڈ کو پڑھنے لگا۔ تبھی زیبا نے اسے غور سے دیکھا وہ مڈل ایج کا شخص تھا رنگ صاف تھا اور جانے کیوں زیبا کو یوں لگا جیسے وہ اسے پہلے بھی دیکھ چکی ہے یا وہ کوئی

ایسا انسان تھا جو مکمل طور پر ان دیکھا نہ ہو۔ پھر اچانک زیبا کے دماغ میں اس کی ایک مدھم سی شناخت جاگی وہ شاید کوئی پٹھان تھا یا پھر پٹھانوں جیسا تھا وہ ابھی یہ سوچ ہی رہی تھی کہ

''لیس یہ تو مسئلہ ہی حل ہو گیا مجھے بھی وہیں جانا ہے' آیئے میں آپ کو بھی لے چلتا ہوں۔''

وہ ایک مخصوص انداز میں انگلش بول رہا تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ یہاں سے بیلونگ نہیں کرتا اور یہ انداز بھی کچھ جانا پہچانا سا لگتا تھا۔ اس کے جواب پر زیبا نے بے یقینی اور مشکوک نظروں سے اسے دیکھا وہ مسکرا کا زیبا کو دیکھ رہا تھا پر زیبا کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھی اور وہ یک ٹک بغیر کسی تاثر کے اسے دیکھ رہی تھی۔

''پریشان نہ ہوں میں بھی آ سائلم سیکر ہوں اس وقت چھپ کر پیسے کمانے آیا ہوں مجھے بھی سنٹر ہی جانا ہے اور میں آپ کو آدھے کرایے پر لے جاؤں گا کیا نکہ میں نے بھی تو وہیں جانا ہے۔''

وہ ٹوٹی پھوٹی انگلش میں بول رہا تھا۔ پھر وہ گاڑی سے باہر نکلا اور سامان اٹھا کر گاڑی میں رکھ دیا اسے یوں پریشان کھڑا دیکھ کر وہ بولا۔

''سسٹر بیٹھ جاؤ یہاں تمہیں کوئی اور ٹیکسی نہیں ملے گی اور نہ ہی کوئی اور ٹیکسی والا تمہیں وہاں لے کر جائے گا کیونکہ سنٹر کی طرف بہت کم لوگ جاتے ہیں اور کوئی بس بھی اس طرف نہیں جاتی۔''

وہ زیبا کی طرف دیکھ کر ہمدردی سے کہہ رہا تھا۔ اس کی باتوں سے وہ یہ تو جان گئی تھی کہ وہ کوئی پٹھان یا افغانی ہے پر ہے مسلمان' چلو کسی غیر مسلم پر اعتبار کرنے سے بہتر ہے کہ کسی مسلمان پر اعتبار کر لیا جائے۔ زیبا نے ہمت کی اور گاڑی میں بیٹھ گئی گاڑی اب کافی تیزی سے چل رہی تھی۔

''آپ افغانی ہو یا ایرانی؟۔''

اس نے مڑ کر پیچھے دیکھتے ہوئے زیبا سے پوچھا۔

''پاکستانی۔''

زیبا نے بتایا۔

''پاکستانی۔۔پاکستان......''

☆☆☆☆

وہ یہ کہہ کر کالج کے لئے چلا گیا تھا اور پھر گھر میں بس شگفتہ ہی رہ جاتی تھیں۔ زیب بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ واپس آجائے کیونکہ بھائیوں میں وہ سب سے چھوٹا تھا اور زیبا کا بہت لاڈلا تھا جب زیبا کی کوئی اطلاع نہیں ملی تھی وہ چھپ چھپ کر روتا تھا اور یہ دعا کرتا تھا کہ وہ جلدی سے بڑا ہو جائے اور اپنی بہن کے ساتھ ہونے والے تمام مظالم کا بدلہ چکا سکے۔ اسے اپنی بہن سے بہت پیار تھا اور اس کی کمی کو وہ بہت زیادہ محسوس کرتا تھا۔ اسے لگتا تھا کہ اس کی شادی کر کے اس کے ماں باپ نے اچھا نہیں کیا تھا۔ پر وہ ابھی بہت چھوٹا تھا یہ نہ جانتا تھا کہ ماں باپ اپنے بچوں سے کس قدر پیار کرتے ہیں وہ اپنی اولاد کو دکھی نہیں دیکھ سکتے یہ تو ان کی مجبوری ہوتی ہے کہ بیٹیوں کو بیاہنا ہی پڑتا

ہے وہ ان کو گھر میں بٹھا کر تو نہیں رکھ سکتے۔ انہوں نے تو سب کچھ زیبا کی خوشی سے کیا تھا اور اس کے بہتر مستقبل کے لئے۔ وہ کیا جانتے تھے کہ سب کچھ ٹھیک نظر آنے والا ایک دن غلط ہو جائے گا پر جو قسمت میں لکھا ہو وہ کون بدل سکتا ہے۔ اب تو بس یہی ہو سکتا تھا کہ تینوں بھائی جلد سے جلد اپنے پیروں پر کھڑے ہو جائیں اور ان کے دن پھر جائیں وہ خود کو اس مقام پر لے جائیں کہ کوئی بھی ان کو کسی طرح بھی کمتر نہ سمجھ سکے۔

☆☆☆☆

اگلے دن زیبا کی آنکھ کھلی تو وہ کافی کمزوری محسوس کر رہی تھی اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ جانے کب سے بیمار ہو اور جیسے اس میں اٹھنے کی بھی طاقت نہیں ہے۔ وہ ادھ کھلی آنکھوں سے اپنے گرد و پیش کو تکنے لگی گزشتہ دن کا سفر اور اس سفر کی تھکان وہ آج بھی اپنے پورے وجود میں محسوس کر سکتی تھی۔ اس کا پورا وجود جیسے کسی ایسی تھکن کا شکار تھا جو اس نے پہلے کبھی محسوس نہ کی تھی۔ آنکھیں ایسے بوجھل تھیں جیسے ان پر کسی نے منوں وزن رکھ دیا ہو۔ اس نے سامنے والے بیڈ پر نظر ڈالی وہ خالی تھا زیبا کو بہت شدید بھوک لگ رہی تھی تبھی بیل کی آواز آئی زیبا نے اپنی گھڑی میں ٹائم دیکھا تو دوپہر کا ایک بج رہا تھا' اوہ میں کتنی دیر تک سوتی رہی ہوں زیبا نے سوچا اور پھر جلدی سے بیڈ سے اٹھی اور واش روم میں فریش ہونے چلی گئی۔ باہر آ کر اس نے شوز پہنے اور پھر کمرے سے باہر آ گئی اس وقت یہاں کا منظر رات سے کافی مختلف تھا ہر طرف چہل پہل تھی بہت سے لوگ ادھر ادھر آ جا رہے تھے۔ اور یہ جاننے کے لئے کہ کچن کس طرف ہے زیبا کو کوئی مشکل نہ ہوئی کیونکہ کھانے کی خوشبو ہی راستے کا پتا بتا رہی تھی۔ تھوڑی ہی دور سامنے کی طرف ایک بہت بڑا ڈائننگ حال تھا جس میں بہت سے لوگ کھا پی رہے تھے اور باتیں بھی کر رہے تھے۔ زیبا نے ان کی طرف دیکھا بہت سے لوگ اونچا اونچا ہنس رہے تھے اور اسے یوں لگا جیسے وہ کتنے ہی دنوں بعد یہ آوازیں سن رہی ہو جیسے کتنے ہی دن بعد اسے لگا تھا کہ وہ ابھی بھی زندہ ہے اور زندہ لوگوں میں رہ رہی ہے اور زندگی آج بھی اس کے ساتھ ہے۔ زیبا ایک نظر انہیں دیکھ کر کاؤنٹر کی طرف گئی اور وہاں سے کافی کا ایک کپ اور کھانے کے لئے انڈا' بریڈ اور بٹر لیا اور قریبی ٹیبل پر بیٹھ گئی۔ اسے اتنی بھوک لگی تھی کہ وہ سب کچھ ختم کرنے کے بعد ایک بار پھر کاؤنٹر پر گئی اور دوبارہ بسکٹ لے کر کچھ کھا لئے اور کچھ اپنے کوٹ کی پاکٹ میں رکھ لئے۔ وہ خاموشی سے بیٹھ کر کافی پی رہی تھی اور لوگوں کو دیکھ رہی تھی جو اپنی ہی دنیا میں مگن تھے زیبا کو یوں لوگوں میں بیٹھنا بہت اچھا لگ رہا تھا چاہے وہ انکو نہیں جانتی تھی اور نہ ہی وہ اسے پر یوں ان کی نہ سمجھ آنے والی باتیں اور قہقہے زیبا کو زندگی کا احساس دلا رہے تھے وہ زندگی جو وہ بہت پیچھے چھوڑ آئی تھی۔ وہ زندگی بالکل ویسے ہی چل رہی تھی جیسے ہمیشہ سے چلتی آ رہی تھی۔ یہ سب کچھ زیبا کے لئے کافی تسلی بخش تھا ناشتے کے بعد زیبا واپس کمرے میں آ گئی تھی اس نے اپنا سامان کھولا اور کچھ ضرورت کی چیزیں نکال کر الماری میں رکھ لیں پھر وہ کمرے میں موجود کھڑکی کی طرف متوجہ ہوئی وہ قریب آئی اور کھڑکی کو کھولا باہر کا منظر زیبا کو حیران کر گیا تھا یہ بلڈنگ کے پیچھے کا منظر تھا جو دل دہلا دینے والا تھا۔ دور حد نگاہ تک پھیلا ہوا وسیع و عریض جنگل جہاں سے مختلف قسم کے پرندوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ زیبا کو یوں لگا جیسے وہ کوئی اور ہی دنیا دیکھ رہی ہو۔ یہ بالکل ایسا جنگل تھا جیسا جن بھوتوں کی کہانیوں میں ہوتا ہے جہاں کسی جن نے ایک پری کو کسی محل میں قید کر کے رکھا ہوتا ہے اور وہ پری یوں ہی کھڑکی میں کھڑے ہو کر اپنے لئے کسی شہزادے کا انتظار کرتی ہے کہ وہ آئے اور اسے یہاں سے پریوں کے دیس میں لے جائے۔ کاش! زندگی بھی اتنی ہی آسان اور خوبصورت ہوتی جتنی کہانیوں میں ہوا کرتی ہے۔ مگر حقیقت میں ایسا کچھ نہیں ہوتا زندگی

کی بہت سی سچائیاں ڈرا دینے والی ہوتی ہیں۔ جنگل کا یہ منظر مسحور کن ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت پراسرار بھی تھا زیبا وہیں کھڑی اس جنگل کو تکے جارہی تھی اس منظر نے جیسے زیبا کی آنکھوں کو جکڑ لیا تھا۔ وہ خود تنہائی کے جس جنگل میں پھنس چکی تھی اسے یہ جنگل ویسا ہی ویران اور وحشت زدہ لگ رہا تھا جیسے اس کے دل کی ویرانی اور تنہائی تھی ویسے ہی اس جنگل کی ویرانی اور تنہائی تھی۔ یہ خاموش وحشتیں جگا رہی تھیں جس کو وہ چاہ کر بھی اگنور نہیں کرسکتی تھی۔ عجیب دوغلا پن ہے اس ملک میں ویسے تو گورنمنٹ کوئی کسر نہیں چھوڑتی پناہ گزینوں کو سہولتیں فراہم کرنے میں مگر اس طرح اتنی دور جنگل بیاباں بانوں میں ایسے دکھی لوگوں کو رکھنا ان کی تنہائی اور اذیت میں اضافے کے برابر ہے' وہ دل ہی دل میں سوچ رہی تھی۔ ایک تو انسان کے اندر کی تنہائی ہے اور دوسری طرف یہ باہر کی تنہائی جب اندر باہر تنہائی ہی ہوگی تو جینا اور بھی مشکل ہوجاتا ہے۔ انسان کے اندر کا شور اسے ایسی تنہائی میں اور بھی زیادہ سنائی دینے لگتا ہے اور اسے دبانا اور بہلانا اور بھی مشکل ہوجاتا ہے۔ یونہی کھڑکی میں کھڑے زیبا جانے کب تک اس جنگل کو دیکھتی رہی' خاموشی' ویرانی' احساس تنہائی' دل میں دکھوں کا سمندر اور باہر وحشت بھرا جنگل۔

☆☆☆☆

دوسرا دن' بارہ بجے کا وقت تھا اور ہر طرف لوگ اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ زیبا نے اپنا سامان کھولا اور اپنے کپڑے دھونے کے لئے نکالے آج واشنگ ڈے تھا اس لئے زیبا کو ہر حال میں کپڑے دھونے تھے پھر تین دن بعد ہی دوبارہ باری آنی تھی اور اسے صاف کپڑوں کی بہت ضرورت تھی۔ وہ جلدی سے کپڑے لے کر واشنگ روم میں آئی جہاں بہت سی مشینیں لگی ہوئی تھیں۔ اس نے ایک مشین میں کپڑے ڈالے اور کھڑے ہوکر انتظار کرنے لگی۔ تبھی وہاں ایک گورے رنگ کی عورت داخل ہوئی اس کے ساتھ دو بچے بھی تھے زیبا اسے دیکھ کر مسکرانے لگی وہ کوئی چھبیس سال کی عورت تھی بہت سمارٹ اور خوبصورت بھی تھی پہلے تو زیبا کو یقین نہ آیا کہ وہ اس کے بچے ہیں پر جب انہوں نے اسے ممی کہہ کر پکارا تو زیبا کو یقین آیا۔ وہ زیبا کے قریب آئی اور اسے مخاطب کیا۔

''اسلام وعلیکم' کیا تم ایرانی ہو؟''

وہ مسکرا کر پوچھنے لگی۔

''نہیں۔''

زیبا نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔

''تو؟؟''

وہ پھر سے بولی۔

''پاکستانی۔''

زیبا نے بتایا۔

''پاکستانی!''

وہ حیرانی سے بولی۔

''اکیلی ہو یا فیملی بھی ساتھ ہے۔؟''

وہ اپنے گود والے بچے کو نیچے اتارتے ہوئے بولی۔

''اکیلی ہوں۔''

زیبا نے بچے کو پیار سے چھوتے ہوئے کہا۔

''میں سمجھی تھی کہ تم ایرانی ہو' یا مسلمان ہو؟۔''

وہ بچے کا ہاتھ پکڑتے ہوئے پوچھنے لگی۔

''جی ہاں۔''

زیبا نے سر ہلا کر کہا۔

''ہاں مجھے دیکھتے ہی لگا کہ تم مسلمان ہو اور ایرانی بھی' کیونکہ تم لگتی ہو'میرا مطلب ہے کہ ایرانی لوگ بھی تمہاری طرح خوبصورت اور گورے ہوتے ہیں اس لئے۔''

وہ زیبا کو ستائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''یہ آپ کے بچے ہیں؟۔''

زیبا نے شرما کر بچوں کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''ہاں یہ دونوں میرے بچے ہیں۔''

وہ بچوں کی طرف متوجہ ہو کر بولی۔

''آپ یہاں کب سے رہ رہی ہیں؟۔''

زیبا نے پوچھا۔

''دو سال ہو گئے ہیں مجھے یہاں پر۔''

''اور آپ کے شوہر وغیرہ۔۔''

زیبا نے تفصیل پوچھی

''میں نے خلع لے لی تھی اور اب یہیں ہوں' میرا شوہر بہت شکی اور بد مزاج تھا ہر وقت مجھ پر شک کرتا تھا اور شراب پی کر مار پیٹ بھی کرتا تھا دو سال میں نے بہت برداشت کیا اور صبر کیا پر میرے چھوٹے بیٹے کی پیدائش کے بعد میں نے اس سے خلع لے لی تھی اور اب دو سال سے یہیں رہ رہی ہوں۔''

وہ سنجیدگی سے بتانے لگی۔

''اوہ بہت افسوس ہوا یہ جان کر آپ تو اتنی خوبصورت ہیں پھر بھی۔۔''

زیبا نے افسردگی سے کہا۔

''خوبصورت ہونے سے کیا ہوتا ہے اگر کوئی آپ کی قدر ہی نہ کرے اور اگر قسمت خوبصورت نہ ہو تو شکل کے اچھے یا برے ہونے سے کیا ہوتا ہے۔''

وہ سر جھٹک کر بولی۔

''بہت افسوس ہوا مجھے یہ سب جان کر۔''

زیبا نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

''پر مجھے کوئی افسوس نہیں ہے میں یہاں پر خوش ہوں آزادی سے اپنی زندگی جی رہی ہوں اپنے بچوں کے ساتھ' میرا کمرہ تیسری منزل پر ہے تم ضرور آنا میرے بچے بہت خوش ہوتے ہیں لوگوں سے مل کر وہ تمہیں بھی ضرور پسند کریں گے اور ہم بھی فرصت میں بات کریں گے ابھی تو مجھے بہت سے کپڑے واش کرنے ہیں' اچھا پھر ملیں گے۔''

وہ بچے کو اٹھاتے ہوئے بولی۔

''میں ضرور آؤں گی' آپ نے نام تو بتایا ہی نہیں۔''

زیبا نے ہاتھ ملاتے ہوئے پوچھا۔

''میرا نام نورالعین ہے تم صرف نوری کہہ لیا کرنا اور تمہارا نام کیا ہے؟۔''

وہ زیبا کو ہاتھ ملاتے ہوئے مسکرا کر بولی۔

''میرا نام زیبا ہے۔''

زیبا نے بھی ویسے ہی جواب دیا۔

دونوں ایک دوسرے کو الوداع کیا اور اپنے کاموں میں مصروف ہو گئیں۔

واشنگ روم سے کپڑے لے کر زیبا اب آئرن روم میں آ گئی تھی کچھ دیر بعد لنچ کی بیل ہو گئی اس بھوک لگ رہی تھی اس لئے جلدی سے کپڑے رکھ کر وہ ڈائننگ حال میں آ گئی تھی۔ سامنے کی ٹیبل پر وہی چار خواتین بیٹھی تھیں جو اس کے سفر کے دوران اس کی ہمسفر تھیں وہ ان کو دیکھنے لگی پھر کاؤنٹر سے کھانا لے کر بیٹھ گئی' وہ خواتین بھی مسلم تھیں کیونکہ وہ سب حجاب پہنے ہوئے تھیں۔ ان میں تین جوان سال لڑکیاں تھیں اور ایک بڑی عمر کی عورت تھی' وہ زیبا کو اپنی ماں کی نانی جیسی لگ رہی تھی جنہیں زیبا نے بچپن میں دیکھا تھا' ویسا ہی نورانی چہرہ اور سادگی اور اس عمر میں بھی وہ خوبصورت لگ رہی تھی۔ ماں کا خیال آتے ہی زیبا کا دل بھر آیا تھا اس کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں اور وہ ٹیبل پر سر جھکا کر انہیں چھپانے لگی۔ وہ بہت کوشش کرتی تھی کہ لوگوں کو دیکھ کر وہ خوش ہو اور اپنے بارے میں بھول جائے' اپنے اندر کے دکھوں کو کسی بھی طرح ابھرنے نہ دے پھر بھی وہ یہ سب

کرنے میں ناکام رہتی تھی۔ دکھ کہاں انسان کا پیچھا چھوڑتے ہیں وہ شکلیں بدل بدل کر انسان پر حاوی ہوتے ہیں کبھی کسی بھیس میں تو کبھی کسی بھیس میں انسان اس سے پیچھا چھڑانے کی لاکھ کوشش کرے وہ قبر تک اس کا تعاقب کرتے ہیں۔ زیبا نے لنچ کیا اور اپنے کمرے میں آ گئی آج تین دن ہو گئے تھے اس نے یہاں آنے کے بعد سے گھر بات نہیں کی تھی اسے معلوم تھا کہ سب پریشان ہو رہے ہوں گے اس نے کمپیوٹر روم میں جا کر میل بھی کرنی چاہی تھی پر وہاں کچھ کام ہو رہا تھا اس لئے وہ کر نہ سکی تھی۔ اس لئے وہ بہت اداس ہو گئی تھی وہ نئی سم بھی لینا چاہتی تھی تا کہ فون کرنے میں کوئی پرابلم نہ ہو پر یہاں وہ کس سے کہہ کر منگواتی، تبھی اس کو نور العین کا خیال آیا تھا۔ وہ اپنے کمرے سے اوپر کی تیسری منزل پر جا رہی تھی کہ راستے میں اسے نور مل گئی۔

''اسلام وعلیکم زیبا۔'' اس نے سکرا کر کہا

''وعلیکم اسلام۔''

زیبا نے بھی مسکرا کر کہا۔

''کیسی ہو زیبا؟۔''

''بالکل ٹھیک، آپ کیسی ہو؟۔''

''میں بھی ٹھیک ہوں۔''

''کہیں جا رہی ہو؟۔''

نور نے پوچھا۔

''وہ مجھے میل کرنی تھی پر کمپیوٹر روم میں کچھ کام ہو رہا ہے۔''

زیبا نے بتایا۔

''ہاں ابھی کچھ دن لگ سکتے ہیں کام ختم ہونے میں۔''

نور نے مزید بتایا۔ زیبا پریشان ہو کر سوچنے لگی۔

''اگر زیادہ ضروری ہے تو یہاں پہلی منزل پر ایک آدمی کے پاس کمپیوٹر ہے تم وہاں سے کر لو۔''

نور اس کی پریشانی بھانپ کر بولی۔

''مگر میں تو یہاں کسی کو نہیں جانتی۔''

زیبا نے مایوسی سے کہا۔

''کوئی بات نہیں تم اس سے کہنا کہ مجھے نور نے بھیجا ہے وہ تمہیں کچھ دیر اپنا کمپیوٹر استعمال کرنے دے۔ اس کا کمرہ نمبر ۱۷ ہے میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں تم میل کر کے آ جانا پھر بیٹھ کر باتیں کریں گے۔''

وہ مسکرا کر کہتے ہوئے اوپر کی طرف چلی گئی۔

زیبا کچھ کنفیوز سی کھڑی دیکھتی رہی اور پھر یہ سوچ کر کے سب پریشان ہوں گے نیچے کی طرف چل دی۔ نیچے کی منزل پر آ کر زیبا نے ادھر ادھر نظر دوڑائی لان کے اس طرف کمرہ نمبر نظر آیا۔ وہ لان میں سے گزرنے لگی تبھی اسے محسوس ہوا کہ ہلکی ہلکی بارش ہو رہی ہے وہ اس کی پرواہ کیئے بغیر جلدی سے گزرتی چلی گئی اور دل ہی دل میں دعا کر رہی تھی کہ ہر حال میں آج گھر والوں سے رابطہ ہو جائے' اور اب وہ اس کمرے کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے چند سیکنڈ اپنی پھولی ہوئی سانس کو بحال کیا اور پھر ہلکے سے دستک دی اسے یوں کسی اجنبی سے مدد لینا اور وہ بھی یوں اس کے کمرے میں جانا بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا پر کیا کرتی کہ اسے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

دوسری ہی دستک پر دروازہ کھل گیا اور ایک مڈل ایج کا آدمی آنکھیں نکالے زیبا کو تکنے لگا۔ زیبا کو سامنے دیکھ کر وہ سکتے کی سی کیفیت میں مبتلا ہو گیا تھا۔

''وہ۔ وہ مجھے میل کرنے تھی۔ مجھے نور نے بھیجا ہے۔ وہ وہ کمپیوٹر روم میں کام ہو رہا ہے۔۔''

یہ دیکھ کر زیبا مزید کنفیوز ہو گئی تھی اور اس کی سانس ابھی تک بحال نہ ہوئی تھی اس نے گھبرائے ہوئے انداز میں اپنا مدعا بیان کیا۔

''اوہ پلیز کم ان میں ابھی کمپیوٹر ہی چلا رہا تھا آؤ تم نے جو بھی کرنا ہے میرا مطلب ہے میل پینڈنگ آرام سے کر لو مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔''

وہ جیسے چونک کر بولا اور پھر دروازے سے ہٹ کر ہاتھ کے اشارے سے زیبا کو اندر آنے کے لئے کہا۔

زیبا کچھ دیر سوچنے کے بعد اندر آ گئی تھی۔

''ارے آپ کے کپڑے گیلے ہو گئے ہیں یہ لیں ٹاول خشک کر لیں کہیں ٹھنڈ نہ لگ جائے۔''

اس نے جلدی سے تولیا زیبا کی طرف بڑھا کر کہا۔ زیبا نے جھجکتے ہوئے تولیا اس کے ہاتھ سے لیا اور کوٹ پر سرسری سا پھیر کر اسے واپس کر دیا۔

''شکریہ۔''

زیبا نے سنجیدگی سے کہا۔ اس نے تولیا لے کر بیڈ پر پھینک دیا اور پھر کرسی کھینچ کر زیبا کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''اسے اپنا ہی کمپیوٹر سمجھیں اور جب تک چاہیں استعمال کریں۔''

وہ مسکرا کر کہنے لگا۔

زیبا جلدی سے اپنا اکاؤنٹ کھول کر میل چیک کرنے لگی گھر سے بہت سی میلز آئی ہوئی تھیں سب میں یہی لکھا تھا کہ کہاں ہو خیریت سے ہو' رابطہ کیوں نہیں کر رہی؟۔

زیبا نے سرسری نظر تمام میلز پر ڈالی اور میل ٹائپ کی اور بتایا کہ وہ خیریت سے ہے پریشان نہ ہوں جلد ہی اپنا نمبر لے لوں گی ابھی جلدی میں ہوں کسی کے کمپیوٹر سے میل کر رہی ہوں' سب کو سلام اور پیار۔

جلدی سے میل سینڈ کی' میل پڑھتے اور لکھتے ہوئے وہ اس قدر محو تھی کہ وہ یہ بھول ہی گئی تھی کہ وہ شخص یہیں موجود ہے اور سامنے بیڈ پر بیٹھا

اسے ہی گھور رہا ہے۔ میل سینڈ کر کے جونہی زیبا نے نظر ہٹائی تو وہ یہ دیکھ کر چونک پڑی کہ وہ سامنے بیٹھا بہت بری نظروں سے اسے تک رہا تھا۔ زیبا جلدی سے کرسی سے اٹھ گئی تھی۔

''شکریہ آپ کے تعاون کا۔''

وہ بھی کھڑا ہو گیا اور سامنے کی طرف جھک کر سرگوشی کے انداز میں بولا۔

''تھوڑی دیر رک جاؤ باتیں کرتے ہیں پھر چلی جانا۔''

وہ اچانک زیبا کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ زیبا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

''تم بہت خوبصورت ہو اکیلی رہتی ہو یہاں' کب سے رہ رہی ہو میں نے تو تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔''

وہ اور قریب آتے ہوئے بولا۔ زیبا کو ایسے رویہ کی بالکل توقع نہ تھی اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی تھیں وہ بہت گھبرا گئی تھی اسے قریب آتا دیکھ کر زیبا کی تو ہوائیاں اڑ گئی تھیں۔

''دور ہٹو مجھ سے دور رہو۔''

زیبا نے بوکھلا کر کہا۔

''تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ میں اکیلا ہوں بہت اکیلا۔۔''

وہ ڈھٹائی سے بولا اور زیبا کے مدمقابل آ گیا۔

''راستہ چھوڑو میرا۔''

زیبا نے غصے سے لال پیلے ہوتے ہوئے کہا۔

''تم بہت خوبصورت ہو میں نے اپنی زندگی میں تم سے زیادہ حسین لڑکی نہیں دیکھی' پلیز رک جاؤ نا۔''

وہ منتیں کرنے والے انداز میں بولا اور کچھ اور آگے بڑھا جونہی وہ زیبا کے بالکل قریب آیا زیبا نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اسے ایک زور دار دھکا دیا اور وہ بیڈ پر جا کر گرا' زیبا نے بجلی کی سی تیزی سے دروازہ کھولا اور باہر کی طرف دوڑ لگا دی وہ اتنا تیز دوڑی جتنا وہ دوڑ سکتی تھی اور ایک بار بھی پلٹ کر نہ دیکھا اس نے دس منٹ کا فاصلہ چار منٹ میں ہی طے کر لیا تھا وہ تیزی سے اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آئی اور کنڈی لگا کر بیڈ پر جا گری اس کا سانس بری طرح سے پھول گیا تھا۔ وہ اب ہانپ رہی تھی کتنی ہی دیر وہ سانس بحال کرتی رہی پھر جب سانسوں کا طوفان رکا تو آنسوؤں کی برسات شروع ہو گئی اس نے سوچا بھی نہ تھا کہ اس جگہ بھی ایسے لوگ ہیں جو خود سے آسرا دوسروں کے محتاج ہیں پھر بھی ایسے کاموں سے باز نہیں آتے۔ مردوں کے خلاف زیبا کے دل میں شدید نفرت جاگ اٹھی تھی اسے مردوں کی فطرت سے گھن آنے لگی تھی ہر مرد ایک ہی جیسا ہوتا ہے سب مرد ایک جیسے ہوتے ہیں اس نے کئی بار سنا تھا پر اس کی سمجھ میں کبھی یہ بات نہ آتی تھی پر آج وہ یہ بات بہت اچھے سے جان گئی تھی۔ وہ بیڈ پر لیٹے سرخ آنکھوں سے سامنے کی دیوار کو گھور رہی تھی اور اس کی آنکھیں گرم گرم آنسو اس کے گلابی گالوں پر گرا رہی تھیں۔ اس کی آنکھوں سے نفرت اور

وحشت جھلک رہی تھی اور وہ آواز اسے کچوکے لگا رہی تھی وہ آواز جس سے اسے شدید نفرت تھی وہ آواز جو دن رات اس کی سماعتوں سے ٹکراتی رہتی تھی زیبا لاکھ اس سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کرتی مگر وہ آواز اس کے ذہن کے کسی نہاں خانے سے ابھر آتی تھی۔۔

''تم بہت خوبصورت ہو۔۔تم بہت خوبصورت ہو۔۔۔''

یہ الفاظ زیبا کے دل میں کسی کانٹے کی طرح چبھ رہے تھے زیبا کی نظروں کے سامنے وہ مناظر پھر سے گھومنے لگے تھے جنہیں وہ ہمیشہ کے لئے بھول جانا چاہتی تھی۔

''تم بہت خوبصورت ہو واقعی بہت زیادہ اور معصوم بھی! جب میں نے تمہیں بارات پر اسٹیج کی طرف آتے ہوئے دیکھا تھا تو میرے دل کی دھڑکنیں اتنی تیز ہوگئی تھیں کہ مجھے لگا جیسے میرا دل سینے سے باہر ہی آجائے گا' مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ مجھے اتنی اچھی بیوی مل گئی ہے بالکل پرفیکٹ جیسی لوگ ڈھونڈتے ہیں' خوبصورت' اسمارٹ' پڑھی لکھی' خوش اخلاق کیا نہیں ہے تم میں۔ پتا ہے لوگوں کی تو آنکھیں ہی پھٹ گئی تھیں تمہیں دیکھ کر میرے تمام رشتے دار اور دوست تو تعریفیں نہیں کرتے تھکتے۔کسی نے سوچا بھی نہیں تھا کہ مجھے دوسری بیوی اتنی اچھی ملے گی اور وہ بھی اتنی آسانی سے۔''

وہ سامنے بیٹھا تعریفوں کے پل باندھ رہا تھا اور زیبا شرماتے ہوئے سر جھکائے بیٹھی تھی۔

''کیا آپ کی پہلی بیوی بھی بہت خوبصورت تھی؟۔''

زیبا نے معصومیت سے پوچھا۔

''نہیں وہ تو عام سی شکل اور جسامت کی سانولی سی عورت تھی بس میں ہی اس کے عشق میں اندھا ہوگیا تھا۔میں نے پورے خاندان سے لڑ کر اس سے شادی کی تھی کوئی بھی اسے پسند نہیں کرتا تھا پر میں نے کسی کی ایک بھی نہ مانی تھی۔پر شادی کی پہلی رات ہی ہماری لڑائیاں شروع ہوگئی تھیں اور پھر جب میرا بیٹا ہوا تو ہم نے ہمشہ کے لئے اپنے راستے الگ لئے تھے۔وہ مجھے سمجھ ہی نہ سکی تھی پر میں نے بھی اپنا بیٹا اس کے حوالے نہ کیا اس نے تو دوسری شادی بھی کرلی اور اب اس کے دو بچے بھی ہیں۔''

سلطان بڑے بے تاثر انداز میں اپنی نئی نویلی بیوی کو اپنی پہلی بیوی کی باتیں بتا رہا تھا' اسے اس واقعہ سے کوئی جذباتی وابستگی نہ تھی وہ بس بیوی کو کوئی قصہ پارینہ سنا رہا تھا جو اب اس کے لئے کوئی معنی نہ رکھتا تھا۔زیبا نے بھی یہ جاننے کی کوشش نہ کی کے ان کے درمیان ایسے کون سے اختلاف تھے جو لومیرج ایک بھی دن نہ چل سکی۔اس کے نزدیک اب ان باتوں کا فائدہ بھی کیا تھا۔

''تمہیں مزے کی بات بتاؤں' عامر' قادر اور میرے دوسرے دوست ہمیشہ مجھ سے ہار جاتے تھے اور میں ہمیشہ ان سے جیت جاتا تھا۔جب بھی ہم کوئی شرط لگاتے تھے وہ ہمیشہ ہار جاتے اور میں ان کی خوب کٹ لگاتا۔ایک بار تو ہم نے شرط لگائی کہ کون ہم سب دوستوں میں ایک وقت میں سب سے زیادہ لڑکیاں پٹاتا ہے اور پتا ہے کون جیتا؟۔''

وہ ہنس ہنس کر زیبا کو بتا رہا تھا اور وہ بھی معصومیت سے یہ سب سن کر ہنس رہی تھی۔

''کون؟۔''

وہ مسکرا کر پوچھنے لگی۔

''میں اور کون اور میں نے ایک نیا ریکارڈ بھی بنایا تھا ایک ہی وقت میں میں نے پوری تین لڑکیاں پٹائی تھیں وہ سب بالکل ایسے ہی حیران ہوئے تھے جیسے اس وقت تم ہو رہی ہو۔''

وہ فخریہ انداز میں اپنے کارنامے بتا رہا تھا زیبا بے یقینی سے اسے تک رہی تھی اور سوائے بے وقوفوں کی طرح ہنسنے کے اور کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

''اور اس کے بعد تو پوچھو ہی نہ کہ کیا ہوا؟۔''

وہ قہقہہ لگا کر ہاتھ ٹیبل پہ مارتے ہوئے بولا۔

''کیا ہوا؟۔''

زیبا نے بھی ہنس کر کہا۔

''اس کے بعد میرے سارے دوست لڑکیاں پٹانے کے لئے مجھ سے مشورے لینے لگے اور اب تک میں ہی ان کا گرو ہوں۔''

زیبا اور سلطان ڈنر کے لئے ایک ریسٹورانٹ میں بیٹھے تھے تبھی سلطان اسے اپنے کرتوت فخریہ انداز میں بتا رہا تھا۔ اس کے خلاف توقع زیبا نے کسی ردعمل کا اظہار نہ کیا تھا بلکہ یہ سب سن کر ہنستی رہی تھی جس سے سلطان نے یہ اچھے سے سمجھ لیا تھا کہ وہ نہ صرف کم عمر اور ناتجربہ کار ہے اور تو اور بالکل ہی سیدھی سادھی اور شریف بھی ہے۔

سلطان شادی کے بعد مشکل سے ایک ماہ پاکستان رہا اس میں بھی وہ کبھی ساری ساری رات گھر سے باہر رہتا تو کبھی کوئی رشتے دار ملنے آجاتے کبھی وہ رشتے داروں سے ملنے چلا جاتا۔ پھر اس کا ایک دوست بھی باہر سے آ گیا تو اسے اور مصروفیت ہو گئی۔ اب وہ ساری ساری رات کام کا بہانہ بنا کر گھر سے باہر راتیں گزارنے لگا۔ گھر والے جس مقصد کے لئے اسے یہاں چھوڑ کر گئے تھے کہ میاں بیوی ایک ساتھ کچھ وقت گزار لیں وہ بیچ میں ہی کہیں رہ گیا تھا۔۔

یوہی ایک ماہ گزر گیا اور وہ واپس اپنی دنیا میں لوٹ گیا پہلے تو وہ ہر دوسرے تیسرے دن فون کرتا پھر ہفتے میں ایک بار کرنے لگا پھر کبھی نیٹ پر بات ہو جاتی پر اس کے بعد تو جیسے وہ بھول ہی گیا تھا کہ اس کی کوئی بیوی بھی ہے۔ بس پھر تو سب ذمہ داری زیبا کے گھر والوں کی تھی کبھی یہ کاغذ بنواؤ کبھی یہ کاغذ لا کر دو کبھی کسی ایمبیسی کے چکر لگاؤ تو کبھی کے لگاؤ' ہزاروں دعائیں اور منتیں مانگیں اور پھر ایک سال بعد جا کر زیبا کا ویزہ آخر کار لگ ہی گیا۔ زیبا سمیت سبھی بہت خوش تھے کہ چلو اب اپنے گھر جا کر وہ خوش رہے گی۔ اس عرصے میں سلطان کے کئی رشتے دار بھی پاکستان آئے تھے سبھی نے یہی کہا تھا کہ وہ لوگ بہت اچھے ہیں اور آپ کی بیٹی وہاں بہت خوش رہے گی''ہم آپ کو گارنٹی دیتے ہیں کہ آپ کی بیٹی وہاں راج کرے گی۔'' جو بھی آتا ان کی اتنی تعریفیں کر کے جاتا کہ بس کچھ نہ پوچھو سب کی توقعات بہت زیادہ ہو گئی تھیں سبھی زیبا کی قسمت پر رشک کرتے تھے کہ جتنی اچھی شکل اتنے ہی اچھے نصیب۔

''باجی میں تو یہی دعا کرتی ہوں کہ ہماری بچیوں کے نصیب بھی زیبا جیسے ہو جائیں انہیں بھی زیبا جیسا رشتہ مل جائے ہماری بچیوں کی قسمت

بھی یوں ہی کھل جائے !۔"

خالہ یہ جان کر کہ زیبا کا ویزہ لگ گیا ہے اور وہ جارہی ہے اسے ملنے آئی۔

"آمین !۔"

شگفتہ نے خوشی سے کہا۔ خالہ بہت خوش تھیں اور دوسرے رشتے داروں کی طرح وہ بھی یہی چاہتی تھیں کہ ان کی بچیوں کو بھی زیبا جیسا ہی رشتہ مل جائے۔ انہوں نے زیبا کو پیار سے قریب بٹھاتے ہوئے کہا۔

"زیبا باہر جا کر ہمیں بھول نہ جانا' اپنی چھوٹی بہنوں کے لئے اپنے سسرال میں کوئی رشتہ ہو تو نظر میں رکھنا اور مجھے ضرور بتانا اتنے اچھے لوگ ہیں تمہارے سسرال والے میری بھی کوئی بچی وہاں لگ جائے تو میرا بھی کچھ بوجھ کم ہو جائے گا اور پھر تمہارے انکل کی بھی نوکری چلی گئی ہے اپنے سسر سے کہنا کہ اپنے ہوٹل میں انہیں کوئی جاب دلادیں یہاں تو ڈھنگ کی نوکری بھی نہیں ملتی۔"

وہ زیبا کو امید بھری نظروں سے دیکھ کر بولیں۔

"جی خالہ میں ضرور سلطان سے بات کروں گی۔"

آخر گن گن کر وہ دن بھی آ گیا جب زیبا کو اس کے گھر والے پردیس یعنی اس کے سسرال بھیج رہے تھے۔ سب ایئر پورٹ پر زیبا کو رخصت کرنے آئے تھے سب نے دعاؤں میں اسے رخصت کیا تھا۔ زیبا کو ایک طرف تو اپنے گھر والوں سے بچھڑنے کا دکھ تھا تو ایک طرف اپنے گھر جانے کی خوشی بھی تھی۔ وہ امیدوں بھرا دل لے کر جہاز میں سوار ہوئی تھی دل میں ہزاروں ارمان مچل رہے تھے اپنے گھر جانے اور رہنے کے اس نے کئی سپنے دیکھے تھے جو آج پورے ہونے جارہے تھے۔ سب گھر والے ایئر پورٹ پر کتنی ہی دیر کھڑے رہے جہاز کو دیکھتے رہے اور جہاز پرواز کرنے کے بعد بھی ان کا دل وہاں سے جانے کو نہ کررہا تھا' ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اپنی سب سے قیمتی چیز کھو بیٹھے ہوں پر اسے تو انہوں نے خود ہی رخصت کیا تھا سب ابھی سے ہی اداس ہو گئے تھے پر یہ سوچ کر مطمئن تھے کہ اب وہ اپنے گھر گئی ہے اور وہاں اس کی زندگی بہت خوشحال ہوگی اور مستقبل شاندار۔

☆☆☆☆

ڈور کی کال نے زیبا کو اچانک ماضی کی بھول بھلیوں سے حال کے گورکھ دھندے میں واپس کھینچ لیا تھا وہ ابھی تک وہیں بیڈ پر بے حس و حرکت پڑی تھی صبح سے شام ہو چکی تھی اور اسے کچھ خبر نہ تھی کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہے۔ ماضی کی دھول میں اسے اپنا وجود دھندلا سا دکھائی دے رہا تھا بظاہر تو وہ یک ٹک تکے جارہی تھی پر اس کی آنکھیں ماضی کی یادوں کا تعاقب کررہی تھیں اسے اپنے اردگرد کی کچھ خبر نہ تھی کہ کب صبح سے شام ہو گئی تھی۔ دل اتنا بے چین اور مضطرب تھا کہ اس کی بھوک پیاس سب ختم ہو گئی تھی اتنی مصیبتوں اور دکھ بھرے مراحل طے کر کے بھی وہ کسی منزل پر نہ پہنچ پائی تھی۔ اس سارے سفر میں چلتے چلتے وہ تھک گئی تھی اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی سراب کے تعاقب میں بس دوڑے جارہی ہے لیکن جب قریب جاتی ہے تو وہاں سوائے ریت کے اسے کچھ نہیں ملتا وہ جیسے ہی اس ریت کو اپنے ہاتھوں میں بھرتی ہے وہ ذرہ ذرہ کر کے اس کے ہاتھوں

سے پھسل جاتی ہے اور وہ ایک بار پھر خالی ہاتھ رہ جاتی ہے۔صبح والے واقعہ نے اسے ایک بار پھر شدید ڈپریشن میں مبتلا کر دیا تھا وہ ڈپریشن جو اسے آہستہ آہستہ ختم کر رہا تھا اس کا وزن بہت کم ہو گیا تھا آنکھوں پر سیاہ حلقے پڑ گئے تھے وہ تنہائی کی عادی نہ تھی اور یہاں سوائے تنہائی کے کوئی اور ساتھی ہی نہ تھا۔وہ بہت مشکل سے یہاں ایڈجسٹ ہونے کی کوشش کر رہی تھی ان تمام حالات سے سمجھوتا کر رہی تھی جو زندگی میں اسے پیش آئے تھے پر صبح والے واقعہ نے اسے ایک بار پھر ڈسٹرب کر دیا تھا وہ ایک بار پھر شاک میں چلی گئی تھی اور بہت خوفزدہ ہو گئی تھی۔

''تم بہت خوبصورت ہو۔۔۔۔''

جونہی اس کا ذہن حال میں واپس لوٹا یہ لفظ ایک بار پھر اس کے ذہن کو ناگ کی طرح ڈسنے لگے تھے جونہی اس کا ناطہ ماضی کی یادوں سے منقطع ہوا حال کے عذابوں نے اسے ایک بار پھر سے دبوچ لیا تھا۔اس نے اپنے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ لئے تھے وہ ان الفاظ کو بھول جانا چاہتی تھی مگر وہ بار بار اس کی سماعتوں سے ٹکرا کر اس کے دل کو لہولہان کرتے رہتے تھے وہ اس وقت شدید ذہنی کرب میں مبتلا تھی اسے اپنی ماں اپنی بہنیں شدت سے یاد آ رہی تھیں کاش وہ ان کے پاس جا سکتی کاش اس کی ماں کی گود اس لمحے اسے مل جائے تو وہ اپنا سر ان کی گود میں رکھ کر خوب روئے وہ اسوقت کتنی تنہا تھی بے یار و مددگار تھی کہ اسے رونے کے لئے کوئی کندھا بھی میسر نہ تھا۔وہ اپنا سر ہاتھوں سے مسل رہی تھی اور گھٹی گھٹی چیخیں اس کے اندر ہی دم توڑتی چلی جا رہی تھی وہ سسکیاں لے رہی تھی اور آنسوؤں سے آنکھیں تر تھیں۔

☆☆☆☆

سارہ نے بی۔اے پاس کر لیا تھا اور اب ایم۔اے کرنا چاہتی تھی یونیورسٹی کی فیس بہت زیادہ تھی اس لئے ایک الحاق شدہ کالج میں داخلہ لے لیا اور پرنسپل سے مل کر فیس بھی کم کروا لی تھی۔پرنسپل نے یہ دیکھ کر کہ بچی لائق اور محنتی ہے اسے بکس کی بھی آفر کی جسے سارہ نے قبول کر لیا تھا یوں سارہ کا اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا خواب خدا کی مدد سے آسان ہو گیا تھا۔سارہ نے اپنے پرنسپل اور ٹیچر جو اس کے سبجیکٹ کے ہیڈ بھی تھے سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ دل لگا کر محنت کرے گی اور اچھے نمبروں سے پاس ہو کر اپنے پیروں پر کھڑی ہو گی۔اب سارہ دن رات دل لگا کر پڑھنے کی کوشش کرتی تھی مگر کئی بار ایسا ہوتا کہ کلاس روم میں بیٹھے بیٹھے اس کا دھیان جانے کہاں چلا جاتا اور وہ بلینک مائنڈ لئے بیٹھی رہ جاتی۔وہ اکثر زیبا کے خیالوں میں گم ہوتی تھی نہ چاہتے ہوئے بھی اس کا دھیان زیبا کی طرف چلا جاتا تھا اور وہ کلاس سے ذہنی طور پر بالکل آؤٹ ہو جاتی۔کالج آتے ہوئے اور اکثر بریک ٹائم میں زیبا سے بہت یاد آتی تھی دونوں نے ایک ساتھ ایک ہی کالج سے انٹر کیا تھا اور سبجیکٹ کے ساتھ ان کی کلاسز بھی ساتھ ہی ہوتی تھیں یوں وہ دونوں گھر اور باہر ہر وقت ایک ساتھ ہوتی تھیں اور انہیں ایک دوسرے کے علاوہ کسی تیسرے کی ضرورت نہ ہوتی تھی وہ خود ہی ایک دوسرے کی بیسٹ فرینڈ تھیں۔اور آج جب وہ ایم۔اے کر رہی تھی تو اسے زیبا کی کمی بہت محسوس ہو رہی تھی گھر سے باہر آ کر بھی وہ زیبا کی یادوں سے پیچھا چھڑانے میں ناکام رہتی تھی پھر امی ابو کی بھی اسے بہت فکر رہتی تھی کیونکہ وہ بھی ہر وقت زیبا کے لئے فکرمند رہتے تھے۔

زارا نے دسویں میں داخلہ لے لیا تھا اور وہ شام کو اکیڈمی بھی جاتی تھی۔زندگی اپنی روش پر رواں دواں تھی پر وقت جیسے تھم سا گیا تھا زندگی کی ہر خوشی جیسے بیکار سی ہو کر رہ گئی تھی اب تو کسی بات کی خوشی بھی دل کو مطمئن نہ کرتی تھی بس یوں ہی لگتا تھا جیسے ہر چیز میں کوئی کمی ہے کوئی ایسی تشنگی ہے

جو دریا بھی پی جاؤ تو بجھ نہ پائے گی۔ زارا اکثر سکول میں خاموشی سے بیٹھی رہتی تھی اس کی سہیلیاں اکثر پوچھتی تھیں کہ "تمہیں کیا ہو گیا ہے تم کیوں اتنی چپ اور پریشان رہتی ہو؟۔" پر اسے پاس ان کے سوال کا کوئی جواب نہ ہوتا تھا وہ ان کو ٹال دیتی تھی۔

طلحہ نے بی۔اے کے پیپر زدے کر ایک جاب کر لی تھی اور زیب ابھی دسویں کلاس میں گیا تھا۔ اب زیبا کا دل بھی پڑھائی میں نہ لگتا تھا وہ اکثر گھر سے باہر رہ کر ہی ٹائم پاس کرتا تھا اس کا دل گھر آنے کو بالکل نہ کرتا۔ زیبا کے متعلق ابھی تک کسی رشتے دار کو نہیں بتایا تھا بتاتے بھی تو کیا خود ہی پہلے ان لوگوں کی اتنی تعریفیں کی تھیں کہ اب سمجھ میں نہ آتا تھا کہ بتائیں بھی تو کیا۔ کوئی اس کے بارے میں پوچھتا تو یہی کہتے کہ وہ ٹھیک ہے خوش ہے کسی کے پاس ان کے دکھوں کا مداوا تو تھا نہیں پر لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع ضرور مل جاتا اس لئے ایک چپ سو سکھ پر عمل کرتے ہوئے وہ چپ ہی رہتے تھے۔ عمر کے بعد اب طلحہ کے بھی اپنے پیروں پر کھڑے ہوتے سے اب گھر کے حالات کافی اچھے ہوتے جا رہے تھے پہلے صرف اکرم صاحب کی کمائی سے گھر چلتا تھا اب دونوں بیٹے بھی کمانے لگے تھے گو کہ ابھی ان کی تنخواہیں اتنی زیادہ نہ تھیں پھر بھی حلال کمائی میں بہت برکت تھی۔ بیٹیاں دونوں ابھی پڑھ رہی تھیں اور رشتے دار تو یہی سمجھ رہے تھے کہ زیبا اپنے گھر میں بہت خوش ہے وہ یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ کب زیبا اپنے کسی بھائی کو باہر بلائے اور پھر ہم بھی اپنے کسی بیٹے کو باہر بھجوانے کے لئے ان سے کہیں۔ پر جو بظاہر اتنا اچھا لگ رہا تھا اصل میں سب کچھ اس کے برعکس تھا انسان کی عقل اور سمجھ بس ایک ہی حد تک چیزوں کا ادراک کر سکتی ہے اور انسان کی نظریں بھی ایک ہی حد تک چیزوں کو دیکھ سکتی ہیں اس کے آگے اور کیا ہے وہ غلط ہے یا صحیح یہ سب جاننا انسان کے بس کی بات نہیں۔ وہ صرف وہی دیکھ سکتا ہے جو اس کی محدود نظر اسے دکھاتی ہے اور وہی سمجھ سکتا ہے جو اس کی محدود عقل میں سماتا ہے۔

شام کا وقت تھا اکرم صاحب دفتر سے گھر آ گئے تھے سارہ اور زارا اپنے کمرے میں بیٹھی پڑھ رہی تھیں شگفتہ نے چائے بنائی اور دونوں کو ان کے کمرے میں دے کر خود اپنے کمرے میں چائے کا ٹرے لے کر داخل ہوئیں تو اکرم صاحب کو کرسی پر گم سم خیالوں میں گھرا دیکھ کر گویا ہوئیں۔

"کیا بات ہے کن سوچوں میں گم ہیں؟۔"

شگفتہ چائے کا کپ پکڑاتے ہوئے بولیں۔

"کچھ نہیں سوچ رہا تھا میری بچی کس حال میں ہو گی کیسے اکیلی رہ رہی ہو گی؟۔"

وہ دل گرفتہ آواز میں بولے۔

"ٹھیک ہی ہو گی آپ پریشان نہ ہوں۔"

وہ چائے کا کپ پکڑ کر رکھتے ہوئے بولیں۔

"کب بات ہوئی تھی اس سے؟۔"

اکرم نے کرسی سے سر اٹھا کر پوچھا۔

"ابھی پرسوں ہی تو بات ہوئی تھی میں نے آپ کو بتایا بھی تھا آپ شاید بھول گئے ہیں اسے وہاں رہائش بھی ملی ہے اور تمام بنیادی سہولیات

بھی اور وہ بتا رہی تھی کہ ہر ماہ کچھ پیسے بھی ملتے ہیں اور وہاں پر بہت سی عورتیں ہیں جو بالکل اکیلی رہتی ہیں ڈرنے والی کوئی بات نہیں ہے وہ وہاں خوش ہے۔"

وہ نرمی سے کہنے لگیں۔

"کیا بنے گا اس کا کب تک اکیلی دھکے کھاتی پھرے گی وہ وہاں کیسے خوش ہو سکتی ہے میرا دل نہیں مانتا کہ وہ وہاں خوش ہے اسے کہو وہ واپس آ جائے میرے دل کو ایک پل بھی قرار نہیں آتا اسے دیکھے بغیر ہر وقت دل میں بے چینی اور بے کلی رہتی ہے' اسے کہو واپس آ جائے۔"

اکرم نے گلوگیر آواز میں کہا وہ تمام درد جو وہ دنیا سے چھپاتے پھرتے تھے آخر کو ان کے لبوں پر آ ہی گیا تھا اس بات کا احساس کہ انہوں نے زیبا کو واپس بھیجنے کا غلط فیصلہ کیا تھا ایک پل بھی انہیں چین سے نہ رہنے دیتا تھا ان کی راتوں کی نیندیں غارت ہو گئی تھیں اسی غم کی شدت سے۔

"وہ نہیں آنا چاہتی کہتی ہے وہیں اپنے پیروں پر کھڑی ہو جائے گی اور عمر کو بھی باہر بلا لے گی پھر ہم سب بھی اس کے پاس چلے جائیں گے ویسے بھی یہاں ہمارا ہے ہی کون جس کے لئے ہم یہاں بیٹھے رہیں جو ہیں وہ بھی صرف طعنے دینے اور زخموں پر نمک چھڑکنے کے اور کچھ نہیں کرتے۔"

شگفتہ نے دکھی ہو کر کہا۔

"کیسی بچوں جیسی باتیں کرتی ہو وہاں جانا کوئی آسان کام نہیں ہے سالوں لگ جاتے ہیں اور کبھی تو ساری ساری عمر دھکے کھانے پڑتے ہیں تو کیا میری بچی وہاں پردیس میں اکیلی دھکے کھاتی پھرے گی یہ سب اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم لوگوں نے سمجھ رکھا ہے' بچوں جیسی باتیں کرتی ہے۔"

اکرم کو غصہ آ گیا تھا وہ خفا ہوتے ہوئے بولے۔

"تو یہاں آ کر بھی کیا کرے گی اور پھر جب لوگوں کو پتا چلے گا تو کیا جواب دیں گے ہم لوگوں کے سوالوں کا' وہ کہیں گے کہ پہلے تو تعریفیں کرتے نہ تھکتے تھے اور اب اچانک کیا ہو گیا وہ تو ہماری ہی بیٹی میں عیب نکالیں گے نہ کیوں وہ اتنا عرصہ رہ کر واپس آ گئی پھر جو سلطان نے ہمارے ساتھ کیا ہے کون اس کا یقین کرے گا' رشتے دار جانے کیسی کیسی باتیں بنائیں گے ہم کس کس کو صفائیاں دیتے پھریں گے۔ لوگوں کو کیا پتا کہ جس کی قسمت پر وہ رشک کر رہے تھے وہ جب وہاں گئی تو اس کی قسمت نے کیسا پانسہ پلٹا کہ سب کچھ برباد ہو گیا' کتنا دکھ جھیلا ہے میری پھول سی بچی نے کیسے دن گن گن کر اور منتوں مرادوں سے ویزہ لگا تھا کیا پتا تھا کہ وہ ذلیل انسان وہاں اس کے ساتھ یہ سلوک کرے گا کہ اسے گھر سے ہی نکال دے گا' پہلے واپس چھوڑ گیا اور اب وہ یوں لاوارثوں کی طرح رہنے پر مجبور ہے۔۔۔۔۔۔" وہ آنسو پونچھنے لگیں اور پھر بولیں۔

"دو بیٹیاں اور بھی بیٹھی ہیں ان کو کون بیاہ کر لے جائے گا اس ملک میں تو لوگ عورت کو ہی قصوروار سمجھتے ہیں اور یہاں تو عورتیں کچھ کر بھی نہیں سکتیں کوئی عزت سے کام کرنا چاہے تو لوگ وہ بھی نہیں کرنے دیتے اور اگر وہ آ بھی گئی تو آپ کون سا اسے کچھ کرنے ہی دیں گے۔"

وہ سرخ آنکھوں سے شوہر کو سوالیہ نظروں سے دیکھ کر بولیں۔

"تو کیا ضرورت ہے کچھ کمانے کی جب باپ اور بھائی ہیں کمانے والے تو کیا ضرورت ہے کچھ کرنے کی؟"

اکرم نے غصے سے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے پر ہمارے معاشرے میں کیا مقام ہے ایک مطلقہ لڑکی کا اب آگے کیا بنے گا اس کا پہلے کنواری تھی تو ہم نے شادی شدہ سے شادی کردی تھی اور اب تو ایک طلاق یافتہ کے لئے تو بچوں والے ادھیڑ عمر مردوں کے رشتے آئیں گے کس طرح میں اپنی بھولی سی بچی کو دوبارا ایسے کسی رشتے میں باندھوں گی لوگوں کی تو آنکھیں ہی پھٹ گئی تھیں زیبا کی شادی پر ہائے میری بچی کے نصیبوں کو تو نظریں ہی کھا گئی ہیں لوگ تو ادھار کھائے بیٹھے ہیں کہ کب انکو ہمیں نیچا دکھانے اور باتیں بنانے کا موقع ملے۔"

شگفتہ ہاتھ ملتے ہوئے کہنے لگی۔

"اف کیا کریں کیا نہ کریں کچھ سمجھ نہیں آتا یہاں ہوتب مصیبت نہ ہوتب مصیبت یہ سب ہماری جلد بازی کا نتیجہ ہے نہ ہم اتنی جلدی اس کی شادی کرتے اور نہ آج ہمیں یہ دن دیکھنا پڑتا۔"

اکرم سر ہاتھوں میں لے کر بیٹھ گئے تھے۔

"میرا بس چلے تو میں ابھی اپنی بچی کو سینے سے لگا کر ساری دنیا سے چھپالوں۔ خدا غارت کرے سلطان کو جس نے میری بے داغ بچی کو داغ لگا دیا' خدا کا قہر نازل ہو اس پر اور اس کے پورے خاندان پر جو آ کر اس کی گارنٹیاں دیتے تھے خدا کی مار پڑے ان سب پر۔"

شگفتہ جھولیاں اٹھا کر انہیں کوسنے اور بددعائیں دینے لگیں۔

تبھی زارا اپنے کمرے سے باہر آئی تو ماں کو اس حال میں دیکھ کر پریشان ہوگئی۔

"کیا ہوا امی کیوں رو رہی ہیں۔"

وہ قریب آ کر ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

"کچھ نہیں تم جاؤ جا کر پڑھو ہمیں تو ساری عمر ہی رونا ہے۔"

وہ دوپٹے سے آنسو صاف کرتے ہوئے بولیں۔

"امی نہ رویا کریں کیا فائدہ ہے اسطرح رونے کا۔"

زارا نے ماں کو چپ کراتے ہوئے کہا۔ تبھی اکرم اٹھ کر باہر جانے لگے۔

"ابو کہاں جا رہے ہیں؟۔"

زارا نے انہیں جاتا دیکھ کر پوچھا۔

"تھوڑی دیر کے لئے باہر جا رہا ہوں آجاؤں گا' گھر آجاؤ تو سوچیں ہی جان نہیں چھوڑتیں۔"

یہ کہتے ہوئے وہ باہر چلے گئے۔

"امی آپ کو پتا ہے نہ کہ ہم میں سے کوئی بھی روئے تو زیبا کو پتا چل جاتا' وہ جسمانی طور پر تو ہم سے دور ہے مگر ہمارے دل کے بہت قریب ہے مجھے لگتا ہے جیسے وہ ہر وقت میرے ساتھ ہی ہوتی ہے۔ آپ بس دعا کیا کریں کہ جو بھی ہو اس کے لئے اچھا ہو۔"

وہ ماں کے سامنے بیٹھ کر انہیں سمجھانے لگی۔

''ہاں میری جان میں تو ہر وقت ہی اس کے لئے دعا کرتی ہوں' آدھی آدھی رات کو اٹھ کر اپنے رب سے التجائیں کرتی ہوں کہ اسے ہر دکھ اور تکلیف سے دور رکھنا۔''

وہ روہانسی ہو کر بولیں۔

''اچھا بس اب میں آپ کو روتا نہ دیکھوں۔''

وہ انگلی اٹھا کر بولی۔

''اچھا میری ماں نہیں روتی بس۔''

وہ اس کی انگلی پکڑ کر بولیں تو وہ ماں کے گلے لگ گئی اور شگفتہ نے اپنی ممتا کو عارضی تسلی دی کیونکہ اور بھی تو بچے تھے جن کو ان کی ضرورت تھی۔

☆☆☆☆

جہاز میں بیٹھے ہوئے وہ مسلسل مسکرائے جا رہی تھی خوشی اس کی آنکھوں سے روشنی کی طرح پھوٹ رہی تھی۔ وہ آج پہلی بار اپنے گھر جا رہی تھی اس کا اصل گھر یعنی اس کے شوہر کا گھر' یہ سفر اس کی زندگی کا سب سے سہانہ سفر تھا دل میں ہزاروں ارمان مچل رہے تھے آج وہ تقریباً ایک سال بعد اپنے جیون ساتھی سے ملنے والی تھی وہ سلطان کے ری ایکشن کے بارے میں سوچ رہی تھی اس کا خیال تھا کہ وہ اس سے بھی زیادہ خوش ہوگا' سارے ہی بہت خوش ہوں گے اس نے سوچا۔ آخر ایک سال بعد ان کی اکلوتی بہو جسے وہ بڑے چاؤ سے بیاہ کر گئے تھے آج ان کے گھر اور زندگی میں آنے والی تھی۔ اس کا دل خوشی سے پاگل ہوئے جا رہا تھا اور آج وہ واقعی ہواؤں میں اڑ رہی تھی' جہاز میں سفر کرنے کا بھی یہ پہلا ہی موقع تھا پر اسے بالکل ڈر نہیں لگ رہا تھا وہ تو اس اڑان سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ وہاں جا کر میں سب کا بہت خیال رکھوں گی سب کو بہت پیار دوں گی اور کسی کو شکایت کا کوئی موقع نہیں دوں گی ویسے بھی سب کہتے ہیں کہ میں بہت ہنس مکھ ہوں اور منٹوں میں ہر کسی کا دل موہ لیتی ہوں۔ آج ہم کتنے دنوں بعد ملیں گے خوب باتیں کریں گے میں پورے ایک سال کی کسر نکالوں گی' یہ ایک سال میں نے کتنی مشکل سے نکالا ہے یہ بھی بتاؤں گی اور کتنا مس کیا یہ بھی بتاؤں گی' یہ ایک سال تو جیسے ایک صدی تھا روز دعائیں کرتی تھی کہ میرا ویزہ آ جائے تو میں اپنے گھر جاؤں۔ اف یہ ٹائم کب گزرے گا یہ کتنی لمبی فلائیٹ ہے میرا گھر کتنا دور ہے چلو خیر مجھے کونسا روز روز آنا ہے سال میں ایک آدھ چکر لگا لیا کروں گی ویسے بھی ابو نے بھی یہی کہا تھا کہ اب وہیں دل لگا کر رہنا شوہر کو تنگ نہ کرنا کہ مجھے ماں کے پاس جانا ہے۔ وہ کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے ایک بار پھر مسکرائی۔ زیبا نے جہاز کی کھڑکی سے باہر دیکھا نیچے نیلا سمندر تھا جس میں کچھ کالا سا نظر آ رہا تھا اسے کچھ سمجھ نہ آیا کہ یہ کیا ہے ایسے جیسے پانی میں کوئی گند ہے وہ حیرانی سے اسے تکنے لگی پھر اپنی سیٹ سے کچھ اوپر ہو کر ایک بار پھر غور سے دیکھنے لگی ''اوہ!'' اس کے منہ سے بے اختیار نکلا وہ تو دیو قامت ویل مچھلیاں تھیں جو سمندر میں چھلانگیں لگا رہی تھیں زیبا محظوظ ہو کر انہیں دیکھنے لگی۔ پھر وہ کتنی ہی دیر یہ نظارہ دیکھتی رہی پھر جہاز کچھ اور اوپر کی طرف اڑ گیا اور اس منظر کی جگہ نیلے اور سرمئی بادل کھڑکی کے آگے آ گئے اب زیبا جہاز کے اندر بیٹھے لوگوں کو دیکھنے لگی سامنے کی دو نشستوں کو چھوڑ کر اگلی سیٹ پر ایک نو بیاہتا جوڑا بیٹھا تھا جو

ایک دوسرے سے سرگوشی والے انداز میں کچھ راز و نیاز کی باتیں کر رہے تھے زیبا کی آنکھیں خوشی سے بھر گئی تھیں وہ دل میں یہی سوچ رہی تھی کہ کب وہ بھی اپنے لائف پارٹنر کے ساتھ یونہی بیٹھ کر باتیں کرے گی پھر خود ہی سوچ کر مسکرانے لگی کہ یہ وقت بہت قریب ہے جب وہ بھی ایسے ہی اپنی زندگی کو انجوائے کرے گی۔

☆☆☆☆

ائیر ہوسٹس کی اناؤنسمنٹ کے ساتھ ہی زیبا کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا تھا آٹھ گھنٹے لمبی فلائیٹ آخر خیریت سے ڈنمارک پہنچ گئی تھی سبھی لوگ اپنا سامان پکڑ کر جانے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ زیبا بھی جلدی سے اپنے ہینڈ بیگ سے مرر اور لپ سٹک لے کر لگانے لگی پھر بال درست کیے اور کپڑے سیٹ کر کے جہاز سے باہر آئی۔ اس وقت شام ہو رہی تھی اور باہر بہت ٹھنڈ تھی وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی تھی اسے سلطان کا ہاتھ نظر آیا جو وہ لہرا کر اسے قریب آنے کا اشارہ کر رہا تھا زیبا اسی طرف چلی آئی تبھی سلطان بغیر رکے اور اس سے کوئی بات کیے واپس جانے لگا زیبا اس کے پیچھے چلنے لگی کچھ آگے جا کر اسے اور لوگ بھی نظر آئے اس کی ساس اور سلطان کا بیٹا اور اس کی بہن صدف بھی وہاں آئے ہوئے تھے زیبا گرمجوشی سے ان سب کو ملی تھی پر جانے کیوں اسے کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔ سلطان نے ایک بار بھی اس کی طرف نہ دیکھا تھا۔ اب سب گاڑی میں بیٹھ گئے تھے تبھی عذرا نے سلطان کے بیٹے کو مخاطب کر کے کہا۔

''بیٹا یہ تمہاری نئی مما ہیں ان سے ہاتھ ملاؤ۔''

اس نے خوشی سے ہاتھ آگے کیا اور زیبا نے اس کا ہاتھ پیار سے تھام لیا۔

''بیٹا اب یہ آپ کے سارے کام کیا کریں گی' او کے۔''

وہ دوبارہ بولی تو وہ بچہ سر ہلانے لگا اور زیبا نے بھی اسے مسکرا کر دیکھا۔ بچے تو زیبا کو شروع سے ہی بہت پسند تھے اس لئے جب امی نے زیبا سے سلطان کی پہلی شادی اور بچے کے متعلق بتایا تھا تو زیبا نے کہا تھا کہ'' بچے تو پیار کے ہوتے ہیں امی اور مجھے اور کیا چاہیے مجھے تو پلا پلایا بچہ بھی مل جائے گا۔'' زیبا نے ہنس کر کہا تھا اور اس نے شادی سے پہلے ہی اسے اپنا بچہ مان لیا تھا اس نے یہی سوچا تھا کہ اسے سگی ماں سے بڑھ کر پیار کروں گی۔

''بھابھی آپ کو ڈر تو نہیں لگا تھا جہاز میں' آپ پہلی بار جہاز کا سفر کر رہی تھیں نا؟۔''

صدف نے زیبا سے کہا۔

''نہیں بس جب جہاز نے ٹیک اوور کیا تھا تب تھوڑا سا لگا تھا اس کے بعد تو نہیں لگا۔''

زیبا نے ویو مرر سے سلطان کی طرف دیکھ کر کہا۔ اس کا چہرہ کسی بھی تاثر سے عاری تھا زیبا کو اس سے اس طرح کے انڈفرینٹ اٹیٹیوڈ کی توقع بالکل نہ تھی۔ لگتا ہے وہ مجھے کوئی سرپرائز دینا چاہتے ہیں یا پھر وہ گھر والوں سے شرم کی وجہ سے میرے سے بات نہیں کر رہے زیبا سوچ رہی تھی۔

''چلیں اتریں گھر آ گیا ہے۔''

صدف نے گاڑی سے اتر کر زیبا کو مخاطب کیا تو زیبا گاڑی سے باہر آئی اس کے سامنے وہ پیارا سا گھر تھا جو اس کی آنکھوں میں بسا تھا جو

اس کے سپنوں کی دنیا تھا جسے اس نے دنیا پر اپنی جنت سمجھ رکھا تھا آج وہ اس خوابوں کی جنت میں پہلی بار قدم رکھنے والی تھی۔ وہ کھڑی اس گھر کو پیار اور چاہت سے دیکھ رہی تھی اس کا دل چاہ رہا تھا کہ سلطان اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اندر لے کر جائے پر سلطان نے گاڑی کا دروازہ بند کیا اور جلدی سے اندر چلا گیا تبھی اس کا بیٹا بھی اس کے پیچھے بھاگ کر اندر چلا گیا۔

''چلو اندر نہیں جانا کیا؟۔''

عذرا نے زیبا سے کہا تو زیبا نے پر امید نظروں سے اسے دیکھا وہ سمجھی تھی کہ شاید وہ اسے پورے اہتمام کے ساتھ ویلکم کہیں گے اس پہلی بار گھر میں قدم رکھنے سے پہلے دروازے کی چوکھٹ پر تیل ڈالیں گے پر ایسا کچھ بھی نہ ہوا تھا۔ عذرا یہ کہہ کر خود اندر چلی گئی تھی تبھی زیبا نے ان کے پیچھے چل دی۔

''آؤ بھابھی یہ ہے ہمارا پیارا سا گھر' پتا ہے یہاں جتنے بھی رشتے دار ہیں ان میں بس ہمارے پاس ہی اتنا شاندار گھر ہے سب کے گھر تو چھوٹے سے ہیں کوئی فلیٹ میں رہتا ہے تو کوئی رینٹ پر اور ہم اپنے اس خوبصورت ولا میں۔ یہ میرا کمرہ ہے۔''

وہ چلتے ہوئے زیبا کو گھر دکھانے کے ساتھ بریفنگ بھی دے رہی تھی' اور یہ بھائی کا کمرہ ہے......۔''

زیبا نے اشتیاق سے اندر جھانکنا ہی چاہا تھا تبھی سلطان کمرے سے باہر آ گیا اور ماں کو مخاطب کر کے بولا۔

''امی میں جا رہا ہوں شاید کل تک واپس آ جاؤں اگر نہ بھی آیا تو پریشان نہ ہونا مجھے بہت سے ضروری کام ہیں جو نمٹانے بہت ضروری ہیں۔''

وہ یہ کہہ کر بغیر کچھ سنے چابی اٹھا کر باہر نکل گیا۔ زیبا جو اس سے کچھ دور کھڑی اسے تک رہی تھی اسے تکتی ہی رہ گئی تھی اور سلطان نے جیسے اسے دیکھا ہی نہ ہو یا وہ اس کے لئے اتنی غیر اہم تھی کہ اس نے ایک نظر اس پر ڈالنا بھی گوارہ نہ کی تھی' وہ جو میلوں کا سفر کر کے صرف اس کے لئے آئی تھی اس وقت جیسے خود کو کسی بونے جیسا محسوس کر رہی تھی اسے اپنا آپ بہت حقیر معلوم ہو رہا تھا وہ اپنی نظروں میں بہت چھوٹی ہو گئی تھی۔ سلطان کے باہر جاتے ہی دروازہ زور سے بند ہوا تھا اور زیبا اپنی سوچوں سے باہر آئی تھی تبھی عذرا نے اسے مخاطب کیا۔

''اپنا بیگ اٹھا کر سلطان کے کمرے میں رکھو میں نے شفیق سے کہہ دیا تھا کہ آتے ہوئے کھانا لیتے آنا وہ آئیں گے تو کھانا لگا لینا پھر سب مل کر کھائیں گے میں ذرا اپنے کمرے میں لیٹنے جا رہی ہوں تم بھی جا کر فریش ہو جاؤ۔''

وہ زیبا کو انسٹرکشنز دیتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

''اف میں بھی بہت تھک گئی ہوں کل کالج بھی جانا او کے گڈ نائٹ بھابھی۔''

تبھی صوفے پر بیٹھی صدف بھی انگڑائی لے کر اٹھی اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اب زیبا وہاں اکیلی کھڑی تھی اور اس کا بیگ اس کے سامنے جوں کا توں پڑا تھا زیبا نے ایک نظر پورے گھر پر ڈالی تھی جانے اسے یہ گھر آج اتنا اجنبی کیوں معلوم ہو رہا تھا یہ گھر یہ در و دیوار اجنبی تھے یا اس کے مقین نا آشنا ہو گئے تھے۔ یہ پل جس کے انتظار میں اس نے کتنے ہی پل سوچ کر گزار دیئے تھے آج آیا تھا تو یوں لگتا تھا کہ وہ سارا وقت اس نے فقط ضائع ہی کیا تھا۔ یہ گھر یہ لوگ اس کے خوابوں کی تعبیر تھے آج جب یہ خواب شرمندہ تعبیر ہوا تھا تو یہ تعبیر اس سہانے خواب سے کتنی مختلف تھی'

آج جیسے اس خواب کے معنی ہی بدل گئے تھے زیبا نے ہاتھ بڑھا کر اپنے بیگ کا ہینڈل مظبوطی سے تھام لیا تھا وہ کچھ لمحے وہیں کھڑی رہی اور پھر بیگ گھسیٹ کر کمرے میں لے آئی اس نے بیگ کھول کر اپنے کپڑے نکالے اور چینج کر کے بیڈ پر لیٹ گئی تھی۔ اس کی آنکھیں کھلی تھیں اور وہ خالی آنکھوں سے اس کمرے کو تک رہی تھی جو سلطان کا تھا اور آج سے اس کا بھی تھا پر اس وقت وہ تنہا تھی جب اس کے جیون ساتھی کو اس کے ساتھ ہونا چاہئے تھا۔ اس ابھی تک ان لوگوں اور خاص کر سلطان کے رویے کی سمجھ نہ آئی تھی سب کا رویہ کتنا خشک اور روکھا تھا میں تو سمجھی تھی کہ سب میری طرح بے حد خوش ہوں گے گھر میں خوشی کا سماں ہوگا اور شاید میرے لئے کوئی سرپرائز پارٹی بھی کی ہوگی پر یہاں تو جیسے کسی کو میرے آنے کی کوئی خوشی ہی نہیں ہوئی۔ ہوسکتا ہے کہ گھر میں کوئی ٹینشن ہے یا کسی سے کوئی لڑائی جھگڑا ہوا ہے جو سب اتنے تھکے ہوئے تھے یا کوئی اور بات ہوگی میں تو ایسے ہی پریشان ہو رہی ہوں اور سلطان نے بھی تو بتایا تھا کہ وہ آج کل بہت بزی ہوتے ہیں اور یہاں پیسہ کمانا کونسا آسان ہے اب بھی تو دیکھو اتنی رات کو کام کے لئے نکل گئے ہیں اور باہر اتنی سردی بھی ہے میں بھی نہ کتنی بیوقوف ہوں۔ زیبا نے کروٹ لی اور دوسری طرف رخ کر کے لیٹ گئی اس کے پیٹ میں بھوک سے چوہے ناچ رہے تھے اور نیند بھی نہیں آرہی تھی وہ سامنے پڑے سلطان کے کمپیوٹر کو دیکھ کر مسکرانے لگی' میں اسی کمپیوٹر سے اپنے اس گھر کو دیکھا کرتی تھی اور آج یہ یہاں پڑا ہے اور میں اس کے سامنے لیٹی ہوئی ہوں اب میں اس سے اپنے پرانے گھر کو دیکھا کروں گی اور میرے گھر والے مجھے اپنے گھر میں خوش وخرم اور آباد دیکھ کر خوش ہونگے۔ کیا میں واقعی اپنے گھر میں آگئی ہوں یا ابھی بھی خواب ہی دیکھ رہی ہوں وہ دھیرے سے مسکرائی اور پھر دوسری جانب کروٹ لے کر بیڈ پر پڑے تکیے کو دیکھنے لگی۔ اگر یہاں پر ابھی سلطان ہوتے تو میں ان سے کہتی کہ مجھے ایک چٹکی کاٹیں تاکہ مجھے یقین آجائے کہ میں حقیقت یہاں پر موجود ہوں اس نے قریب پڑے تکیے کو ایک چٹکی کاٹی اور پھر شرمیلی سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنا چہرہ اس تکیے میں چھپا لیا اور پھر جانے کس وقت وہ ایک بار پھر سے اپنے خوابوں کی دنیا میں کھو گئی تھی۔

☆☆☆☆
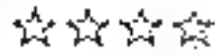
''آپ گھر نہیں گئے ابھی تک جائیں نہ جا کر اپنی بہو بیگم کو ملیں۔''

وہ ایک کرسی کھینچ کر باپ کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا اور پھر سامنے پڑی وسکی کی بوتل پکڑ کر گلاس میں انڈیلنے لگا۔

''اوئے تو گھر سے باہر کیا کر رہا ہے تجھے تو آج گھر پر ہی رہنا چاہئے تھا وہ اتنی دور سے آئی ہے تیرے لئے اور تو آوارہ گردی کر رہا ہے۔''

اس نے گلاس خالی کر کے ٹیبل پر پٹختے ہوئے چلاتے ہوئے کہا۔ سلطان نے بھرا ہوا گلاس ایک ہی گھونٹ میں ختم کر کے ٹیبل پر رکھا اور پھر کرسی سے کچھ آگے ہو کر دونوں بازو ٹیبل پر پھیلا کر باپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

''آپ نے کہا تھا کہ پاکستان میں شادی کرو میں نے کرلی پھر آپ نے کہا کہ اسے یہاں بلاؤ اور میرے لاکھ منع کرنے کے باوجود وہ آج یہاں ہے اب آپ کہہ رہے ہیں کہ میں گھر جا کر اس کے گھٹنوں میں بیٹھ جاؤں پھر آپ کہیں گے کہ ہمیں اور پوتے چاہئیں......'' وہ انگلی اٹھا کر باپ کے سامنے کرتے ہوئے بولا جو اس وقت پوری طرح نشے میں دھت تھا۔ ''تو آج کان کھول کر میری بات سن لیں یہ کبھی نہیں ہوگا میں نے صرف آپ لوگوں کی خاطر یہ شادی کی تھی کیونکہ میں آپ کا اکلوتا بیٹا ہوں اور پہلی شادی میں نے اپنی مرضی سے آپ کی رضامندی کے خلاف کی تھی

اور یہ شادی کر کے میں نے آپ کی یہ خواہش پوری کر دی ہے اب آگے مجھ سے کوئی امید نہ رکھئے گا کہ میں اور کچھ بھی آپ کی خاطر کروں' آپ کی بہو اب آپ کے گھر میں ہے جا کر جو بھی شوق پورے کرنے ہیں کر لیں میری ماں کو بھی گھر سنبھالنے کے لئے ایک بہو چاہیے تھی اور میرے بیٹے کو ماں سو میں نے آپ سب کی ضرورت پوری کر دی ہے اور اب میرے پہ کسی کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے اب آپ جانیں اور آپ کا کام۔''

وہ ایک بار پھر سے گلاس بھرنے لگا پھر ادھر ادھر نظر گھما کر دیکھنے لگا۔

''سب جا چکے ہیں ریسٹورنٹ بھی کب سے بند ہو گیا ہے تو گھر کیوں نہیں جاتے اب اور کتنی پئیں گے آپ نے آج اپنی بہو کے آنے کی خوشی میں؟۔''

وہ باپ کو طنزیہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔

''مجھے پینے کا شوق نہیں...... پیتا ہوں غم بھلانے کو مجھے پینے کا۔'' ایک ہچکی لے کر ٹیبل پر ڈھیر ہو گیا تھا سلطان نے جلدی سے اپنا گلاس ٹیبل پر رکھا اور باپ کو سیدھا کر کے ہوش دلانے لگا بہت کوشش کی مگر بے سود وہ ٹس سے مس نہ ہوا اور کسی مردہ لعش کی طرح ٹیبل پر ہی پڑا رہا۔ تبھی سلطان اندر جا کر اپنے ایک سوئے ہوئے ملازم کو جگا کر لایا اور اس کی مدد سے اپنے باپ کو گاڑی میں لٹا کر گھر لے آیا۔ اس وقت رات کے ڈھائی بج رہے تھے جب سلطان نے بڑی مشکل سے باپ کو گاڑی سے نکال کر اس کے کمرے میں لٹایا عذرا بھی جاگ گئی تھی اور غصے سے اپنے شوہر کو تک رہی تھی۔

''پکڑیں خود تو پی کر ٹن ہو جاتے ہیں اور مصیبت دوسروں کے گلے میں ڈال دیتے ہیں۔''

سلطان نے بیڈ پر اسے لٹاتے ہوئے کہا وہ بری طرح سے ہانپ رہا تھا۔

''پانی لا کر دیں مجھے کبھی ان کی خبر بھی لے لیا کریں کہ کدھر پڑے ہیں۔''

وہ غصے سے ماں کی طرف دیکھ کر بولا۔

''جہاں پڑے تھے وہیں رہنے دینا تھا نہ کیوں اٹھا کر لائے تھے اس مصیبت کو......۔''

وہ بڑبڑ کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی تھی اور تھوڑی دیر میں پانی لے کر آئی تھی سلطان پانی پیا اور پھر خاموشی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آیا۔ وہ دبے قدموں سے اندر آیا تھا اور کوئی آواز پیدا نہ ہوئی تھی سامنے بیڈ پر زیبا بے خبر سوئی اپنے خواب نگر میں اپنے شہزادے سے ساتھ پریوں کے دیس کی سیر کو نکلی ہوئی تھی حقیقت سے بے خبر وہ اپنے خوابوں کی دنیا میں کھوئی ہوئی تھی۔ سلطان نے دروازے کی چوکھٹ پر کچھ دیر کھڑے ہو کر اسے دیکھا اور پھر دروازہ بند کر دیا ایک بار پھر کمرے کے اندر گھپ اندھیرا چھا گیا تھا۔

کمرے میں ہر طرف روشنی ہو گئی تھی باہر سے لوگوں کی آوازیں زیبا کے سوئے ہوئے دل و دماغ کو آہستہ آہستہ بیدار کر رہی تھیں۔ کچھ دیر پہلے ہونے والی بیل کی تیز آواز نے زیبا کو نیند سے بیدار کیا تھا وہ دماغی طور پر کچھ بیدار تو ہوئی تھی مگر اس کی آنکھیں ابھی تک بند تھیں۔ اس کی قوت ارادی جیسے بالکل جواب دے گئی تھی اور کمزوری اتنی ہو رہی تھی کہ اس سے آنکھیں کھولنا بھی مشکل ہو رہا تھا وہ گومگو کی کیفیت میں بستر پر پڑی تھی اور اپنی جگہ سے ہلنا بھی اس کے لئے دشوار ہو رہا تھا۔ سر بہت بوجھل تھا اور شدید درد کر رہا تھا اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ صدیوں کی بیمار ہو۔ ابھی تک وہ

نیند کی کیفیت سے پوری طرح باہر نہ آ پائی تھی نیند میں وہ اپنے اس ماحول سے بیگانی ہو چکی تھی اور اب اسے یہ تک یاد نہ تھا کہ وہ کہاں پڑی ہے اپنے گھر میں' سلطان کے گھر میں یا' کسی سنٹر میں؟؟؟ جب بھی اسے ڈیپریشن کا اٹیک ہوتا تھا اور پرانی یادیں عود آتی تھی تو وہ اپنے حال سے کٹ کر ان ہی یادوں میں چلی جاتی تھی جو جب سے گزر کر ماضی کا قصہ بن چکی تھیں پھر اسے کچھ پتا نہ چلتا کہ وہ اس وقت کہاں ہے ماضی' حال اور مستقبل کچھ بھی نہ تو اس کے اختیار میں تھا اور نہ ہی اس کے حق میں۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ابھی سلطان کو ائیر پورٹ چھوڑ کر آئی ہو جب وہ شادی کے بعد پہلی بار واپس گیا تھا ساری رات پیکنگ اور جانے کی تیاریوں میں ہی گزر گئی تھی اور ایک لمحہ بھی انہوں نے ایک ساتھ نہ گزارا تھا سلطان کی پھوپھی اور سارہ بھی پیکنگ کروانے میں اس کی مدد کر رہی تھیں عمر بھائی بھی آئے ہوئے تھے۔

''زیبا چھوٹا والا سوٹ کیس دوبارہ خالی کر لو اور امی اور صدف کی جو چیزیں بیڈ پر پڑی ہیں وہ رکھ دو میری جو چیزیں رہ گئی ہیں ان کو بڑے سوٹ کیس میں ڈال دو۔''

سلطان کمرے میں آ کر زیبا کو کہنے لگا۔

''تم ایک بار سوچ لو کہ کون سی چیزیں لے کر جانی ہیں یہ تیسری بار ہے کی تم نے سارے اٹیچی کھلوائے ہیں اب تو میں بھی تھک گئی ہوں پتا نہیں کس کس کا سامان لے کر جانا ہے تمہیں؟۔''

اس کی پھوپھی برہمی سے بولیں۔

''کیا کروں سب کے لئے گفٹس لے کر جانے ہیں اب یہ سب تو کرنا ہی پڑے گا نا سامان ایڈجسٹ کرنے میں۔''

وہ کندھے اچکا کر بولا اور دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ چار بیگ تیار ہو گئے تھے پھر بھی سامان پورا نہ ہو رہا تھا پھر ویٹ کا مسئلہ بھی تھا کہ ایک میں اتنے سے زیادہ وزن نہ ہو۔ بس یہ رات بھی یونہی دبے پاؤں گزر گئی تھی۔

سلطان کو ائیر پورٹ جا کر سی آف کرنے کے بعد اب وہ پھوپھی کی گاڑی میں گھر جا رہے تھے عمر اور سارہ اسی لئے آئے تھے کہ سلطان کے جانے کے بعد زیبا کو گھر لے آئیں اس نے تینوں کو گھر ڈراپ کیا اور اپنی ذمہ داری سے آزاد ہو کر چلی گئی زیبا کو سارے راستے چپ دیکھ کر اس کی پھوپھی نے چھیڑتے ہوئے کہا تھا۔

''زیبا لگتا ہے تم تو ابھی سے اداس ہو گئی ہو میاں کے بغیر۔''

وہ شوخی سے ہنس کر بولی۔

''نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ویسے ہی کافی تھکن ہو گئی ہے۔''

زیبا نے ٹالنے والے انداز میں کہا تھا۔

''چلو اب ماں کے گھر جا کر خوب آرام کرنا۔''

وہ معنی خیز مسکراہٹ سے بولی۔ اس رات کی تھکن وہ ابھی تک محسوس کر رہی تھی اس رات وہ سارہ کے ساتھ سوئی تھی اور ابھی تک اسی گمان

میں تھی کہ اس دن کی طرح سارہ اسے گدگدی کر کے جگائے گی اور کہے گی "ایک مہینہ بڑی موجیں کی ہے تو نے چل اٹھ بھی جا اب پتا ہے ہم کتنے اداس اور بور ہو گئے تھے تیرے بغیر۔"

وہ آنکھیں موندھے یہی سوچ رہی تھی کہ کب سارہ اسے کھینچ کر اٹھائے کیونکہ آج تو اس سے خود سے اٹھا بھی نہ جا رہا تھا۔ باہر سے آنے والی اجنبی آوازیں زیبا کو کچھ بیزار سا کر رہی تھیں یہ کس کی آوازیں ہیں گھر پر کون آیا ہے؟ کوئی مجھے اٹھا کیوں نہیں رہا؟ یہ چہل پہل...... یہ کیا ہے؟ میں کہاں ہوں؟ زیبا نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں کمرے میں تیز روشنی تھی اس نے ایک بار پھر سے آنکھیں موندلیں یہ گھر تو نہیں ہے میں...... میں اس نے پھر سے آنکھیں کھولیں اور ارد گرد دیکھا یہ تو...... اس کا حافظہ جیسے یکدم چلنے لگا تھا اور تمام باتیں ایک کسی فلم کی طرح اسے دماغ میں گھوم گئی تھیں۔ کاش میں یہاں آئی ہی نہ ہوتی دل کے تہہاں گوشے سے ایک صدا آئی۔ اسے وہ تمام باتیں یاد آنے لگی تھیں جنہیں وہ بھول جانا چاہتی تھی۔ اس شخص کا منحوس چہرہ اس کی قابل نفرت آواز اور وہ جملہ جو اسے کسی گالی کی طرح لگتا تھا۔ سب کچھ وہ یکدم بیڈ پر اچھل کر بیٹھ گئی تھی نفرت کے الاؤ نے ایک بار پھر دہکا دیا تھا اور اتنی کمزوری میں کہ جس میں وہ ہلنے کی بھی سکت نہ رکھتی تھی اس قوت نے اسے اٹھا دیا تھا۔ وہ اپنا سر دونوں ہاتھوں میں لے کر بیٹھ گئی تھی اسے سب کچھ گھومتا ہوا دکھائی دے رہا تھا وہ کچھ دیر یونہی بیٹھی رہی تھی جیسے ہی چکر کچھ کم ہوئے اسے شدید بھوک کا احساس ہوا پچھلے دو دن سے وہ اسی کمرے میں بنا کچھ کھائے پڑی رہی تھی اور اسے اپنی کچھ خبر نہ تھی اب وہ بے حد کمزور ہو چکی تھی۔ تبھی اس کو کچھ یاد آیا اور اس نے اپنی سائیڈ ٹیبل کی دراز کھولی اس میں ایک پیکٹ بسکٹ کا پڑا تھا زیبا نے اسے پکڑ کر کانپتے ہاتھوں سے کھولا پاس ہی پانی کی بوتل بھی تھی اس نے پورا پیکٹ بسکٹ کا پانی کے ساتھ کھا لیا تھا اور اب کچھ بہتر محسوس کر رہی تھی۔ دس منٹ بعد اب وہ بیڈ سے آہستہ سے اتری اور دیوار کا سہارا لے کر واش روم میں فریش ہونے چلی گئی۔ باہر بارش سن ڈے تھا اور لوگوں کی گہما گہمی کا احساس اسے باہر کی طرف راغب کر رہا تھا۔ وہ واش روم سے نکلی تھی اور اب کافی بہتر محسوس کر رہی تھی اس نے الماری پر لگے شیشے میں اپنا چہرہ دیکھا آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے پڑے تھے اور آنکھیں اندر کو دھنس گئی تھیں منہ اتر گیا تھا اور رنگت زرد ہو چکی تھی اسے اپنا آپ اچھا نہ لگا تھا کبھی وہ آئینے کے سامنے جاتی تھی تو خود کو دیکھ کر ہی خوش ہو جاتی تھی اور آج اسے اپنا آپ دیکھنا بھی اچھا نہ لگ رہا تھا۔ وقت کے ساتھ سب کچھ بدل جاتا ہے انسان کیا سے کیا ہو جاتا ہے حالات اسے وہ سب کرنے پر مجبور کر دیتا ہے جو وہ کبھی سوچتا ہے کہ کبھی نہیں کرے گا پر ایک وقت آتا ہے کہ وہی انسان اسی کام کو اپنے ہاتھوں سے کر رہا ہوتا ہے۔ زیبا نے بھی کبھی نہ سوچا تھا کہ وہ کبھی سلطان اور اپنی فیملی کے بغیر اس طرح اکیلی رہے گی پر آج وہ تنہا رہ رہی تھی اور زندہ تھی انسان بہت سخت جان ہے اس نے سوچا اور پھر جلدی سے اپنے بال باندھ کر کمرے سے باہر آ گئی تھی۔ باہر معمول کا رش تھا زیبا ڈائننگ ہال میں گئی اور لنچ کیا تبھی اسے نور کا خیال آیا اور وہ وہاں سے نور کے کمرے کی طرف چل دی اس نے دروازہ ناک کیا۔ تو دوسری ہی دستک پر ایک پانچ سال کے پیارے سے بچے نے دروازہ کھولا۔

"کون؟۔"

وہ زیبا کو دیکھ کر مسکرا کر بولا اسے زیبا نے پہچان لیا تھا وہ نور کا بڑا بیٹا تھا۔

"بیٹا ممی ہیں اندر؟۔"

زیبا نے پیار سے اس کا گال چھو کر پوچھا۔

''سونو کون ہے باہر؟''

اندر سے نور کی آواز آئی تو وہ پلٹ کر اندر بھاگ گیا۔''ممی وہ آنٹی ہیں اس دن والی پیاری والی۔''

وہ ماں کے پاس جا کر بتانے لگا تبھی زیبا نے تھوڑا سا دروازہ کھول کر اندر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''میں اندر آسکتی ہوں؟''

''ارے زیبا تم ہو''

وہ زیبا کو دیکھ کر خوشی سے بولی اور بیڈ پر جہاں بیٹھ کر وہ اپنے چھوٹے بیٹے کو کپڑے پہنا رہی تھی جلدی سے اٹھی اور آگے بڑھ کر زیبا کو گلے لگا کر ملی۔آج جانے کتنے ہی دنوں بعد کسی نے زیبا کو، اتنے پیار سے گلے لگایا تھا اور اسے انجانی سی راحت کا احساس ہوا تھا۔

''آؤ بیٹھو۔'' وہ بیڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی زیبا بیٹھ گئی اور اس کے چھوٹے بیٹے کو پیار سے دیکھنے لگی دو منٹوں میں اس نے اسے کپڑے پہنا کر نیچے اتار دیا اور وہ اپنے بڑے بھائی کے ساتھ کھیلنے لگا۔

''اور سناؤ تم کیسی ہو؟''

وہ زیبا کی طرف دیکھ کر بولی۔

''ٹھیک ہی ہوں۔''

زیبا نے سر جھکا کر دھیرے سے کہا وہ غور سے اسے دیکھنے لگی اور پھر گویا ہوئی۔

''لگ تو نہیں رہا خیر یہ بتاؤ کہ تم پرسوں کا کہہ کر آئی ہی نہیں میں اور میرے بچے تمہارا انتظار ہی کرتی رہ گئی۔''

وہ گلہ کرتے ہوئے بولی اور زیبا کی نظروں میں اس دن کا واقعہ ایک بار پھر گھوم گیا۔

''وہ میں اس دن آنے والی تھی وہ۔''

زیبا کچھ کہتے ہوئے رک گئی تھی زیبا کے چہرے پر دکھ اور کرب کے آثار دیکھ کر نور سمجھ گئی کہ ضرور کوئی بات ہے۔

''کیا بات ہے تمہیں کوئی پریشانی ہے تو مجھے بتاؤ میں تمہاری بڑی بہن کی طرح ہوں میں ہر ممکن کوشش کروں گی کہ تمہاری مدد کروں۔''

وہ زیبا کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی تو زیبا کی آنکھوں سے دو موٹے موٹے آنسو نکل پڑے نور کی ہمدردی نے زیبا کو جذباتی کر دیا تھا اور وہ خود پر قابو نہ رکھ پائی تھی۔نور یہ دیکھ کر پریشان ہوگئی تھی تبھی اس نے زیبا کو گلے لگا لیا اور بولی۔

''پلیز مت رو مجھے بتاؤ تمہیں کیا ہوا ہے کیوں رو رہی ہو مجھے اپنی بہن سمجھ کر بتاؤ آخر ہوا کیا ہے؟''

زیبا اس کے کندھے پر سر رکھ کر رو رہی تھی اسے آج رونے کے لئے ایک کندھا مل ہی گیا تھا اور وہ اپنے آنسوؤں کو روکنے میں بری طرح ناکام ہوگئی تھی وہ کچھ دیر یونہی روتی رہی اور نور اسے چپ کراتی رہی پھر نور نے اسے پانی پلایا اور نور کا بیٹا پریشان ہو کر زیبا کو دیکھ رہا تھا۔نور نے اسے چپ کرا کر پھر سے پوچھا کہ بات کیا ہے تو زیبا نے ساری بات اسے بتا دی۔

''اچھا تو یہ بات ہے تو پیاری اس میں اتنا رونے کی کیا بات تھی تمہیں اس سے ڈرنا نہیں چاہئے تھا اور اگر وہ تم سے کوئی غلط تقاضا کر رہا تھا تو تم اسے ٹکا سا جواب دے دیتیں اس میں اتنا ڈرنے کی کیا ضرورت تھی۔ مردوں کی تو فطرت ہی ایسی ہوتی ہے جہاں کوئی خوبصورت لڑکی دیکھی دہیں منہ ماری کرنے کی کوشش کرتے ہیں پر یہاں کوئی کسی کے ساتھ زبردستی نہیں کرسکتا یہی تو فائدہ یہاں رہنے کا کہ یہاں عورتوں کے بہت حقوق ہیں اور قوانین بہت سخت اگر کوئی جرم کرے تو پھر وہ سزا سے بچ نہیں سکتا۔ تم بالکل مت ڈرو ہم ابھی جا کر اس کی شکایت کر دیتے ہیں پھر تم دیکھنا کہ اس کے ساتھ ہوتا کیا ہے۔''

وہ زیبا کو سمجھاتے ہوئے بولی وہ اب کافی پرسکون ہوگئی تھی جی بھر کر رونے اور نور کے سمجھانے سے وہ کافی سنبھل گئی تھی۔

''نہیں نہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں مجھے یہاں کسی سے دشمنی نہیں کرنی۔''

زیبا نے جلدی سے کہا۔

''نہیں ایسا کچھ نہیں ہوگا ہماری شکایت پر وہ اسے سنٹر سے نکال دیں گے یہاں رہنے کے بھی کچھ قوانین ہیں جو ہر کسی کو فولو کرنے ہوتے ہیں۔''

نور نے اپنا ہاتھ اک بے ہاتھ پر رکھ کر کہا۔

''پھر بھی مجھے ایسا نہیں کرنا۔''

زیبا نے نفی میں سر ہلا کر کہا۔

''اچھا چلو ٹھیک ہے تمہیں یہاں کسی سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں اب تم بالکل پریشان مت ہونا یہاں تمہاری مرضی کے بغیر کوئی انگلی بھی نہیں لگا سکتا۔ اب مردوں سے مت گھبرانا' یہاں مردوں سے زیادہ عورتوں کے حقوق ہیں اور تم نے تو دیکھا ہی ہوگا کہ ہر جگہ عورتیں ہی کام کرتی ہیں تم جہاں چاہے جاسکتی ہو جو چاہے کرسکتی ہو۔''

وہ زیبا کو بہت اچھے سے سمجھا رہی تھی اور اس کا زیبا پر بہت مثبت اثر ہوا تھا۔

''جی ٹھیک ہے۔''

زیبا نے مطمئن ہوتے ہوئے کہا اس کی خود اعتمادی بحال ہو رہی تھی پھر دونوں خوشگوار موڈ میں باتیں کرنے لگیں تبھی نور کا بیٹا قریب آ کر بولا۔

''مما مما بھوک لگی ہے۔''

نور نے ٹائم دیکھا ابھی ٹی ٹائم تھا اس نے زیبا سے پوچھا اور پھر وہ دونوں بچوں کو لے کر ہال میں آ گئی تھیں یہاں رش کم تھا دونوں نے چائے لی اور بچوں کو بھی کھانے کے لیے بسکٹ اور چپس دی اب وہ بیٹھ کر چائے پی رہی تھیں اور خوش گپیوں میں مصروف تھیں۔ آج یہ سب کچھ زیبا کو بہت اچھا لگ رہا تھا اتنے دنوں سے اکیلے کھانے میں اسے بالکل مزہ نا آیا تھا آج نور کے ساتھ اسے ہر چیز بہت اچھی لگ رہی تھی نور اسے بہت مزاحیہ باتیں بتا رہی تھی اور وہ سن سن کر قہقہے لگا کر ہنس رہی تھی۔ جب سے وہ یہاں آئی تھی آج پہلی وہ کھل کر ہنسی تھی اور اسے اپنی ہی ہنسی بہت اجنبی لگ رہی تھی۔

☆☆☆☆

اب اکثر زیبا نور کے پاس آ کر بیٹھ جاتی اور دونوں خوب گپیں لگاتیں بچوں کے ساتھ زیبا کا وقت اچھا گزر جاتا تھا وہ زیبا کے ساتھ مل کر کھیلتے تھے اور یوں وہ ڈپریشن سے کافی حد تک نکل آئی تھی۔ نور اسے ہر چیز کے متعلق بہت اچھے سے بتا دیتی تھی اس طرح زیبا کے بہت سے مسئلے آسانی سے حل ہو جاتے تھے آج بھی دونوں آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔

''آپ کی باقی فیملی کہاں ہے؟''

زیبا نے نور سے پوچھا۔

''وہ ایران میں ہیں میں یہاں اپنے شوہر کے ساتھ آئی تھی پہلے تو سب ٹھیک تھا لیکن بعد میں اس نے مجھ پر شک کرنا شروع کر دیا پھر روز رات کو شراب پی کر مار کٹائی کرنا اس کا معمول بن گیا تھا پھر میں نے دوسرے بچے کی پیدائش کے بعد اس سے خلع لے لی اور تب سے یہاں ہی رہ رہی ہوں۔''

نور نے اسے تفصیل سے بتایا۔

''تو آپ واپس کیوں نہیں جاتیں؟''

زیبا نے استفسار کیا۔

''یہاں گورنمنٹ کی طرف سے جتنی سہولتیں ملتی ہیں وہ اور کہیں نہیں ملتیں اور میرے بچے بھی یہیں پیدا ہوئے ہیں وہ یہاں کے عادی ہیں اور میں یہاں آزاد زندگی گزار رہی ہوں کوئی مسئلہ نہیں ہے تو کیوں واپس جا کر اپنی فیملی پر بوجھ بنوں میں یہاں پر ہی خوش ہوں۔''

وہ سنجیدگی سے بولی۔

''ہاں میں نے بھی یہی سنا ہے کہ جو ایک بار یورپ آ جاتا ہے پھر وہ یہاں سے واپس جانے کا نہیں سوچتا۔''

زیبا نے دور کسی چیز کو گھورتے ہوئے کہا۔

''ہاں ایسا ہی ہے تم نے کبھی شاپنگ کی ہے یہاں؟''

نور نے اپنے بیٹے کو گود میں لیتے ہوئے کہا۔

''نہیں جب سے یہاں آئی ہوں کبھی موقع ہی نہیں ملا اور نہ ہی مجھے راستوں کا کچھ پتا ہے اور یہ جگہ بھی شہر سے بہت دور ہے مجھے اکیلے میں ڈر لگتا ہے عادت ہی نہیں ہے اکیلے کہیں جانے کی۔''

زیبا نے مایوسی سے کہا اسے شاپنگ کا بہت شوق تھا اور وہ ہمیشہ سارہ کے ساتھ شاپنگ پر جایا کرتی تھی۔

''میں نے آج جانا ہے بچوں کی کچھ چیزیں لینی ہیں تم بھی ساتھ چلو بہت مزہ آئے گا۔''

وہ مسکرا کر بولی تو زیبا نے اثبات میں سر ہلایا۔

''آج میرے ساتھ جاؤ گی تو راستوں کا بھی پتا چل جائے گا اور اچھا بھی لگے گا۔''

نور نے خوشدلی سے کہا۔

"ہاں میرے پاس پیسے بھی کافی جمع ہوگئے ہیں اور میں نے فون کی سم بھی لینی ہے کیونکہ گھر پر بات کرنی ہو تو بہت پریشانی ہوتی ہے فون ہوگا تو مجھے بہت آسانی ہو جائے گی۔"

زیبا نے سوچ کر کہا اور دل میں خوش ہوئی کہ فون ہوگا تو جب چاہے گھر والے بھی فون کر لیا کریں گے۔

"چلو وہ بھی لے لیں گے یہ کوئی بڑا کام نہیں ہے کسی بھی فون کی سروس سے مل جائے گی اور مہنگی بھی نہیں ہے ویسے پیسے کتنے ہیں تمہارے پاس؟"۔

نور نے سرسری انداز میں پوچھا۔

"وہ تو کافی ہیں ویسے بھی اتنی شاپنگ نہیں کرنی ضرورت کی ہر چیز تو مل ہی جاتی ہے یہاں پر۔"

زیبا نے مسکرا کر کہا۔

"اچھا یہ تو بہت اچھی بات ہے تم اکیلی ہو آرام سے پیسے جمع کر سکتی ہو اور اگر کچھ لینا ہو تو انہی پیسوں سے لے سکتی ہو۔ جو پیسے یہاں ملتے ہیں وہ کافی تو نہیں ہوتے مگر گزارہ تو ہو ہی جاتا ہے مگر اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ ہر انسان کی بہت سی ضرورتیں اور خواہشات ہوتیں ہیں جنہیں وہ پورا کرنا چاہتا ہے اسی لئے لوگ یہاں چھپ کر کام بھی کرتے ہیں حالانکہ ان کو اس کی اجازت نہیں ہے۔"

نور نے اپنے بچے کے کپڑے تبدیل کرتے ہوئے کہا۔ زیبا نے کچھ الجھتے ہوئے پوچھا۔

"ایسا کیوں ہے ہمیں بھی کمانے کی اجازت ہونی چاہئے۔"

وہ یہ بات سن کر پریشان ہوگئی تھی کیونکہ وہ اپنے پیروں پر کھڑی ہو کر کچھ کرنا چاہتی تھی کچھ بننا چاہتی تھی اسی لئے تو وہ اپنوں سے دوری کا زہر پینے پر مجبور تھی وہ یہاں رہ کر بھکاریوں جیسی زندگی نہیں گزارنا چاہتی تھی وہ دو وقت کی روٹی کے لئے تو یہاں نہیں آئی تھی دو وقت کی روٹی تو اسے وہاں بھی میسر تھی۔ زیبا کو خاموش دیکھ کر نور پھر سے بولی۔

"بس یہی تو پرابلم ہے یہاں رہنے کا اسی لئے تو اتنی دور سنٹر بنایا ہے تاکہ ہم عام شہریوں سے الگ رہیں اور ان میں مکس نہ ہوں۔"

وہ اب اپنا بیگ الماری سے نکال رہی تھی۔

"میں نے تو سوچا تھا کہ اپنے پیروں پر کھڑی ہو جاؤں گی۔"

زیبا نے دھیرے سے افسردہ لہجے میں کہا۔

"تمہیں کچھ آتا ہے کوئی کام وغیرہ یا کبھی کوئی جاب کی ہے؟"۔

نور نے زیبا کی طرف دیکھ کر کہا۔

"جاب تو کبھی نہیں کی...... سلائی کا کام آتا ہے اور بیوٹیشن کا کام بھی سیکھا ہوا ہے۔"

زیبا نے سوچتے ہوئے کہا۔

"واہ بیوٹیشن کا کام تو تم سنٹر کے اندر بھی کر سکتی ہو اور اس کے لئے تمہیں کہیں جانے کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

www.paksociety.com

نوریہ سن کر بہت خوش اور متاثر ہوئی اور زیبا کو مفت کا مشورہ بھی دے دیا۔

''تو کیا مجھے اس کام کی اجازت مل جائے گی؟''

زیبا نے پوچھا۔

''اجازت کی کیا ضرورت ہے اس کے لئے نہ ہی تم کو سنٹر کی انتظامیہ کو اس بارے میں کچھ بتانے کی ضرورت ہے تم بس اپنے سب جاننے والوں کو خود سے بتا دینا کہ تم یہ کام جانتی ہو اور کم پیسوں میں ہی ان کا کام کر دیا کرو گی یہاں اس کام کی ڈیمانڈ ہے کیونکہ یہاں کے لوگ پارلرز جانا آفورڈ نہیں کر سکتے اس لئے وہ خوشی سے یہ کام تم سے کروا لیا کریں گے اور تم بھی کچھ پیسے کما لیا کرو گی۔''

نور نے اس کے قریب بیٹھ کر رازداری سے اسے پوری بات سمجھا دی تھی۔

''یہ تو زبردست کام ہو جائے گا۔''

زیبا نے خوشی سے اچھل کر کہا وہ اس آئیڈیا پر بہت خوش ہوئی تھی اس نے یہ کام بہت سے پیسے لگا کر اور بہت محنت سے سیکھا تھا اور اس کا شوق بھی تھا اور یہی سوچ کر سیکھا تھا کہ اگر کبھی کسی کام کی مشکل وقت میں ضرورت پڑے تو کوئی تو ہنر ہاتھ میں ہونا چاہئے۔

''ویسے کیا کیا کام آتے ہیں تم کو میرا بھی کوئی اچھا سا ہیر کٹ کر دینا۔''

نور نے شوخی سے آنکھ مار کر زیبا سے پوچھا اور پھر اپنی چٹیا کو ہاتھ سے پکڑ کر زیبا کو دکھاتے ہوئے بولی۔

''ضرور ضرور سب سے پہلے میں آپ ہی کی کٹنگ کروں گی خوش؟''

وہ بھی شوخی سے بولی اور دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر قہقہے لگا کر ہنسنے لگیں۔

☆☆☆☆

اب وہ دونوں بچوں کو لئے ٹرین میں بیٹھی تھیں اور آپس میں باتیں کر رہی تھیں آج زیبا پہلی بار سنٹر سے باہر آئی تھی اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ وہاں قید ہی ہو کر رہ گئی تھی اور آج وہ اس قید سے باہر آ کر بہت آزاد اور ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔ ٹرین سے اتر کر وہ ایک بہت بڑے شاپنگ مال میں آ گئی تھیں زیبا نے یہاں کا پہلا مال آج ہی دیکھا تھا اور یہ سب اسے بہت اچھا لگ رہا تھا۔ آج اس کے دل میں کوئی ڈر کوئی خوف نہ تھا وہ بہت خود اعتمادی سے ہر چیز کو انجوائے کر رہی تھی سب کچھ بہت مختلف اور دلکش تھا۔ بڑی بڑی شاپس تھیں جو ہر قسم کی چیزوں سے بھری ہوئی تھیں دونوں نے مل کر پورے مال کا چکر لگایا' زیبا نے جینز اور اوور کاٹ پہنا ہوا تھا اور نور نے بھی پینٹ اور نانگ سوئٹر دونوں ہی اس وقت وہیں کی عورتیں لگ رہی تھیں کیونکہ دونوں ہی کافی گوری چٹی اور اسمارٹ تھیں اور انگلش بھی آسانی سے بول لیتی تھیں۔ چھوٹے بیٹے کو پرائم میں بٹھایا ہوا تھا جو زیبا نے پکڑ رکھی تھی وہ اس میں سے ٹک کر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا اور بڑے کو نور نے ایک ہاتھ سے پکڑا ہوا تھا اور وہ بھی بہت خوش ہو رہا تھا۔ دونوں نے کچھ چیزیں خریدیں اور کافی دیر گھومنے کے بعد اب ان سب کو بھوک بھی لگ گئی تھی بچوں کو آئس کریم اور چپس دلائی اور خود دونوں نے کوک اور شوارمے لے کر کھایا شام ہونے کو آ گئی تھی دونوں نے واپسی کے لئے ٹرین لی اور شام سے پہلے وہ واپس آ گئی تھیں۔ سارا دن گھومنے کے بعد

آج زیبا بہت خوش تھی اور کافی فریش فیل کر رہی تھی کمرے میں آ کر وہ اپنی شاپنگ کھول کر دیکھنے لگی اور پھر لیٹتے ہی تھکے ہونے کی وجہ سے اسے جلد ہی نیند آ گئی۔

☆☆☆☆

زیبا ابھی ابھی کمپیوٹر روم سے اپنے کمرے میں آئی تھی آج گھر والوں سے کافی دیر چیٹ ہوئی تھی اس لئے وہ بہت اچھے موڈ میں تھی وہ بہت خوش تھی کہ اس کے چھوٹے بھائی اور بہنیں اچھی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ طلحہ نے بی۔اے کر کے جاب کر لی تھی اور زیب ابھی دسویں میں تھا سارہ نے ایم۔اے میں داخلہ لے لیا تھا۔ وہ یہاں کافی حد تک سیٹل ہو گئی تھی پر پھر بھی گھر والوں کے بغیر اکیلی تھی' اس نے یہاں کسی سے کچھ پیسوں میں پرانا کیسٹ پلئیر خرید لیا تھا جس کے ساتھ کچھ کیسٹس بھی تھیں کچھ اس نے بازار سے لے لی تھیں اب جب بھی وہ زیادہ بور یا اداس ہوتی گانے لگا کر سن لیتی تھی۔ اس نے جگجیت کی غزلوں کی بھی ایک کیسٹ لی تھی جس میں بہت مشہور غزلیں تھیں اس کی پر سوز آواز زیبا کے دکھی دل کے تاروں کو چھیڑ دیتی تھی اور وہ ان کو سن کر خیالوں کی دنیا میں چلی جاتی تھی۔ ''چھٹی نہ کوئی سندیس جانے وہ کونسا دیس جہاں تم چلے گئے...... میری دنیا میں آ کر مست جا مست جا...... ہوش والوں کو خبر کیا بے خودی کیا چیز ہے۔ چٹھی آئی ہے وطن سے چٹھی آئی ہے' بڑے دنوں کے بعد ہم بے وطنوں کو یاد وطن کی مٹی آئی ہے چٹھی آئی ہے وطن سے چٹھی آئی ہے۔'' یہ سب غزلیں وہ اکثر گھنٹوں سنا کرتی تھی اور اکثر اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آتے تھے وطن اور اپنوں سے دوری کیا ہوتی ہے وہ اچھی طرح جان گئی تھی۔ کیوں لوگ پردیس جانے سے اتنا گھبراتے تھے آج وہ اچھی طرح سمجھ چکی تھی۔

زیبا نے کمرے میں آ کر اپنی ڈائری نکالی اور اس میں رکھی اپنی فیملی کی تصویر نکال کر دیکھنے لگی وہ روز یونہی دن میں جب بھی وقت ملتا اور گھر والوں کی یود بہت زیادہ ستاتی اس تصویر کو سامنے رکھ کر دیکھتی رہتی۔ اج بھی وہ بیڈ پر بیٹھ کر پہلے تصویر کو دیکھتی رہی اور پھر آنکھیں بند کر کے تصویر کو سینے پر رکھ کر آنکھیں بند کئے جانے کن خیالوں میں گم تھی کہ دروازے پر کسی نے دستک دی وہ تصویر ڈائری میں رکھ کر دروازے پر آئی تو سامنے وارڈن ایک لڑکی کو لئے کھڑی تھی۔

''ہیلو زیبا یہ تمہاری نئی روم میٹ ہے۔''

وارڈن نے بغیر کسی تمہید کے اس لڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''ہیلو۔''

''ہیلو۔''

دونوں نے ہاتھ ملائے۔

''یہ آج سے تمہارے کمرے میں رہے گی۔''

وارڈنے زیبا کو بتایا اور چلی گئی۔

''آؤ اندر آ جاؤ۔''

زیبا نے اسے مسکرا کر کہا تو وہ اپنا بیگ اٹھا کر اندر چلی آئی۔اسے دیکھ کر زیبا کو بہت خوشی ہوئی تھی کہ چلو کسی کے آنے سے اس کی قید تنہائی میں تو کچھ کمی آئے گی وہ تو اکیلے رہ رہ کر بیزار آ گئی تھی۔زیبا نے اسے اچھے سے ویلکم کہا تھا اور کچھ ضروری باتیں بھی سمجھا دی تھیں کمرے میں دو بیڈ تھے جو ایک زیبا کے پاس تھا دوسرا اس نے لے لیا تھا۔وہ کوئی پچیس کے قریب تھی رنگ بہت سفید اور قد وقامت بھی مناسب تھی کافی سمارٹ تھی اور نقوش بھی بہت دلکش تھے بال بھورے اور آنکھیں گہری نیلی جیسے کئی رنگ ان میں سمائے ہوئے تھے۔وہ سامان رکھ کر زیبا کے سامنے والے بیڈ پر بیٹھ گئی تھی اپنا کوٹ اتار کر اب وہ اپنے جوتے اتار رہی تھی زیبا اسے پر تجسس نگاہوں سے دیکھ رہی تھی پھر اس نے خود ہی پوچھا۔

''آپ کہاں سے تعلق رکھتی ہیں؟۔''

زیبا نے پوچھا۔

''میں روس سے اور تم؟۔''

وہ سر اٹھا کر بولی۔

''پاکستان۔''

زیبا نے مسکرا کر کہا۔

''آپ اکیلی ہو شادی شدہ یا سنگل؟۔''

اس نے زیبا کو بغور دیکھ کر کہا۔

''نہیں میں اکیلی ہی ہوں۔''

زیبا نے کہا۔

''اچھا مجھے نیند آ رہی ہے میں کافی تھک گئی ہوں ہم کل بات کریں گے۔''

وہ بیڈ پر لیٹ کر رضائی اوڑھتے ہوئے بولی۔

''اوکے گڈ نائٹ۔''

زیبا نے اسے کہا۔

''گڈ نائٹ۔''

وہ کہہ کر کروٹ لے کر سو گئی اور زیبا کیسٹ پلیئر پر ہیڈ فون لگا کر گانے سننے لگی اسے نیند نہیں آ رہی تھی وہ کافی دیر تک گانے سنتی رہی پر جانے کیوں آج نیند تھی کہ آنے کا نام ہی نہ لے رہی تھی اسے عجیب سا احساس ہو رہا تھا پر وہ جاننے سے قاصر تھی کہ یہ کیسا احساس ہے اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اس ایک لڑکی کی آنے سے ہی اس کمرے میں بہت رش ہو گیا ہے اور کچھ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے بہت سے لوگ یہاں موجود ہوں وہ اس سوئی ہوئی لڑکی کو دیکھ کر سوچنے لگی لگتا ہے مجھے تنہا رہنے کی بہت عادت ہوئی ہے جو اس کے آنے کی وجہ سے میں ڈسٹرب ہو رہی ہوں پر میں تو خوش تھی کہ

چلو کسی کا ساتھ تو ہوگا پھر ایسا کیوں لگ رہا ہے۔ وہ حیران تھی کہ ایسا پہلے تو کبھی نہ ہوا تھا زیبا نے گھڑی کی طرف دیکھا تو بارہ بج چکے تھے اچانک اسے یاد آیا کہ اس نے ابھی تک عشاء کی نماز تو پڑھی ہی نہیں ہے وہ جلدی سے بیڈ سے اتری اور واش روم کی طرف بڑھی تبھی اس کی نظر اس لڑکی کے چہرے پر پڑی یہ لڑکی کتنی خوبصورت ہے زیبا نے دل میں سوچا چلو اس کے ساتھ وقت اچھا گزرے گا۔ یہ سوچ کر وہ مسکرائی اور آگے بڑھ کر واش روم کا دروازہ جونہی کھولا! کوئی سیاہ رنگ کی چیز واش روم میں ہلتی ہوئی محسوس ہوئی وہ یکدم وہیں ساکت ہوئی تھی اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا تھا یہ کیا ہوسکتا ہے اس نے دل میں سوچا کہیں اندر کوئی چھپا تو نہیں ہوا مگر ایسا کیسے ہوسکتا ہے کمرے کی چابی تو میرے پاس ہی تھی پھر یہ اندر کیا ہوسکتا ہے کیا کوئی سایہ یاد وہ اپنی جگہ پر بت بنے کھڑی تھی کچھ دیر بعد اس نے اپنی ساری ہمت جمع کی اور آگے بڑھ کر لائیٹ آن کی جیسے کوئی چیز یکدم اس کی آنکھوں سے اوجھل ہوگئی تھی وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے سارے واش روم کو دیکھتی رہی اور پھر اسے اپنا وہم سمجھ کر یہ خیال جھٹک کر اندر چلی گئی پر دروازہ اندر سے لاک نہیں کیا۔ وضو کر کے اس نے عشاء کی نماز پڑھ کر آدھا گھنٹہ قرآن پاک کی تلاوت کی وہ روز نماز بھی پڑھتی تھی اور قرآن بھی ترجمے کے ساتھ پڑھتی تو اسے بہت سکون ملتا تھا اسے ترجمے سے قرآن پڑھنا بہت اچھا لگتا تھا جب وہ قرآن میں جگہ جگہ صبر کی نصیحت جو اللہ نے اپنے بندوں کو کی ہے کہ صبر کرو اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے وہ اپنے بندوں کو مشکل میں ڈال کر انہیں آزماتا ہے کہ کون صبر کرتا ہے اور شکر کرتا ہے اور کون اس کی ناشکری کرتا ہے اللہ ہر وقت اپنے بندے کی خبر رکھتا ہے اور اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہوتا ہے یہ سب پڑھ کر زیبا کو بہت تسلی ہوتی تھی اور وہ کافی حد تک اپنے اوپر ہوئے ظلم پر صبر کرنے کے قابل ہوگئی تھی۔ اے اللہ اگر تو نے مجھے کسی امتحان میں ڈالا ہے تو خود ہی مجھے اس میں سرخرو بھی کر دینا میں تو بہت بے وقوف سی لڑکی ہوں نہ مجھے دنیا کی کچھ خبر ہے نہ لوگوں کا کچھ پتا ہے بس تو ہی میری مدد کرنا جو بھی میرے حق میں اچھا ہے وہی کرنا مجھے تو یہ بھی نہیں پتا کی میرے حق میں کیا چیز اچھی ہے اور کیا بری۔ وہ نماز پڑھ کر دعا کر رہی تھی اور دل ہی دل میں اپنے رب سے باتیں بھی کر رہی تھی۔ اب وہ بیڈ پر لیٹ گئی تھی لائیٹ آف کرنے سے کمرے میں کافی اندھیرا ہوگیا تھا اسے اب اندھیرے سے ڈر نہیں لگتا تھا پر جانے آج کیا بات تھی کہ اسے کمرے میں کوئی ہلچل سی محسوس ہونے لگی تھی اس نے کروٹ بدلی پھر بھی اسے یوں ہی لگ رہا تھا جیسے کمرے میں کچھ چیزیں ہوں جو بظاہر تو نظر نہیں آ رہی تھیں پر زیبا کی چھٹی حس جیسے کسی کے ہونے کا احساس دلا رہی تھی۔ کافی دیر بے چین رہنے کے بعد اس نے سائیڈ ٹیبل سے اپنی تسبیح نکالی اور پڑھنے لگی اب اس کی بے چینی کو قدرے آرام ملا تھا پھر جانے کس پہر اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔

☆☆☆☆

زیبا کی آنکھ کھلی تو اسے عجیب سا منظر دکھائی دیا تھا وہی لڑکی جو اس کی نئی روم میٹ تھی اپنے بیڈ پر آنکھیں بند کیے کچھ پڑھ رہی تھی رات دیر سے سونے کی وجہ سے زیبا کی آنکھ ابھی ابھی کھلی تھی وہ نیم وا آنکھوں سے اسے تکنے لگی اس نے سامنے ٹیبل پر بہت سے کارڈز رکھے ہوئے تھے جن پر مختلف قسم کی چیزیں بنی ہوئی تھیں پھر اس نے بند آنکھوں سے ایک کارڈ اٹھایا اور آنکھیں کھول کر اسے پڑھ کر مسکرانے لگی تبھی اس کی نظر زیبا پر پڑی جو اسے حیرت بھرے انداز میں تک رہی تھی وہ زیبا کو دیکھ کر کچھ گھبرا گئی اور اس نے جلدی سے سارے کارڈز اکٹھے کر کے قریب پڑے اپنے ہینڈ بیگ میں ڈال لیے۔

''تم' تم اٹھ گئی' گڈ مارننگ۔''

وہ جیسے کچھ نروس ہو کر بولی۔

''گڈ مارننگ رات کافی لیٹ سوئی تھی۔''

زیبا نے اٹھتے ہوئے کہا پھر اپنے بال سمیٹتے ہوئے پوچھا۔

''یہ تم کیا کر رہی تھی؟۔''

وہ اس اچانک سوال پر چونک گئی پھر بولی۔

''وہ......وہ میں یہ جاننے کی کوشش کر رہی تھی کہ آگے میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور......بس اس سے زیادہ تو مجھے کچھ بھی نہیں آتا۔''

وہ گھبرا کر کہنے لگی اور پھر خود ہی بات ختم کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

''یہ تم کیوں کر رہی تھی؟۔''

زیبا نے حیرت سے پوچھا۔

''ویسے ہی وہ دراصل میں بہت پریشان تھی اس لئے یہ جاننے کی کوشش کر رہی تھی کہ آگے کیا ہونے والا ہے اور بس' میں کوئی جادوگرنی نہیں ہوں اور نہ ہی میں نے کبھی کسی کو جادو سے کوئی نقصان پہنچایا ہے میں تو بس کبھی کبھی یہ کارڈز دیکھ لیتی ہوں اس سے زیادہ تو اور کچھ بھی نہیں آتا مجھے۔''

وہ جیسے زیبا کو اپنی صفائیاں دینے لگی تھی۔

''تم جادو کرتی ہو' تم نے یہ کہاں سے سیکھا ہے؟۔''

زیبا نے پرتجسس نگاہوں سے اسے دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔

''ہاں میں کرنا جانتی ہوں پر پلیز تم یہاں کسی کو نہ بتانا' خاص کر کسی مسلمان کو۔''

وہ درخواست کرنے والے انداز میں بولی۔

''تم اتنا گھبرا کیوں رہی ہو میں کسی کو نہیں بتاؤں گی۔''

زیبا نے اسے یقین دلاتے ہوئے کہا۔

''دراصل لوگ خاص کر مسلمان اس چیز کو بہت برا سمجھتے ہیں اور کئی مسلمان تو جادوگروں کو قتل بھی کر دیتے ہیں۔''

وہ آہستہ اور رازداری سے بولی۔

''اچھا!۔''

زیبا نے حیرت کا اظہار کیا۔

''کیا تم جاننا چاہو گی کہ آگے تمہاری زندگی میں کیا ہونے والا ہے؟۔''

وہ گردن آگے کر کے پوچھنے لگی۔

"کیا اس سے بالکل صحیح پتا چل جاتا ہے کہ آگے کیا ہوتا ہے؟ پر یہ کیسے ممکن ہے؟۔"

زیبا نے سوچتے ہوئے کہا۔

"میرے پاس جو کارڈ ہیں ان سے مجھے پتا چل جاتا ہے کہ آگے اچھا ہوگا یا برا وہ مجھے کسی چیز کے بارے میں گائیڈ بھی کرتے ہیں اور میری مدد بھی کرتے ہیں۔"

وہ زیبا کو سمجھاتے ہوئے بولی تو زیبا دھیرے سے مسکرائی اور دل میں سوچا بھلا ایسا کیسے ہوسکتا ہے غیب کا علم تو صرف اللہ کی ذات کو ہے یہ بے جان کارڈ کیا خاک کسی کو گائیڈ کر سکتے ہیں وہ تو خود ہی بے جان اور بے اختیار ہیں۔

زیبا کی اس طنزیہ ہنسی سے وہ جان گئی کہ زیبا کو اس کی بات پر یقین نہیں آیا وہ خفت سی محسوس کر کے بولی۔

"میں صحیح کہہ رہی ہوں ایسا ہی ہے اگر تم کو یقین نہیں تو پوچھو کیا پوچھنا چاہتی ہو میں تم کو کارڈ دیکھ کر بتاؤں گی کہ آگے تمہاری زندگی میں کیا ہونے والا ہے۔"

وہ پورے وثوق سے ہاتھ ہلا کر بولی۔

"نہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے ویسے بھی یہ کام میرے مذہب میں حرام ہے۔"

زیبا نے اطمینان سے کہا۔

"تم کس مذہب سے تعلق رکھتی ہو؟۔"

اس کے ماتھے پر یکدم بہت سی شکنیں نمودار ہوئی تھیں اس نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

"اسلام میں مسلمان ہوں۔" زیبا نے خوشی سے کہا یہ سن کر اس کے چہرے پر ایک رنگ آیا ایک گیا جسے زیبا نے بھانپ لیا۔

"تم پریشان نہ ہو میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گی۔"

زیبا نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی وہ بوکھلا کر اٹھی جلدی سے اپنا بیگ کندھے پر ڈال لیا۔

"میں واقعی کوئی جادوگرنی نہیں ہوں بس یہ کارڈ ہی دیکھنے آتے ہیں اور کچھ بھی نہیں...... اچھا پھر ملیں گے ابھی مجھے کہیں جانا ہے۔"

وہ جلدی سے کہہ کر کمرے سے باہر چلی گئی اور زیبا اسے دیکھتی ہی رہ گئی۔

☆☆☆☆

"جب ہم لٹریچر کو پڑھتے ہیں تو ہم پوری زندگی کو پڑھتے ہیں' مختلف لوگوں ان کی زندگی' ان کے کلچر رہن سہن' مختلف ثقافتوں زندگی میں پیش آنے والے پیچیدہ حالات و واقعات اور زندگی میں ملنے والے کرداروں کے بارے میں پڑھتے اور جانتے ہیں۔ زندگی میں ہمیں بہت سے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے ہر انسان اس کی سوچ' اس کا ماحول اس کی تربیت' اس کا مزاج' اس کا زندگی کو دیکھنے اور گزارنے کا طریقہ سب کچھ دوسرے سے

مختلف ہوتا ہے۔ زندگی کو سمجھنا ایک مشکل کام ہے کیونکہ یہ ہے ہی ایک مشکل چیز یہ نہ تو آپ کے اختیار میں ہے اور نہ ہی آپ کی مرضی سے اس میں کوئی آتا یا جاتا ہے سب کچھ خود بخود ہوتا ہی چلا جاتا ہے اور انسان بے بس ہو کر اس کا ایک کردار بن جاتا ہے جو سوائے اس میں حصہ لینے کے اور کچھ نہیں کر سکتا۔ انسان کتنا ہی عقلمند کیوں نہ ہو وہ کبھی نہ کبھی ٹھوکر ضرور کھاتا ہے اور زندگی انسان کو ساری عمر آزماتی رہتی ہے' یہی مشکلات اور آزمائشیں انسان کو مضبوط بناتی ہیں اسے جینا سکھاتی ہیں' سفرنگ از لیشنشال فور میچورٹی' یہی اس ناول کی تھیم ہے جو ہم کل سے پڑھنا شروع کریں گے یہ جو تکالیف جن سے ہم گھبراتے ہیں یہ سب ہماری ٹریننگ کو حصہ ہوتی ہیں قدرت انسان کر اس دنیا میں سروائیو کرنے کے لئے اسے کٹھن امتحانوں سے گزرتی ہے تاکہ وہ اس دنیا میں رہنا سیکھے یہ سب انسان کو سدھارنے اور اس کو کسی قابل بنانے کے لئے قدرت کی طرف سے ہوتا ہے......"

سارہ کلاس روم میں بیٹھی مسلسل اپنی ٹیچر کی طرف دیکھ رہی تھی اور ان کا لیکچر سن رہی تھی بظاہر وہ زندگی پر دیا جانے والا لیکچر سن رہی تھی مگر یہی زندگی آج کل اس کی سمجھ سے بالکل باہر تھی اسی زندگی نے اسے اتنا الجھا دیا تھا کہ اسے کچھ بھی سمجھ نہ آتا تھا اور اکثر ہی ایسا ہوتا تھا کہ وہ کلاس میں بیٹھی ہوتی اور اس کا ذہن جانے کہاں ہوتا اس کا دھیان جانے کہاں چلا جاتا تھا اسے پتا ہی نہ چلتا۔

واقعی زندگی بہت مشکل ہے یہ انسان کو آزماتی ہے ٹیچر کے یہ الفاظ سارہ کے ذہن میں گردش کر رہے تھے۔ انسان کتنا بے اختیار ہے وہ اپنا اچھا کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے اور زندگی اس کے ساتھ کچھ اور ہی کر جاتی ہے وہ اپنا اچھا یا برا کرنے میں بالکل بے اختیار ہے وہ تو اچھی قسمت ہو تو انسان خود بخود خوشیوں کی طرف چلا جاتا ہے اور اگر قسمت میں ہی برا ہونا لکھا ہو تو لاکھ اچھا سوچ کر بھی کیا ہوا کام برا ہی نکلتا ہے۔ انسان قسمت کے ہاتھوں میں کسی سوکھے پتے کی طرح ہوتا ہے جسے ہوائیں ایک جگہ سے دوسری پر پٹختی رہتی ہیں اور وہ اسی بے جان پتے کی طرح کبھی کسی کی چوکھٹ پر جا کر گرتا ہے تو کبھی کسی کے قدموں کے نیچے روندہ جاتا ہے کبھی قسمت اسے سڑکوں اور گلیوں میں اڑاتی پھرتی ہیں تو کبھی کسی کچرے کے ڈھیر پر ڈال جاتی ہیں۔ پیریڈ ختم ہونے کی ہوئی تو سارہ اپنی سوچوں سے باہر آئی وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھی اسے پتا ہی نہ چلا تھا کہ کب پیریڈ ختم ہوا اور کب ٹیچر کلاس سے باہر جا چکی تھی۔ اب یہ بریک ٹائم تھا سارہ نے اپنا پین بند کیا اور رجسٹر پر ایک سرسری نظر ڈالی جس پر آج اس نے چند لفظ ہی لکھے تھے اس نے اسے بند کر کے بیگ میں رکھ لیا تھا اور اب کلاس سے تمام لڑکیاں اپنی سہیلیوں کے ساتھ کنٹین کی طرف جا رہی تھیں سارہ کو بھوک تو لگ رہی تھی اکیلے جانے کا دل نہیں کر رہا تھا وہ اپنی کرسی پر بیٹھ کر ہاتھ تھوڑی کے نیچے رکھے آتے جاتی لڑکیوں کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی کلاس میں سب سے ہیلو ہائے تھی پر کوئی بیسٹ فرینڈ نہ تھی جس سے وہ دل کی بات کرتی وہ کسی سے اپنے گھر کی کوئی بھی بات شیئر نہ کرتی تھی۔ اس نے کبھی یہ کوشش بھی نہ کی تھی کہ کسی کو دل کی کوئی بات بتاتی وہ اپنی ساری پرابلمز خود تک رکھنے کی عادی تھی۔ وہ کلاس کی ذہین طالبات میں شمار ہوتی تھی کالج کے گیٹ کیپر سے لے کر پرنسپل اور اس کے تمام ٹیچرز اسے جانتے تھے وہ ایک سنجیدہ مزاج کی لڑکی تھی عام لڑکیوں کی طرح چھچھوری یا نان سیریس نہ تھی بلکہ بہت محنتی اور ذمہ دار تھی تبھی اس نے اپنے پہلے ہی امتحان میں دوسری پوزیشن لی تھی اور اب کلاس کی لڑکیاں اسے حسد کی نظر سے دیکھتی تھیں۔ پرسنالٹی بہت اچھی تھی اس لئے وہ جہاں بھی جاتی سبھی اسے نوٹ کرتے تھے وہ فارغ وقت لائبریری میں جا کر کتابیں پڑھنے میں گزارتی تھی تبھی سب لوگ اس کی عزت کرتے تھے۔ پر سارہ ان تمام باتوں سے بے نیاز تھی اسے ان باتوں کی کوئی پروہ نہ تھی وہ صرف اپنی پڑھائی پر زیادہ سے زیادہ

کنسنٹریٹ کرتی تھی اور پڑھ لکھ کر کچھ بنا چاہتی تھی زشیبا کے ساتھ ہونے والے واقع نے اسے شادی سے بہت متنفر کر دیا تھا وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہونا چاہتی تھی تا کہ کل کو کسی کی محتاج نہ ہو۔ وہ نا نکپن اور شوخی جو اس عمر کی لڑکیوں میں ہوتی ہے وہ تو کہیں کھو ہی گئی تھی اور سارہ کو اپنے اندر کسی بھی خوشی کا احساس تک نہ ہوتا تھا وہ دوسری لڑکیوں کو ہنستا کھیلتا دیکھتی تو اسے اپنے اندر ایسی کسی بھی ایسی خوشی کا کوئی نشان تک نہ ملتا تھا وہ سوچتی کہ یہ لڑکیاں کتنی خوش نصیب ہیں کہ ان فکروں اور خدشات سے آزاد ہیں جو اس عمر میں سارہ کے دل و دماغ پر اپنے پنجے گاڑے رہتے ہیں اور وہ چاہتے ہوئے بھی ان سے خود کو آزاد نہیں کروا پاتی۔ کاش وہ بھی ان لڑکیوں کی طرح بے فکری کی زندگی گزار سکتی سچ ہے کہ ''اگنورنس از آ بلیسنگ۔'' وہ سوچتی پر شاید یہ اس کی قسمت میں ہی نہ تھا کہ وہ اپنی زندگی کے یہ حسین ترین سال ایسی بے فکری اور خوشی سے گزارے۔ وہ تو اتنی سی عمر میں ہی زندگی سے ڈس الیوژن ہو گئی تھی وہ اپنی کرسی پر بیٹھی اپنی ایک کلاس فیلو کو دیکھ رہی تھی کو اپنی سہیلیوں کو اپنے سیل پر ایس ایم ایس شیئر کر کے قہقہے لگا کر ہنس رہی تھیں سارہ کو یہ سب فضول اور بیکار سا لگتا تھا اور کبھی کبھی تو یہ زندگی ہی اس بیکار اور فضول لگتی تھی اس کا دل چاہتا یہ سب ابھی اور اسی وقت ختم ہو جائے یہ زمین یہ آسمان یہ دنیا اس میں رہنے والے سب لوگ' جنت' جہنم سب کچھ سب کچھ ختم ہو جائے فنا ہو جائے بس سب کچھ ختم ہو جائے......

☆☆☆☆

''آج ہم کتنے ہی دنوں بعد چھت پر آئے ہیں اب ٹائم ہی نہیں ملتا زیبا ہوتی تھی تو ہم روز گھنٹوں چھت پر واک کرتے تھے اور وقت کا پتا ہی نہیں چلتا تھا۔''

زارا نے سارہ کے ساتھ چھت پر ٹہلتے ہوئے کہا۔

''ہاں اب تو دل ہی نہیں کرتا اور ہم پڑھائی میں اتنا مصروف ہو گئے ہیں کہ وقت بھی ہی نہیں ملتا۔''

سارہ نے اپنے بال کھول کر پونی ہاتھ پر ڈالتے ہوئے کہا۔

''تمہاری اکیڈمی کیسی ہے اور ٹیچرز کیسا پڑھاتے ہیں اس بار میتھس کا رزلٹ بہت اچھا ہونا چاہیے۔''

سارہ نے بالوں کو انگلیوں سے ہلا کر کھولتے ہوئے کہا۔

''یہ تو بہت اچھی بات ہے ویسے بھی سائنس پڑھنی ہو تو اچھے ٹیچرز کی ضرورت ہوتی ہے اور انگلش میں ہے تو اور بھی زیادہ محنت کرنی ہوگی۔''

سارہ نے دوسری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں پہلے تو کافی مشکل لگ رہا تھا سب کچھ پر اب سمجھ میں آ رہا ہے۔ اب جب بھی کوئی ٹیسٹ ہوتا ہے تو سب سے زیادہ میرے نمبرز آتے ہیں اور بس لڑکے لڑکیاں مجھ سے جیلس ہوتے ہیں۔'' زارا نے ہاتھ سے اپنی شرٹ کے کالر کو پکڑ کر فخریہ انداز میں کہا۔

''یہ تو بہت اچھی بات ہے بس اب کوشش کرو کہ ہمیشہ ہی فرسٹ آؤ۔''

سارہ نے حوصلہ افزا لہجے میں کہا۔

''ہاں میں نے زیبا آپی کو بتایا تھا تو وہ بھی بہت خوش ہوئی تھیں۔''

زارا کو یاد آیا کہ اس نے زیبا کو بھی بتایا تھا۔

''اچھا کب بات ہوئی تھی؟۔''

سارہ نے جلدی سے خوش ہوتے ہوئے پوچھا۔

''آج جب آپ کالج گئی تھیں ہم نے گھنٹہ خوب باتیں کی تھیں۔''

زارا نے خوشی سے بتایا۔

''واہ تمہاری تو موج ہوگئی میرا بھی کتنا دل کر رہا تھا بات کرنے کو کتنے دن سے میری بات نہیں ہوئی۔''

سارہ نے افسردگی سے کہا۔

''وہ کل پھر آن لائن ہوگی اس نے بتایا تھا کل بات کر لینا اور سب گھر پر ہونگے تو سب ہی بات کرلیں گے۔''

زارا نے اسے بتایا۔

''ہاں تو چلو جا کر سوتے ہیں کل جلدی جاگ جائیں گے اگر ابو کو پتا چل گیا کہ اتنی رات کو ہم اکیلے چھت پر واک کر رہے ہیں تو ڈانٹ پڑ جائے گی۔''

ساہ نے زارا کو تنبیہ کی۔

''پر ہم تو دو ہیں اکیلے تو نہیں۔''

زارا نے کندھے اچکا کر مستی سے کہا۔

''یہ تو تمہیں ابو ہی بتائیں گے۔''

ساہ نے منہ بنا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''اچھا بھئی چلو مجھے تو نیند آرہی ہے۔''

زارا نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔

''تمہیں تو ہر وقت ہی نیند آتی رہتی ہے۔''

سارہ نے بگڑتے ہوئے کہا۔

''تو؟ سنو کل سنڈے ہے اس لئے مجھے جلدی اٹھانے کی کوشش نہ کرنا۔''

زارا نے انگلی اٹھا کر کہا۔

''تم روز ہی تو گھوڑے بیچ کر سوتی ہو اور سنڈے کو ویسے ہی بہانہ مل جاتا ہے۔''

سارہ نے ہاتھ ہوا میں لہرا کر کہا۔

''اچھا ہے نہ دنیا سے بے خبر ہو کر سونا چاہئے جاگتے میں کم ٹینشنز ہوتی ہیں جو انسان سوتے میں بھی ادھر ادھر کی فکریں کرے۔''

زرارا نے بے نیازی سے کہا۔

''اچھا فلاسفر جی جلدی اترو اور شور نہ کرو۔''

وہ دونوں دبے پاؤں سیڑھیاں اتر کر اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

☆☆☆☆

آج پھر وہ ہمیشہ کی طرح لیٹ آئی اور آتے ہی سوگئی اور اس کے آتے ہی کمرے میں وہی بو بھی آنے لگی تھی۔ زیبا نے اپنے بیگ سے ائیر فریشنر نکالا اور اسپرے کیا وہ آج پھر ڈرنک کر کے آئی تھی زیبا کو اس کے آنے سے جو آس بنی تھی کہ چلو ایک ساتھی مل گیا ہے جس سے وہ کوئی بات چیت کر لیا کرے گی وہ تو پوری نہ ہوئی الٹا اس کے آنے زیبا کو اور بھی پریشانی ہونے لگی تھی وہ وقت بے وقت آتی اور کبھی کبھار آتی ہی نہ اور جب آتی تو اس حال میں ہوتی کہ اس سے بات تو دور کی بات اسے کمرے میں برداشت کرنا بھی مشکل ہو جاتا تھا۔ اب یہ زیبا کے لئے ایک نئی مصیبت تھی کیونکہ اس کے آنے سے اسے ایک عجیب سی بے چینی ہونے لگی تھی ایسا لگتا تھا جیسے وہ اکیلی نہیں بلکہ بہت سی چیزوں کو اپنے ساتھ لے کر آتی ہے جو نظر تو نہیں آتیں لیکن زیبا کو محسوس ضرور ہوتی تھیں جس کا ذکر زیبا نے نور سے کیا تو اس نے بتایا کہ یہ جو جادو وغیرہ کرتی ہے کچھ ان دیکھی چیزیں اس کے وجود کے ساتھ ساتھ ہمیشہ ہی رہتی ہیں جو ایول ہوتی ہیں اور نیک لوگوں کو تنگ بھی کرتی ہیں لیکن ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں۔ اب زیبا کو اس کے آنے سے ایک وحشت سی ہونے لگی تھی وہ خود تو آ کر بیہوشی کی نیند سو جاتی تھی مگر زیبا کو اس کے آنے سے ساری رات جاگ کر گزارنی پڑتی تھی۔

آج رات بھی وہ ابھی تک نہیں آئی تھی زیبا فارغ ہو کر سونے کے لئے لیٹ گئی اور جلد ہی اس کی آنکھ لگ گئی تھی پھر جانے رات کے کس پہر اس کی آنکھ کسی کے ہنسنے کی وجہ سے کھل گئی تھی وہ پہلے تو کچھ دیر آنکھیں بند کئے لیٹی رہی اور اسے اپنا وہم سمجھا لیکن ایک بار پھر کوئی زور سے ہنسا تھا اور آواز بہت قریب سے آئی تھی تبھی زیبا نے جلدی سے آنکھیں کھول کر دیکھا تو وہ حیران رہ گئی وہ بیڈ پر کسی لڑکے کے ساتھ بیٹھی تھی اور دونوں آپس میں بڑی بے تکلفی سے باتیں کر رہے تھے اور پاگلوں کی طرح ہنس رہے تھے اس وقت دونوں نے ڈرنک کی ہوئی تھی اور بے خودی میں وہ کبھی اس پر گرتی اور کبھی وہ لڑکا اس کی طرف لڑھک جاتا اور پھر دونوں ہی قہقہے لگا کر ہنسنے لگتے۔ وہ شاید بھول ہی گئے تھے کہ کمرے میں ان کے علاوہ بھی کوئی ہے یا نہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا' زیبا کن اکھیوں سے یہ سب تماشا دیکھ رہی تھی پہلے تو اس نے چاہا کہ جا کر ان دونوں کو چند باتیں سنائے تاکہ ان کو پتا چلے کہ وہ جو کچھ کر رہے تھے وہ کسی طرح بھی ٹھیک نہیں ہے پھر اس نے سوچا کہ وہ اس وقت ایسی حالت میں ہیں کہ کچھ کہنا شاید زیبا کے اپنے حق میں نہ ہو آدھی رات کا وقت تھا اور سنٹر کی انتظامیہ بھی اس وقت موجود نہیں ہوتی پھر وہ دو تھے اور زیبا اکیلی تھی اور وہ بھی نُن حالت میں' کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مجھے ہی کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔ زیبا اپنے بلینکٹ کی اوٹ سے دونوں کو دیکھ رہی تھی اور وہ اس بات سے بے خبر تھے کہ زیبا انہیں دیکھ رہی ہے وہ اپنی ہی مستی میں گم تھے یوں چوری چوری زیبا کافی دیر تک انہیں دیکھتی رہی پھر جانے کس پہر اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔

صبح زیبا کی آنکھ کھلی تو اس نے اسے بیڈ پر تنہا پایا جانے وہ لڑکا رات کو کس وقت گیا ہوگا زیبا نے سوچا اور پھر فریش ہونے کے لئے چلی گئی اس

کے بعد وہ سیدھا سنٹر انچارج کے روم میں گئی اور جا کر ساری بات رپورٹ کر دی انچارج نے فوراً ایکشن لیتے ہوئے زیبا کو دوسرے روم میں شفٹ کر دیا تھا۔ واپس آ کر زیبا نے اپنا سامان پیک کرنا شروع کر دیا تھا تبھی اس کی آنکھ کھل گئی تھی کچھ دیر خاموشی سے زیبا کو دیکھنے کے بعد اس نے پوچھا۔

''کیا تم کہیں جا رہی ہو؟''

وہ انگڑائی لیتے ہوئے بیڈ پر بیٹھ گئی۔

''ہاں میرا روم شفٹ ہو گیا ہے۔''

زیبا نے بے نیازی سے بغیر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''اوہ اچھا۔''

'اب تم آسانی سے اپنے سارے کام آزادی سے کر سکو گی زیبا نے دل میں سوچا' وہ جانتی تھی کہ اسے زیبا کی موجودگی پسند نہ تھی اور وہ اس سے کچھ خائف سی رہتی تھی چلو اچھا ہوا کہ میرا روم چینج ہو گیا ہے۔

وہ بغیر کسی تاثر کے بولی اور پھر اٹھ کر واش روم چلی گئی۔ زیبا نے بھی اس کا کوئی نوٹس نہ لیا اور اپنا سارا سامان پیک کر کے روم سے نکل گئی۔

اب وہ جس روم میں شفٹ ہوئی تھی اس میں ایک ماں اور ایک بیٹی رہتی تھیں اور وہ بھی مسلم ہی تھیں زیبا کے آنے پر انہوں نے اس بہت گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا اور بہت خوش ہوئیں زیبا کو بھی وہ اچھی لگی تھیں۔ بیٹی کا نام آمنہ اور ماں کا آسیہ تھا وہ افغانستان سے تعلق رکھتی تھیں اور زیبا کو ان سے مل کر کسی اجنبی پن کا احساس نہ ہوا تھا۔ آمنہ کی زیبا سے اچھی دوستی ہو گئی تھی وہ اکٹھے اچھا ٹائم گزارتی تھیں کپڑے واش کرنے جانا ہوتا تو اکٹھے جاتیں' نماز پڑھنی ہوتی تو اکٹھے ہی پڑھتیں اور واک بھی کرتی تھیں۔ یہ کمرہ تیسری منزل پر تھا اور کھڑکی سے سنٹر کی بیک سائیڈ پر جنگل کا منظر بہت زبردست نظر آتا تھا دور دور تک گھنے درخت اور کھلی فضائیں اور چرند پرند کی آوازیں آتی رہتی تھیں اور رات کو اتنا سناٹا ہوتا کہ سوئی گرنے کی آواز بھی آرام سے سنی جا سکتی تھی۔ رات کے بارہ بج رہے تھے اور دونوں لڑکیاں ابھی تک باتوں میں مصروف تھیں تبھی آمنہ اٹھ کر واش روم چلی گئی تھی زیبا بھی انگڑائی لے کر بیڈ سے اٹھی اور جا کر کھڑکی کے سامنے کھڑی ہو گئی اس نے ایک سائیڈ سے اسے کھولا باہر گھپ اندھیرا تھا اور غضب کا سناٹا۔ باہر سے ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اندر آنے لگے تھے جو زیبا کو بہت بھلے لگ رہے تھے۔ وہ خاموشی سے اس گھنے جنگل کو تک رہی تھی جہاں اس وقت ایسا لگتا تھا جیسے کچھ ہے ہی نہیں وہ اس ویرانی کو دیکھ کر کچھ سوچ رہی تھی یوں لگتا ہے جیسے یہاں پر کچھ ہے ہی نہیں اور دن کے وقت یہاں پر ہر طرف اتنے بڑے بڑے درخت اور سبزہ ہوتا ہے کہ کہیں بھی کوئی بھی جگہ خالی نظر نہیں آتی۔ انسان کی آنکھیں کتنی محدود حد تک چیزوں کا احاطہ کر سکتی ہیں اور اس کے آگے انسان کا اختیار ہی ختم ہو جاتا ہے۔ وہ سب کچھ جو دن کی روشنی میں یہاں نظر آتا ہے رات کے اندھیرے میں جیسے غائب ہی ہو جاتا ہے اگر میں نے دن کی روشنی میں یہ نہ دیکھا ہوتا کہ یہاں ایک گھنا جنگل ہے تو میں یہی سمجھتی کہ یہ جگہ بالکل ہی خالی ہے۔ زیبا دل ہی دل میں سوچ رہی تھی تبھی آمنہ واش روم سے باہر آئی اس کی ماں کافی دیر پہلے ہی سو گئی تھی اور وہ دونوں ابھی تک نہیں سوئی تھیں۔ زیبا کو کھڑکی میں کھڑا دیکھ کر وہ کچھ خوفزدہ ہو گئی اور بولی۔

''زیبا تم نے آج پھر اس خوفناک کھڑکی کو کھول کر کھڑی ہو اور وہ بھی رات کے اس پہر کچھ تو خدا کا خوف کرو۔'' وہ گھبرا کر بولی اور پھر تھوڑا سا آگے بڑھ کر باہر دیکھا'' اف کتنا وحشت ناک منظر ہے زیبا بند کرو اس کو جلدی سے۔''

وہ باہر کا منظر دیکھ کر بے حد خوفزدہ ہو گئی تھی۔

''آمنہ تم بھی بچوں کی طرح ڈرتی ہو ادھر آؤ دیکھو باہر ایسا لگتا ہے جیسے کچھ ہے ہی نہیں۔''

زیبا اس کو ڈرتا دیکھ کر محظوظ ہو کر بولی۔

''نہیں نہیں بند کرو اس کو مجھے تو بہت ڈر لگ رہا ہے۔''

وہ گھبرا کر کہہ رہی تھی۔

''پر مجھے تو کوئی ڈر نہیں لگ رہا...... تم کیوں ڈرتی ہو میں ہوں نا۔''

زیبا نے ہاتھ آگے بڑھا کر کہا۔

''زیبا تم...... تم نہیں جانتی کہ یہاں۔''

وہ خوفزدہ نظروں سے کھڑکی کی طرف دیکھ کر کچھ کہنا چاہتی تھی ابھی اس کی بات بھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ ایک زوردار چیخ نے آمنہ اور زیبا نے رونگٹے کھڑے کر دیے وہ آواز کھڑکی سے اندر آئی اور ان کی سماعتوں پر اتنی زور سے لگی جیسے کسی نے ان کے پاس کھڑے ہو کر چیخ ماری ہو۔ آمنہ بجلی کی سی تیزی سے چھلانگ لگا کر اپنی سوئی ہوئی ماں کے بیڈ پر کودی اور جا کر اسے چمٹ گئی وہ جانے کب سے گہری نیند میں سوئی ہوئی تھی اس طرح ایک دم آمنہ جو اس پر جا گری وہ بھی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی اور کلمہ پڑھنے۔

''لا الہ الا اللہ'' لا الہ الا اللہ۔''

وہ اونچی آواز میں بے اختیار بول اٹھی اور ابھی تک اس کی آنکھیں بھی پوری طرح نہیں کھلی تھیں پھر وہ اپنی بیٹی کو جو اس سے ڈر کے مارے چمٹی ہوئی تھی پکڑ کر پوچھنے لگی۔

''کیا ہوا آمنہ کیا ہوا؟۔''

وہ اسے جھنجھوڑ کر پوچھنے لگی

''وہ...... وہ کھڑکی...... وہ چیخ رہی ہے...... آج پھر چیخ۔''

وہ ماں کی گود میں مزید گھستے ہوئے مشکل سے اسے سمجھا پائی تھی اس نے کھڑکی کی طرف دیکھا جو کھلی ہوئی تھی اور زیبا وہیں بے یقینی سے کھڑی آمنہ کو تک رہی تھی۔

''ارے یہ کھڑکی کیوں کھولی ہے تم نے جلدی سے اسے بند کرو اور میرے پاس آ جاؤ۔''

آسیہ نے زیبا کو مخاطب کر کے کہا اس سے پہلے کہ زیبا اس کی بات پر کوئی رد عمل ظاہر کرتی ایک بار پھر سے ایک زوردار چیخ تینوں کے کانوں

کو چیر کر نکل گئی تھی اور ایک بار پھر ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے اس بار آسیہ نے یہ آواز سنی تو وہ بھی لرز کر رہ گئی تھی وہ بڑی عمر کی عورت تھی پر اس وقت کسی بچے کی طرح کانپ رہی تھی۔ زیبا نے بے اختیار کھڑکی سے باہر دیکھا اس بار یہ آواز زیبا نے بہت واضح سنی تھی اور اس آواز میں شامل کرب نے زیبا کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ جانے کہ یہ آواز کس کی تھی۔ وہ کھڑکی سے باہر منہ نکالا کر دیکھنے لگی اور پھر اونچی آواز میں پکارا۔

''کون ہے؟ کون ہے وہاں' مجھے بتاؤ کون چیخ رہا ہے؟۔''

زیبا نے اندھیرے میں دیکھتے ہوئے اپنی پوری آواز سے چیخ کر کہا مگر وہاں ایک بار پھر سے خاموشی چھا چکی تھی وہاں سے اب کسی بھی قسم کی کوئی آواز نہیں آئی تھی فقط غضب کا ۔ سناٹا تھا اور کچھ بھی نہیں۔ آمنہ اور اس کی ماں پھٹی آنکھوں سے زیبا کو تک رہی تھیں وہ خوف سے جیسے گونگی سی ہو گئی تھیں۔

''کھڑکی بند کر دو...... خدا کے لیئے اسے بند کر دو۔''

آسیہ نے بڑی مشکل سے آواز نکال کر کہا۔

''وہاں جنگل میں کوئی عورت چلا رہی ہے...... وہ کسی مصیبت میں ہے ہمیں اس کی مدد کرنی چاہیئے۔''

زیبا نے اس کی طرف دیکھ کر کہا اور ایک بار پھر سے باہر دیکھ کر پکارنے لگی۔

''کون ہے کون ہے وہاں میری آواز کا جواب دو کیا تمہیں کسی مدد کی ضرورت ہے؟۔''

زیبا نے بہت سی آوازیں دیں مگر وہاں کوئی بھی سننے والا نہ تھا۔

''یہ تم کیا کر رہی ہو پاگل مت بنو وہاں کوئی بھی نہیں ہے جو تمہاری بات کا جواب دے۔''

آسیہ نے اس بار غصے سے اور چلا کر کہا۔

''تو پھر وہاں کون تھی جو چیخ رہی تھی وہاں کوئی عورت ہے جو کسی مصیبت میں ہے اور مدد کے لیے پکار رہی ہے ہمیں اس کی مدد کرنی چاہیئے۔''

زیبا اپنی بات پر ابھی تک اڑی ہوئی تھی۔ وہ دونوں خوفزدہ آنکھوں سے اس کو دیکھ رہی تھیں کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ وہاں کوئی بھی نہیں ہے نہ کوئی انسان اور نہ ہی کوئی عورت بلکہ کوئی اور ہی شے ہے جو رات کو دوسروں کو پریشان کرتی ہے۔ جو نظر نہیں آتی صرف سنائی دیتی ہے۔ وہ زیبا کی بے وقوفی پر حیران بھی تھیں اور پریشان بھی پر زیبا تھی کہ کسی طرح ان کی بات سمجھ کے نہ دے رہی تھی۔ وہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ یہ خوفناک آوازیں کسی غیر پراسرار چیز کی تھیں جو شاید کوئی ہوائی چیز تھی جو صرف انسانوں کو پریشان کرنے کے لئے ایسا کرتی تھی اس سے پہلے بھی یہ آواز بہت سے لوگوں نے سن کر رپورٹ کی تھی اور سنٹر کی طرف سے کچھ لوگ بھی گئے تھے اس آواز کے پیچھے مگر لاحاصل انہوں نے کئی بار جنگل میں جا کر دیکھا تھا مگر وہاں ہر بار کوئی بھی نہ ہوتا تھا۔ اس لئے اب لوگ اس طرف کی کھڑکیاں بند رکھتے تھے اور اس طرف جانے سے ڈرتے تھے لوگ تو یہ بھی کہتے تھے کہ یہ شاید کوئی بدروح ہے جو رات کو چلاتی رہتی ہے۔ آسیہ جلدی سے اٹھی اور زیبا کو ایک بازو سے کھینچ کر سائیڈ پر کیا اور کھڑکی بند کر دی پھر اسے اپنے قریب بٹھا لیا اور بولی۔

''یہاں بیٹھو میری بات سنو...... یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ایسی آوازیں یہاں اکثر سنائی دیتی ہیں اور کئی بار لوگوں نے وہاں جا کر بھی دیکھا ہے مگر وہاں کوئی بھی نہیں ہوتا...... یہ آواز یا تو کسی بدروح کی ہے یا پھر کوئی چڑیل ہے جو اس طرح چلاتی ہے اسی لئے لوگ بہت ڈرتے ہیں اور اس طرف کوئی بھی نہیں جاتا...... تم بھی آئندہ یہ کھڑکی مت کھولنا۔''

وہ زیبا کو پیار سے سمجھانے لگی۔

''اب تم جاؤ اپنے بیڈ پر جا کر آیت الکرسی پڑھ کر سو جاؤ اور لائیٹ آن رہنے دو آمنہ کو بہت ڈر لگتا ہے۔''

وہ پیار سے زیبا کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولی۔ زیبا نے اثبات میں سر ہلایا اور اٹھ کر اپنے بیڈ پر جا بیٹھ گئی آمنہ اور اس کی ماں کافی دیر کچھ آیات پڑھتی رہیں اور پھر سونے کے لئے لیٹ گئیں۔ زیبا کو ابھی تک ان باتوں پر یقین نہ آیا تھا اس نے جو آواز سنی تھی اور اس آواز میں جو درد تھا وہ ابھی بھی اسے محسوس ہو رہا تھا اس آواز کی گونج ابھی تک زیبا کی سماعتوں سے ٹکرا رہی تھی۔ اگر وہ واقعی کوئی چڑیل یا روح تھی تو وہ اس کرب سے کیوں چلا رہی تھی جیسے کسی مدد کے لئے پکار رہی ہو۔ زیبا کی تو نیند ہی اڑ گئی تھی وہ کافی دیر تک اسی بارے میں سوچ رہی تھی پھر جانے کس پہر وہ سوئی تھی۔

☆☆☆☆

''زارا آج تم بتا ہی دو کہ تمہاری کامیابی کا آخر راز کیا ہے؟۔''

سفینہ نے زارا کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

''ہاں بھئی یہ جو تم ہر دفعہ کلاس میں ٹاپ کرتی ہو اور سب ہی تم پر رشک کرتے ہیں۔ اور یہ بھی بتاؤ کہ تمہاری خوبصورتی کا کیا راز ہے یہ تم جو روز بہ روز حسین سے حسین تر ہوتی جا رہی ہو اس کے پیچھے کیا راز ہے؟۔''

عطیہ نے بھی سفینہ کی تائید کرتے ہوئے ہاتھ لہرا لہرا کر زارا سے پوچھا۔

''شٹ اپ۔''

زارا نے چڑھتے ہوئے زور سے دونوں کو دیکھ کر کہا جو اس وقت اس تنگ کرنے کے موڈ میں تھیں۔

''ہاں یار یہ بات تو سچ ہے کہ تم دن بہ دن پیاری ہوتی جا رہی ہو' کیا بات ہے؟۔''

سفینہ نے ایک آنکھ کی ابرو اٹھا کر کہا۔

''تو تم دونوں کیوں جیلس ہو رہی ہو میری خوبصورتی سے؟۔''

زارا نے فخریہ انداز میں کہا۔

''نہیں بھئی ہم کیوں جیلس ہونگے تم سے ہم کوئی تمہارے دشمن تھوڑے ہی ہیں ہم تو تمہاری سہیلیاں ہیں۔''

سفینہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تم تو ہمیں بہت پیاری ہو!

عطیہ نے زارا کی گال پر چٹکی لیتے ہوئے کہا۔

''اوہو چھوڑو میری گال تم دونوں کیوں آج میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی ہو؟۔''

زارا نے اس کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے خفگی سے کہا۔

''لو ایک تو ہم تمہاری تعریف کر کے تمہیں خوش کر رہے ہیں اور ایک تم ہو کہ ہمیں نخرے دکھا رہی ہو۔''

سفینہ نے برہمی کا اظہار کیا۔

''ہاں بھئی یہ نخرے تو تم اپنے میاں کو دکھانا وہی تمہاری یہ نخرے اٹھائے گا۔''

عطیہ نے پھر ایک بات بنائی جبکہ زارا اپنے رجسٹر سے کچھ پڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''یہ تو ہے ہی اتنی پیاری کی اس کی تو چٹ منگنی اور پٹ بیاہ ہو جائے گا اور ہمارا تو اللہ ہی حافظ ہے جانے کب باری آئے۔''

سفینہ نے سوچتے ہوئے کہا۔

''جسٹ شٹ اپ اے سیڈ۔''

اس بار زارا واقعی غصے سے چلائی تھی۔

''بھاڑ میں گئی شادی اور جہنم میں گئی منگنی۔''

وہ دوبارہ بولی اور غصے سے رجسٹر بند کر دیا۔

''ارے کیا ہوا ہم تو مذاق کر رہے تھے تم اتنا غصہ کیوں کر رہی ہو؟۔''

عطیہ نے اس حیرت سے تکتے ہوئے کہا۔

''زہر لگتی ہے مجھے شادی..... نفرت ہے مجھے اس کے نام سے..... کیا دنیا میں اور کوئی کام نہیں رہ گیا جو میں جھٹ سے شادی کر لوں؟ مجھے کوئی شوق نہیں ہے شادی رچانے کا۔ زندگی میں اور بھی بہت کچھ ہے کرنے کو سوائے شادی کے اور مجھے پڑھ لکھ کر اپنے پیروں پر کھڑے ہونا ہے کسی کا محتاج نہیں بننا اپنے والدین کا نام روشن کرنا ہے اس کا سہارا بننا ہے نہ کہ ان پر کوئی بوجھ۔''

زارا نے پرجوش ہو کر ایک ہی سانس میں کہا تو وہ دونوں اسے دیکھتی ہی رہ گئیں۔

''یار تمہیں اتنی نفرت کیوں ہے شادی سے..... لڑکیاں تو مرتی ہیں کہ جلد سے جلد ان کی شادی ہو جائے۔''

سفینہ نے اس کے خیالات جان کر سوال کیا اس سے پہلے کبھی ان کی اس ٹاپک پر بات نہ ہوئی تھی اور آج یہ بات جان کر وہ بہت حیران ہوئی تھیں۔

''وہ پاگل ہوتی ہیں جو شادی کے لئے مرتی ہیں میں ان میں سے نہیں ہوں جو صرف دلہن بننے کا خواب دیکھتی ہیں اور جن کا کوئی مقصد حیات نہیں ہوتا وہ کسی گائے بھینس کی طرح ایک کھونٹے سے دوسرے کھونٹے باندھ دی جاتی ہیں اور وہ بھی خوشی خوشی میرے لئے یہ بات کسی بھی

www.paksociety.com

طرح قابل ستائش نہیں ہے۔"

زارا نے دوٹوک الفاظ میں اپنا موقف بیان کیا تو وہ دونوں اس کے خیالات جان کر سوچ میں پڑ گئیں۔ وہ پچھلے ایک سال سے اکٹھے پڑھ رہی تھیں پر آج پہلی بار انہوں نے اس کے منہ سے یہ سب باتیں سنی تھیں۔ وہ سب سے الگ تھی اس کی عادتیں اس کا اسٹائل بات کرنے کا طریقہ سوچ کی پختگی سب کچھ دوسری لڑکیوں سے الگ تھا۔ وہ قابل بھی تھی اور خوبصورت بھی مزاج بھی سنجیدہ تھا جو اکثر اس عمر کی لڑکیوں میں نہیں ہوتا وہ شوخ بھی تھی اور میچور بھی اسی لئے تمام ٹیچرز بھی اسے بہت پسند کرتے تھے اور آج اس کے خیالات جو اس نے اپنی کلاس فیلوز سے کہے تھے وہ بھی کسی عام لڑکی سے کافی مختلف تھے۔ اس وقت وہ تینوں کلاس میں بیٹھ کر گپ شپ کر رہی تھیں یہ کلاس فری تھی اور اس کے بعد ایک کلاس ہونی تھی ابھی کچھ ٹائم باقی تھا۔

"او یار کل تم نے ہاشم کو دیکھا تھا وہ مسلسل زارا کو گھور رہا تھا اور جب سر نے اس سے سوال کیا تو وہ یوں گھبرا گیا جسے کسی چور کی چوری پکڑی جاتی ہے۔"

سفینہ نے قہقہہ لگا کر عطیہ کو بتایا۔

"ہاں یار میری تو ہنسی ہی نہیں رک رہی تھی اس کی شکل دیکھ کر۔"

سفینہ بھی ہنستے ہوئے بولی تو زارا جو ایک بار پھر کتاب کھول کر پڑھ رہی تھی نے منہ بنا کر دونوں کو دیکھا۔

"زارا وہ جو احمد ہے نہ وہ تو اکثر ہی تمہیں دیکھ رہا ہوتا ہے کئی بار اس نے تمہیں لائن بھی دی ہے تمہاری جگہ اگر میں ہوتی تو......"

عطیہ نے بڑے رازدارانہ انداز میں کہتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی اور مسکرا کر اسے دیکھا۔

"تو کیا کرتی تم...... اتنا شوق ہے تو جاؤ میری جگہ تم وہ لائنیں لے لو مجھے تو کوئی شوق نہیں ہے اس قسم کے کاموں کا۔" زارا نے ایک نظر اٹھا کر بیزاری سے کہا۔

"ہائے یار ہمیں تو حسرت ہی رہی کہ ہمیں بھی کوئی ایسے۔"

عطیہ ابھی بات کر رہی تھی کہ سامنے سے سر اجمل داخل ہوئے اور اس کے الفاظ حلق میں ہی اٹک گئے۔

"اا ایسے...... اسی ہی۔" وہ سر کو اندر آتا دیکھ کر ہکلائی۔

"میں تو ایسے ہی کہہ رہی تھی۔"

اس نے مشکل سے اپنا جملہ مکمل کیا اور اتنے میں ہی سر کلاس کے اندر داخل ہوئے زارا اور سفینہ نے بھی ان کو دیکھ لیا تھا تینوں نے کھڑے ہو کر سر کو سلام کیا اور بیٹھ گئیں۔

"جی تو پچھلے ہفتے ہم نے جو باب ختم کیا تھا کیا وہ کلیئر ہے؟۔"

سر نے کرسی پر بیٹھ کر پہلا سوال کیا۔

''جی سر کلیئر ہے۔''

زارا نے کہا۔

''کوئی پرابلم تو نہیں ہے کوئی بات جو سمجھ میں نہ آئی ہو۔''

سر نے تینوں کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''نہیں سر سب سمجھ آ گیا تھا۔''

اس بار سفینہ نے جواب دیا۔

''تو ٹھیک ہے کل اس کا ٹیسٹ ہوگا اور آج کی کلاس نہیں ہوگی مجھے کسی ضروری کام سے جانا ہے پر آپ لوگ یہ وقت ضائع نہیں کریں گے اور یہیں بیٹھ کر کل کی تیاری کریں گے......او کے؟۔''

سر نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

''جی سر ٹھیک ہے۔''

زارا نے سر ہلا کر کہا۔

''تو ٹھیک ہر پھر کل ملیں گے خدا حافظ۔''

وہ کرسی سے اٹھ کر جاتے ہوئے بولے اور پھر باہر چلے گئے ان کے جاتے ہی تینوں ایک دوسرے کو تکنے لگیں سفینہ نے تو سکھ کا سانس لیا۔

''لو آج تو مزہ ہی آ گیا یہ پیریڈ بھی فری ہو گیا اب ہم ایک گھنٹہ اور گپ شپ کر سکتے ہیں۔''

وہ خوشی سے چہکتے ہوئے بولی۔

''پر سر نے کہا ہے کہ بیٹھ کر پڑھو اور اپنا وقت ضائع مت کرو۔''

زارا نے اسے تنبیہی انداز میں کہا۔

''چلو سر نے تو لیکچر دیا نہیں پر اس دادی اماں کا لیکچر شروع ہو گیا ہے۔''

وہ سر ہاتھوں میں تھام کر ہلاتے ہوئے بولی۔

''نہیں پڑھنا تو تم لوگوں کی مرضی مجھے تو اچھے سے سب یاد ہے اس لئے میں تو گھر جا رہی ہوں ورنہ ایک گھنٹے میں تو تم دونوں بکواس کر کے تو میرا بھیجا گرم کر دو گی۔''

زارا نے اپنی کتابیں اکٹھی کرتے ہوئے کہا۔

''یار ٹھہرو باتیں کرتے ہیں اتنی بھی کیا جلدی ہے گھر جانے کی؟۔''

عطیہ نے زارا کو دیکھ کر کہا۔

''یار میں یہاں اور رک کر اپنا دماغ اور تم دونوں خراب نہیں کرنا چاہتی اس لئے گھر جانا ہی بہتر ہے۔''

''رک جاؤ نہ ابھی۔'' سفینہ نے بھی اصرار کیا۔

''اچھا چلو رک جاتی ہوں کیا یاد کرو گی۔''

زارا نے مسکرا کر کہا اور کتابیں ایک طرف رکھ دیں۔

''اچھا تو میں کیا کہہ رہی تھی۔ ہاں میں کہہ رہی تھی کہ اگر کوئی ہمیں بھی اسی طرح لفٹ کراتا تو ہمارے بھی دن پھر جائیں اور ہم بھی چار دن خوشی سے گزار لیں۔''

وہ حسرت سے زارا کو دیکھ کر آہ بھر کر بولی۔

''تم پھر شروع ہو گئی۔''

زارا نے منہ پھلا کر کہا۔

''اچھا تو پھر میں جا رہی ہوں گھر اگر تم لوگوں کو جانا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ میں خود ہی چلی جاتی ہوں۔''

زارا نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

''ٹھہرو میں بھی چلتی ہوں تمہارے ساتھ۔''

عطیہ جو ان دونوں کی نوک جھوک سے لطف اندوز ہو رہی تھی جلدی سے زارا کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گئی۔

''اور میڈیم آپ نہیں تشریف لے جائیں گی یا یہاں بیٹھ کر کسی کا انتظار کریں گی جو آ کر آپ کو لفٹ کرائے گا۔''

زارا نے سفینہ کو دیکھ کر طنزیہ لہجے میں کہا اور دونوں قہقہہ لگا کر ہنسنے لگیں۔

''چلیں جی ہم بھی چلتے ہیں آپ کے ساتھ یہ نہ ہو کہ راستے میں آپ کو کوئی لڑکا چھیڑنے کی جرات کرے اور آپ اس کا سر ہی پھاڑ دیں۔''

وہ بھی اٹھتے ہوئے طنزیہ انداز میں بولی۔ اس نے کتابیں اٹھاتے ہوئے ایک بار پھر چھیڑا۔

''اس کا سر تو بعد میں پھٹے گا پہلے تو میں تمہارا سر پھاڑوں گی۔''

وہ جونہی کھڑی ہوئی پاس کھڑی زارا نے ہاتھ میں پکڑا ہوا رجسٹر زور سے اس کے سر پر دے مارا وہ اس اچانک حملے سے بوکھلا گئی اور اس کا سر گھومنے لگا۔

''آہ۔''

وہ چلائی اور اس سے پہلے کہ وہ اسے کچھ کہتی وہ کمرے سے باہر جا چکی تھی۔

''ٹھہرو میں تمہیں ابھی بتاتی ہوں...... خطرناک حسینہ...... توبہ اللہ بچائے اس سے تمام لڑکوں کو......''

وہ بڑبڑائی اور دہائی دینے لگی۔

www.paksociety.com

''آمین۔''

عطیہ جو خاموشی سے ان دونوں کو دیکھتی ہی رہ گئی تھی نے با آواز بلند کہا اور زارا کے پیچھے بھاگی۔

☆☆☆☆

آج اس کمرے میں زیبا کا تیسرا دن تھا اور ابھی تک کوئی بھی اس کا روم میٹ نہیں آیا تھا وہ اس کمرے میں بالکل اکیلی تھی اس کا دل ہی نہیں لگ رہا تھا جانے کیوں دل اتنا اداس اور پریشان تھا کہ لاکھ سمجھانے پر بھی اسے ایک پل بھی قرار نہیں آ رہا تھا۔ وہ خالی کمرے میں اکیلے بیٹھ بیٹھ کر تھک گئی تھی۔ اس کے دماغ میں ہر منٹ کے بعد ایک نیا سوال اٹھ رہا تھا۔ میں تو اپنا حق لینے آئی تھی...... اپنے اوپر لگائے گئے الزامات کو غلط ثابت کرنے اور سچ کو سامنے لانے آئی تھی...... پر یہاں آ کر تو سوائے تنہائی اور ذہنی کرب کے کچھ بھی حاصل نہ ہوا...... پردیس میں یوں سنٹر میں زندگی گزاروں گی ایسا تو میں نے کبھی بھی نہ سوچا تھا اب میں کیا کروں؟ کس کے پاس جاؤں؟ یہاں اتنی دور جنگل بیابان میں آ کر اب کیا کروں؟ یہاں اتنی دور جہاں مجھے کوئی بھی نہیں جانتا اور نہ ہی میں کسی کو جانتی ہوں کون میری مدد کرے گا؟ اور کتنا برداشت کروں؟ آخر کب تک صبر کروں؟ جو کچھ سلطان اور اس کے گھر والوں نے میرے ساتھ کیا میں ان کو اس کی سزا ضرور دوں گی...... پر کیسے...... کیسے اس سے اپنا بدلہ لوں؟ میرے دل میں اس کی نفرت کا الاؤ جو دن رات مجھے دہکا تا رہتا ہے اور ایک پل بھی چین نہیں لینے دیتا وہ کیسے ٹھنڈا ہوگا؟ میرا وجود اس آگ میں جل جل کر راکھ بنتا جا رہا ہے اور اسے کیا وہ تو کہیں بھی منہ کالا کر کے خود خوش ہی ہوگا پر میں بھی اسے برباد کیے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گی یہاں تو عورتوں کے بہت سے حقوق ہیں میں سلطان پر کیس کروں گی...... کاش میں جلدی سے اپنے پیروں پے کھڑی ہو جاؤں پھر میں اسے کورٹ میں گھسیٹوں گی ہر جگہ اس رسوا کروں گی یہ جو بہت عزت دار بنے پھرتے ہیں ان کو بھی چین کی نیند نہیں سونے دوں گی پر یہ سب کیسے ہوگا؟ کب ہوگا؟ آخر کب ہوگا؟ وہ جھنجھلا کر بیڈ سے اچھل پڑی تھی اسے یوں لگ رہا تھا کہ اس کا دماغ پھٹ جائے گا یا پھر یہ سوچیں اس نگل ہی لیں گی۔ اس نے جلدی سے اپنے بوٹ پہنے اور کمرے سے نکلنے لگی اسے کمرے میں اتنی گھٹن محسوس ہو رہی تھی کہ اسے لگا اگر وہ ایک پل اور یہاں رکی تو اس کا دم ہی گھٹ جائے گا۔ وہ تیز قدموں سے چلتی ہوئی کمرے سے باہر آئی سیڑھیاں اتر کر وہ باہر کی جانب چل پڑی اس وقت سنٹر میں کتنا رش تھا کون کیا کر رہا تھا اور وہ خود کہاں جا رہی تھی اسے خود بھی کچھ پتا نہ تھا وہ بس چلے جا رہی تھی جیسے کوئی جادو کے حصار میں کہیں کھنچا چلا جاتا ہے۔ راستے میں بہت سے لوگ اس کے قریب سے گزر رہے تھے اور اسے دیکھ بھی رہے تھے پر وہ ان سب سے بے نیاز ہو کر اپنی ہی سوچوں میں گم تھی وہ اس وقت انسانوں سے اتنی بیزار ہو رہی تھی کہ وہ ہر ذی روح سے فرار چاہتی تھی اس کا تو دل چاہ رہا تھا کہ وہ خود کو بھی کہیں پیچھے چھوڑ دے اور دور بہت دور چلی جائے جہاں وہ خود بھی اپنے آپ کو ڈھونڈ نہ سکے اتنی دور جہاں اس کا ماضی اور تمام تلخ یادیں بھی اس کا پیچھا نہ کر سکیں...... تمام انسانی رشتے بھی کہیں گم ہو جائیں اور اس کے پیروں میں کوئی بھی زنجیر نہ ہو۔ اسے اپنا وجود بھی اذیت دے رہا تھا وہ خود سے بھی فرار چاہتی تھی اپنے آپ سے جان چھڑانا چاہتی تھی۔

ایسی کشمکش کے عالم میں وہ جانے کون سے راستے پر چل رہی تھی اسے کچھ خبر نہ تھی وہ راستہ جس پر وہ چل رہی تھی جنگل کی طرف اسے لئے جا رہا تھا پر اسے کچھ ہوش نہ تھا۔ وہی جنگل جہاں سے لوگ گزرنے کا بھی حوصلہ نہ رکھتے تھے اور جہاں کے قصے کہانیاں سن کر ہی لوگ ڈر جاتے تھے

اور عورتیں اپنے بچوں کو سلانے کے لئے انہیں جنگل کی طرف اشارہ کر کے ڈراتی تھیں اور وہاں جانے سے منع کرتی تھیں۔ گو کہ زیبا نے بھی بہت سی کہانیاں سنی تھی مگر کبھی بھی ان پر یقین نہ کیا تھا اور نہ ہی اسے کبھی ڈر لگا تھا۔

دوپہر کا وقت تھا دھوپ بہت اچھی نکلی ہوئی تھی اور کافی لوگ دھوپ میں بیٹھے خوشگوار دھوپ کا مزہ لے رہے تھے۔ آج سردی بھی کافی کم تھی اس لئے لوگ آرام سے گھوم پھر رہے تھے چلتے چلتے زیبا کافی آگے آ گئی تھی لوگوں کا رش آہستہ آہستہ کم ہوتے ہوتے اب ختم ہو گیا تھا اب وہ جس راستے پر چل رہی تھی وہ جنگل کے اندر جاتا تھا جہاں اب کسی بھی انسان کا وجود دور دور تک نظر نہیں آ رہا تھا۔ راستے کے دونوں جانب دیو قامت درخت تھے اور ایک کچی سی پگڈنڈی تھی جس پر زیبا چل رہی تھی جوں جوں وہ اندر کی طرف آ رہی تھی ایک عجیب سی خاموشی تھی جو اسے اپنی طرف کھینچ رہی تھی وہ جیسے مقناطیس کی طرح کسی لوہے کی چیز کی طرف کھینچ رہی تھی۔ یہاں ایک سحر انگیز سناٹا تھا جو ہر تین سے پانچ منٹ کے وقفے سے کسی نہ کسی پرندے کی آواز سے ٹوٹتا اور پھر وہی سناٹا پر سوہ سائیں سائیں کرنے لگتا۔ ہر آواز پر زیبا اونچے اونچے درختوں کو سر اٹھا کر تکتی پر اسے کچھ بھی نظر نہ آتا جانے یہ آوازیں کہاں سے آتی ہیں...... یہ کون سا پرندہ بولا ہے زیبا یہی سوچتی ہوئی آہستہ سے چل رہی تھی۔ اب وہ تقریباً گھنے جنگل کے وسط تک آ نکلی تھی ٹھنڈی اور تازہ ہوا کے جھونکے اس کے تھکے ہارے دماغ کو سرور بخش رہے تھے اور اسے اور آگے جانے پر مجبور کر رہے تھے اس نے اپنی ساری زندگی میں اتنا گھنا اور خوبصورت جنگل نہ دیکھا تھا یہاں آ کر وہ خود کو کافی بہتر محسوس کر رہی تھی قدرت کی یہ حسین اور سوجھنگ طاقت نے اس کے اندر کی بے قراری کو کافی حد تک کم کر دیا تھا۔ سرسبز اور تا حد نظر تک پھیلا ہوا یہ جنگل سبے حد خوبصورت تھا اور زیبا کو اپنی جانب کھینچتا چلا جا رہا تھا اب وہ پوری طرح اس منظر میں کھو گئی تھی اور اسے کچھ اور یاد نہ آ رہا تھا حتٰی وہ خود کو بھی بھول گئی تھی۔

"کوک......کوک کوک۔"

زیبا نے جلدی سے گردن گھما کر دیکھا یہ آواز جیسے اس کے پیچھے سے آئی تھی مگر اسے کچھ بھی نظر نہ آیا وہ پھر سے چلنے لگی سرخ، نارنجی، پیلے بہت سے رنگوں کے پھول اور پودے ہر طرف اگے ہوئے تھے اور بہت ہی دلفریب مہک ہر طرف بکھری ہوئی تھی ایسے ایسے خوبصورت پھول پودے اور درخت تھے جو اس نے پہلے کہیں اور نہ دیکھے تھے پھولوں کے جھنڈ کے جھنڈ لٹک رہے تھے جیسے کسی نے خود اپنے ہاتھوں سے انہیں گلدستوں کی صورت میں اگا یا ہو وہ اس دلکشی پر فریفتہ ہو گئی تھی۔ تبھی اس نے کچھ گلہریوں کو دیکھا جو آپس میں کھیل کود رہی تھی وہ شور مچاتی پودوں میں سے ہوتی ہوئی تیزی سے غائب ہو گئی تھیں اور ایک بار پھر سے سناٹا چھا گیا تھا۔ زیبا کے چلنے کی آہٹ پا کر بہت سے پرندے اور گلہریاں یک دم غائب ہو جاتی تھیں تو زیبا کو بہت مزہ آتا وہ کسی اور ہی دنیا کی مخلوق تھی جو آج اس نئی دنیا میں کسی انٹروڈر کی طرح آ نکلی تھی۔ یہ سب کتنا خوبصورت اور پرسکون ہے جانے لوگ کیوں اس طرف آنے سے ڈرتے ہیں یہاں تو ہر طرف قدرت کے کرشمے بھرے پڑے ہیں اور لوگ جانے کیسی کیسی باتیں بناتے ہیں...... وہ دل ہی دل میں سوچ رہی تھی۔ زیبا کا سارا ڈپریشن اس پرسکون اور پر فضا ماحول میں آ کر دور ہو گیا تھا وہ اس پاک صاف جہاں میں آ کر کھو سی گئی تھی اور تمام دکھوں کو بھول ہی گئی تھی کاش وہ بھی یہیں کی کوئی مخلوق ہوتی یہ سب کتنا پیور تھا کوئی ملاوٹ کوئی بناوٹ یہاں نہ تھی سب کچھ اپنی اصل میں موجود ہے یہاں کوئی بھی قید نہیں کوئی حد کوئی سرحد یہاں کسی کو کسی سے جدا نہ کرتی تھی...... نہ یہاں پر کوئی رسم و رواج تھا نہ ہی

کوئی مجبوری تھی سب جاندار اسی جنگل میں آزادی اور خوشی سے اکٹھے رہ رہے تھے اور جانے کتنی صدیوں سے یہ سب ایسے ہی چلتا آ رہا تھا اس میں کسی بھی قسم کی کوئی ملاوٹ نہ تھی۔ یہ دنیا انسان اور انسان کے بنائے ہوئے اصولوں...... پابندیوں...... سمجھوتوں...... جھوٹی نمود ونمائش...... جھوٹے بندھنوں اور رشتوں سے پاک تھی۔ ہر شے غلاظت اور نفاق سے بالاتر تھی بالکل اسی حالت میں جیسا انہیں رب نے بنایا تھا بغیر کسی انسانی مداخلت اور اصلاحات کے یہ دنیا کتنی حسین ہے۔ زیبا کا دل و دماغ جیسے ری فرش ہو گیا تھا۔ وہ ان منظر کی دلکشی میں کھوئی ہوئی تھی تبھی کسی کے چلنے کی آہٹ نے زیبا کو چونکا دیا تھا اس نے جلدی سے پلٹ کر دیکھا پر اسے کچھ بھی نظر نہ آیا سنسنی کی ایک لہر اس کے پورے وجود میں دوڑ گئی تھی وہ جیسے کسی سحر کے زیر اثر تھی اور کسی کی اس اچانک آمد نے اسے دوبارہ شعور کی دنیا میں لوٹا دیا تھا وہ طلسم یکدم بھسم ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے چاروں طرف نظر دوڑائی پر اسے کوئی نظر نہیں آیا تھا ہر طرف سناٹے کا راج تھا۔ اسے خود پر حیرانی ہو رہی تھی کہ وہ اس طرح اکیلی گھنے جنگل میں یوں بت بنی کھڑی تھی اسے اب یہ احساس ہوا تھا کہ وہ بہت دور آ چکی تھی اور یہ بھی کہ اسے اس طرح اکیلے اتنی سنسان جگہ پر نہیں آنا چاہیے تھا اور وہ بھی کسی کو بغیر بتائے اگر لوگوں کی کہی ہوئی باتیں سچ ہوئیں تو۔

زیبا کے ذہن میں یہ خیالات بہت تیزی سے گھومنے لگے تھے کہ اچانک کوئی چیز تیزی کے ساتھ زیبا کی پچھلی طرف سے گزری اس نے بجلی کی سی تیزی سے مڑ کر دیکھا پر کچھ نظر نہ آیا تھا کوئی چیز قریبی جھاڑیوں میں جا چھپی تھی۔ اس کے بدن میں ایک بار پھر سے خوف کی لہر گزر گئی تھی جو پہلے سے بھی زیادہ شدید تھی اسے صرف اتنا اندازہ ہوا تھا کہ وہ کوئی ہلکے بھورے رنگ کی چیز تھی جسے پلٹتے ہوئے ایک جھلک اس کی نظر نے دیکھا تھا۔ اس سے پہلے کہ اس کا دماغ اسے کچھ سمجھا پاتا وہ غائب ہو چکی تھی۔ زیبا کے دماغ میں خطرے کی گھنٹیاں بج رہی تھیں اور اگلے ہی لمحے اس کے ذہن میں ایک بھورے رنگ کے جانور کی شکل ابھری تھی اور اس کے پسینے چھوٹنے لگے تھے۔ وہ شاید کوئی خونخوار شیر یا بھیڑیا تھا جو زیبا کو تنہا پا کر اس پر حملہ کرنے والا تھا اس کا رنگ فق ہو گیا تھا اور وہ کسی درخت کی طرح اپنی جگہ پر گڑ گئی تھی اسے اپنا سارا وجود بے جان سا لگنے لگا تھا اور وہ ٹھنڈی پڑ گئی تھی۔ وہ سنٹر سے اتنی دور آ چکی تھی کہ اب مدد کے لئے بھی کسی کو پکار نہیں سکتی تھی اور نہ ہی کوئی اس کی آواز سن کر بھی اس کی مدد کو آنے ہی والا تھا کیونکہ ایسی آوازوں پر تو لوگ یہ سوچ کر کے وہ کسی چڑیل یا روح کی ہوتی ہیں کان ہی نہ دھرتے تھے۔ اب زیبا کو اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا اور اس رات کو آنے والی آواز بھی اسے یاد آ رہی تھی کیا وہ بھی میری طرح کسی عورت کی تھیں جو رات کو جنگل کا راستہ بھول کر کسی جنگلی جانور کا شکار ہو گئی تھی وہ تو بھاگ کر کسی محفوظ مقام پر بھی نہ جا سکتی تھی اب اسے رہ رہ کر پچھتاوا ہو رہا تھا کہ وہ کیوں یہاں آئی تھی اب شاید یہ اس کی زندگی کے آخری پل تھے اور وہ کسی جنگلی جانور کے ہاتھوں مرنے والی تھی۔

☆☆☆☆

''یہ تو بہت برا ہوا عذرا وہ دیکھنے میں تو بہت پیاری تھی شریف اور کسی اچھے گھر کی لگتی تھی ہم نے تو سوچا تھا کہ اس بار سلطان کے تو دن ہی پھر جائیں گے ایسی لڑکی تو ڈھونڈے نہیں ملتی۔''

وہ سلطان کی ماں کی کزن تھی اور وہیں ڈنمارک میں ہی رہتی تھی۔

''ہاں ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور...... جب سے یہاں آئی تھی بس ایک ہی رٹ لگائی تھی کہ واپس جانا ہے ہم نے اور سلطان نے بہت سمجھایا کہ اب یہی تمہارا گھر ہے پر وہ تو سمجھ کر ہی نہ دیتی تھی ہر بات پر شوہر سے ضد کرتی تھی اور جھوٹ تو تو یہ تو بہانا تا جھوٹ بولتی تھی کہ تنگ آ کر سلطان اسے واپس ہی چھوڑ آیا بھلا ہم نے کیا کرنا تھا اسے یہاں رکھ کر اگر میاں کے ساتھ ہی وہ خوش نہ تھی اسی کے ساتھ اس کی نہ بنی تھی تو ہم نے کوئی اچار تھوڑا ہی ڈالنا تھا اس کا ہمیں کس چیز کی کمی ہے اور کام تو یہاں کوئی ہوتا نہیں اب وہ جانے اور اس کے ماں باپ۔''

عذرا نے بڑے دھڑلے سے اپنی کزن کو سلطان کے ساتھ ہونے والی زیادتی کے بارے میں بتایا۔

''سچ مجھے تو بڑا ہی افسوس ہوا یہ سب جان کر بیچارہ سلطان دوسری عورت بھی ملی تو کیسی...... بس سب نصیب کی بات ہے اس کی قسمت میں شاید شادی کا سکھ ہی نہیں لکھا جو ہر بار ایسا ہو جاتا ہے!''

وہ دلی افسوس کرتے ہوئے عذرا کے دکھی چہرے کو دیکھ کر بولی۔

''تو اب کہاں ہے سلطان ایک عرصہ ہی ہو گیا ہے؟''

وہ ادھر ادھر گھر میں دیکھتی ہوئی پوچھنے لگی۔

''بس کیا بتاؤں تمہیں میرا بچہ تو برباد ہی ہو گیا اتنا پیسہ لگا کر شادی کی تھی پھر یہاں کا ویزہ بھی لگوایا تھا سب غارت گیا...... اس کا تو دل ہی نہیں لگتا اب گھر میں مارا مارا پھرتا ہے در بدر۔''

وہ دکھی ہو کر رونی صورت بنا کر بتانے لگی۔

''بس باجی صبر کرو اس کے سوا چارہ بھی کیا ہے۔''

وہ عذرا کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دینے لگی۔

☆☆☆☆

''نہیں ابھی نہیں...... ابھی صحیح وقت نہیں آیا شادی کرنے کا اور جب میں روز تم سے ملتا ہوں اور گھنٹوں ہم وقت ساتھ گزارتے ہیں تو پھر تم کیوں اتنی باؤلی ہو رہی ہو شادی کے لئے؟''

سلطان کالے دراز گیسوؤں کو چھو کر بولا۔

''میرا صرف باپ مرا ہے پوری دنیا نہیں اور نہ ہی لوگ اندھے ہیں جو ہمارے اس تعلق پر خاموشی سے بیٹھے رہیں گے اور پہلے تو تمہیں ہی آگ لگی تھی شادی کی اور اب تم خود ہی ٹال مٹول کر رہے ہو۔''

وہ جھنجھلا کر اس کا ہاتھ جھٹک کر بولی۔

''ہاں تو تمہارے باپ ہی کی وجہ سے تو ہم پہلے بھی شادی نہ کر سکے تھے ورنہ کب سے ہماری شادی ہو گئی ہوتی۔''

سلطان نے اس کے جھٹکنے کو نظر انداز کرتے ہوئے گلاس منہ کو لگاتے ہوئے کہا۔

''تو اب تو وہ نہیں ہیں اب کیا مسئلہ ہے؟''

وہ ایک بار پھر چلائے ہوئے بولی۔

''وہ یہاں واپس آگئی ہے اور جب تک یہ معاملہ گرم ہے شادی کرنا میرے لئے ناممکن ہے۔''

سلطان نے گلاس کو ہاتھ میں گھماتے ہوئے کہا۔

''کیا..... وہ یہاں کیا کر رہی ہے تم نے تو کہا تھا کہ تم نے اسے طلاق دیدی تھی تو اب وہ یہاں کیا کر رہی ہے؟''

وہ بے یقینی سے سلطان کو دیکھتے ہوئے اس پر پھٹ پڑی۔

''ہاں تو میں نے کون سا جھوٹ کہا تھا میں نے اسے کب سے فارغ کر دیا ہے اور وہ جانے کیوں واپس آگئی ہے؟''

سلطان نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔

''تو وہ کس حیثیت سے تمہارے گھر پر رہ رہی ہے؟''

وہ ایک بار پھر چلائی

''وہ میرے ساتھ یا میرے گھر پر نہیں ہے وہ جانے کہاں ہے اور کس کے پاس ہے مجھے کچھ پتا نہیں ہے۔ پر تم یقین کرو میرا اور اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔''

وہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے یقین دلاتے ہوئے بولا۔

''دیکھو سلطان مجھے دھوکا دینے کی کوشش مت کرو پہلے تم نے پاکستان جا کر شادی کر لی میں نے وہ بھی تمہاری محبت میں گوارہ کر لی اور اب تم یہ نیا ڈرامہ مجھے بتا رہے ہو۔''

وہ اس کا ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولی۔

''میں نے تمہیں کتنی بار بتایا ہے کہ میرا اور اس کا کوئی بھی تعلق نہ تھا میں نے تو بس اپنے والدین کی خاطر ایک ڈرامہ کیا تھا تاکہ بعد میں وہ ہماری شادی پر کوئی اعتراض نہ کریں مجھے تمہاری قسم میں نے تو کبھی اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔''

وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

''پیچھے کرو مجھے تمہاری کسی بات پر اعتبار ہے اور نہ ہی کسی قسم پر۔''

وہ اس کا ہاتھ اپنے سر سے ہٹا کر بولی۔

''اچھا تمہیں اپنی قسم پر اعتبار نہیں تو میں تمہیں اپنے بیٹے اپنے باپ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہمارے درمیان کبھی بھی میاں بیوی والا رشتہ نہ تھا اب تو یقین کر لو۔''

وہ اس کی منتیں کرنے لگا۔

''تو پھر وہ اب یہاں کیوں آئی ہے؟۔''

وہ ایک بار پھر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ کر بولی۔

''وہ ضرور مجھ سے بدلہ لینے آئی ہے میں نے اس کی آنکھوں میں جو آگ دیکھی تھی اس سے یہی لگتا تھا کہ وہ اسی مقصد کے لئے یہاں آئی ہے وہ مجھے بدنام اور برباد کرنا چاہتی ہے۔''

وہ سوچتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''کیا واقعی وہ ایسا کچھ کر سکتی ہے؟۔''

وہ اسے پریشان دیکھ کر پوچھنے لگی۔

''پہلے تو میں اسے واپس چھوڑ آیا تھا اور یہی سمجھا تھا کہ اب وہ ہمیشہ کے لئے میری زندگی سے نکل گئی ہے میں نے جان کر اسے ایک طلاق دی تھی تاکہ وقت گزرنے کے ساتھ رجوع نہ کرنے سے دوسری اور تیسری طلاق خود ہی ہو جائے...... وہ لوگ خود ہی سمجھ جائیں پر لگتا ہے میری یہ چال وہ لوگ سمجھ ہی نہ سکے...... وہ تھے ہی بہت سیدھے لوگ...... یہ سب میں نے بہت سوچ کر کیا تھا تاکہ نہ کوئی کاغذی کاروائی کرنی پڑے اور نہ ہی نکاح میں لکھا ہوا ایک لاکھ روپیہ حق مہر دینا پڑے۔''

وہ ایک مضحکہ خیز ہنسی ہنسا۔''پر اب جب وہ واپس آئی ہے اور یوں غائب ہو گئی ہے اور اس کے تیور دیکھ کر میں تو دنگ رہ گیا تھا پر میں نے بھی کوئی کچی گولیاں نہیں کھیلیں وہ کچھ بھی کر لے میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی...... بس ایک ہی بات کا ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھے رشتے داروں میں بدنام نہ کر دے۔''

وہ اسے دیکھ کر اور پھر کچھ سوچ کر بولا۔

''تو پھر ہماری شادی کا کیا ہوگا؟۔''

وہ بھی کچھ پریشان ہو کر پوچھنے لگی۔

''بس میری جان یہ آخری کانٹا رہ گیا ہے یہ بھی جلد ہی نکل جائے گا بس تم تھوڑا اور صبر کر لو پھر ہمیں کوئی بھی شادی سے روک نہیں سکتا تب تک ہم یوں ہی رہ لیں گے۔''

وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے دونوں ہاتھوں سے اپنے قریب لا کر بولا وہ خاموشی سے سرد آہ بھر کر رہ گئی۔

☆☆☆☆

زیبا وہیں ساکت کھڑی تھی اسے کچھ بھی سمجھ نہ آ رہا تھا کہ اس کے ساتھ اب کیا ہونے والا تھا کچھ ہی دیر پہلے وہ کتنی خوش اور پرسکون تھی اور اب اچانک وہ کس مصیبت میں گرفتار ہو گئی تھی۔ وہ سب پریشانیاں بھلا کر اس ماحول سے لطف اندوز ہو رہی تھی اور یکا یک کس ناگہانی آفت میں پھنس گئی تھی۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور دماغ کے ساتھ ساتھ پورا جسم جیسے سن ہو گیا تھا اس کی نظریں اسی جگہ پر جمی تھیں جہاں ابھی کوئی چیز غائب ہوئی تھی اور اسے یوں لگا تھا جیسے وہ شیر تھا اسی خیال نے اسے برف کی طرح ٹھنڈا کر دیا تھا سارہ کا سارا مزہ کرکرا ہو گیا تھا اور اب وہ

سوچ رہی تھی کہ شاید شیر اب اس کے گوشت سے خوب لطف اندوز ہوگا۔ کیا وہ یہاں مر جائے گی...... یہاں سے تو اس کی لاش بھی کسی کو نہیں ملے گی۔ شیر کچھ چھوڑے گا تو میری لاش بھی کسی کو ملے گی نا؟ ہائے میرے گھر والوں کو کیا ہوگا؟ وہ تو رو رو کر ہی ختم ہو جائیں گے؟ یا اللہ میری مدد فرما...... اب تو ہی مجھے یہاں سے نکال میں تو یہاں آ کر پھنس ہی گئی ہوں میری مدد فرما وہ دعا کر کے درود شریف پڑھنے لگی اور دل ہی دل میں دعا کرنے لگی آج اسے زندگی کی اہمیت کا احساس ہوا تھا کہ وہ کتنی قیمتی ہے اور اس کی جان کتنی جانوں سے وابستہ ہے...... اگر اسے کچھ ہو گیا تو اس کے گھر والوں پر کیا بیتے گی...... اب اسے ان تمام باتوں کا احساس ہو رہا تھا۔ اسے گارڈ کی کی ہوئی باتیں بھی یاد آ رہی تھیں جس رات کو اس نے وہ بھیانک چیخیں سنی تھیں اس کی اگلی صبح وہ وہاں کے سکیورٹی گارڈز سے ملی تھی اور جنگل کے بارے میں پوچھا تھا۔

''نہیں جنگل میں کوئی بھی نہیں ہوتا اور رات کے وقت تو کوئی بھی اس طرف نہیں جاتا وہاں صرف جنگلی جانور رہتے ہیں۔''

اس نے پورے وثوق سے بتایا تھا۔

''کیا شیر اور چیتے وغیرہ بھی ہوتے ہیں؟''

زیبا نے پر تجسس نظروں سے اسے دیکھ کر پوچھا تھا۔

''نہیں کیونکہ یہاں لوگوں کی رہائش ہے اس لئے یہاں سے ایسے خطرناک جانوروں کو کہیں اور منتقل کر دیا گیا ہے۔''

تبھی یہاں آتے ہوئے زیبا نے دل میں ایسی کوئی بھی بات نہیں آئی تھی پر یہ کھلا جنگل تھا نہ کوئی باڑ اور نہ ہی کوئی دیوار تھی پھر ایسی جگہ پر سانپ بچھو اور دوسرے بھی جالیوا چیزیں بھی تو ہو سکتی ہیں۔ شاید یہاں کا عملہ اس لئے ایسی باتیں کرتا تھا تاکہ لوگ یہاں رہتے ہوئے ڈریں نہ اور خوف کا شکار نہ ہوں۔ زیبا وہیں کھڑی اپنی سوچوں میں گم تھی کہ جھاڑیوں میں اچانک پھر ہلچل ہوئی زیبا کے جسم میں ایک کرنٹ سا دوڑ گیا تھا اس نے خود کو ہر ممکن رفتار سے دوڑنے کے لئے تیار کر لیا تھا جھاڑیاں پھر تیزی سے ہلیں اور کوئی ہلکے بھورے رنگ کی چیز باہر آئی زیبا کی چیخ نکلتے نکلتے رک گئی تبھی ایک اور چھوٹے قد کی چیز برآمد ہوئی زیبا کی آنکھوں کی پتلیاں انہی پر مرکوز تھیں اس نے اپنی مٹھیاں زور سے بند کی ہوئی تھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ ایک زوردار چیخ مارتی اور پھر اپنی پوری رفتار سے بھاگتی کیونکہ اس کے سوا اس کو اور کچھ نہ سوجھا تھا وہ چیز جھاڑیوں سے نکل کر سامنے والے راستے کے درمیاں زیبا سے کچھ فاصلے پر کھڑی ہو گئی تھی وہ پلکیں جھپکائے بغیر اسے تکنے لگی وہ چیز اب پوری طرح اس کے سامنے تھی وہ چند سیکنڈ اسے گھورتی رہی اسے ایک بار پھر حیرت ہوئی تھی ہلکا بھورا رنگ جس میں کہیں کہیں دھبے تھے...... باریک سی ٹانگیں چھوٹی سی دم...... باریک لمبی گردن...... ''اوہ'' ...... اف میری تو جان ہی نکال دی تھی اس نے اللہ کا شکر ہے جو میں نے سوچا تھا ویسا نہیں ہوا...... وہ زیر لب بڑبڑائی اور دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ اس کا اندیشہ غلط ثابت ہوا تھا وہ کوئی شیر نہیں تھا بلکہ ایک ہرن تھا جو ادھر ادھر بھاگا پھر رہا تھا اور اب یکدم زیبا کے سامنے آیا تھا۔ زیبا کی جان میں جان آئی تھی وہ بہت خوبصورت تھا...... تھوڑی ہی دیر پہلے وہ خوف سے بے حال ہو رہی تھی...... میں بھی کتنی ڈرپوک اور بے وقوف ہوں ایک ہرن کو شیر سمجھ بیٹھی تھی...... میں بھی بالکل ہی پاگل ہوں...... اس نے دل میں سوچا اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ وہاں کوئی شیر نہیں تھا ورنہ آج تو وہ جان سے ہی جاتی۔ زیبا اسی طرح بے حس و حرکت اسے دیکھ رہی تھی وہ اپنی ہی دھن میں گھاس چر رہا تھا اور زیبا کی موجودگی سے بے خبر تھا

زیبا اب اس کی حرکتیں دیکھ کر محظوظ ہو رہی تھی وہ چلتا ہوا اس کے کافی قریب آ گیا تھا جونہی وہ کچھ اور قریب آیا زیبا نے ہاتھ بڑھا کر اسے چھونا چاہا وہ یکدم زیبا کی طرف دیکھ کر چونکا اور دوسرے ہی لمحے چھلانگیں لگاتا ہوا جھاڑیوں میں غائب ہو گیا تھا۔ اس کے بعد زیبا بھی اسی طرف اس کا تعاقب کرتی اسی طرف چل دی تھی اس نے بہت کوشش کی کہ وہ دوبارہ اسے دیکھ سکے پر وہ جانے کہاں غائب ہو گیا تھا اور اب کہیں بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ کچھ دیر اور آگے جا کر زیبا کو درختوں کا ایک جھنڈ سا دکھائی دیا دور سے دیکھتے ہوئے وہ کوئی جادوئی سا منظر لگ رہا تھا درختوں کا ایک جھنڈ تھا جو گول دائرے کی شکل کا تھا اور درمیاں میں ایک خوبصورت تالاب جس میں پانی جمع تھا اور اوپر سے پڑنے والی سورج کی شعائیں اسے جگمگا رہی تھیں۔

''واؤ'' زیبا کے منہ سے بے اختیار نکلا تھا اللہ کی شان یہ جنگل ہے یا جنت کا کوئی گوشہ...... اتنا خوبصورت منظر جو پہلے کبھی نہ دیکھا تھا...... درختوں کے درمیاں پانی یوں جما تھا جیسے کسی نے پیالا ابھر کر یہاں رکھ دیا ہو۔ زیبا کے قدم اور تیز ہو گئے تھے وہ قریب سے اس منظر کو دیکھنا چاہتی تھی کچھ منٹوں میں وہ اس پانی کے بالکل قریب آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ یہ نہایت دلکش جگہ تھی پانی کہیں سے نیلا اور کہیں سے ہرا لگ رہا تھا پانی کے ارد گرد بڑے بڑے درخت تھے اور ان کی شاخیں پانی میں ڈوبی ہوئی تھیں ہلکی ہلکی ہوا ان شاخوں کو جھلا رہی تھی چھوٹے چھوٹے پھول پانی کے کناروں پر اگے ہوئے تھے جن کی خوشبو سے ماحول بڑا رومانوی ہو رہا تھا ہوا کی سنسناہٹ فضا میں عجیب سا ترنم جگا رہی تھی۔ پرندوں کے سہانے گیت اس خاموشی کو عجیب سی موسیقی میں بدل دیتے تھے۔ زیبا کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسی دنیا میں موجود ہے..... وہ خود کو عجیب سی کیفیت میں محسوس کر رہی تھی جو اس نے پہلے کبھی محسوس نہ کی تھی وہ جیسے اس دنیا اور اس کی ہر چیز کو بھول کر اس جنت کے گوشے میں کھو سی گئی تھی۔ ''جنت'' بے اختیار اس کے منہ سے نکلا تھا یہ واقعی جنت کا ہی گوشہ ہے جو رب نے دنیا سے چھپا کر رکھا ہے اس یوں لگا جیسے وہ پہلا انسان ہو جس نے یہاں قدم رکھا ہے..... وہ حیرت سے درختوں کو تک رہی تھی کسی کا رنگ سبز کسی کا نارنجی کسی کا پیلا اور کئی رنگوں کے پھول ہر طرف ایک نیا ہی سماں تھا۔ زیبا کافی دیر کھڑی ہو کر اور چل پھر کر اس جگہ کو دیکھتی رہی پھر اس کی نظر ایک بڑے سے درخت کے تنے پر پڑی جو جانے کب سے زمیں پر گر چکا تھا وہ اس پر جا کر بیٹھ گئی اور اس منظر کو تکتی رہی۔ وہ ایک بازو دوسری پر رکھ کر کر بیٹھی تھی اور ٹانگوں کو بیٹ کیا ہوا تھا کہ اچانک اس کی نظر اپنی گھڑی پر پڑی اور وہ چونک گئی پانچ بجنے والے تھے اور شام ہونے میں کچھ ہی وقت رہ گیا تھا اسے یہاں آ کر وقت کا احساس ہی نہ ہوا تھا کہ اتنا سارا وقت کیسے کٹ گیا۔ وہ جلدی سے وہاں سے اٹھی ایک آخری نظر اس منظر پر ڈالی اس کا دل نہیں کر رہا تھا وہاں سے آنے کو پر وہ اس سے زیادہ وہاں ٹھہر نہ سکتی تھی۔ وہ سامنے کی طرف بڑھ گئی تھی جہاں سے وہ آئی تھی۔ وہ تیز قدموں سے آگے بڑھ رہی تھی تبھی آگے کا راستہ دو طرف جاتا دکھائی دیا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کی وہ کس طرف سے آئی تھی ہرن کا پیچھا کرتے ہوئے اس کے ذہن میں آیا نہیں کہ اسے واپس جانے میں کتنی دقت ہو سکتی ہے۔ وہ ڈبل مائنڈ ہو رہی تھی کبھی اسے لگتا کہ وہ اس طرف سے آئی ہے تو کبھی دوسری طرف اس کا دھیان چلا جاتا وہ وہیں کچھ دیر کھڑی سوچتی رہی پھر درود شریف پڑھ کر پہلا خیال جس طرف کا آیا تھا اسی طرف چل دی۔ شام ہو رہی تھی اور آسمان کا رنگ آہستہ آہستہ سرمئی ہو رہا تھا وہ تیز تیز قدم اٹھا رہی تھی اور اس کا سانس بری طرح پھول گیا تھا۔ اتنا تیز چلتے ہوئے بھی اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ سنٹر سے کافی دور ہے..... کہیں یہ ایڈونچر مجھے مہنگا ہی نہ پڑ جائے..... اس کے دل میں ہول اٹھ رہے تھے اندھیرا دھیرے دھیرے گہرا ہو رہا تھا وہ ایک نظر آسمان پر ڈالتی اور ایک راستے پر۔ کہیں میں غلط

طرف تو نہیں بڑھ رہی..... یہ نہ ہو کہ بالکل اندھیرا ہو جائے اور میں بجائے سنٹر کی طرف جانے کے جنگل کے کسی دوسری طرف جا رہی ہوں اس خیال سے زیبا کی حالت ایک بار پھر سے بری ہو رہی تھی اس نے ایک بار پھر اپنے آپ کو کوسنا شروع کر دیا تھا آج اسے پتا چلا تھا کہ تجسس کتنی بری چیز ہے انسان کسی چیز کی کھوج میں اپنے آپ کو کتنے خطرے میں ڈال دیتا ہے اسے پتا ہی نہیں چلتا جنگل کی پراسراریت نے زیبا کو بہت دور تک پہنچا دیا تھا وہ کتنی آگے آ چکی تھی اس کا اندازہ اسے واپس جاتے ہوئے ہو رہا تھا۔ راستہ تھا کہ ختم ہونے کا نام ہی نہ لے رہا تھا پر وہ ایک منٹ کے لئے بھی نہ رک سکتی تھی اس کی نظریں مسلسل آسمان پر تھیں وہ اس بات کو کنفرم کرنا چاہتی تھی کہ وہ صحیح سمت میں جا رہی ہے یا نہیں۔ اب شام ہو چکی تھی صرف ہلکی سی نیلاہٹ آسمان پر باقی تھی اور زیبا کے چہرے کی رنگت بھی اسی طرح کی ہو گئی تھی ابھی تک اسے کوئی روشنی نظر نہ آئی تھی یا اللہ مجھے خیریت سے سنٹر پہنچا دے اب تو اندھیرا ہو گیا ہے..... اگر میں اس جنگل میں ہی پھنس گئی تو کل تک تو میری لاش بھی شاید کسی کو نہ ملے گی۔ ہائے میرے گھر والوں کو جب پتا چلے گا تو ان کا کیا حال ہو گا..... وہ کیسے صبر کر پائیں گے میرے مولا میری مدد فرما میری توبہ جو میں دوبارہ ادھر اکیلی آؤں وہ لمبے قدم بڑھاتی جا رہی تھی اور دل میں دعائیں مانگ رہی تھی تبھی ایک سمت سے اسے ہلکی سی روشنی نظر آئی تھی اور اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی یا اللہ تیرا شکر کہ میں صحیح سمت چل رہی تھی..... اس کا دل چاہا کہ وہ وہیں سجدے میں گر جائے اس کے رب نے اسے ایک بار پھر ہر طرح سے محفوظ رکھا تھا اب اس نے اپنی رفتار اور بڑھا دی تھی وہ روشنی جو سنٹر کی چھت پر جنگل کی طرف لگائی گئی تھی وہ قریب آتی جا رہی تھی اور زیبا کی حالت بھی اب بہتر ہو گئی تھی۔ چند منٹ اور چلنے کے بعد وہ سنٹر کی حدود میں داخل ہو گئی تھی تبھی گیٹ کیپر نے زیبا کو سنٹر کی پچھلی طرف سے آتے دیکھا اور یکدم چونک گیا زیبا نے بھی اسے دیکھا اور وہیں رک گئی زیبا نے سوچا کہ شاید وہ اسکو سرزنش کرے گا کہ وہ اس وقت جنگل کی طرف کیوں گئی پر اس کی پھٹی آنکھوں میں پہلے دہشت اور پھر حیرت کے تاثرات تھے وہ ساکت کھڑا اسے ایک ٹک تکے جا رہا تھا زیبا کو لگا کہ اگر وہ کچھ بولی یا اس کی طرف بڑھی تو وہ یا تو بے ہوش ہو جائے گا یا پھر چیخ کر سارے سنٹر کو اکٹھا کر لے گا۔ وہ دوسری طرف تیزی سے چل دی اس سے پہلے کہ وہ کوئی تماشا بنتا۔ زیبا نے اپنی گھڑی دیکھی تو سات بج چکے تھے اور ڈائننگ ہال سے کھانوں کی خوشبو زیبا کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی وہ جلدی سے گئی اور جو کچھ ایک بار میں اٹھا سکتی تھی لے کر اپنی ٹیبل پر رکھ کر بیٹھ گئی اسے اتنی بھوک لگی تھی کہ وہ پانچ منٹوں میں ہی سب کچھ کھا گئی اور پھر سے کاؤنٹر پر جا کر کچھ اور چیزیں لے آئی اور کھانے لگی۔ اب وہ پوری طرح سے پیٹ بھر کر کھا چکی تھی شاید زندگی میں پہلی بار اس نے اکٹھے اتنا کچھ کھایا تھا وہ بری طرح تھک چکی تھی شدید نیند آنے لگی تھی وہ ٹیبل سے اٹھی تو اس کی ٹانگوں میں بہت درد ہو رہا تھا وہ آہستہ سے چلتی ہوئی اپنے کمرے میں آئی اور بیڈ پر ڈھیر ہو گئی اور اسے کچھ خبر نہ رہی کہ وہ کب گہری نیند سو گئی تھی۔

☆☆☆☆

''چلو جلدی کرو اور کتنی دیر لگاؤ گی؟''

زیبا نے پھر سے کہا۔

''اچھا بس ایک منٹ اور''

آمنہ نے مڑ کر دیکھتے ہوئے کہا۔

''شاپنگ پر جانا ہے کسی تقریب میں تو نہیں جانا جو تم اتنا تیار ہو رہی ہو۔''

زیبا نے ایک بار پھر اسے ٹوکا۔

''بس دو منٹ ہاں۔''

وہ شیشے میں دیکھتے ہوئے بولی۔

''یہ تم پچھلے آدھے گھنٹے سے کہہ رہی ہو۔''

زیبا نے خفگی سے کہا اور اٹھ کر کھڑی ہوتی پاس پڑا بیگ اٹھایا اور بولی۔

''اچھا تو آج میں اکیلی ہی چلی جاتی ہوں تم کل تک تیار ہو جاؤ..... تو ہم کل پھر چلیں گے......''

وہ جیسے حتمی انداز میں بولی پھر اس کی آنکھوں میں شرارت بھری تھی۔

''رکو رکو..... میں تیار ہوں۔''

آمنہ نے جلدی سے برش رکھا اور مڑا سے خود کو دکھاتے ہوئے بولی۔

''تم تو اتنی سی بات پر ناراض ہو جاتی ہو۔''

وہ اس کے قریب آ کر بولی اور اپنا بیگ اٹھا کر دونوں مسکراتی ہوئی چل دیں وہ آج شاپنگ کے لئے جا رہی تھیں انہیں شہر کی طرف جانا تھا جہاں شہر کا سب سے بڑا شاپنگ مال تھا۔ وہ شہر جانے والی بس میں سوار ہو چکی تھیں اور اب خوشگوار موڈ میں باتیں کر رہی تھیں۔ زیبا نے اسے کل والے ایڈونچر کے بارے میں بتایا تو وہ خوفزدہ نظروں سے اسے تکنے لگی اور پھر دادی کی طرح اسے وہاں دوبارہ نہ جانے کی نصیحتیں کرنے لگی اور اسے ڈرانے بھی لگی وہ اس کی باتیں سن کر مسکرا دیتی اور باہر دیکھنے لگتی۔ اب وہ شاپنگ مال میں داخل ہو رہی تھیں آج بھی یہاں کافی رش تھا بہت سے لوگ شاپنگ میں مصروف تھے وہ دونوں ایک لیڈیز گارمنٹ کی شاپ میں داخل ہوئی تھیں اور کچھ چیزیں دیکھ رہی تھیں تبھی زیبا نے اپنے پیچھے سے کسی کی آواز سنی۔

''زیبا..... زیبا۔''

کوئی دھیرے سے اس کا نام پکار رہا تھا اس یہ آواز کچھ جانی پہچانی سی لگی تھی اس نے مڑ کر دیکھا۔

''بابا جی آپ۔'' وہ جلدی سے اس کے گلے لگ گئی تھی۔

''زیبا یہ تم ہو مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا۔''

وہ اسے زور سے گلے لگا کر بولی تھی دونوں چند منٹ یونہی گلے لگی رہیں اور پھر ایک دوسرے کو مسکرا کر تکنے لگیں۔ وہ ایک درمیانی عمر کی ڈیسنٹ عورت تھی جو سلطان کے دوست کی بہن تھی وہ بھی سویڈن میں رہتی تھیں زیبا کی ان سے ملاقات ان کے چھوٹے بھائی کی شادی پر پاکستا

ن میں ہوئی تھی جس کی شادی کا بہانہ بنا کر وہ زیبا کو واپس چھوڑ گیا تھا اور مڑ کر ایک بار بھی اس سے کوئی رابطہ نہ کیا تھا۔

''زیبا تم کب یہاں آئی ہو؟۔''

وہ حیرت اور خوشی سے اسے دیکھ کر بولی تھی۔

''سلطان نے تو بتایا ہی نہیں کہ تم یہاں ہوا بھی کچھ دن پہلے ہی اس سے ملاقات ہوئی تھی اس نے تو کہا تھا کہ تم پاکستان جا چکی ہوا اور وہ خود کہاں ہے؟۔''

اس نے بے یقینی سے دو تین سوال اکٹھے ہی کر دیئے۔

''میں تو کافی عرصے سے یہاں ہوں بس حالات ہی ایسے ہو گئے تھے کہ کسی سے مل ہی نہ سکی۔''

زیبا نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا دکھ کی ایک لہر اس کے چہرے پر آئی اور گئی پر اگلے ہی لمحے زیبا نے اپنی کیفیت پر قابو پالیا اور پھر سے مسکرا کر بولی۔

''خیر آپ سنائیں بھائی کیسے ہیں اور دونوں بچے؟۔''

وہ اپنا حال چھپاتے ہوئے بولی۔

''سب ٹھیک ہیں......۔''باجی نے اس کے چہرے پر آنے والی افسردگی کو بھانپ لیا تھا۔''بچے اسکول گئے تھے اور میں نے کہا کچھ شاپنگ ہی کرلوں۔''

وہ کچھ سوچ کر بولیں۔

''چلو پھر آج میری طرف چلو کھانا اکٹھے کھاتے ہیں۔''

وہ زیبا کا ہاتھ پکڑ کر پیار سے بولی۔

''مگر میں تو یہاں کسی کے ساتھ آئی تھی اگر اسے اعتراض نہ ہو تو۔''

زیبا کو جیسے اچانک ہی آمنہ کا خیال آیا تھا وہ ادھر ادھر اسے دیکھنے لگی وہ اس سے کچھ دور دو لڑکیوں کے ساتھ ہنس کر باتیں کر رہی تھی زیبا نے اسے اشارہ کیا اور باجی سے دو منٹ کی رخصت لے کر اس کے پاس آئی۔

''یہ کون ہیں جن سے تم بات کر رہی ہو میں نے شاید ان کو پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔''

زیبا نے قریب آ کر اس سے پوچھا۔

''یہ ہماری ہی سنٹر کی ہیں میں ان کو اچھے سے جانتی ہوں۔''

آمنہ نے ان کی طرف دیکھ کر کہا۔

''اچھا اگر میں تم سے کہوں کہ تم ان ہی کے ساتھ واپس چلی جاؤ تو تم برا تو نہیں مانو گی؟۔''

زیبا نے کچھ جھجکتے ہوئے کہا۔

"نہیں برا تو نہیں مانوں گی...... پر تم کیا کہیں اور جانا چاہتی ہوں؟"۔

وہ حیرت سے اسے دیکھ کر بولی۔

"ہاں وہ دراصل وہ جو خاتون کھڑی ہیں وہ میری اچھی دوست ہیں ان کا گھر یہیں ہے وہ چاہتی ہیں کہ آج میں ان کے ساتھ کھانا کھاؤں...... مجھے دیر ہو جائے گی۔"

زیبا نے باجی کی طرف اشارہ کر کے اسے تفصیل سے بتایا۔

"اوہ اچھا کوئی بات نہیں تم چلی جاؤ میں انہی کے ساتھ واپس چلی جاؤں گی کوئی بات نہیں۔"

اس نے مسکرا کر کہا۔

"شکریہ آمنہ خدا حافظ۔"

وہ دونوں ہاتھ ملا کر الگ ہو گئی تھیں زیبا باجی کی طرف آ گئی جو اس کا انتظار کر رہی تھی۔

"باجی آپ نے کچھ لینا ہے یا گھر چلیں؟"۔

زیبا نے قریب آ کر کہا۔

"ہاں کچھ گروسری لینی ہے پھر چلتے ہیں۔"

باجی نے اسے بتایا کچھ دیر شاپنگ کر کے وہ گھر آ گئی تھیں باجی نے کھانا بنایا اور تب تک بچے بھی اسکول سے آ گئے تھے چاروں نے مل کر کھانا کھایا بچے زیبا سے مل کر بہت خوش ہوئے تھے۔ باجی سعدیہ نے اصرار کر کے زیبا کو رات وہیں ٹھہرنے پر رضامند کر لیا تھا اور اب دونوں لاؤنج میں بیٹھ کر چائے پی رہی تھیں۔

"زیبا تم نے یہاں سیاسی پناہ کیوں لی تمہارا تو ویزہ لگا ہوا تھا؟"۔

باجی نے سارے حالات جان کر افسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"بس باجی مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آیا تھا سلطان نے بہت ڈرایا دھمکایا تھا کہ اس نے میرا ویزہ کینسل کروا دیا تھا اور وہ مجھے پولیس کے حوالے کر دے گا اور پھر کوئی گائیڈ کرنے والا بھی نہ تھا...... بس ایک یہی راہ دکھائی دی اور میں اسی پر چل پڑی...... شاید پردیس کی ٹھوکریں ہی میرا مقدر تھیں۔"

زیبا ہاتھ میں چائے کا مگ لئے دور کسی چیز کو تک رہی تھی وہ سعدیہ باجی کی ہمدردی بھری نظروں سے بے خبر اپنے ہی خیالوں میں گم تھی ان کے سوالوں کے جواب دیتے ہوئے بہت سے زخم پھر سے تازہ ہو گئے تھے باجی نے ایک سرد آہ بھر کر کچھ غصے سے کہا۔

"یہ سلطان تو ہے ہی ایک نہایت گھٹیا مرد...... وہی جسے گندگی میں منہ مارنے کی عادت ہو وہ بھلا تم جیسی شریف اور پاکیزہ لڑکی کے قابل ہی کہاں تھا...... جانے یہ قسمت نے تمہیں آزمائش میں ڈالا تھا یا اس کے کسی نیک عمل کی جزا بنا کر اس پر عنایت کی تھی جس کی اس نے قدر ہی نہ کی......

تم تو اتنی اچھی ہو کہ جس کی زندگی میں شامل ہو جاؤ وہ دنیا میں ہی جنت پالے اور تم تو سلطان جیسے شرابی منافق اور زانی مرد کے لئے ہو ہی نہیں سکتی۔ شادی پر ہی میرا سارا خاندان سلطان کی قسمت پر رشک کر رہا تھا ایسی خوبصورت اور نیک سیرت لڑکی تو اب ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی اور اس خبیث کے تو مزاج ہی نہیں ملتے تھے کیسے تم ہر وقت اس کے آگے پیچھے پھرتی تھی سلطان یہ کھالیں...... یہ پہن لیں...... اور وہ ایسے اتراتا پھرتا تھا جیسے پتا نہیں کہاں کا شہزادہ ہو...... ارے وہ تو تم لوگ تھے جنہوں نے یہ رشتہ کرلیا ورنہ ڈنمارک کے لوگ تو ان پر تھوتھو کرتے پھرتے ہیں۔''

اس بات پر زیبا نے حیرت سے باجی کی طرف دیکھا وہ تو کہتا تھا کہ ان کی پورے ڈنمارک میں جان پہچان ہے اور تمام لوگ ان کی بہت عزت کرتے ہیں وہ ایسی نظروں سے باجی کو دیکھ رہی تھی جیسے ان کی بات کی تصدیق چاہتی ہو باجی اس کی نظروں میں چھپے سوال کو پڑھ چکی تھیں۔

''اور نہیں تو کیا یہ دونوں باپ بیٹا اپنے ہی ریسٹورنٹ میں رات گئے تک شرابیں پیتے ہیں اور سلطان تو جوئے اور آوارہ لڑکیوں کے چکروں میں بھی پڑا ہوا ہے اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں وہاں کے سب لوگ ان کے کرتوتوں سے اچھی طرح واقف ہیں کیا تم لوگوں نے شادی سے پہلے ان لوگوں کا پتا نہیں کروایا تھا؟۔''

وہ زیبا کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھ کر بولی۔

باجی کے اچانک سوال پر زیبا سوچ میں پڑ گئی تھی۔

''پتا تو کروایا تھا...... مگر ایسی کوئی بات پتا نہ چلی تھی یہی پتا چلا تھا کہ شریف لوگ ہیں اپنا گھر اور کاروبار ہے اور بس۔''

زیبا نے کچھ سوچ کر اور اٹک اٹک کر بتایا اسے اچھے سے یاد تھا کہ پھوپھو سے پتا کروایا تھا تو ایسی کوئی بھی انہوں نے نہیں بتائی تھی۔

''تو تم لوگوں کو صحیح بات نہیں بتائی گئی یہ نہیں ہوسکتا کہ اگر کسی نے پتا کروایا ہو اور اتنی عام سی بات پتا نہ چلی ہو...... ضرور تم لوگوں سے سچ چھپایا گیا تھا...... کس سے کہہ کر پتا کروایا تھا؟۔''

وہ بڑے وثوق سے کہہ رہی تھیں اور پھر ایک اور سوال کر ڈالا۔

زیبا کو جیسے شاک سا لگا تھا یہ سب جان کر وہ سوچوں میں گم ہوگئی تھی اور اسے چہرے پر بہت سے تاثرات ایک ساتھ ظاہر ہو رہے تھے باجی نے اسے خاموش دیکھ کر ایک بار پھر پوچھا۔

''کس نے پتا کروایا تھا کوئی رشتہ دار تھا یا کوئی جاننے والا؟۔''

باجی نے ایک بار پھر پوچھا زیبا کے چہرے پر ایک رنگ آیا اور ایک گیا اپنی کیفیت کو چھپانے کے لئے اس نے آہستہ سے کہا۔

''کوئی جاننے والے تھے......۔''

''اوہ بس پھر انہوں نے اتنا پتا ہی نہیں کیا ہوگا یا پھر جان کر سچ چھپایا ہوگا لوگ اکثر اپنے بن کر بیر نکال لیتے ہیں۔'' اور جو ہوں ہی اپنے؟ زیبا نے سوچا'' جانے کیوں لوگ یہ نہیں سوچتے کہ اگر یہی سب کچھ ان کی اپنی بیٹی سے ساتھ ہو جائے تو ان کا کیا حال ہوگا لوگوں کو اللہ کا ڈر ہی نہیں رہا...... یہ یقیناً کوئی دشمنی نکالی ہے کسی نے کیونکہ یہاں پر تمام لوگ ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے ہیں کوئی کسی سے چھپا ہوا نہیں ہے۔''

وہ جوں جوں نئے انکشاف کر رہی تھی زیبا کے دل پر نئے زخم لگ رہے تھے وہ انتشار کا شکار ہوگئی تھی اور کسی بات پر کوئی ردعمل ظاہر نہ کر رہی تھی اس یوں گم سم دیکھ کر باجی نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی۔

''خیر جو ہونا تھا ہو گیا تم پریشان نہ ہو آگے کی سوچو..... تمہارا ویزہ سویڈن سے لگوایا تھا اس نے اس میں بھی اس کی کوئی چال ہوگی بہت مکار ہے وہ بندہ..... وہ تمہیں اتنی آسانی سے کچھ بھی نہیں کرنے دے گا کیونکہ وہ ڈنمارک کا نیشنل ہے اسے وہاں کے سارے حقوق حاصل ہیں اور تمام قوانین کا پتا ہے اور رونمبری میں تو وہ ہے ہی ماہر..... وہ تمہیں تمہارا کوئی بھی حق نہیں دے گا..... آخر ہم اسے بہت عرصے سے جانتے ہیں اس کی پہلی شادی بھی اسی کی وجہ سے نہ چل سکی تھی اور دوسری بھی اس نے خود ہی ختم کر دی۔''

باجی نے دکھ اور افسوس سے کہا زیبا ساکت بیٹھی یہ سب سن رہی تھی سلطان کے سب پول باری باری کھل رہے تھے تو یہ تھیں وہ باتیں جو اب تک مجھ سے چھپی ہوئی تھیں..... تو یہ تھے وہ لوگ جن کے رشتے دار میرے والدین کو ان کی گارنٹیاں دیتے تھے واہ کیا بات ہے ان کے رشتے داروں کی اور ایک میرے رشتے دار تھے جنہوں نے جان بوجھ کر مجھے اس کنوئیں میں دھکیل دیا.....

''تم ریشان نہ ہو اب ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم سے جو بھی ہوگا کریں گے تمہیں تمہارا حق دلانے کے لئے ہر ممکن کوشش کریں گے.....''

باجی زیبا سے ہمدردی کرنے لگی تھیں اور اس سے تعاون کی بھرپور یقین دہانی کرائی تھی زیبا کسی بت کی طرح پتھرائی ہوئی نظروں سے جانے کس شے کو گھور رہی تھی۔

زیبا نظریں جھکائے سب کچھ خاموشی سے سن رہی تھی اس کے پاس جیسے لفظ ہی ختم ہو گئے تھے اس کے ساتھ جو بھی ہوا تھا اس کا وہ آج تک کوئی بھی جواز تلاش نہ کر پائی تھی۔

''تمہارے بھائی آتے ہیں شام کو تو میں انہیں سب بتاؤں گی..... شادی پر تو سب نے تمہاری اتنی تعریف کی تھی کہ کیا بتاؤں سبھی تم سے مل کر بہت خوش ہوئے تھے پر سلطان کا رویہ دیکھ کر سبھی کو بہت دکھ ہوا تھا سب یہی کہہ رہے تھے کہ کتنا بدنصیب انسان ہے جو اس جیسے ہیرے کی قدر ہی نہیں کر رہا.....''

زیبا نے بہت ضبط کر رکھا تھا پر اب ضبط کے سارے بند ٹوٹ گئے تھے تبھی اسے اپنے گالوں پر کسی چیز کا احساس ہوا تھا یہ وہ آنسو تھے جو بہت کوشش کے باوجود بھی اس کے قابو میں نہ رہے تھے اور بے اختیار ٹپک گئے تھے۔ اس کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی باجی نے جلدی سے اسے گلے لگا لیا اور اسے چپ کرانے لگیں.....

''مت رو زیبا..... مت رو..... رونا تمہیں نہیں اس بدنصیب انسان کو چاہیے اور وہ ضرور ایک نہ ایک دن روئے گا اور ایک نہ ایک دن ایسا ضرور آئے گا کہ وہ بہت پچھتائے گا..... تم میں کسی چیز کی کوئی بھی کمی نہیں ہے ایک سے بڑھ کر ایک رشتہ تمہیں ابھی بھی مل سکتا ہے یہ تو اچھا ہوا کہ جلد ہی ایسے شخص سے تمہاری جان چھوٹ گئی ہے کیونکہ ایسے خبیث کبھی نہیں سدھرتے۔''

باجی نے زیبا کو بہت سمجھایا اور کافی تسلی بھی دی اس دیار غیر میں ان کا ملنا کسی نعمت سے کم نہ تھا ان کا وجود کسی جلتے دشت میں ایک سایہ دار

درخت کی طرح تھا جہاں زیبا جیسی بنجارن کو اپنی تھکن اتارنے کے لئے ایک سایہ دار اور ٹھنڈی جگہ مل گئی تھی وہ اپنے جلتے ہوئے پیروں کو سہلا سکتی تھی دل تو جل ہی رہا تھا سلطان کی نفرت میں...... پر جانے کب اسے انصاف ملے گا اور جب اس کے دل کی یہ آگ ٹھنڈی ہوگی؟

رات کے کھانے پر وہ اعجاز بھائی سے ملی تھی باجی کی طرح وہ بھی ایک اچھے انسان تھے اور سعدیہ باجی کے شوہر تھے وہ ایک نہایت شریف اور ہمدرد انسان تھے زیبا کے بارے میں جان کر ان کو بھی بہت دکھ ہوا تھا اور اب وہ چاہتے تھے کہ جس قدر زیبا کی مدد وہ کر سکتے تھے کریں وہ جب زیبا کو "بیٹی۔" کہتے تو زیبا کو بہت اچھا لگتا تھا۔

"بیٹا میں کل ہی کسی وکیل سے رابطہ کر کے تمہارا معاملہ ڈسکس کرتا ہوں پھر دیکھتے ہیں کہ کیا ہو سکتا ہے...... تم بالکل پریشان مت ہو یہ تمہارا اپنا گھر ہے جب تک چاہے جی چاہے آرام سے رہو کچھ بھی چاہئے ہو اپنی باجی سے کہنا اور شرمانا نہیں...... اور ہاں مجھے تم پہلے کی طرح ہنستی ہوئی نظر آنا...... اوکے۔"

وہ سب اس وقت کھانے کی ٹیبل پر بیٹھے تھے باجی بھائی کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھی تھیں اور اعجاز بھائی زیبا کو ہاتھ اٹھا کر زیبا کو آرڈر دیتے ہوئے کہا تو وہ آخری جملے پر حسب عادت جھینپنے لگی۔

"جی بھائی میں اب بالکل پریشان نہیں ہوں گی آپ اور باجی تو میرے بڑے ہیں اور آپ کے مل جانے سے مجھے بہت حوصلہ ہوا ہے ورنہ مجھے تو لگ رہا تھا جیسے اس اتنی بڑی دنیا میں میں اکیلی کسی اندھے کی طرح ٹھوکریں ہی کھاتی رہوں گی...... اور آپ کے سوا میرا یہاں ہے ہی کون جس پر بھروسہ کروں گی۔"

زیبا کے چہرے پہ چھائے ہوئے مایوسی کے بادل چھٹ گئے تھے وہ پرامید نظروں سے ان دونوں کی طرف دیکھ کر بولی۔

"آپ دونوں کو تو خدا نے میرے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے ورنہ باجی مجھے یوں نہ ملتیں...... سوائے یہ جاننے کہ آپ لوگ سویڈن میں رہتے ہیں مجھے تو کچھ بھی پتا نہ تھا۔"

زیبا نے سوچ کر کہا تو باجی نے زیبا کا ہاتھ تھام کر مضبوطی سے دبایا اور مسکرانے لگیں اور اعجاز بھائی بھی ہنس دیئے وہ بہت خوشدل انسان تھے اور ان کی مذاق کرنے کی بھی عادت تھی۔

"اچھا ہے اب تمہاری باجی کو سر کھانے کے لئے کوئی اور بھی ملا ورنہ تو میری ہی شامت آئی رہتی تھی...... اب تم دونوں خواتین سارا دن ایک دوسرے کا سر کھایا کرنا اور جب میں گھر آیا کروں گا تو مجھے بھی چند لمحات سکون کے مل ہی جایا کریں گے۔"

وہ شرارتی لہجے میں بولے اور پھر خود ہی قہقہہ لگا کر ہنسنے لگے تو وہ دونوں بھی ہنسنے لگیں۔

☆☆☆☆

"ادھر آؤ جلدی کرو دیر ہو رہی ہے تم دونوں آتے ہو یا میں آؤں؟۔"

زیبا نے چلاتے ہوئے کہا وہ کب سے اسد اور حسن کو نہانے کے لئے بلا رہی تھی آدھا گھنٹہ پہلے ہی باجی اور بھائی باہر گئے تھے اور باجی نے

کہا تھا کہ وہ بچوں کو نہلا کر کپڑے بدلوا دے زیبا نے پہلے گھر میں بکھرے بچوں کے کھلونے اکٹھے کیے اور اب ان کو نہلانے کے لئے بلا رہی تھی پر وہ مان کر ہی نہ دے رہے تھے۔ وہ گیمز کھیل رہے تھے زیبا نے جا کر ان کی گیم بند کر دی تو وہ بولے۔

''یہ کیا کیا آپ نے گیم ختم ہی ہونے والی تھی۔''

اسامہ جو چھ سال کا تھا بزمی سے بولا۔

''پہلے تم لوگ نہالو پھر ہم تینوں مل کر کھیلیں گے۔''

زیبا نے پیار سے اس کا گال چھو کر کہا۔

''پرومس؟۔''

وہ اپنی چھوٹی سی انگلی اٹھا کر پوچھنے لگا۔

''ہاں پرومس۔''

زیبا نے کہا۔

''ہاں ہم لڈو کھیلیں گے۔''

اسامہ خوش ہو کر چلایا اور واش روم کی طرف چل دیا۔

''اچھا تو پھر میں تم لوگوں کے کپڑے نکالنے جا رہی ہوں جلدی سے واش روم میں جا کر نہالو..... میں ابھی آتی ہوں۔''

وہ یہ کہہ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی وہ واپس آئی تو اس نے دیکھا کی حسن ابھی تک وہیں بیٹھا گیم کے کنٹرول کو دبائے جا رہا ہے اور منہ پھلایا ہوا ہے زیبا نے جھک کر اسے گال پر بوسہ دیا تو وہ زیبا کی گردن میں بانہیں ڈال کر اس سے لٹک گیا زیبا اٹھی اور اسے بھی اٹھا لیا۔

''اف کتنے موٹے ہو گئے ہو تم اب تو اٹھائے بھی نہیں جاتے۔''

زیبا نے کراہ کر کہا تو وہ زور سے ہنسنے لگا زیبا نے اسے بیڈ پر کھڑا کیا اور کہا۔

''چلو جلدی سے کپڑے اتارو اور نہالو۔'' یہ کہہ کر اس کی شرٹ اتاری پھر پینٹ اتارنے ہی والی تھی کہ پیچھے سے آواز آئی۔

''شیم شیم ہو حسن کی شیم......۔''

اسامہ واش روم سے باہر جھانک کر بلند آواز میں کہنے لگا۔ حسن اس کی بات پر کچھ شرمندہ ہوا اور کنفیوز ہو کر زیبا کو دیکھنے لگا زیبا اسامہ کی طرف دیکھنے لگی اور پھر اس کے کپڑے اٹھا کر اسامہ کی طرف گئی جب وہ واپس مڑی تو حسن بیڈ سے غائب تھا اس نے اسے آوازیں دیں پر کوئی جواب نہ ملا تبھی اسامہ باہر آ گیا۔

''کیا تم نے حسن کو دیکھا؟۔''

زیبا نے پوچھا تو اس نے کندھے اچکا کر نفی میں سر ہلایا تو زیبا نے ادھر ادھر دیکھا اسے وہ نظر نہ آیا تو جھک کر بیڈ کے نیچے دیکھا وہ کپڑوں کے

بغیر ہی بیڈ کے نیچے جا کر چھپ گیا تھا اور اسامہ ایک بار پھر اسے چھیڑنے لگا تھا۔

''شیم......شیم تمہاری شیم ہو رہی ہے زیبا آپی کے سامنے۔''

وہ قہقہے لگا کر کہہ رہا تھا۔

''باہر آؤ میں تمہیں نہلا دیتی ہوں۔''

زیبا نے اسے دیکھ کر کہا۔

''نہیں میں نہیں آؤں گا مجھے آپ سے شرم آتی ہے۔'' وہ شرما کر بولا۔

''ارے میں تو تمہاری آپی ہوں۔''

زیبا نے مسکرا کر کہا۔

''نہیں آپ جائیں میں خود ہی نہالوں گا۔''

وہ سر ہلا کر بولا۔

''اچھا بابا میں جا رہی ہوں تم خود ہی جا کر نہالو یہ تمہارے کپڑے رکھے ہیں نہا کر پہن لینا۔''

وہ یہ کہہ کر ابھی مڑی ہی تھی کہ وہ جلدی سے بیڈ کے نیچے سے نکلا اور واش روم میں بھاگ گیا تبھی حسن نے اس پھر سے چھیڑنا شروع کر دیا تھا۔

☆☆☆☆

طلحہ نے کمرے میں آتے ہی فائل فرش پے دے ماری اور غصے میں آکر بیڈ پر بیٹھ گیا زارا جو بیٹھی اپنے نوٹس بنا رہی تھی اس کی اچانک آمد اور فائل کے گرنے کے شور سے چونک گئی تھی عمر بھی پاس ہی کمپیوٹر پر اپنے آفس کا کام کر رہا تھا وہ بھی حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

''کیا ہوا خیریت تو ہے نا؟۔''

عمر نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''لعنت ہے اسی نوکری پر جہاں دن رات کام کروایا جاتا ہے اور جب تنخواہ کی باری آتی ہے تو ہاتھ میں لیٹر تھما دیا جاتا ہے کہ آپ فائل نہیں ہوئے......''

وہ غصے سے اپنی ٹائی کھینچ کر نکالتے ہوئے بولا۔

''کیا کسی سے جھگڑا ہوا ہے؟۔''

عمر نے اسے دیکھ کر پوچھا۔

''ایک گلاس پانی لا کر دو۔''

طلحہ نے جواب دیئے بغیر زارا کو مخاطب کر کے کہا۔

''اچھا میں لاتی ہوں تم جوتے اتار کر آرام سے بیٹھو۔''

وہ اپنی کتابیں ایک طرف رکھ کر جاتے ہوئے بولی۔

''ہاں اب بتاؤ ہوا کیا ہے کہیں کسی لڑکی نے تو نہیں کچھ کہہ دیا تمہیں؟۔''

عمر نے بھائی کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے مذاق سے ایک بار پھر پوچھا۔

''بھاڑ میں گئی نوکری اور جہنم میں گئی لڑکیاں۔''

اسے اور زیادہ غصہ آ گیا تھا۔

''یہ لو پانی پی لو اور یہ کھانا بھی کھالو۔''

زارا نے گلاس پکڑاتے ہوئے کہا اور کھانا بھی لا کر رکھ دیا۔ اس نے ایک ہی گھونٹ میں گلاس خالی کر دیا اور پھر کھانا کھانے لگا وہ کھاتے ہوئے مسلسل کچھ سوچ رہا تھا عمر نے بھی اسے دوبارہ نہ چھیڑا اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور وہ گہری سوچ میں گم تھا کھانے کے بعد وہ نہانے چلا گیا اور پھر آرام سے آ کر بھائی کے قریب بیٹھ گیا تھا۔

''میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔''

وہ دوٹوک لہجے میں بولا تو عمر نے نہ سمجھتے ہوئے اس کی طرف حیرت سے دیکھا۔

''میں اب کوئی جاب نہیں کروں گا۔''

وہ ایک بار پھر معصم ارادے سے بولا۔

''کیا بات ہے آفس میں کسی سے کوئی جھگڑا ہوا ہے کیا؟۔''

عمر نے پیار سے پوچھا۔

''نہیں جھگڑا تو نہیں ہوا بس میں اب نوکری نہیں کروں گا۔''

وہ منہ بنائے سنجیدگی سے بولا۔

''تم نے جاب چھوڑ دی ہے یا چھوڑنے کا ارادہ ہے؟۔''

عمر نے پوچھا۔

''ہم کون ہوتے ہیں یہ فیصلہ کرنے والے کہ ہمیں جاب کرنی ہے یا نہیں ہمیں کیا حق ہے اور ہم چھوڑ بھی کیسے سکتے ہیں کیونکہ در در کی ٹھوکریں اور دفتروں کی خاک چھاننے کے بعد جب ایک نوکری مل ہی جاتی ہے...... وہ بھی اتنی کم تنخواہ میں کہ اپنی بائیک کا خرچہ ہی مشکل سے نکلتا ہے...... پھر بھی ہم ایسی نوکری کرنے پر مجبور ہیں اس امید پر کہ کام کا تجربہ ہو جائے گا اور وقت کے ساتھ تنخواہ میں بھی چند سو کا ہی سہی اضافہ بھی ہو ہی جائے گا اور پھر کونسا پرائیویٹ جابز میں کوئی سہولت ملتی ہے اور ستم در ستم تو یہ کہ ٹریننگ کے نام پر تین ماہ کام کروا کر بعد میں ایک لیٹر ہاتھ میں تھما دیا

جاتا ہے کہ آپ اس جاب کے لئے سلیکٹ نہیں ہوئے...... یہ کیا بکواس ہے یہ کہاں کا انصاف ہے۔"

وہ ایک بار پھر مشتعل ہو گیا تھا اور بلند آواز میں بول کر اپنے دل کی بھڑاس نکال رہا تھا جو وہ اتنے عرصے سے دل میں رکھ رکھ کر اب تھک گیا تھا اخباروں میں ایڈز دیکھنا اور پھر دفتر دفتر کی خاک چھاننا اس پر بھی کوئی اچھی جاب کا نہ ملنا اس کے لئے کسی آزمائش سے کم نہ تھا اس پر لوگوں کا ایسا رویہ جو کسی بھی طرح قابل قبول نہ تھا۔ وہ ان بس باتوں سے تنگ آ چکا تھا اور مزید یہ سب برداشت کرنا اس کے لئے ممکن نہ تھا۔

"پچھلی بار بھی ہاسپٹل میں پورا مہینہ جاب کی تھی اور جب تنخواہ کے دن قریب آئے بہانہ بنا کر نوکری سے نکال دیا...... یہ صلا ملتا ہے ہماری دن رات کی محنت کا...... ہم تو پھر بھی اپنے گھروں سے جیب میں کچھ نہ کچھ لے کر ہی نکلتے ہیں پیٹ بھر کر کھانا کھاتے ہیں اور کام پر جاتے ہوئے بھی ساتھ لنچ لے کر جاتے ہیں لیکن میں نے تو ایسے لوگوں کو بھی دیکھا ہے جو نوکری لینے آتے ہیں تو خالی پیٹ اور واپس جانے کے لئے ان کے پاس کرایہ تک نہیں ہوتا......"

وہ بہت جذباتی ہو کر بول رہا تھا اور دکھ اس کی آواز سے ظاہر ہو رہا تھا عمر خاموشی سے یہ سب سن رہا تھا اور کچھ بھی نہیں کہہ رہا تھا کیونکہ وہ خود بھی ان سب چیزوں سے اچھی طرح واقف تھا اور جانتا تھا کہ طلحہ کا کہا ہوا ایک ایک لفظ سچ تھا۔

"یہ لوگ تو صرف غریبوں کا خون چوس کر اپنا کاروبار چلاتے ہیں...... چند سو کا اشتہار اخبار میں لگوا کر انٹرویو کے بہانے آنے والوں سے پانچ پانچ سو اینٹری فیس لیتے ہیں اور جاب تو اسی کو ملتی ہے جس کی ان کے پاس سفارش ہو یا جو بھاری رقم رشوت دے چند ہزار کی نوکری کے لئے لاکھوں روپے کی رشوت...... واٹ آ جوک...... اگر اتنے ہی لاکھوں روپے ہوں ہمارے پاس تو کون ان جیسوں کے پاس کوڑیوں کی نوکریاں کرنے جائے۔"

اس کا چہرہ ایک بار پھر سرخ ہو رہا تھا اور اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کیا کچھ کر ڈالے وہ پاس پڑی اپنی فائل کو کھول کر صفحے الٹ پلٹ کرنے لگا جیسے وہ کوئی بہت قابل نفرت چیز ہوں۔

"کیا کیا جا سکتا ہے بھی کے ساتھ یہی کچھ ہوتا ہے ہم تو یہ سب سہنے پر مجبور ہیں۔"

عمر نے ایک سرد آہ بھر کر کہا اور ایک بار پھر خاموش ہو گیا۔

"یہاں پر تو ہمارے کوئی حقوق ہی نہیں ہیں جب بھی کسی فرم کا دل چاہتا ہے وہ بغیر کسی وجہ کے ملازم کو نکال باہر کرتی ہے...... اگر کمپنی میں کوئی کرائسس آ جائے تو بھی شامت ملازمین کی ہی آتی ہے اور اگر کمپنی ترقی کرے تو اس میں ورکرز کا کوئی حصہ ہی نہیں ہوتا۔"

وہ دل برداشتہ ہو کر کہہ رہا تھا...... کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا پھر غصے کے عالم میں سر کو جھٹکا عمر نے نظر اٹھا کر طلحہ کی طرف دیکھا دونوں کے چہروں پر بے بسی نمایاں تھی...... دونوں کے لئے یہ کوئی نئی بات نہ تھی کیونکہ وہ اس سسٹم سے بخوبی واقف تھے اور یہ کوئی ایک دن کی کہانی نہیں تھی...... بلکہ یہ غصہ کئی ماہ سے طلحہ نے جانے کیسے دبائے رکھا تھا اور اب اس کے صبر کی انتہا ہو گئی تھی اور عمر کو تو کئی سال کا تجربہ تھا وہ یہ سب اچھے سے جانتا بھی تھا اور خود بھی اس کا حصہ رہ چکا تھا پر اس کے حصے میں اتنے تلخ تجربات نہیں آئے تھے جتنے طلحہ کے حصے میں آئے تھے۔ پچھلے کئی ماہ سے اس کے ساتھ بھی ہو رہا تھا پہلے تو کوئی اچھی جاب نہ ملتی اور اگر ایسی ویسی ملتی تو وہ بھی چند ہفتے ہی چلتی تھی...... اس ملک کے کرپٹ سسٹم نے طلحہ جیسے نوجوانوں کو

سخت ڈیپریشن میں مبتلا کر رکھا تھا کیونکہ پڑھ لکھ کر بھی اچھی جاب کا حصول بغیر سفارش اور رشوت کے ناممکن تھا اور طلحہ نے اب آخری فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اب مزید اس گھناؤنے کھیل کا حصہ نہیں بنے گا جہاں حقدار کو اس کا حق دینے کی بجائے دھکے مار کر نکال دیا جاتا تھا۔

اب وہ خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے عمر نے ایک ٹھنڈی آہ بھر کر اسے دیکھا اور یہ دیکھ کر کہ اس نے اپنا سارا غصہ نکال لیا ہے بولنا شروع کیا۔

''یہ سب تو ہماری مجبوری ہے کیونکہ اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے...... پھر کوشش کرتے رہنے سے کبھی نہ کبھی کوئی نہ کوئی اچھی جاب مل ہی جائے گی۔''

عمر نے طلحہ کو پرامید رکھنے کی کوشش کی۔

''یہ تو سراسر خوش فہمی ہے اور یہ خوش فہمی اب مجھے بالکل بھی نہیں ہے کبھی میں بھی یہ سب سوچتا تھا...... ہاں جب میں پڑھ رہا تھا تو یہی سوچا تھا کہ پڑھ کر کوئی اچھی سی جاب کروں گا آخر اتنی مشکل سے تعلیم دلوائی ہے ابو نے ہمیں...... پر جب سے میں نے اس شہر کے ہر دفتر میں ٹائم گزارا ہے اب مجھے ایسی کوئی بھی امید نہیں ہے کیونکہ یہاں ہر جگہ یا تو رشوت چلتی ہے یا سفارش اور وہی لوگ آگے جاتے ہیں جن کے پیچھے بڑے لوگ ہوتے ہیں جو انہیں آگے لے جاتے ہیں چاہے وہ اس قابل ہوں یا نہ ہوں اور ہم جیسے کومپیٹنٹ ہوتے ہوئے بھی ان جیسوں سے پیچھے رہ جاتے ہیں اور ان کا منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں کہ کب ہمیں ہماری محنت اور قابلیت پر کوئی ترقی ملے...... اچھی نوکری اور اچھی پوسٹ تو اب مجھے خواب و خیال کی باتیں لگتی ہیں یہ تو ایسے ہے کہ ہر اچھی جاب کے لئے جب بھی گھر سے نکلو کوئی خوش قسمت جو سفارش لے کر آتا ہے ہم سے پہلے ہی وہ جاب لے اڑتا ہے اور ہم جیسے صرف ایک سراب کا پیچھا کرتے ہوئے بس اپنا وقت اور پیسہ برباد کرتے ہیں اور دفتروں میں اپنی جوتیاں ہی چٹخاتے رہ جاتے ہیں......''

وہ ماتھے سے پسینہ پونچھتے ہوئے دکھی لہجے میں بولا۔

عمر خاموش تھا کیونکہ اس کے پاس اس قائل کرنے کے لئے کوئی بھی دلیل نہ تھی۔

''میں اب مزید اپنا وقت برباد نہیں کرنا چاہتا میں نے سوچ لیا ہے اچھے سے سوچ لیا ہے کہ میں اب کسی ایسے سراب کے پیچھے نہیں بھاگوں گا...... میں تنگ آ گیا ہوں اس ذلالت سے...... اس روز روز کے تماشے سے۔''

نہایت دل گرفتہ انداز میں وہ کہہ رہا تھا۔

''تو پھر تم اب کیا کرنا چاہتے ہو؟''

عمر نے اسے دیکھ کر پوچھا۔

''بزنس۔''

وہ نہایت مضبوط لہجے میں بولا۔

''بزنس؟''

عمر نے حیرت سے دہرایا۔

''ہاں بزنس......اپنا بزنس۔''

وہ بولا تو ایک چمک اس کی آنکھوں میں پیدا ہوئی تھی۔

''اپنا بزنس جہاں ہم اپنی مرضی اور آزادی سے کام کرسکیں اور ہمیں یہ ڈر نہ ہو کہ ہماری محنت پر کوئی اور عیش کرے گا اور نہ ہی یہ ڈر ہو کہ ہمیں کسی بھی وقت فارغ کردیا جائے گا۔''

وہ عمر کی طرف پر امید نظروں سے دیکھ کر بولا اس کی آنکھوں میں ایک عزم ایک جنون تھا اس کا چہرہ اس کی کیفیت کو ظاہر کررہا تھا۔

''پھر اس کے لئے تو اچھی خاصی رقم کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمیں کوئی تجربہ بھی نہیں ہے۔''

عمر نے حیرت سے سوال کیا اور اپنے خدشات ظاہر کیے۔

''ضروری نہیں کہ شروع میں ایک بہت بڑی رقم ہی انویسٹ کی جائے چھوٹے لیول سے بھی اسٹارٹ لیا جاسکتا ہے اور یہی مناسب بھی ہوگا اور اتنی رقم ہم ابو سے لے لیں گے۔''

طلحہ نے بس کچھ جیسے پہلے ہی پلان کیا ہوا تھا۔

''پر یہ سب تو بہت بڑا رسک ہوگا۔''

عمر نے ٹپٹا کر کہا۔

''زندگی تو ہے ہی ایک رسک اور اگر زندگی میں کچھ کرنا ہے تو رسک تو لینا ہی پڑے گا 'نو ونچر نو گین' ویسے بھی یوں نوکریوں میں وقت برباد کرنے سے تو بہتر ہے کہ ہم اپنا بزنس سیٹ کرلیں اور اگر ایک بار بزنس چل گیا تو ہمیں آگے بڑھنے سے کوئی بھی نہیں روک سکتا۔''

طلحہ نے پورے یقین اور اعتماد سے کہا۔

''لیکن کوئی تجربہ بھی تو ہونا چاہیے......''

عمر نے تشویش ناک انداز میں کہا۔

''میں نے اخبار میں جو نوکری چھ ماہ کی تھی وہ تجربہ ہی کافی ہے مجھے اس کام کی ہر اونچ نیچ کا پتا ہے اور تمام ٹرکس بھی جانتا ہوں......بس میں اب اپنا بزنس ہی کروں گا۔''

طلحہ نے اپنا حتمی فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔

بس اس دن کے بعد سے طلحہ دن رات اپنا بزنس شروع کرنے سوچتا رہا وہ ہر چیز کے بارے میں سوچتا اور اس کے بارے میں لائحہ عمل تیار کرتا......روز رات کو دو تین بجے تک دونوں چیزوں کے بارے میں ڈسکس کرتے اور یوں کتنے ہفتوں کی سوچ اور پلاننگ کے بعد انہوں نے باپ سے رقم لے کر اپنا کام شروع کرلیا۔ وہ کسی بھی صورت اس رقم کو انہوں نے باپ سے لی تھی ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے اس لئے ہر کام بہت سوچ سمجھ

کر کر رہے تھے ایک ایک پیسہ بھی بہت احتیاط سے خرچ کر رہے تھے کیونکہ سوائے ان کے باپ کے وہ نہ تو کسی سے ادھار لینا چاہتے تھے اور نہ ہی کسی کا احسان اور ہر کام اپنے باپ کی حلال کی کمائی سے کرنا چاہتے تھے تا کہ اس میں برکت ہو اور ان کا کام بھی کامیابی سے ہمکنار ہو۔ انہوں نے دن رات ایک کر دیا بزنس کو شروع کرنے اور اسٹیبلش کرنے کے لئے اور یوں چند ماہ میں ان تھک محنت کے بعد عمر اور طلحہ نے ایک ایڈورٹائزنگ ایجنسی کھول لی..... طلحہ کی اخبار کی جاب کا تجربہ اس کے بہت کام آیا اور عمر کی ماسٹرز کی ڈگری اور پچھلی جابز کا تجربہ بھی اس کے بہت سے مسائل حل کر دیتا تھا چند ملازمین بھی رکھ لئے تھے پر زیادہ تر کام وہ دونوں خود ہی کرتے تھے اور کم سے کم لاگت پر اپنا آفس چلا رہے تھے۔ پورے آفس کا کام عمر خود سنبھالتا تھا اور باہر کی ڈیلنگز طلحہ کرتا تھا پھر بھی آفس کو مینج کرنے کے لئے وہ ملازمین بھی رکھے تھے جو دوسری ذمہ داریاں نبھاتے تھے۔ شروع میں تو اتنا اچھا ریسپونس نہ آیا پر دونوں نے ہمت نہ ہاری ہر طرح سے اس کو کامیاب کرنے کے لئے لگے رہے، اور پھر ایک اچھی کمپنی نے ان کے بزنس کو ایک اچھا اسٹارٹ دے دیا تھا جو رقم انہوں نے ابو سے لی تھی وہ کچھ ہی عرصے میں کئی گنا بڑھ گئی تھی۔ کام کے آنے سے وہ بہت بزی ہو گئے تھے اور کئی راتیں بھی آفس میں رہ کر کام میں ہی لگے رہتے پھر بھی وہ نہ تو تھک آتے اور نہ ہی انہیں تھکن کا احساس ہوتا وہ اس کام کو ایک جنون کی طرح کر رہے تھے ایک عزم تھا جو انہوں نے ٹھان لیا تھا کہ خود کو اس قابل بنائیں گے کہ کل کو کوئی بھی انہیں کمتر نہ سمجھے اور وہ اپنے والدین کی محنت اور قربانیوں کو لاحاصل نہ جانے دیں گے وہ اپنی فیملی کو ایک ایسے مقام پر لے جانا چاہتے تھے جہاں ان کا باپ اکیلا ساری عمر محنت کر کے بھی نہ لیجا سکا تھا وہ اپنے باپ کے بازو بن کر اسے مظبوط کرنا چاہتے تھے۔ ان کی پہلی کامیابی پر سب بہت خوش تھے جو شکوک وشبہات اور وہمات جو شروع میں تھے وہ خوشی میں بدل گئے تھے اور سب کو دلی خوشی ہوئی تھی سب یہی دعائیں کر رہے تھے کہ ان کا بزنس ہمیشہ اچھے سے اچھا ہوتا جائے اور وہ دن رات ترقی کریں۔

☆☆☆☆
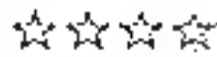
سعدیہ باجی سے مل کر زیبا بہت خوش تھی اسے گھپ اندھیرے میں روشنی کی ایک کرن نظر آئی تھی وہ جانتی تھی کہ وہ بہت اچھے لوگ ہیں اور اتنے سالوں سے یہاں رہ رہے ہیں وہ ضرور اس کی مدد کریں گے۔ کچھ دنوں میں اعجاز بھائی نے کافی لوگوں سے بات کی تھی پر ابھی تک کچھ سمجھ میں نہ آیا تھا کہ وہ کس طرح سے زیبا کی مدد کریں۔ باجی کا بھائی جو سلطان کا دوست تھا اس کے توسط سے یہ خبر سلطان تک پہنچ گئی کہ زیبا باجی کے پاس ہے تو وہ جو ایک نام نہاد شوہر تھا وہ نام کی بیوی پر اپنا حکم چلانے چلا آیا۔ اعجاز گھر پر تھے جب گھر کی ڈور بیل ہوئی انہوں نے جا کر دروازہ کھولا تو سامنے سلطان کھڑا تھا۔

"سلطان تم؟"

وہ قدرے حیرت سے بولے۔

"زیبا کہاں ہے؟"

وہ بغیر سلام دعا کے درشتی سے بولا۔

''کیوں تمہیں کیا کام ہے؟۔''

وہ بھی اسی کی طرح رکھائی سے بولے وہ اس کے تیور دیکھ کر ہی سمجھ گئے تھے کہ وہ کس ارادے سے یہاں آیا ہے۔

''آپ کون ہوتے ہیں یہ پوچھنے والے وہ میری بیوی ہے تو آپ کے گھر کیا کر رہی ہے؟۔''

وہ سپاٹ لہجے میں بلند آواز سے پوچھنے لگا۔

''میں کون ہوتا ہوں یہ تو بعد کی بات ہے پہلے تم بتاؤ تم کس حق سے یہ پوچھ رہے ہو اگر وہ تمہاری بیوی ہے تو یہ تمہیں پتا ہونا چاہئے تھا کہ وہ یہاں کیوں ہے......اور اب وہ تمہیں کیوں یاد آ گئی تم نے تو اسے طلاق دے دی تھی نہ تو اب یہاں کیا لینے آئے ہو؟۔''

اعجاز نے دوٹوک لہجے میں اس کے کان صاف کر دئے اسے ہرگز یہ توقع نہ تھی کہ اسے آگے سے شیشہ دکھا دیا جائے گا وہ تو اپنا رعب ڈال کر زیبا کو ہراساں کرنے آیا تھا تاکہ وہ اسے یہاں سے بھی نکل جانے پر مجبور کر سکے۔

''یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے آپ بیچ میں نہ ہی آئیں تو بہتر ہے۔''

وہ ڈھٹائی سے بولا۔

''اگر آپس کا معاملہ تھا تو آپس میں ہی حل کر لینا تھا کیوں تم نے ایک معصوم لڑکی کی زندگی برباد کی......کسی کی زندگی خراب کرنے کا تمہیں کیا حق ہے؟۔''

وہ شدید غصے میں بولا۔

''میں آپ سے بحث کرنے نہیں آیا صرف اتنا کہنے آیا ہوں کہ آپ زیبا کو واپس بھیج دیں اور اس معاملے سے دور رہیں یہی آپ کے لئے بہتر ہوگا۔''

وہ تنبیہی انداز میں انگلی اٹھا کر بولا۔

''اوئے یہ دھمکیاں جا کر کسی اور کو دینا میں تمہاری دھمکیوں سے ڈرنے والا نہیں ہوں اور جہاں تک زیبا کا سوال ہے تو وہ میرے گھر پر مہمان ہے اور میں نے اسے بہن کہا ہے اور جہاں تک ممکن ہوگا میں اس کی مدد کروں گا اور اسے اس کا جائز حق بھی دلوا کر رہوں گا تمہیں جو کرنا ہے تم جا کر کر لو۔''

وہ بلند آواز اور غصے میں بولے اور یہ کہہ کر دروازہ بند کر کے اندر چلے گئے سلطان ہکا بکا بند دروازہ تکتا رہ گیا وہ تو کچھ اور ہی سوچ کر یہاں آیا تھا چند منٹ وہی کھڑا رہنے کے بعد وہ وہاں سے رفو چکر ہو گیا تھا اسے اچھے سے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کی دال یہاں نہیں گلنے والی اور نہ ہی یہ لوگ اس کی گیدڑ بھبکیوں سے ڈرنے والے ہیں۔

اندر آنے کے بعد اعجاز نے کچن سے ایک گلاس پانی لے کر پیا جہاں زیبا چائے بنا رہی تھی اس نے ان کے چہرے سے ہی بھانپ لیا کہ کوئی بات ہے وہ گلاس لے کر لاؤنج میں آ گئے جہاں باجی پہلے سے ہی بیٹھی ہوئی تھیں آ کر انہوں نے ساری بات ان کے گوش گزار کر دی تھی اور زیبا نے بھی ساری بات سن لی تھی اور اب اس کے چہرے پر دکھوں اور پریشانیوں سائے لہرا رہے تھے۔ وہ چائے بنا کر لائی اور خاموشی سے بیٹھ گئی تھی وہ دونوں بھی اب خاموش ہو گئے تھے کچھ دیر خاموش اور پریشان رہنے کے بعد اس نے آخر پوچھ ہی لیا۔

''باجی کیا بات ہوئی ہے؟''

وہ لرزتے دل کے ساتھ پوچھ رہی تھی اس کے چہرے سے مایوسی عیاں ہو رہی تھی اس نے تو پوچھا تھا کہ اب وہ اس دیار غیر میں کچھ عرصہ ہی سہی اس گھنی چھاؤں میں اپنے پیروں کے آبلے سہلائے گی کم از کم جب تک جب تک اس کا کوئی مناسب بندوبست نہ ہو جائے یا جب تک وہ اپنا حق نہ لے لے پر اس طرح سلطان یہاں تک اس کے پیچھے آ جائے گا اس نے سوچا بھی نہیں تھا وہ جس دشت ویراں میں کھو گئی تھی سلطان کسی آسیب کی طرح اس سے چمٹ گیا تھا وہ جتنا اس سے دور بھاگی تھی وہ اتنا ہی اس کے سامنے آ کھڑا ہوتا تھا وہ کسی ڈراؤنے خواب کی طرح ہر رات اس کی آنکھوں میں آ بستا تھا اور اس کی راتوں کی نیندیں حرام ہو جاتی تھیں وہ اس آسیب سے بچ کر اس گھر میں چند دن ہی آرام سے بتا پائی تھی کہ یہ آسیب ایک بار پھر اس کے پیچھے لگ گیا تھا...... وہ ایک بار پھر اس کے خوف میں مبتلا ہو گئی تھی جس سے وہ ایک عرصہ تک اپنے آپ کو لڑنے کے لئے تیار کرتی رہی تھی۔

''کچھ خاص بات نہیں ہے وہ سلطان آیا تھا ابھی یا ہر پر فکر کی کوئی بات نہیں اعجاز نے اچھے سے اس کی طبیعت صاف کر دی ہے۔''

باجی نے بڑے آرام سے بتایا تھا جیسے ان کو کوئی بھی فرق نہ پڑا ہو۔

''ہاں میں نے اچھے سے طبیعت صاف کر دی ہے پتا نہیں کیا سمجھتا تھا خود کو...... جیسے یہ اس کے باپ کا ملک ہو جہاں جسے چاہے گا رکھے گا اور جسے چاہے گا نکال دے گا کہتا ہے کہ تم لوگ اس معاملے سے دور رہو مجھے دھمکیاں دیتا ہے جیسے میں اس سے ڈر جاؤں گا باپ کا راج سمجھ رکھا ہے......''

اعجاز بھائی نے غصے سے کہا اور پھر ساری بات زیبا کو بتائی۔

''تو پھر...... میں کل ہی واپس چلی جاؤں گی کہیں میری وجہ سے آپ لوگ کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جائیں۔''

زیبا نے کافی دیر چونے کے بعد دھیمے لہجے میں کہا اور اس کی آواز میں جیسے صدیوں کی اداسی اتر آئی تھی پچھلے چند دنوں سے اس کے چہرے پر جو اطمینان تھا وہ اچانک ہی انجانے خوف سے بدل گیا تھا۔

''تمہیں ڈرنے کی یا یہاں سے کہیں جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے میں کل ہی کسی وکیل سے ملتا ہوں اور تم دیکھنا اس سلطان کے بچے کو تو ایسا سبق سکھاؤں گا کہ یاد کرے گا کہ کسی سے پالا پڑا تھا...... مجھے یوں دھمکیاں دے رہا تھا جیسے میں اس کی گیدڑ بھبکیوں سے ڈر جاؤں گا...... تم فکر مت کرو تمہارا حق مار کر وہ کہیں نہیں جا سکتا۔''

اعجاز بھائی نے دوٹوک لہجے میں کہا۔

''پر میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے آپ لوگوں کو وہ کوئی نقصان پہنچائے یا آپ لوگوں کو کسی بھی قسم کی کوئی پریشانی ہو۔''

زیبا نے افسردگی سے کہا۔

''تم فکر مت کرو وہ ہمارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتا میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں اس گھٹیا انسان کو وہ بس یہی کر سکتا تھا جو وہ کر گیا ہے اور اس کی دوبارہ اتنی ہمت نہ ہو گی کہ وہ یہاں بھی آئے تم آرام سے یہاں رہو اور کسی بات کی فکر مت کرو میں سب سنبھال لوں گا۔''

وہ پورے وثوق سے بولے اور زیبا کو پوری تسلی دی وہ چپ تو کر گئی تھی پر ابھی بھی دل میں ہزاروں اندیشے تھے جو اسے پریشان کر رہے تھے۔

☆☆☆☆

اگلے ہی دن اعجاز نے ایک وکیل سے بات کی سب حقائق بتانے کے بعد پتا چلا کہ سلطان نے کسی بھی قسم کی قانونی چارہ جوئی کی کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی تھی اعجاز بھائی نے ساری بات زیبا کو بتائی اور پھر ایک دن اسے ایک وکیل سے ملوانے کے لئے لے گئے تھے زیبا نے تمام باتیں تفصیل کے ساتھ وکیل سے ڈسکس کی تھیں اور اب یہ مزید واضح ہو گیا تھا کہ یہ شادی سلطان نے کسی مقصد کے تحت کی تھی اور وہ شروع سے ہی اس شادی کو نبھانا نہیں چاہتا تھا۔ ہر چیز اس نے بڑے سوچ سمجھ کر اور پلاننگ کے تحت کی تھی تا کہ بعد میں کسی بھی قسم کی کاروائی سے بچ سکتا۔ بس باتیں وکیل کو بتانے کے بعد وکیل نے جو جواب دیا تھا وہ بہت مایوس کن تھا۔ ہر پہلو سے سوچنے کے بعد بھی کوئی راستہ دکھائی نہ دے رہا تھا جس سے وہ سلطان کو اس کے کئے کی سزا دلوا سکتی۔

پتا چلا کہ سلطان نے یہ چلایا تھا کہ ڈنمارک کا شہری ہو کر اور وہاں کی رہائش کے باوجود اس نے زیبا کا ویزا سویڈن سے لگوایا تھا وہ بھی وہاں کسی اور کے ایڈریس پر جو کرائے پر تھا اور پھر وہاں جا کر زیبا کو بیوی کے طور پر رجسٹر ہی نہیں کروایا تھا اب وہاں کی کسی بھی دستاویز میں زیبا کا اس حوالے سے کوئی بھی تعلق سلطان کے ساتھ ثابت کرنا ناممکن تھا پھر وہ کس بنیاد پر وہاں کیس دائر کرتی۔

پھر آخری حربہ اس نے یہ آزمایا تھا کہ زیبا کو زبانی ایک طلاق دے دی تھی اور پھر اسے پاکستان چھوڑ آیا تھا اور پھر دوبارہ رجوع نہیں کیا تھا اور اس طرح وقت گزرنے کے بعد وہ طلاقیں خود بخود واقع ہو گئی تھیں یہ سب اس نے نہایت مکاری سے کیا تھا تا کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے...... نہ اسے کاغذی طور پر طلاق دینی پڑے اور نہ ہی حق مہر کی ایک لاکھ کی رقم ہی دینی پڑے۔ یہ سب جان کر زیبا کو ایک شاک لگا تھا وہ کتنی مکاری سے ہر کام اپنے حق اور میرے خلاف کرتا رہا اور مجھے خبر تک نہ ہوئی وہ بری طرح سے ٹوٹ گئی تھی اور اسے ہر چیز سے نفرت ہونے لگی تھی آخر میں نے اس کا کیا بگاڑا تھا جو اس نے میری زندگی کے ساتھ یہ کھیل کھیلا تھا اسے میری زندگی تباہ کر کے آخر کیا ملا...... کیوں میں ہی اس کے کھیل کا نشانہ بنی تھی...... آخر کیوں میں ہی اس کی...... کیوں...... کیوں...... کیوں؟

اس کا دل و دماغ ایک بار پھر اسے اس سے ان گنت سوال کر رہا تھا اور وہ کسی ایک سوال کا بھی جواب دینے سے قاصر تھی...... وہ گاڑی میں اعجاز بھائی کے ساتھ خاموشی سے بیٹھی تھی اور اعجاز بھائی بھی بالکل خاموش تھے وہ دل میں سوچ رہے تھے کہ یہ سب کیا ہو گیا وہ تو اس بے سہارا لڑکی کی مدد کرنا چاہتے تھے مگر سچ جان کر وہ بھی بے بس ہو گئے تھے اور اب کچھ کہنے کو نہ تھا پہلے وہ جو تسلیاں اسے دے رہے تھے اب وہ بھی نہ رہی تھیں اب وہ اسے کیا دیتے اور کیا کہتے زیبا کے ساتھ ساتھ وہ بھی شاک کے زیر اثر تھے یہ سب جان کر کے کس طرح سلطان نے ہر چیز کو پلان کر کے اس بے گناہ کی زندگی کو ایک روگ لگا دیا تھا وہ گھر سے بے گھر ہو گئی تھی اور اپنے بے داغ وجود پر ایک نہ مٹنے والا داغ لئے ہوئے پردیس کی ٹھوکریں کھا رہی تھی اس کی ذات پر ایسا داغ لگا تھا جو اب ساری عمر چاہتے ہوئے بھی نہ مٹ سکتا تھا وہ لاکھ اچھی صحیح پر جب بھی کوئی اس کے ماضی کے بارے میں بات کرتا اس کو اپنا آپ بے گناہ ہوتے ہوئے بھی گناہ گار لگتا تھا وہ تو چاند کے جیسی پیاری اور پھولوں جیسی کومل تھی پر اس نے اسے کسی سوکھے پتے کی پیروں تلے روند ڈالا تھا اس بے داغ چاند کو گہنا دیا تھا اس کی ذات کو ریزہ ریزہ کر دیا تھا...... اس کی خود اعتمادی بھی پوری طرح ختم ہو کر رہ گئی تھی۔

☆☆☆☆
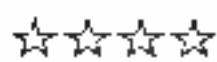
''بھائی مجھے سنٹر جانا ہے مجھے بس اسٹاپ پر اتار دیں۔''

زیبا نے کہا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

''پر تم گھر کیوں۔''

اعجاز نے کچھ کہنا چاہا۔

''پلیز میں کچھ دن وہاں رہنا چاہتی ہوں پھر دوبارہ آپ کی طرف چکر لگاؤں گی۔''

ان کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی زیبا نے کہا تو انہوں نے اصرار کرنا مناسب نہ سمجھا۔

''ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔''

☆☆☆☆

اب وہ بس میں بیٹھی تھی اور اس کا دل و دماغ جانے کہاں تھا اس کو خود کچھ خبر نہ تھی جانے اس نے کیوں سنٹر جانے کا فیصلہ کیا تھا اس خود معلوم نہ تھا وہ بری طرح سے شکست کھا چکی تھی......ایک آس جو بندھی تھی وہ بھی ٹوٹ گئی تھی اور اب اس کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا تھا۔ وہ شام سے پہلے سنٹر پہنچ گئی تھی اور اب اپنے کمرے میں تنہا لیٹی چھت کو گھور رہی تھی۔ وہ کافی تھک گئی تھی اور یہ تھکن جسمانی سے زیادہ ذہنی اور روحانی تھی اس یوں لگ رہا تھا جیسے وہ صدیوں کی مسافت طے کر کے آئی ہو اور اس سفر لا حاصل سے جو اس نے کڑی دھوپ میں پیدل چل کر گزارہ تھا اس کی روح تک جھلس گئی ہو......وہ آنکھیں بند کیے لیٹی تھی پھر بھی اس اپنا آپ اتنا بوجھل لگ رہا تھا کہ اس سے اپنے وجود کا بوجھ اٹھانا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ وکیل کے سوالوں کے جوابات دیتے ہوئے ایسے بہت سے پل اب پھر سے یاد آ گئے تھے جنہیں وہ کب سے فراموش کر چکی تھی اور اب یاد نہ کرنا چاہتی تھی پر نہ چاہتے ہوئے بھی بہت سی ایسی باتیں اسے نہ صرف یاد کرنی پڑی تھیں بلکہ دہرانی بھی پڑی تھیں۔ وہ تمام مناظر جو اس نے ایک عرصے کی جدوجہد کے بعد بھلائے تھے پھر سے یاد آ کر اسے تڑپانے لگے تھے......وہ کس قدر رذلیل انسان تھا جس نے اپنے کسی مقصد کو پانے کے لئے اس کی زندگی کو ایک روگ لگا دیا تھا جس کا کوئی علاج اب ممکن نہ تھا اور اس بے ضمیر نے اتنا بھی نہ سوچا تھا کہ یہ ڈرامہ جو اس نے بڑا سوچ سمجھ کر رچایا تھا اس سے خود اسے تو شاید رتی بھر بھی فرق نہ پڑا تھا پر اس کی وجہ سے زیبا پر کیا کچھ نہ بیتا تھا وہ تو اب تک اس تمام ڈرامے کی حقیقت سے بھی پوری طرح واقف نہ تھی کہ آخر کیا وجہ تھی جو اس پر طلاق کا داغ لگ گیا تھا۔

اس کے خواب حسین خواب یوں ٹوٹے تھے کہ اب اسے ان کی ٹوٹی ہوئی کرچیوں پر ننگے پاؤں چلنا تھا اور کوئی بھی اس کے درد کا مداوا کرنے والا نہ تھا۔ اس کی وحشت بڑھتی جا رہی تھی اور تنہائی کے اس عالم میں اس کے اندر کا شور اسے پاگل کیے دے رہا تھا اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ زور زور سے چلائے اتنے زور سے کہ جس کی آواز سے یا تو اس کا دل پھٹ جائے یا پھر اس پتھر دل کے کانوں کے پردے پھٹ جائیں جس نے اس کی یہ حالت کر دی تھی......اذیت کی یہ گھڑی ہزاروں صدیوں سے بھاری ہو رہی تھی......اس کے دل کی آوازیں کانوں سے یوں ٹکرا رہی تھیں جیسے سمندر میں طوفانی لہریں آ کر ساحل سے ٹکراتی ہیں......اور ہر بار اس کا دل چاہتا کہ وہ دیواروں سے اپنا سر ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش کر دے......وہ کتنی بے بس

تھی کہ اپنے ساتھ ہوئے ظلم کا بدلہ بھی نہ لے سکتی تھی...... یہ کیسی دنیا تھی جس میں بے گناہ تو ایک کرب سے گزر رہا تھا اور گناہ گار عیش کی زندگی بیتا رہا تھا...... آخر اسے کس جرم کی سزا مل رہی تھی...... آخر اس کا کیا قصور تھا...... یہی کہ وہ ایک عورت تھی جس کی قسمت میں ہی لکھ دیا گیا ہے کہ وہ ایک شوہر کے لئے اپنا سب کچھ چھوڑ دے اور پھر بھی شوہر اپنا نہ بنے تو؟

وہ اپنی وفا لے کر اور اپنا سب کچھ چھوڑ کر آئی تھی کتنے حسین خواب تھے آنکھوں میں اپنے گھر کے، اپنے شوہر کے...... چند دن کی رفاقت نے ہی زیبا کے دل میں شوہر کی محبت بھر دی تھی...... پر یہ چند دن کی رفاقت کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ یہ تو اس کی گھٹی میں ہی تھا کہ اسے اپنے شوہر سے ہی محبت کرنی ہے چاہے وہ جیسا بھی ہے...... پر اس کا پیار اس کا وقت اور اس کی وفا سب کچھ صرف اور صرف اس کے شوہر کا ہی ہے اور اس نے تو کبھی کسی اور کے بارے میں سوچا بھی نہیں تھا...... شادی کے بعد ایک سال کا وہ عرصہ کتنا حسین تھا جو خوابوں کا دور تھا جس نے اس کی آنکھوں میں ست رنگی خواب بھر دیئے تھے وہ کتنا خوش رہتی تھی سلطان کے ساتھ بیتایا ہوا ایک ایک پل یاد کرتی رہتی تھی...... پر کچھ باتیں ایسی تھیں جن کو وہ اب یاد کرتی تو اسے خود بہت غصہ آتا تھا وہ خود کو کوستی تھی کہ وہ کتنی بے وقوف تھی کہ اس شخص کو سمجھ ہی نہ سکی تھی اب اسے شروع کے دنوں کی باتیں جو پہلے اسے سمجھ نہ آتی تھیں اب اچھے سے سمجھ آرہی تھیں اس کی آنکھوں کے آگے وہ تمام دنوں کے بیتے پل کسی فلم کی طرح گھوم رہے تھے جب شادی کے بعد وہ اور سلطان اپنے سو کالڈ ہنی مون پر گئے تھے۔

جانے کیوں ایک عجیب سی دوری دونوں کے درمیان حائل تھی جسے وہ چاہ کر بھی پار نہ کرسکتی تھی ایک عجیب سا انجانا احساس تھا جسے وہ نہ تو خود سمجھ سکی تھی اور نہ ہی کسی سے اس بات کا ذکر ہی کیا تھا وہ کیا کہتی اسے تو خود ہی کچھ سمجھ نہ آیا تھا اور پھر مارے شرم کے اس نے کسی سے نہ تو کچھ کہا اور نہ ہی کسی سے یہ بات شئیر ہی کی...... حتیٰ کہ سارہ سے بھی نہیں جس سے وہ کچھ بھی نہ چھپاتی تھی۔ جانے اسے یوں کیوں لگتا تھا کہ سلطان اس سے کچھ دوری بنائے رکھتا ہے اور اکثر اسے اگنور کرتا ہے پر وہ یہ بات کسی سے کیسے کہتی کبھی تو اسے لگتا تھا کہ یہ اس کی غلط فہمی ہے کبھی لگتا کہ وہ بہت مصروف ہے اور کبھی اسے لگتا کہ وہ جان بوجھ کر ابھی اس سے دور رہنا چاہتا ہے تاکہ ابھی سے بچے کے جھنجھٹ میں نہ پڑے...... وہ خود سے ہی یہ ساری باتیں سوچ کر رہ جاتی تھی پھر مارے شرم کے کسی سے یہ بات ڈسکس بھی نہ کرتی تھی۔ اسے یہ بھی اچھے سے یاد تھا جب وہ اپنے ہنی مون پر گئے تھے وہ یہ جان کر کہ وہ مری جا رہے ہیں کتنا خوش ہوئی تھی پر ساری خوشی اور چاؤ دھرا کا دھرا ہی رہ گیا تھا سلطان نے ایک گاڑی اپنے کسی جاننے والے سے ہائیر کی تھی اور اسے بھی ساتھ لے لیا تھا سارے راستے سلطان اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھا رہا اور دونوں تمام سفر میں کش پہ کش لگاتے رہے زیبا کو اس کی امید نہیں تھی وہ سارے راستے پچھلی سیٹ پر بیٹھی باہر دیکھتی رہی اور ان دونوں حضرات کی گفتگو سے بیزار ہوتی رہی۔ سلطان نے ایک بار بھی اس سے صحیح سے بات نہ کی تھی صرف چند بار اس سے کچھ پوچھا تھا اور پھر جیسے بھول ہی جاتا تھا کہ وہ اپنی نئی نویلی دلہن کے ساتھ ہنی مون منانے آیا ہے۔ وہ صبح سے نکلے تھے اور اب شام ہو رہی تھی وہ صرف دو بار ہی تھوڑی دیر کے لئے رکے تھے اور پھر مری پہنچ کر بریک لگائی تھی پھر وہ دونوں مرد حضرات گاڑی میں اسے تنہا چھوڑ کر ہوٹل بک کرانے چل دیئے تھے اور آدھے گھنٹے بعد واپس آئے اور اس بھی ساتھ لے گئے۔ مال روڈ پر کافی رش تھا گرمیوں کا موسم تھا اور بہت سے لوگ آئے ہوئے تھے جن میں کافی نو بیاہتا جوڑے بھی تھے جو ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ

ڈالے ٹھنڈے موسم کا مزہ لے رہے تھے۔ زیبا نے ایک نظر ان کی طرف ڈالی اور پھر سلطان کے پیچھے دوڑتی ہوئی اس کے قریب پہنچ گئی جو بڑی بے نیازی کے ساتھ آگے چلا جا رہا تھا اور ایک بار مڑ کر بھی نہ دیکھا تھا کہ زیبا پیچھے آ بھی رہی ہے کہ نہیں۔ اب وہ ایک چھوٹے سے ہوٹل میں داخل ہو رہے تھے زیبا نے حیرت سے اس ہوٹل کو دیکھا جو کافی پرانا اور سستا سا معلوم ہو رہا تھا سلطان نے کاؤنٹر پر پیپرز سائن کئے اور اب وہ ایک کمرے میں داخل ہو گئے تھے ایک لڑکے نے ان کا ایک چھوٹا بیگ جو وہ ساتھ لائے تھے لاکر رکھا اور چل دیا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی جو چیز زیبا نے سب سے پہلے نوٹ کی تھی وہ ایک نہایت ناگوار بدبو تھی جو ہر سو پھیلی ہوئی تھی اور وہاں ٹھہرنا بھی مشکل ہو رہا تھا زیبا نے اپنا بیگ بیڈ پر رکھا جلدی سے جا کر کھڑکی کھول دی پھر ایک نظر کمرے پر ڈالی جو کافی گندا سا تھا تبھی سلطان اپنا فون رکھ کر واش روم کی طرف بڑھا اور دروازہ کھول کر اندر جانے لگا پر دروازہ کھولتے ہی ایک تیز بدبو کا جھونکا آیا اور اس نے ناگواری سے منہ پھیر لیا۔

”اف جلدی سے بند کر دو کتنی سمل آ رہی ہے۔“

زیبا نے ناک پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو اس نے دروازہ بند کرنے میں ہی اپنی عافیت جانی۔

”کیا بکواس ہے........“

وہ منہ میں بڑبڑایا تھا اور پھر کرسی پر آ کر بیٹھ گیا زیبا کا تو سانس ہی بند ہو رہا تھا وہ بیڈ پر بیٹھ گئی اور سلطان کو دیکھنے لگی وہ خاموشی سے بیٹھا تھا تبھی وہ خود بول پڑی۔

”اچھا ہوتا اگر کہیں اور کمرہ لے لیتے۔“

وہ آہستگی سے ڈرتے ہوئے بولی۔

”اب میں کیا کروں یہاں تو رش ہی بہت ہے پہلے ہی بہت مشکل سے یہ کمرہ ملا ہے.....اور میرا تھکن سے برا حال ہے..... میں ابھی اسٹاف کو بلاتا ہوں وہ آ کر صفائی کر دیں گے تو سمل بھی ختم ہو جائے گی۔“

سلطان نے درشتی سے ٹکا سا جواب دے دیا اور زیبا اپنا سا منہ لے کر رہ گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ کھانے کے لئے باہر چلے گئے اور اسٹاف کو صفائی کے لئے کہہ گئے ہوٹل سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک جگہ سے کھانا کھایا اور پھر واپس آ گئے کھانے کے دوران بھی سلطان کبھی اپنے موبائل پر لگا رہتا تو کبھی ادھر ادھر دیکھتا رہتا تھا سوائے زیبا کے چہرے کو دیکھنے کے وہ ہر طرف بڑی دلچسپی سے ہر چیز کو دیکھتا اور پھر موبائل پر بزی ہو جاتا۔ زیبا بھی اس سے اکتا کر آس پاس کے لوگوں کو دیکھنے لگتی وہ سوائے چند رسمی اور ضروری باتوں کے کوئی بات نہ کرتا تھا اور زیبا بھی اتنا ہی جواب دے دیتی تھی۔ واپس آئے تب بھی کمرے سے بدبو نہ گئی تھی مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق اسی کمرے میں رات بسر کرنی تھی سلطان تو آتے ہی کمبل تان کر سو گیا تھا اور زیبا اسے دیکھتی ہی رہ گئی تھی وہ اب اونچے اونچے خراٹے لے رہا تھا اور زیبا بیڈ سے ٹیک لگائے اس کی مدہوش نیند پر تعجب کر رہی تھی کمرے میں خاموشی تھی اور اس کے خراٹوں کی آواز.....ایک آواز اس کے اندر سے بھی آ رہی تھی جو اس سے رو رو کر سوال کر رہی تھی کیا یہ ہوتا ہے ہنی مون؟ اگر ایسا ہی ہوتا ہے تو لوگ کیوں ہنی مون پر آنے کے لئے اتنے بے تاب ہوتے ہیں؟ میں تو سمجھی تھی کہ ہنی مون پر لوگ بہت خوش ہوتے ہیں

اور یہاں تو یہ حال ہے کہ انہوں نے صبح سے مجھ سے اچھے سے بات بھی نہیں کی..... سارے راستے بھی ایسے ہی بیٹھی رہی جیسے چپ کا روزہ رکھا ہوا اور اب اگر تنہائی کا ایک پل ہی گیا تھا تو وہ بھی میرے لئے نہیں تھا اس میں بھی میں ان کے ساتھ نہیں ہوں وہ اس کو سوتا دیکھ کر سوچ رہی تھی اور دل ہی دل میں شکوے بھی کر رہی تھی پر اس سننے والا کوئی بھی نہ تھا۔

وہ رات بہت دیر سے سوئی تھی اور ابھی تک سو رہی تھی تبھی سلطان واشروم سے نکلا اور سے سوتا دیکھ کر پاؤں ہلا کر اٹھانے لگا زیبا نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو سلطان سامنے تیار کھڑا تھا۔

''اٹھو کہ سارا دن سو کر ہی گزارنا ہے میڈم۔''

وہ مسکرا کر بولا تو زیبا نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا تبھی وہ شیشے میں خود کو دیکھ کر بال برش کرنے لگا وہ کافی فریش لگ رہا تھا۔

''سوئی بھی تو اتنی لیٹ تھی آپ تو لیٹتے ہی لمبی تان کر سو گئے تھے..... مجھے تو بہت دیر تک نیند ہی نہیں آئی تھی..... ایک تو سمل اتنی تھی اور باہر سے شور بھی اتنا آ رہا تھا..... پر آپ کو تو اپنی بھی خبر نہیں تھی۔''

زیبا نے اٹھتے ہوئے معنی خیز انداز میں شکوہ کیا تو سلطان نے اس کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا۔

''ہاں بھئی میرا تو تھکن سے برا حال تھا تم تو آرام سے میڈم بن کر پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھی میرا اور عاصم کا تو برا حال ہو گیا تھا اتنا لمبا سفر اور اتنی ٹینشن ہوتی ہے گاڑی چلاتے ہوئے پھر پہاڑی علاقے میں تو اور بھی چوکنا رہنا پڑتا ہے میں اسی لئے تو ڈرائیور کے ساتھ بیٹھ گیا تھا اور اس سے مسلسل باتیں کر رہا تھا تاکہ وہ چوکس رہے..... میں خود تو پاکستان میں گاڑی نہیں چلا سکتا کیونکہ مجھے تو سو سے کم اسپیڈ پر گاڑی چلانی ہی نہیں آتی اور پھر اتنی دور اکیلے آنا وہ بھی پاکستان میں نو وے..... مجھے تو اس پر بھی پورا اعتبار نہیں تھا اس لئے خود آگے بیٹھا تھا تاکہ دیکھ سکوں کہ وہ گاڑی صحیح سے چلاتا بھی ہے کہ نہیں۔''

وہ طنزیہ انداز میں مسکرا کر کہہ رہا تھا اور زیبا جیسے واقعی سوچ میں گم ہو گئی تھی جیسے خود کو اپنی پہلی سوچ پر ملامت کر رہی ہو۔ سلطان نے شیشے سے اس کے تاثرات نوٹ کیے اور پھر مڑ کر اسے دیکھتا ہوا بولا۔

''اچھا میں جا رہا ہوں زرا اسے بھی تو دیکھوں کہیں وہ بھی تمہاری طرح ابھی تک سو نہ رہا ہو تم فریش ہو کر نیچے آ جانا پھر ناشتہ کریں گے۔''

وہ یہ کہہ کر بڑی ہوشیاری سے ایک بار پھر تو دو گیارہ ہو گیا تھا زیبا اٹھ کر واش روم چلی گئی تھی۔ وہ تیار ہو کر باہر آئی تو اسے وہ کہیں بھی نظر نہیں آ رہا تھا وہ ہوٹل سے باہر آ گئی ہوٹل سے نکلتے ہوئے بھی اس نے ادھر ادھر دیکھا وہ ہوٹل میں بھی نہ تھا البتہ لوگ اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے وہ ان نظروں کو اچھے سے پہچانتی تھی جن میں اس کی تعریف اور حیرت بھری ستائش تھی یہ اس کے لئے کوئی نئی بات نہیں تھی وہ جب بھی کہیں جاتی تھی لوگ ایسے ہی اس دیکھتے تھے۔ اس وقت وہ لال رنگ کا شعفون کا سوٹ پہنے ہوئے تھی اور ہونٹوں پر ہلکے گلابی رنگ کی لپ اسٹک لگائی ہوئی تھی آنکھوں میں کاجل تھا اور وہ کسی لال پری کی طرح پیاری لگ رہی تھی وہ کھوجتی نگاہوں سے اسے ڈھونڈ رہی تھی تبھی وہ سڑک کے اس پار نظر آیا تھا وہ گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا اور عاصم سے باتیں کر رہا تھا اس کے ایک ہاتھ میں حسب عادت موبائل تھا اور دوسرے میں سلگتا سگریٹ وہ بہت خوشگوار موڈ میں

کش لگا رہا تھا۔ زیبا اور اس کے درمیان ایک چوڑی سڑک تھی جسے وہ اب کراس کر رہی تھی...... سڑک کراس کر کے وہ اب سلطان سے کچھ دور کھڑی تھی جب اچانک سلطان کی نظر اس پر پڑی...... وہ ایک ٹک اسے دیکھنے لگا تھا وہ صبح کی ٹھنڈی اور میٹھی دھوپ میں چلتی ہوئی اسی کی طرف بڑھ رہی تھی اس کا نازک اندام جسم، سفید رنگت اور گولڈن بال دھوپ سے اور بھی چمک اٹھے تھے وہ کسی باربی ڈال کی طرح پیاری لگ رہی تھی وہ دھیمے قدموں سے چلتی ہوئی اب سلطان کے کافی قریب آ گئی تھی اور سلطان کی نظریں اس کے بے مثال حسن کو نہ چاہتے ہوئے بھی سراہ رہی تھیں۔

''چلیں بہت بھوک لگ رہی ہے۔''

اس نے قریب آ کر کہا تو سلطان کو جیسے ہوش آ گیا۔

''ہاں ہاں...... چلو۔''

وہ چونک کر بولا اور پھر ہاتھ میں پکڑا سگریٹ گرا کر پاؤں سے مسلتا ہوا آگے بڑھ گیا دونوں نے قریبی ریسٹورنٹ سے ناشتہ کیا اب بھی دونوں کے درمیان چپ کی دیوار حائل تھی زیبا کو سلطان کا رویہ بہت عجیب لگ رہا تھا...... وہ بھی اس دیکھنے لگتا کبھی نظریں چراتا پھر تکنے لگتا...... جب زیبا کی نظر اس سے ٹکراتی تو وہ بے نیازی سے ادھر ادھر دیکھنے لگتا شاید وہ کسی کشمکش میں مبتلا تھا جسے وہ ہر ممکن طریقے سے چھپانے کی کوشش کر رہا تھا زیبا بھی عجیب سی کیفیت میں خود کو محسوس کر رہی تھی اس پہ بس بہت عجیب لگ رہا تھا...... ایک دیوار تھی جو سلطان نے اپنے اور اس کے درمیان کھڑی کر رکھی تھی جسے وہ چاہ کر بھی پار نہ کر پاتی تھی اس لگتا سلطان ایک دوری بنائے رکھتا تھا اور وہ یہ بس جان بوجھ کر کرتا تھا...... کبھی وہ اسے اپنا وہم سمجھ کر جھٹک دیتی تھی...... کبھی اسے لگتا کہ ان کے درمیان کوئی ہے...... کچھ ایسا ہے جو وہ محسوس تو کرتی تھی مگر جتا نہ پاتی تھی یہ سب اسے اتنا الجھا رہا تھا کہ وہ خود بھی الجھ کر رہ گئی تھی۔

''یہ تو میں تمہیں ایسے ہی فارمیلٹی پوری کرنے کے لئے یہاں لایا ہوں اصل ہنی مون تو ہم یورپ میں جا کر ہی منائیں گے۔''

زیبا کافی دیر سے خاموش بیٹھی تھی اس کے چہرے پر جو آثار تھے اور جو فیلینگز تھیں وہ سلطان کے لئے سمجھنا کچھ زیادہ مشکل نہ تھا...... اس کا چہرہ اس کے دل کی کیفیت کو بہت اچھے سے ظاہر کر رہا تھا...... شاید جن لوگوں کے دل صاف ہوتے ہیں ان کے چہرے کسی کھلی کتاب کی طرح ہوتے ہیں جو ان کے اندر کی ہر بات کو ظاہر کر دیتے ہیں کچھ ایسا ہی زیبا کے ساتھ بھی تھا وہ جو کچھ سوچ رہی تھی وہ اس کے چہرے سے عیاں ہو رہا تھا...... وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھی جب سلطان اس کے چہرے پر اپنی نظریں جمائے اسے تک رہا تھا اور وہ جانے دور کس چیز کو گھور رہی تھی سلطان کے بولنے پر اس نے بے یقینی سے اس دیکھا اور نہ سمجھتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔

''تمہیں پتا ہے یورپ بہت خوبصورت ہے...... یہ مری شری تو کچھ بھی نہیں ہے...... یہاں بھلا کیا کوئی ہنی مون منائے...... یورپ کی تو بات ہی اور ہے تم دیکھو گی تو حیران رہ جاؤ گی۔''

وہ مسکرا کر بولا تو زیبا کو بہت حیرت ہوئی وہ اسے کچھ کہے بنا خاموشی سے سنتی رہی اور کچھ دیر بعد جانے کیا سوچ کر وہ کافی مطمئن ہو گئی تھی اور اب اس کا موڈ بھی بہتر ہو رہا تھا اب سلطان تھوڑی دیر بعد زیبا سے کوئی نہ کوئی بات کر لیتا تھا۔

''زیبا تم تو بہت لکی ہو جو تمہیں یورپ جانے کا موقع مل رہا ہے ورنہ لوگ تو ساری ساری عمر لگا دیتے ہیں یورپ جانے کے لئے اور پھر بھی جا نہیں پاتے۔''

وہ اب واک کر رہے تھے سلطان نے حسب عادت موبائل پر کچھ ٹائپ کرتے ہوئے کہا۔

''ہم۔''

زیبا نے ہلکے سے کہا اور پھر دونوں خاموشی سے چلنے لگے۔

''ہمارا وہاں بہت بڑا گھر ہے تمہاری تو زندگی بن جائے گی اور دیکھنا لوگ تمہیں کہا کریں گے کہ تم بہت خوش نصیب ہو جو تمہیں میرے جیسا شوہر ملا ہے۔''

وہ اس کی طرف دیکھ کر بولا تو وہ بے اختیار ہنس پڑی تھی سلطان نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا جیسے کچھ پوچھنا چاہتا ہو۔

''کیا ہوا تم ہنس کیوں رہی ہو کیا تمہیں ایسا نہیں لگتا...... کیا تم میرا مذاق اڑا رہی ہو...... میں تم پر طنز تو نہیں کر رہا۔''

وہ اسے یقین دلانے کی کوشش کرنے لگا تو زیبا ایک زوردار قہقہہ لگا کر ہنسی اس کی آواز سے چند لوگ جو قریب سے گزر رہے تھے اس کی طرف دیکھنے لگے۔

''مجھے تمہارا یوں بلند آواز میں قہقہہ لگا کر ہنسنا بالکل اچھا نہیں لگتا...... آئندہ میں کبھی تمہیں ایسے ہنستا ہوا نہ دیکھوں...... سمجھی تم۔''

وہ ایکدم سے غصے میں آ گیا تھا اور اب یکدم اس کی ٹون ہی بدل گئی تھی وہ غصے سے بھری لال آنکھوں سے اسے گھورتا ہوا دیکھتے ہوئے بولا تو زیبا کا رنگ فق ہو گیا تھا وہ یکدم گھبرا گئی تھی اسے کیا پتا تھا کہ وہ یوں غصہ کھا جائے گا وہ تو اس کی باتوں سے خوش ہو رہی تھی اس کے سفید گال سرخ ہو گئے تھے اور ننھا سا دل زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔

''سوری...... میں میں تو......۔''

اس نے نظریں جھکا کر کچھ کہنا چاہا تو کچھ کہہ نہ پائی تھی۔

''یس یو شوڈ بی سوری۔''

وہ دوبارہ ترشی سے بولا تو زیبا اور سہم گئی تھی اس نے اس سے پہلے اسے اتنے غصے میں نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی اسے یہ سمجھ آئی تھی کہ آخر اسے کس بات پر اتنا غصہ آیا تھا۔ وہ نظریں جھکائے خاموشی سے اس کے ساتھ چل رہی تھی اور اب وہ پھر سے اپنے موبائل پر مصروف تھا زیبا نے سر جھکا رکھا تھا اور اس کی آنکھوں سے دو موٹے موٹے آنسو اس کے گلابی ہوتے رخساروں سے لڑھک کر سڑک پر جا گرے تھے اور انہیں ضبط ہی نہ کر پائی تھی سلطان کو اس کی نہ تو خبر تھی اور نہ ہی کوئی پرواہ...... وہ کسی اجنبی کی طرح اس کے ساتھ چل رہا تھا جسے اس کی نہ کوئی خبر تھی اور نہ ہی وہ یہ جاننے میں انٹرسٹیڈ تھا کہ وہ کیا محسوس کر رہی ہے...... وہ تھا تو اس کا ہمسفر پر اس کی خوشی یا غم اس کے اپنے تھے وہ ان میں شریک نہ تھا وہ تو جیسے ایک دریا کے دو کنارے ساتھ ساتھ چلتے تو ہیں مگر کبھی آپس میں ملتے نہیں ہیں...... چاہے وہ صدیوں یوں ہی دریا کے کناروں پر ساتھ چلیں پر کبھی بھی ان کا ملن

نہیں ہوسکتا تھا..... وہ آسمان تھا تو زیبا اس کے لئے زمین جو کبھی بھی آپس میں ملتیب نہیں ہیں دور سے دیکھنے پر یہ گمان ضرور ہوتا ہے کہ وہ کہیں نہ کہیں ملتے ہوں گے پر ایسا نہ کبھی ہوا ہے اور نہ کبھی ہوگا۔

زیبا نے بڑے غیر محسوس انداز میں ہاتھ اٹھا کر اپنے آنسو صاف کیے تھے تا کہ نہ تو اس کا ہمسفر اور نہ ہی راہ چلتے لوگ اس کے آنسو دیکھ سکیں وہ خود کو کسی کے سامنے تماشا نہیں بنانا چاہتی تھی اور یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ اگر سلطان نے اس کے آنسو دیکھ لئے تو وہ کس طرح سے ردعمل ظاہر کرے گا..... وہ اس سے ڈر گئی تھی..... وہ اسے جانتی بھی تو نہیں تھی جانے وہ اس بات پر کتنا ہائپر ہو جایا سے ابھی تک اس کے مزاج کی بھی تو سمجھ نہ آئی تھی اس کب کس چیز پر غصہ آتا تھا کچھ پتا نہیں چلتا تھا کبھی وہ سب میں بیٹھا ہوتا تو زیبا زیبا کرتا تھا اور جب تنہا ہوتا تو ایک لفظ بھی کہنے سے گریز کرتا تھا..... وہ اس کے ساتھ خلوت کا انتظار کرتی اور وہ ایک پل بھی اس کے ساتھ تنہا رہنے سے گریز کرتا..... وہ بہت مشکل انسان ہے..... یا شاید میں ہی بے وقوف ہوں جو ان کو ابھی تک نہیں سمجھ پائی ہوں..... پتا نہیں کیوں ان کو اتنی اتنی سی باتوں پر غصہ آجاتا ہے..... میں بھی تو جاہلوں کی طرح سڑک پر قہقہے لگانے لگی تھی سب لوگ ہمیں دیکھنے لگے تھے اسی لئے ان کو غصہ آگیا ہوگا..... حیرت ہے باہر پیدا ہوئے اور وہیں پلے بڑھے پھر بھی سوچ وہی ہے ٹیپیکل پاکستانیوں والی..... امی صحیح کہتی ہیں سب مرد ایک جیسے ہی ہوتے ہیں..... وہ دل میں سوچ رہی تھی اور چل رہی تھی اب وہ کافی دور نکل آئے تھے رش بہت پیچھے رہ گیا تھا اور آگے ہرے بھرے درختوں کی گھنی چھاؤں میں ایک چھوٹا سا راستہ اوپر کی طرف جا رہا تھا یہ کچا راستہ تھا اور دونوں طرف گھنا سبزا تھا وہ دونوں خاموشی سے آگے بڑھ گئے تھے بادل آجا رہے تھے کبھی دھوپ کبھی چھاؤں..... موسم بہت پیارا تھا اور یہ پیدل چلنا بہت اچھا لگ رہا تھا زیبا کو یہ سب بہت اچھا لگ رہا تھا اور وہ جلد سے جلد اس پہاڑ پر چڑھ جانا چاہتی تھی جو خوبصورت مناظر سے ایسے موسم میں بہت حسین لگ رہا تھا..... وہ اپنی ہی دھن میں اوپر کی طرف چل رہی تھی اور اب وہ سلطان سے بے نیاز ہو کر اس منظر میں کھو گئی تھی..... سلطان بھی اس کے پیچھے چل رہا تھا اور دونوں کو ایک دوسرے کے ہوتے ہوئے بھی تنہا ہی چلنا تھا..... وہ دو الگ راستوں کے مسافر تھے جو غلطی سے ایک دوسرے سے مل گئے تھے اور اب مجبوری میں ایک دوسرے کے ساتھ تھے۔

زیبا اب پہاڑ کے اوپر جا پہنچی تھی جہاں اب ایک کھلا میدان آگیا تھا اور تھوڑی ہی دور پہاڑ ایک بار پھر نیچے کی جانب کھائی کی طرح گہرا تھا کچھ دیر وہ کھلے آسمان کو دیکھتی رہی وہ اتنا اونچا آگئی تھی یہ سوچ کر ہی وہ خوش ہو رہی تھی۔ پھر وہ چند قدم آگے بڑھی تو اسے پہاڑ کے ختم ہونے کا پتا چلا تھا نیچے کی طرف گہری کھائی تھی وہ ایک کنارے پر کھڑی ہو کر سامنے کا منظر دیکھنے لگی دور افق پر گہرے کالے بادل اوپر کی طرف آرہے تھے..... دوسرے پہاڑ بھی نظر آرہے تھے اور درمیان میں ایک کھائی تھی جو دیکھ کر ہی خوف آرہا تھا وہ اس نظارے میں کھوسی گئی تھی اس کی نظر دور تک ہر چیز کو حیرت سے تک رہی تھی وہ خدا کی قدرت کی قائل ہوگئی تھی جس نے اتنی اونچائی اور اتنی گہرائی بنائی تھی وہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہے اور جتنا چاہے بنا دے..... اس سے کچھ دور سلطان بھی ایک کھائی میں غرق تھا یہ کھائی اس کے دل و دماغ کی تھی کو اس گہرائی سے بھی کہیں زیادہ گہری تھی جو زیبا اس وقت دیکھ رہی تھی اور اس میں اس وقت کیا چل رہا تھا اسے خود بھی پتا نہ تھا وہ کسی گہری سوچ میں غرق تھا اور اس کے دماغ میں کیا کچھ تھا زیبا کو اس کی کانوں کان خبر نہ تھی..... انسان بھی کیا شے ہے اسے خود بھی نہیں پتا ہوتا کہ وہ کیا کچھ کرسکتا ہے کبھی زندگی کے کسی پل میں وہ کسی کو کوئی ایسا کام کرتا

دیکھتا ہے جو اس نے نہیں کیا ہوتا تو بڑی نخوت سے وہ اس کام کو برا اور کرنے والے کو نہایت گناہ گار تصور کرتا ہے اور کہتا ہے توبہ توبہ اگر میں ہوتا تو کبھی بھی ایسا نہ کرتا مگر جب حالات انسان کو کسی ایسے کام کے لئے مجبور کر دیتے ہیں تو وہی انسان جو بڑے گھمنڈ سے دوسرے کو برا کہتا تھا خود وہی کام کر ڈالتا ہے اور اسے احساس بھی نہیں ہوتا کہ یہ وہی کام تھا جو کبھی اس نے بڑے دعوے سے کہا تھا کہ وہ کبھی نہیں کرے گا۔

زیبا کو دنیا و مافیا کی کچھ خبر نہ تھی وہ اپنے ہی خیالوں میں گھری اس گہرائی کو تکے جا رہی تھی...... سلطان اس سے پیچھے ایک درخت سے ٹیک لگائے کھڑا تھا اور سگریٹ کے کش لگا رہا تھا اس کی آنکھیں زیبا کے وجود پر گڑھی ہوئی تھیں وہ جیسے پلکیں جھپکنا ہی بھول گیا تھا پھر اچانک سگریٹ کی لو نے اس کی انگلی کو جلایا تو اس نے سگریٹ کو دور پھینک دیا اور کسی معمول کی طرح زیبا کی طرف بڑھنے لگا نہایت خاموشی سے آہستہ قدموں کے ساتھ وہ آگے بڑھ رہا تھا پھر اس نے گردن گھما کر چاروں طرف دیکھا دور دور تک کوئی بھی نہیں تھا...... وہ کچھ اور مطمئن ہو کر آگے بڑھنے لگا...... ہر طرف خاموشی کا راج تھا...... وہ اب زیبا کے بالکل پیچھے اور اس سے صرف ایک قدم دور تھا زیبا کو ابھی بھی پتا نہ چلا تھا کہ وہ اس کے اتنے قریب آ چکا ہے...... اس نے دو گہرے سانس دھیرے سے لئے اور پھر اپنے دونوں ہاتھ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ آگے بڑھا کر اسے کندھوں سے نہایت مضبوطی سے پکڑا اور آگے کو دھکیل دیا زیبا کا نرم و نازک اور ہلکا سا جسم یکدم ایک جھٹکے کے ساتھ آگے کی طرف جھکا اور سامنے کی گہرائی اسے کھا جانے کے لئے بڑھی زیبا کے منہ سے ایک زوردار چیخ نکلی جو پہاڑوں سے ٹکراتی ہوئی واپس ان کے کانوں سے ٹکرانے لگی...... زیبا کا پورا جسم اس کے ہاتھوں کی طاقت اور مضبوطی سے اور جس زور سے اس نے اسے دھکیلا تھا آگے کی طرف جھکا تھا اور دوسری ہی گھڑی انہی ہاتھوں نے اسے واپس کھینچ لیا تھا...... جانے وہ کون سی طاقت تھی جس نے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ واپس کھینچ لئے تھے...... وہ یکدم اپنی اس حرکت سے بوکھلا گیا تھا زیبا کا سارا وجود مارے دہشت کانپ رہا تھا اس نے آنکھیں زور سے بھینچ لی تھیں...... سلطان کو بھی جیسے شاک سا لگا تھا جونہی اس کے ہاتھوں نے زیبا کو واپس کھینچا وہ ایک جھٹکے سے واپس آ کر اس سے ٹکرائی تھی...... اس کی چیخ سلطان کے کانوں میں گونج رہی تھی اور وہ یکدم ہڑبڑا گیا تھا...... زیبا کا چہرہ ابھی بھی کھائی کی طرف تھا اور اس نے ابھی بھی اسے شانوں سے پکڑا ہوا تھا اور وہ ابھی بھی اس کے ہاتھوں کے مضبوط شکنجے میں تھی اس کا پورا وجود کانپ رہا تھا اور سلطان کے سینے سے لگے ہونے کی وجہ سے وہ اس کی کپکپاہٹ کو بہت اچھے سے محسوس کر سکتا تھا...... جونہی زیبا کا وجود واپس اس سے آ کر ٹکرایا تھا اسے جیسے ہوش سی آ گئی تھی یا وہ کھلی آنکھوں سے کوئی خواب دیکھتے ہوئے اچانک سے جاگ اٹھا تھا...... یہ سب کیا ہوا تھا اسے خود بھی پتا نہیں چلا تھا پر اگلے ہی لمحے اسے سب کچھ سمجھ آ گیا تھا یہ چند سیکنڈز میں ایسے ہوا تھا جیسے کسی نے کوئی فلم فارورڈ کر دی ہو...... یہ کس نے اس کے پلان کو الٹا دیا تھا جو اس نے کیا تھا کس نے روک دیا تھا...... اسے کچھ بھی پتا نہ چلا تھا...... کیوں اس کے ہاتھوں نے ایک کام اتنا سوچ کر انجام دیا اور پھر بغیر اسے کے ارادے کے انہی ہاتھوں نے وہ کام نہ کرنے کی جسارت کی...... یہ سب کیسے ہو گیا...... ایک سیکنڈ میں بے تحاشہ سوال اس کے ذہن میں ابھرے پر ابھی اس کے پاس ان کے جواب نہ تھے وہ زیبا کی طرف متوجہ ہوا وہ خوف سے کانپ رہی تھی اور ابھی تک اس کی آنکھیں بند تھیں...... سلطان نے ایک گہرا سانس لیا اور اپنی پیشانی پر آیا پسینہ پونچھ لیا اور پھر زیبا کو کندھوں سے پکڑ کر اپنے سینے سے لگا کر زور سے بھینچا...... اس کا سانس پھولا ہوا تھا اور وہ کسی چڑیا کی طرح سہمی ہوئی تھی چند سیکنڈ اس نے اسے خود سے چمٹائے رکھا اور پھر شانوں سے پکڑ کر خود

سے الگ کر کے دیکھنے لگا اسے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا اس نے دونوں ہاتھوں سے اس کا چہرہ پکڑا اور پھر ایک زوردار قہقہہ لگایا...... زیبا نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو اسے سلطان کا ہنستا ہوا چہرہ دکھائی دیا وہ حیرت سے اسے تکنے لگی جیسے اسے یقین ہی نہ آ رہا ہو کہ وہ بچ گئی ہے اور یہ سب سلطان نے کیا ہے اور وہ بھی جان کر......

''ہاہاہا...... ڈر گئی تم...... تم کتنی ڈرپوک ہو...... بھئی لوگ سچ ہی کہتے ہیں کہ پاکستان کی عورتیں بہت ڈرپوک ہوتی ہیں ہاہا۔''

وہ زیبا کو اپنے سامنے کھڑا کر کے کہنے لگا زیبا کی حیرت میں اور اضافہ ہوا تھا اس کی جان نکل گئی تھی اور اس کو مذاق سوجھا تھا وہ خاموش رہی اور اپنی پھولی ہوئی سانسیں بحال کرتی رہی۔

''ڈر گئی نا...... مجھے پتا تھا تم ڈر جاؤ گی تم ہو ہی ڈرپوک۔''

وہ ایک بار پھر اسے چھیڑتے ہوئے بولا تو زیبا نے سر جھٹکا آواز جیسے اس کے حلق میں ہی اٹک گئی تھی اور اس کا گلا خشک ہو گیا تھا اس نے بڑی مشکل سے بولنا شروع کیا۔

''یہ یہ آپ...... یہ کیا کیا آپ نے اگر میں سچ میں...... گر جاتی تو؟''

وہ ہانپتے ہوئے بولی۔

سلطان نے اس پکڑ کر قریب کرتے ہوئے پیار سے کہا

''تو کیا میں ایسا ہونے دیتا...... آئی لو یو...... تم تو میری جان ہو میں ایسا کیسے کر سکتا تھا میں تو دیکھ رہا تھا کی تم کتنی بہادر ہو اور میں جانتا تھا کہ تمہارا دل اتنا سا ہے...... چڑیا جتنا ہاہا۔''

وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا تو زیبا کو اس کی باتوں پر یقین آ گیا تھا وہ اپنے آپ کو نارمل کر رہی تھی پھر بولی۔

''پتا تھا تو پھر کیا ضرورت تھی یہ سب کرنے کی؟۔''

زیبا نے خود کو کمپوز کر کے کہا۔

''میں تو تمہیں بہادر بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔''

وہ کندھے اچکا کر بولا۔

''کیوں کیا آپ نے مجھے جنگلوں میں لے کر جانا ہے جو بہادر بنانا چاہتے ہیں؟۔''

زیبا نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

''کیا پتا کل کو تمہیں واقعی جنگلوں میں ہی جا کر رہنا پڑے۔''

وہ جھک کر اس کے قریب آ کر شرارتی انداز میں بولا تو زیبا مسکرا دی۔

''ہاں اور اس جنگل میں ایک جن ہوگا جو مجھے قید کر لے گا۔''

زیبا نے بھی اسی انداز میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

''اور پھر میں تمہیں اس سے چھڑوا کر لے جاؤں گا۔''

وہ بھی مزے لے کر بولا۔

''نہیں آپ نہیں آپ تو وہ جن ہیں جو مجھے قید کر لیں گے۔''

زیبا نے اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر کہا اور قہقہہ لگا کر ہنسنے لگی۔

''اچھا تو پھر تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟۔''

وہ اسے کمر سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے اپنے قریب لاتے ہوئے بولا اور اپنی گرفت مضبوط کر لی۔

''آہ چھوڑو مجھے۔''

اس نے اسے پیچھے دھکیلتے ہوئے کہا اور پھر اپنا آپ چھڑا کر وہاں سے بھاگ گئی وہ اسے پکارنے لگا تو زیبا نے شوخ انداز میں مڑ کر زور سے کہا۔

''اللہ بچائے گا!۔''

اس کی آواز پہاڑوں سے ٹکرا کر گونجنے لگی اور سلطان کے کانوں میں اس کی گونج اس کی روح تک اتر گئی تھی اور اسے اپنے بہت سے سوالوں کے جواب مل گئے تھے۔ وہ وہیں ساکت ہو گیا تھا اور کتنی ہی دیر وہیں جما رہا پھر ایک انجانے خوف سے وہ وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

☆☆☆☆

''ایک بات تو بتاؤ..... اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو..... کیا تمہارے گھر والے مجھ پر پولیس کیس کر دیتے؟۔''

سلطان نے پہاڑ سے نیچے اترتے ہوئے زیبا سے پوچھا تو وہ ہنس پڑی اور نفی میں سر ہلا کر کوئی جواب نہ دیا۔

''میرا خیال ہے کہ وہ مجھ کو قصوروار سمجھتے اور مجھ پر کیس کر دیتے آخر میں ہی تو تم کو یہاں لے کر آیا ہوں۔''

وہ کوئی جواب نہ پا کر خود ہی بول پڑا۔

''آپ کیا فضول باتیں کر کے موسم کا مزہ خراب کر رہے ہیں۔''

زیبا نے بے زاری سے کہا۔

''اچھا آؤ تمہارا موڈ ٹھیک کرتا ہوں..... آؤ تمہیں شاپنگ کرواتا ہوں۔''

وہ کہتے ہوئے زیبا کو مال پر لے گیا اور دونوں سے کچھ شاپنگ کی پھر انہیں بھوک لگ گئی تو کھانا کھانے لگے کھانے کے فوراً بعد اس نے کہا کہ اب جلدی چلو واپس جانا ہے تو زیبا کو بہت حیرت ہوئی۔

''اتنی جلدی ابھی تو میں نے کچھ دیکھا بھی نہیں ہے ابھی تو۔''

وہ منہ بنا کر بولی تو اس نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"یہاں ہے ہی کیا جو تم دیکھوگی...... میں تمہیں پورا یورپ گھمانا چاہتا ہوں اور تم ہو کہ مری دیکھنے کے لئے بیتاب ہو رہی ہو یہاں ہے ہی کیا...... میں تو تمہیں پوری دنیا گھماؤں گا۔"

وہ انگلی اٹھا کر گھماتے ہوئے بولا۔

"ایک رات اور ٹھہر جاتے ہیں کل چلے جائیں گے ابھی تو پہلی تھکن ہی نہیں اتری۔"

وہ افسردگی سے بولی۔

"جتنا آرام کرنا ہوگا گھر جا کر کر لینا کل میرا دوست آ رہا ہے مجھے اسے لینے بھی جانا ہے اور پھر میں بزی ہو جاؤں گا تو تمہیں بہت وقت مل جائے گا آرام کرنے کے لئے۔"

وہ ٹس سے مس نہ ہوا تھا اور یہ ایک اور مصیبت کہاں سے آ رہی ہے...... زیبا نے دل میں سوچا اور تلملا کر رہ گئی۔ پھر واپسی پر بھی وہی حلات تھے وہ دونوں آگے اور زیبا پیچھے...... بوریت اور سگرٹوں کا دھواں اور چپ کا روزہ۔

☆☆☆☆

"کیسا موسم تھا مری کا۔"

اکرم صاحب نے داماد سے پوچھا اگلی ہی شام وہ ان کے گھر آئے تھے اور سب زیبا کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے تھے۔

"بس ٹھیک ہی تھا رش کی وجہ سے وہاں بھی گرمی ہی تھی ایسے ہی اتنی دور کا سفر کیا...... پر رات کو موسم کافی اچھا ہو جاتا تھا۔"

سلطان نے سسر کو بتایا۔

سارہ اور زارا زیبا کو لے کر الگ کمرے میں آ گئی تھیں اور اب سامنے بیٹھ کر اس سے پوچھ رہی تھیں۔

"پھر خوب مزہ کیا ہوگا مری میں؟"

سارہ نے بہن کو پیار سے دیکھ کر پوچھا۔

"کیا خاک مزہ آیا میں تو بیٹھ بیٹھ کر تھک گئی تھی اتنا لمبا سفر تھا کہ کچھ مت پوچھو۔"

زیبا نے بتایا تو ان کو بہت مایوسی ہوئی۔

"ہم تو سمجھے تھے کہ تم بہت انجوئے کروگی۔"

زارا نے کہا۔

"ہم انجوئے۔"

زیبا نے سر ہلا کر کہا۔

"پر اتنی کیا جلدی تھی کہ ایک ہی دن میں واپس بھی آ گئے دو تین دن رہتے تو مزہ بھی آتا؟"

امی نے آتے ہی پوچھا۔

"امی وہ ان کے کوئی دوست آ رہے ہیں جن کو انہوں نے ریسیو کرنا تھا اس لئے بھاگے واپس آ گئے۔"

زیبا نے بتایا تو سب چپ کر گئے۔

"چلو بیٹا میاں جی بلا رہے ہیں۔"

اکرم نے کمرے میں آتے ہوئے زیبا کو مخاطب کر کے کہا۔

"جی ابو آتی ہوں۔"

وہ بیزاری سے اٹھتے ہوئے بولی اور پھر وہ چل گئے۔

"پتا نہیں کیوں زیبا آج مجھے کچھ خوش نہیں لگ رہی تھی۔"

ان کے جانے کے بعد شگفتہ نے سارہ سے کہا۔

"امی وہ کافی تھک گئی تھی اس لئے...... میں نے بھی نوٹ کیا تھا اس کا چہرہ بھی اترا ہوا تھا...... لگتا ہے وہ کچھ زیادہ ہی تھک گئی تھی...... آرام کرے گی تو ٹھیک ہو جائے گی۔"

سارہ نے کہا پر وہ بھی کچھ حیران تھی کیونکہ زیبا کو شروع سے ہی گھومنے پھرنے کا شوق تھا اور وہ کبھی بھی نہ رو بور ہوتی تھی اور نہ ہی تھکتی تھی خیر بات بھی آئی گئی ہو گئی کیونکہ اس کے بعد سلطان اور بھی زیادہ مصروف ہو گیا اور زیبا گھر میں ہی اکیلی پڑی رہتی تھی۔

☆☆☆☆

"آج میں بھی یہیں رہوں گا گھر نہیں جاؤں گا ایسے ہی ٹائم ضائع ہو گا...... پھر صبح کو جلدی کاموں کے لئے نکلنا ہے آنے جانے میں ہی دو گھنٹے لگ جاتے ہیں۔"

زیبا نے دونوں بھائیوں سے کہا تو وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگے اور پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگے۔

"یہاں تو تمہیں نیند نہیں آئے گی اور پھر امی بھی پریشان ہوں گی بہتر ہے کہ تم گھر چلے جاؤ۔"

عمر نے اسے یوں کہا جیسے وہ کوئی دودھ پیتا بچہ ہو اور ماں اور گھر کے بغیر اسے نیند نہیں آئے گی...... گو کہ وہ گھر کا چھوٹا لڑکا تھا اور امی ابو نے شروع سے ہی اسے بچوں کی طرح ہی ٹریٹ کیا تھا پر اب تو وہ بڑا ہو گیا تھا پھر بھی بچپنا ابھی گیا نہیں تھا اور امی ابو ابھی تک اسے ویسے ہی ٹریٹ کرتے تھے...... عمر اور طلحہ بعض اوقات اسے طنزیہ انداز میں چھیڑتے تھے کیونکہ اس پر ابھی تک کوئی ذمہ داری بھی نہیں تھی اور وہ ہر کام اپنی مرضی اور موڈ سے ہی کرتا تھا اس وقت اس یوں سنجیدہ لہجے میں کام کے بارے میں بات کرتا دیکھ کر اور اتنا کنسرنڈ شو کرتا دیکھ کر وہ دونوں حیران بھی ہوئے تھے اور خوشد بھی پھر بھی چھوٹا ہونے کی وجہ سے وہ اس سے اتنا توقع نہیں کر رہے تھے اس لئے عمر نے اپنا خدشہ ظاہر کیا تھا۔

"نہیں میں فون کر کے امی کو بتا دیتا ہوں وہ پریشان نہیں ہوں گی الیکشن میں ایک ہفتہ رہ گیا ہے اور وہ آفس بوائے بھی چھٹی پر چلا گیا ہے تو

میں کل ہی سارے کاغذات گاڑی پر لوڈ کروا کر خود دے آؤں گا اور چیک بھی بنوا لاؤں گا..... آپ اور طلحہ نے ابھی اور بھی کافی کام کرنے ہیں وہ آپ لوگ کل آفس میں بیٹھ کر کر لینا..... پھر تینوں اکٹھے ہی گھر چلیں گے..... تین دن ہو گئے ہیں آپ دونوں گھر نہیں گئے گھر پر سب بہت اداس ہو رہے ہیں۔''

وہ دونوں کی طرف دیکھ کر کہہ رہا تھا اور وہ دونوں بڑی حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے۔

''یار آج تیری طبیعت تو ٹھیک ہے نا..... یہ تو آج کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے۔''

طلحہ نے اسے چھیڑتے ہوئے شوخ لہجے میں کہا۔

''ہاں ٹھیک ہے..... میں اب بڑا ہو گیا ہوں اور آپ کے ساتھ مل کر کام کروں گا تو اپنے باپ کا بھی سہارا بنوں گا..... اگر ہم پہلے اس قابل ہوتے تو آج یہ نوبت نہ آئی ہوتی کہ ہماری بہن یوں پردیس میں دھکے کھا رہی ہوتی۔''

وہ یکدم افسردہ ہو کر بولا اور اس کی آنکھیں نم ہونے لگی تھی، وہ دونوں بھی کچھ افسردہ سے ہو گئے تھے..... کچھ دنوں سے اسے زیبا بہت یاد آ رہی تھی وہ کبھی بھی اس کو بھولا نہ تھا پر چند دنوں سے وہ کچھ زیادہ ہی یاد آ رہی تھی اس کا دل چاہتا کہ وہ یا تو اسے واپس بلا لے یا پھر خود اس کے پاس چلا جائے۔

''ہم اتنے بھی گئے گزرے نہیں ہیں کہ اسے رکھ نہ سکتے پر یہ ہماری غلطی تھی کہ ہم نے اسے واپس جانے دیا ہمیں اسے روکنا چاہئے تھا پر..... ہم اس وقت صحیح فیصلہ ہی نہ کر پائے تھے اور اب اس نے ضد لگا لی ہے کہ وہ اس سے بدلہ لئے بغیر واپس نہیں آئے گی..... پہلے میں نے سوچا تھا کہ خود وہاں جا کر اس کی مدد کروں گا پر ایسا نہیں ہوا میری بہت کوشش کے باوجود بھی میرا ویزا نہیں لگا اور اب تو اتنی مصروفیت ہو گئی ہے کہ چاہ کر بھی جا نہیں سکتے..... پر میری جب بھی بات ہوتی ہے میں اسے یہی کہتا ہوں کہ واپس آ جاؤ اب حالات بہت بدل گئے ہیں پر وہ مانتی بھی تو نہیں ہے..... جانے اس کے دل میں کیا ڈر ہے جو وہ واپس نہیں آنا چاہتی۔''

عمر نے سنجیدگی سے کہا تو اس کی آنکھوں میں بھی اداسی بھر گئی تھی ابھی کچھ دن پہلے ہی اس کی بات زیبا سے ہوئی تھی وہ کافی پر امید تھی کہ وہ کچھ نہ کچھ ضرور کر لے گی عمر نے اسے کہا تھا کہ وہ واپس آ جائے پر وہ نہیں مانی تھی۔

''وہ چاہتی ہے کہ وہیں رہے تاکہ ہم سب اس کو دیکھ کر پریشان نہ ہوں خاص کر امی ابو..... پر وہ یہ نہیں سمجھتی کہ اس کے جانے سے نہ تو ہمارا دکھ کم ہوا ہے اور نہ ہی ہم اسے بھولے ہیں جو اس کے چلے جانے سے ہم دکھی اور پریشان نہ ہوں گے۔''

طلحہ نے سوچتے ہوئے کہا وہ اس وقت آفس میں تھے تمام ورکرز جا چکے تھے اور انہیں رات آفس میں ہی رک کر کام ختم کرنا تھا کیونکہ آج کل الیکشن کی وجہ سے کام کا کافی برڈن تھا اور اسٹاف کم ہونے کی وجہ سے زیادہ تر کام وہ خود ہی کرتے تھے۔

''پر اس کے جانے سے ہمیں اور بھی دکھ اور پریشانی رہتی ہے ایک تو اس کا گھر نہ بسنے کا دکھ..... دوسرا اس کا ہم سے دور ہونے کا دکھ اور پھر ہر وقت یہ ٹینشن کہ جانے وہ وہاں کیسی ہو گی اکیلی کیا کر رہی ہو گی ہم نے تو کبھی اپنی بہنوں کو گھر سے باہر بھی نہیں جانے دیا اور ایک وہ ہے جس کی

قسمت اسے گھر سے ہزاروں میل دور لے گئی ہے......ہم نے تو کبھی انہیں باہر کی دنیا کی ہوا بھی نہ لگنے دی تھی اور آج وہ دنیا کس حصے میں تنہا رہ رہی ہے ہمیں پتا تک نہیں ہے۔"

زیبا نے ٹیبل پر پن رگڑتے ہوئے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

"ہم نے تو پھولوں کی طرح سنبھالا تھا کیا پتا تھا کہ اس کے نصیب میں اتنے کانٹے ہوں گے اور وہ یوں ہم سے اتنی دور چلی جائے گی......کبھی ایک دن بھی وہ ہم سے الگ نہ رہی تھی اور آج کتنا عرصہ ہو گیا ہے اس کی صورت دیکھے۔"

عمر نے روٹنگ چیئر کی پشت سے سر ٹکا کر چھت کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس لئے میں کہتا تھا کہ شادی ہی نہ کرو......نہ شادی کی ہوتی اور نہ آج ہم یہ دکھ دیکھتے۔"

طلحہ کو یکدم غصہ آ گیا تھا۔

"شادی تو سب کو ہی کرنی پڑتی ہے اور لڑکیوں کی تو جلد ہی کرتے ہیں اب کیا پتا ہوتا ہے آگے کیا ہونا لکھا ہے......کسی کام کو نہ کرنا کسی مسئلے کا حل تو نہیں ہوتا۔"

طلحہ نے ایک فائل کھولتے ہوئے کہا۔

☆☆☆☆

"کوئی بھی نہیں ہے میں نے صبح ہی میل چیک کی ہے۔"

سارہ نے امی سے کہا تو وہ کچھ پریشان سی ہو گئیں۔

"تین چار دن ہو گئے ہیں پر اس لڑکی کا کچھ بھی پتا نہیں ہے فون بھی نہیں مل رہا اور نہ ہی اس کی کوئی میل آئی ہے......کتنی بار کہا ہے اس لڑکی سے کہ روز رابطہ کر لیا کرو پر پتا نہیں کہاں بزی ہو جاتی ہے۔"

شگفتہ بیگم بڑبڑا رہی تھیں۔

"امی آپ تو ایسے ہی پریشان ہو جاتی ہیں کوئی مصروفیت ہو گی یا پھر نیٹ میں کوئی مسئلہ ہو گا......اب تو وہ باجی کے پاس ہے اب آپ کو کیا ٹینشن ہے۔"

سارہ نے کتابوں سے نظر ہٹا کر انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو پھر تو اسے کوئی مسئلہ ہی نہیں ہونا چاہیے......کافی دن سے تو وہ تقریباً روز ہی بات کرتی تھی پھر یہ تین دن ہو گئے ہیں اس کا فون ہی نہیں مل رہا۔"

انہوں نے پھر سے تشویش ظاہر کی۔

"وہ ہو سکتا ہے سنٹر گئی ہو یا پھر وکیل سے مل رہی ہو اور بھی کوئی کام ہو سکتا ہے اب کوئی ضروری تو نہیں کہ وہ بلا ناغہ بات کرے......آپ بس

دعا کریں کہ اسے وہاں کوئی کاروائی کرنے کا موقع مل جائے۔''
سارہ نے انہیں کہا۔
''ہاں وہ تو میں کرتی ہوں..... پر پتا نہیں کیوں وہ دو دن سے مجھے بہت یاد آرہی ہے.....تمہارے ابو نہیں آئے ابھی تک اتنی دیر ہوگئی ہے۔''
وہ ٹائم دیکھ کر بولیں۔
''چلیں جی.......... اب آپ کو ابو یاد آنے لگ گئے ہیں آپ کو تو بس پریشان ہونے کا موقع چاہئے اور اگر نہ ملے تو آپ خود بنا لیتی ہیں اف امی آپ خود ہی یہ ٹینشن لیں اور مجھے پڑھنے دیں۔''
وہ کتابوں پر سر جھکا کر ہلاتے ہوئے بولی اور اپنی کتابوں میں مگن ہوگئی۔

☆☆☆☆

''آپ کو اسے سنٹر نہیں جانے دینا چاہئے تھا..... وہ بیچاری کتنی پریشان ہوئی ہوگی اور آج اسے کسی کندھے کی تلاش ہوگی جس پر وہ سر رکھ کر اپنی ناکامی پر ماتم کر سکتی۔''
سعدیہ نے برہمی سے اعجاز کو دیکھ کر کہا وہ صوفے پر بیٹھ گئے تھے جیسے بہت تھک گئے ہوں۔
''تو کیا کرتا مجھے تو یہ بس جان کر اتنا شاک لگا تھا کہ میں خود بھی بوکھلا گیا تھا کس طرح اس کتے نے اس معصوم سی بچی کو پھانسا تھا..... تم یقین نہیں کرو گی کہ وہ شخص کتنا مکار ہے کہ اس نے ہر پلان اتنا فول پروف بنایا کہ کسی بھی طرح اس پر نہ تو کوئی الزام آئے گا اور نہ ہی یہاں اس کے خلاف کسی بھی قسم کی کاروائی کی جا سکتی ہے..... وہ بہت پلاننگ کے ساتھ یہ سب کرتا رہا ہے اس نے تو اسے پیپرز میں اپنی بیوی ظاہر ہی نہیں کیا یہاں کوئی بھی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ وہ اس کی بیوی رہ چکی ہے..... اس نے کوئی ثبوت نہیں چھوڑا جو یہ ظاہر کرے کہ وہ اس سے شادی کر کے لایا تھا اور کسی اور ملک میں کی گئی شادی جب تک یہاں پر ظاہر نہ کی جائے یہاں کی حکومت کی طرف سے کوئی بھی کاروائی نہیں ہو سکتی۔''
وہ اپنی پیشانی کو رگڑتے ہوئے کہہ رہے تھے اور ان کے چہرے پر افسردگی نمایاں تھی اور وہ اس تمام معاملے پر بے حد حیران تھے اس سے پہلے تو وہ بہت پرامید تھے کہ وہ زیبا کو اس کا حق دلوائیں گے مگر اب ایسا ہوتا نظر نہیں آرہا تھا۔
''مجھے تو آج تک یہ سمجھ نہیں آیا کہ آخر اس نے یہ شادی کی ہی کیوں تھی اگر وہ اسے نبھانا ہی نہیں چاہتا تھا تو پھر اس نے ایک لڑکی کی زندگی کیوں برباد کی..... آخر وہ اس شادی سے کیا مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا ایک شادی تو پہلے بھی اپنی مرضی سے کر کے توڑ چکا تھا۔''
سعدیہ ان کے سامنے بیٹھ کر سوچ رہی تھیں۔
''یہ تو اللہ ہی جانے کہ اس کے دل و دماغ میں کیا ہے اور وہ کیا کرنا چاہتا ہے پر جو بھی ہوا اس سے اس کا تو کچھ نہ بگڑا کیونکہ نہ تو اس کی کوئی عزت تھی اور نہ ہی کوئی نام جو خراب ہوتا ہر جگہ تو وہ منہ ماری کرتا رہتا ہے اور سبھی اس کو اچھے سے جانتے ہیں کہ وہ کس کردار کا بندہ ہے..... پر افسوس تو مجھے اس بات پر ہے کہ وہ گھریلو سی لڑکی تو اس کی وجہ سے رل گئی ہے..... میرے پاس تو اسے تسلی دینے کے لئے بھی الفاظ نہ تھے..... میں نے تو اسے

آنے کے لئے کہا تھا پر وہ نہ مانی پھر میں کیا کرتا اسے مجبور بھی تو نہیں کر سکتا تھا۔"

وہ بے بسی سے کہہ رہے تھے انہیں اس بات پر بہت دکھ ہوا تھا کہ وہ اس کی کوئی بھی مدد نہیں کر سکے تھے پھر بھی وہ سوچ رہے تھے کہ کسی اور طرح اس کی مدد کریں گے پر اس وقت انہیں کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کریں۔

☆☆☆☆

کمرے میں نیم تاریکی تھی جس سے ہر چیز مدھم نظر آ رہی تھی دل میں غبار اور آنکھیں دھواں دھواں تھیں..... پوری دنیا میں جیسے کچھ بھی باقی نہ تھا جو اس کو جینے کے لئے آمادہ کرتا..... وہ مایوسی کے گہرے سمندر میں ڈوبتی جا رہی تھی اور اسے کہیں بھی کوئی کنارہ نظر نہیں آ رہا تھا..... کوئی بھی راہ اسے سوجھ نہ رہی تھی جو اس کے لئے قابل قبول ہوتی..... کیا وہ ہار مان لے؟ اپنے ساتھ ہوئی تمام باتیں بھول جائے؟ کیا وہ بھی رہ جائے؟ یہاں جہاں اس کا اپنا کوئی بھی نہیں تھا اور نہ ہی یہاں اس کا دل ہی لگتا تھا کیا وہ واپس چلی جائے.........؟ نہیں میں ایک بار پھر اپنا سب کچھ برباد کروا کر اس طرح اپنا سامنہ لے کر ہرگز واپس نہ جاؤں گی......... کیوں میں یہاں صرف دھکے کھانے آئی تھی؟ نہیں میں اسے مزہ چکھائے بغیر بھی نہیں جاؤں گی چاہے کتنا بھی وقت لگ جائے..... میں اسے کبھی بھی معاف نہیں کر سکتی کبھی نہیں کروں گی..... تا قیامت نہیں کروں گی۔ اس نے کیا کچھ نہیں کیا میرے ساتھ..... کیا کیا نہیں برداشت کیا تھا میں نے اس رشتے کو نبھانے کے لئے..... کتنی بار ذلت برداشت کی ایک ہی دن میں جانے کتنی بار شاید گنتی تو اتنا لمبا حساب بھی نہ کر پاتی......

اسے وہ تمام لمحات پھر سے یاد آ رہے تھے جب وہ سلطان کے گھر پر تھی اور ہر پل وہ اذیت میں گزارتی تھی......

☆☆☆☆

"تم تو کہہ رہے تھے کہ آج گھر جلدی آ جاؤ گے پھر کہاں رہ گئے تھے؟۔"

عذرا نے خلاف معمول سلطان کو گھر آتے ہی سوال کیا ورنہ اس کی کیا مجال تھی کہ اس سے کوئی پوچھ گچھ کرتی زیبا لاؤنج میں ٹیبل صاف کر رہی تھی وہ اس کی موجودگی سے بے خبر تھے اور کچن میں کھڑے تھے سلطان ابھی اندر آیا ہی تھا کہ اس کی ماں نے استفسار کیا۔

"ایک ضروری کام تھا جو نبٹانے گیا تھا۔"

وہ ماں کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھ کر مسکرا کر بولا اور شیلف پر پڑی سیبوں کی ٹوکری سے ایک سیب اٹھا کر کھانے لگا وہ اس کی نظروں کو بھانپ کر مسکرائی اور ادھر ادھر کچن میں کوئی کام ڈھونڈنے لگی اس کی عادت تھی جب بھی بیٹا یا شوہر گھر آتے وہ کچن میں آ جاتی اور کوئی نہ کوئی کام کرنے لگتی اور جب کوئی نہ ہوتا جا کر ٹی وی کے آگے بیٹھ جاتی یا آرام کرتی..... کوئی گھر میں ہو یا نہ ہو زیبا کو اس سے کوئی بھی فرق نہ پڑتا تھا وہ صبح سے لے کر رات گئے تک گھر کا ہر کام بنا کسی کے کہے خود ہی کر دیا کرتی تھی پھر بھی عذرا آتے جاتے کوئی نہ کوئی بات کہہ کر اس کا دل دکھا دیا کرتی تھی اور وہ خاموشی سے آنسو بہاتی رہ جاتی۔

"ایسا کونسا ضروری کام تھا تمہیں؟۔"

وہ الماری سے کچھ ڈبے نکالتی ہوئی پوچھنے لگی۔

''وہ بڑی مسجد کے مولوی سے ملنے گیا تھا ایک بڑی مصیبت سے جان چھڑانے کا بندوبست کرلیا ہے میں نے......۔''

وہ بڑے فخریہ انداز میں بتاتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ کر ایک بائٹ سیب کی لینے لگا بیٹے کے چہرے پر بکھری خوشی کو اس کی ماں نے بھی محسوس کرلیا تھا وہ اس کے اطمینان کو دیکھ کو خود بھی کھسیانی سی ہنسی ہنسنے لگی۔

''ہم۔''

وہ الماری بند کرتے ہوئے دھیرے سے بولی جیسے کچھ نہ بتاتے ہوئے بھی سب کچھ سمجھ گئی ہو اور پھر کچن سے باہر چل دی وہ بھی ماں کے پیچھے ہی چلا آیا لاؤنج میں آتے ہی دونوں کی نظر زیبا پر پڑی تو دونوں ہی ٹھٹھک گئے وہ وہیں کھڑی اسے گھورنے لگی اور سلطان ٹی وی کا ریموٹ پکڑ کر سامنے والے صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھ گیا اور زیبا ٹیبل صاف کر کے اٹھ گئی تھی۔ تبھی عذرا اس کے سامنے بیٹھ گئی اور بڑے سنسنی خیز انداز میں گویا ہوئی۔

''رات کو تمہاری دادی آرہی ہیں دو تین دن یہیں رہیں گی تم زرا جلدی گھر آجایا کرنا......اور اس کا کیا کرنا ہے؟۔''

وہ بڑے رازدارانہ انداز میں آگے اور کو جھک کر زیبا کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگی وہ اب تک یہاں سے جا چکی تھی سلطان کے ماتھے پر یہ سن کر چند بل نمودار ہوئے تھے اور اس کی تیوری چڑھ گئی تھی اس نے ہاتھ میں پکڑے سیب کو ایک بار پھر دانتوں کے نیچے کچھ زیادہ زور سے دبایا اور سامنے کسی چیز کو گھورنے لگا...... پھر ایک آخری بار اس نے ایک بائٹ اور لی اور باقی سیب کو کورنر میں پڑی ڈسٹ بن کی طرف اچھال دیا سیب سیدھا جا کر اس کے اندر ایک شور سے گرا اور سلطان اس شاٹ کو دیکھ کر ایک مکروہ ہنسی ہنسنے لگا اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سے چمک پیدا ہوئی تھی اور اس کی نظر ابھی بھی ڈسٹ بن پر جمی تھی...... پھر وہ معنی خیز انداز میں ہنسا اور ماں کی طرف دیکھ کر بولا۔

''آپ فکر نہ کریں گول اب میرے کورٹ میں ہے۔''

وہ دونوں مسکرا کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

زیبا اب سلطان کے بیڈروم میں بیڈشیٹ بچھا رہی تھی جہاں وہ صرف کام کرنے ہی آتی تھی...... ساس کی ہدایت پر وہ ایک بار پھر سارے گھر کی صفائی کر رہی تھی کیونکہ آج اس کی اپنی ساس نے جو اس کے دیور کے گھر رہتی تھی آرہی تھی وہ ابھی بیڈ ٹھیک کر رہی تھی جب عذرا پیچھے سے برآمد ہوئی تھی۔

''زیبا آج تم اپنا میٹرس ادھر ہی لے آؤ۔''

وہ بولی تو زیبا چونک کر مڑی اور اسے حیرت سے دیکھنے لگی جیسے اس کی بات کو وہ سمجھی نہ تھی یا غلط سمجھی تھی وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''ہاں ابھی جاؤ اور جا کر اپنا میٹرس لے آؤ اور ہاں کان کھول کر میری بات سن لو اور مجھے دوبارہ تمہیں سمجھانا نہ پڑے...... اپنا میٹرس یہاں لا کر بیڈ کے نیچے کر کے رکھو جہاں سے نظر نہ آئے اور جب تک سلطان کی دادی یہاں ہے تم اسی کمرے میں سونا اور جب تک وہ نہ سو جائیں یہ میٹرس

بھی باہر نہیں آنا چاہئے......اور جلدی سے کام ختم کر کے کوئی ڈھنگ کا جوڑا پہن لینا اور میک اپ بھی کر لینا بڑا شوق ہے سلطان کی دادی کو اس کی دلہن دیکھنے کا......اور ہاں ہر بات نوٹ لنے کی انہیں عادت ہے اور ہر بات وہ جا کر اپنے دوسرے بیٹوں اور بہوؤں کو نہ بتائیں تو ان کا کھانا ہی ہضم نہیں ہوتا اس لئے تم اپنا منہ بند رکھنا اور اگر کسی کو کسی بات کی ذرا بھی بھنک پڑی تو یاد رکھنا کہ سلطان غصے کا کتنا تیز ہے وہ ایک بھی دن تمہیں اس گھر میں نہیں رہنے دے گا اور اٹھا کر گھر سے باہر پھینک دے گا......وہ تو شکر کرو کہ تم جیسی کو اس نے ہماری خاطر برداشت کیا ہوا ہے ورنہ تم جیسی تو......"

دلہن والی بات پر وہ طنزیہ لہجے میں بولی تھی جیسے اس کا مذاق اڑا رہی ہو اور زیبا کو بھی یہ لفظ کسی گالی سے کم نہ لگا تھا جیسے وہ اسے دلہن کہہ کر اسے ایک گالی دے رہی تھی جس کا اندازہ وہ بہت اچھے سے کر رہی تھی..........دلہن اس نے دل میں سوچا وہ تو ایسی دلہن تھی جو کبھی دلہن بنی ہی نہیں تھی......شادی تو بس ایک ڈرامہ تھا جو اس کے گھر والوں نے دنیا کے سامنے رچایا تھا......وہ ہاتھ ہلا ہلا کر نہایت نخوت سے اسے کہہ رہی تھی اور زیبا پتھر کا بت بنے اس دیکھتی رہ گئی تھی اسے آج تک یہ سمجھ نہ آیا تھا کہ آخر اس میں ایسی کیا برائی تھی جو یہ لوگ اس میں ہر وقت کیڑے ڈالتے رہتے تھے سوائے ان سے حیثیت مین کم ہونے کے اور کیا کمی تھی اس میں......وہ آج تک جہاں بھی گئی تھی ہر جگہ لوگ اسے دیکھ کر تعریفیں ہی کرتے تھے شکل صورت اور اخلاق ایسا تھا کہ ہر کوئی پہلی ہی ملاقات میں اس کا شیدا ہو جاتا تھا پورے خاندان میں اس جیسی پیاری اور کوئی بھی نہ تھی ہر کوئی اسے اپنی بہو بنانا چاہتا تھا پر یہاں اس میں دن رات عیب تلاش کیے جاتے تھے اور ایسے ایسے عیب نکالے جاتے تھے جن کو سن کر وہ خود بھی حیران رہ جاتی تھی۔

وہ یہ سب کہہ رہی تھی اور اب زیبا کو سوالیہ نظروں سے تک رہی تھی زیبا نے سب کچھ ایسے سنا تھا جیسے وہ گونگی تھی اور آگے سے کچھ بھی کہنا اس کے لیے ممکن نہ تھا۔

"جی۔"

اسے اپنی طرف سوالیہ نظروں سے گھورتا دیکھ کر وہ سمجھ گئی تھی کہ جب تک وہ یہ اس کے منہ سے سن نہیں لے گی نہیں جائے گی اس لئے اس نے ہر بار کی طرح سر جھکا کر کہا اور وہ بڑے تکبر سے گردن اکڑا کر چل دی تھی۔

☆☆☆☆

"کھانا تو تیار ہے نہ؟۔" رات کے آٹھ بجنے والے تھے اور زیبا ابھی تک کچن میں کھانا بنا رہی تھی تبھی اس کی ساس بن ٹھن کر آوارد ہوئی اور بڑے رعب سے پوچھنے لگی۔

"جی۔"

زیبا نے اسے دیکھے بغیر کہا۔

"چلو اب تم جاؤ اور جا کر تیار ہو جاؤ۔"

وہ قریب آ کر بولی۔

"وہ ابھی تو سلاد بنانا ہے۔"

زیبا نے کہا۔

''وہ میں خود ہی بنالوں گی تم جاؤ وہ آتی ہی ہوں گی۔''

وہ اس کے ہاتھ سے پلیٹ لیتے ہوئے بولی تو زیبا کچن سے نکل آئی اور سلطان کے بیٹے کے کمرے میں چلی گئی جہاں وہ رہتی تھی اور اس کا سامان بھی یہیں رکھا تھا۔

تھوڑی دیر بعد سلطان اور اس کا باپ اپنی ماں کو لے کر آ گیا تھا دونوں نے پکڑ کر اسے لاؤنج کے صوفے پر بیٹھا دیا تھا اور اب وہ چاروں اور دیکھ رہی تھی تبھی عذرا اس کے سامنے بیٹھ گئی تھی اور اسے پانی لا کر دیا وہ ایک گھونٹ پی کر مسکرانے لگی۔

''اور اماں جی کیا حال ہے آپ کا؟''

عذرا نے انہیں پوچھا۔

''شکر ہے اللہ کا اب کافی بہتر ہوں......''

وہ ابھی تک اپنی سانس بحال کر رہی تھیں تبھی صدف جو ابھی دس منٹ پہلے ہی گھر آئی تھی اپنے کمرے سے نکل آئی اور دادی کے گلے لگ کر پیار لینے لگی۔

''دادی کیسی ہے آپ کتنے دنوں بعد آئی ہیں۔''

وہ انہیں دیکھ کر مسکرا کر بولی۔

''میں تو اتنا عرصہ بیمار رہی ہوں......تم لوگوں نے کون سا آ کر پوچھا کہ زندہ ہوں یا مر گئی......اور اس سلطان کو ہی دیکھ لو کتنے عرصے بعد اس کی شکل دیکھی ہے نئی دلہن بھی لے آیا اور لا کر ملوایا بھی نہیں آخر خود ہی اس کی دلہن دیکھنے آئی ہوں۔''

وہ سلطان اور صدف سے گلے کرنے لگی تو دونوں کھسیانی ہنسی ہنس کر چپ ہو گئے۔

''اماں جی یہ تو اتنے مصروف ہیں کہ مجھ سے بات کرنے کا بھی وقت نہیں ہوتا ان کے پاس......آپ کو پتا ہے نہ یہاں کسی کے پاس بھی وقت نہیں ہوتا سب ہی بزی رہتے ہیں۔''

عذرا نے صفائیاں دینی شروع کر دیں تھی سامنے والے کمرے سے زیبا باہر آئی اور آ کر دادی کو جھک کر سلام کیا تو انہوں نے اسے گلے لگا کر پیار کیا زیبا کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی آ گئی تھی جسے اس نے بڑی مشکل سے کنٹرول کیا یہاں آنے کے بعد آج کسی نے اسے پیار کیا تھا ایسا پیار جیسا امی کیا کرتی تھیں۔ وہ ان کے گلے لگی تو جانے کتنے ہی دکھ ابھرنے لگے تھے اس نے جلدی سے اپنی آنکھوں پر ہاتھ پھیر لیا اس سے پہلے کہ کوئی اسے یوں دیکھتا اور اس کی شامت آتی۔ دادی نے اسے گلے سے جدا کیا اور اپنے قریب صوفے پر بیٹھا لیا اور اس کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرنے لگیں۔

''جیتی رہو خوش رہو......سدا سہاگن رہو......دودھو نہاؤ پوتوں پھلو۔''

وہ اس کی من موہنی صورت دیکھ کر صدقے واری ہونے لگیں تو سب جو اس وقت دادی کے پاس اکٹھے ہو کر بیٹھ گئے تھے حسد بھری نظروں

سے اسے دیکھنے لگے جیسے ان کا بس نہ چل رہا ہوں کہ وہ اس کو دادی سے دور کر دیں پر وہ ایسا نہیں کر سکتے تھے اس لئے منہ بند کئے بیٹھے رہے۔

''ماشاءاللہ بڑی پیاری دلہن ملی ہے سلطان تجھے میں نہ کہتی تھی کہ ماں باپ کی مرضی سے شادی کرو گے تو سکھ ہی سکھ پاؤ گے دیکھ تو کیسی پیاری لڑکی ڈھونڈ کر دی ہے تجھے...... اور جو تو نے اپنی پسند سے کی تھی وہ تو تیرے ساتھ کھڑے تیری بھی اماں لگتی تھی...... مائی سانولی بھدی سی تھی...... پتا نہیں کس چیز کے پیچھے تو پاگل ہو گیا تھا...... اس کو دیکھ کتنی پیاری ہے بھولی بھالی...... چٹی گوری اور نازک سی بالکل گڈی ہی لگتی ہے......''

وہ زیبا کو غور سے دیکھتے ہوئے کہنے لگی اور پھر سلطان جو سامنے والے صوفے پر بیٹھا تھا اسے مخاطب کر کے کہنے لگی اور پھر زیبا کے منہ پر پیار سے ہاتھ پھیرنے لگیں...... سلطان ہاتھ میں موبائل پکڑے اس پر نظریں جمائے بیٹھا تھا اور کان اسی طرف لگے تھے وہ سب کچھ سن رہا تھا پر سب کچھ سنتے ہوئے بھی جیسے کچھ بھی سن اور سمجھنا نہیں چاہتا تھا اس کے چہرے پر عجیب سی بیزاری تھی اور دادی کی باتوں سے جیسے وہ چڑ ھ کھار ہا تھا پھر بھی اس کا چہرہ کسی بھی تاثر سے عاری تھا وہ کمال مہارت سے اپنے ہر تاثر کو چھپا رہا تھا اور جانے کس مجبوری سے یہاں بیٹھا تھا۔ زیبا جو آج جانے کتنے ہی دنوں بعد تیار ہوئی تھی بہت پیاری لگ رہی تھی اس نے آتشی گلابی رنگ کا سوٹ پہنا تھا اور ہلکا سا میک اپ کیا تھا جو اس کی قدرتی خوبصورتی کو مزید نکھار گیا تھا اور دادی تو اسے دیکھتی ہی رہ گئی تھی اور اس پر فریفتہ ہو گئی تھی۔ زیبا کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی پر یہاں پر جو سلوک اس کے ساتھ کیا جا رہا تھا اس کے بعد اس کا سارا اعتماد خاک میں مل گیا تھا اور آج اسے یہ سب بہت نیا نیا سا لگ رہا تھا اور اسے یہ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اسے خوشی ہو رہی ہے یا نہیں شاید خوشی کا ہر جذبہ اس کے اندر ہی دم توڑ گیا تھا اسے کچھ بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا...... ایک خلا اس کے اندر پیدا ہو گیا تھا جو اتنا بڑا تھا کہ اسے لگتا کہ وہ اس خلا میں کہیں کھو گئی ہے اور اب ڈھونڈنے پر بھی اسے اپنا آپ کہیں مل نہیں رہا تھا...... وہ خود سے بھی بیگانہ ہو چکی تھی اس میں پہلے جیسی کوئی بھی بات نہ رہی تھی وہ ہنسی وہ قہقہے وہ بات بے بات اس کا ہنس دینا بس کچھ کہیں کھو گیا تھا اور اب تو سے اپنی آواز بھی اجنبی لگتی تھی...... وہ ہر وقت کاموں میں جتی رہتی تھی اور کوئی بھی اس سے بات تک نہ کرتا تھا اور جب وہ کبھی کسی کام کے لیئے کسی سے بات کرنے لگتی تو اس کی آواز ہی نہ نکلتی تھی وہ جو اونچی اور شوخ آواز میں بات کرنے کی عادی تھی اب بات کرتی تو اتنی آہستہ آواز میں کہ اس کو خود بھی عجیب سا لگتا تھا۔

صدف اور عذرا دادی اور زیبا کو بیٹھا کر اب کچن میں کھانا گرم کر رہی تھیں جو زیبا نے تیار کر کے رکھا تھا وہ بہانے سے بار بار ان کے قریب سے گذرتی تھیں تا کہ جو باتیں ان کے درمیان ہو رہی تھیں وہ سن سکیں دادی جو بھی زیبا سے پوچھتیں وہ مختصر جواب دے کر خاموش ہو جاتی تھی۔

''تم خوش ہو سلطان تمہارا خیال تو رکھتا ہے نا؟۔''

دادی کے سوال پر زیبا نے چونک کر ان کی طرف دیکھا یہ تو وہ سوال تھا جس کا جواب وہ خود سے بھی چھپاتی پھرتی تھی اور جب اس کے گھر والے یہ سوال کرتے تب بھی اس کا یہی جواب ہوتا تھا۔

''جی بہت...... بہت زیادہ۔''

وہ کھوئے ہوئے انداز میں بولی تو اس کے اندر کی خلا میں اس کی آواز جانے کتنی دیر گونجتی رہی تھی جیسے کسی خالی کنویں میں کوئی منہ ڈال کر زور سے کچھ پکارے تو آواز عجیب سی پراسراریت اور وحشت کے ساتھ واپس پلٹتی ہے۔

''کرنا بھی چاہیے اتنی پیاری بیوی تو قسمت والوں کو ہی ملتی ہے اور وہ بھی دوسری...... کیا قسمت ہے سلطان کی...... اللہ تیری بھی قسمت چمکا دے تجھے بیٹے دے...... میری بیٹے کا گھر ڈھیر سارے بچوں سے بھر جائے ایک ہی بیٹا ہے اس کا آگے سے ڈھیر ساری اولاد ہوگی تو گھر کا خالی پن ختم ہو جائے گا۔''

دادی زیبا کو دعائیں دینے لگیں تھیں اور زیبا کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ جلدی سے یہاں سے بھاگ جائے ان کی یہ دعائیں اس کے کسی کام کی نہیں تھیں بلکہ اس کے زخموں پر نمک رگڑ رہی تھیں وہ اس انتظار میں تھی کہ کب اس کی ساس اس کو کوئی کام کہے تو وہ بہانے سے ان کے پاس سے بھاگ جائے پر وہ دونوں آج مل کر خود ہی کھانا لگا رہی تھیں اور زیبا کو کسی مہمان کی طرح بیٹھا رکھا تھا۔ پھر وہ تھوڑی دیر بعد خود ہی وہاں سے وہاں سے بہانہ بنا کر اٹھ گئی تھی پر دونوں نے اسے پھر سے واپس بھیج دیا تھا اب وہ مجبوری میں پھر سے آ کر بیٹھ گئی تھی سب نے مل کر کھانا کھایا اور یہ پہلا موقع تھا جب سب مل کر کھانا کھا رہے تھے پھر رات کو کافی دیر سے سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے اور زیبا اب خاموشی سے سوچ رہی تھی کہ وہ کیا کرے وہ لاؤنج میں تنہا بیٹھی تھی اور اب تھک بھی گئی تھی اور اسے نیند بھی آ رہی تھی وہ مجبوراً وہاں سے اٹھی اور مرے قدموں کے ساتھ سلطان کے کمرے میں آ گئی وہ واش روم میں تھا زیبا نے بیڈ کے نیچے سے میٹرس نکال کر ایک کونے میں بچھا لیا اور پھر اسے یاد آیا کہ تکیہ لانا تو وہ بھول ہی گئی تھی اس نے بیڈ پر دیکھا وہاں دو تکیے پڑے تھے زیبا نے سوچا ایک تو یوں ہی پڑا ہے سو اس نے ایک تکیہ اٹھا لیا اور ابھی کھڑی ہی تھی کہ سلطان نکل آیا اور اسے دیکھنے لگا وہ ہاتھ میں تکیہ لیئے کھڑی تھی اسے دیکھ کر وہ چونک گئی اور پھر انتظار کرنے لگی کہ شاید سلطان اس سے کوئی بات کرے گا پھر وہ اس کے ہاتھ میں پکڑا تکیہ دیکھ کر یکدم غصے میں آ گیا اور بولا۔

''تم نے میری اجازت کے بغیر میرا تکیہ کیوں لیا ہے؟''

وہ اسے گھورتے ہوئے بولا۔

''وہ میں اپنا تکیہ لانا بھول گئی تھی اب اس کمرے میں دادی سوئی ہیں تو......''

زیبا اس سوال پر بوکھلا گئی تھی اس نے سہمے انداز میں کہا۔

''تمہیں میرے کمرے میں آنے کی صرف اجازت ملی ہے اور وہ بھی اس لیئے تاکہ ہمارے درمیان جو ہے وہ کسی اور کو پتا نہ چلے اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ تم اسے اپنا کمرہ سمجھو اور بغیر میری اجازت کے میری چیزیں استعمال کرنے لگو۔''

وہ درشتی سے بولا اور انگلی اٹھا کر اسے تنبیہ کی زیبا کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور وہ اس کا غصہ دیکھ کر پریشان ہو گئی تھی اسے توقع نہیں تھی کہ صرف ایک تکیہ لینے پر بھی اسے اعتراض ہوگا...... اس کے اندر کچھ بہت زور سے ٹوٹا تھا جس کی آواز اس کے علاوہ کوئی نہ سن سکتا تھا...... کچھ سینے میں پھانس کی طرح چبھنے لگا تھا...... وہ اس کی بیوی تھی...... اس کی لائف پارٹنر...... اور اسے اتنا بھی اختیار نہ تھا کہ اس کی ایک حقیری چیز کو بھی استعمال کر سکے...... یہ کیسا کٹھور انسان تھا جو بات بات پر اسے ذلیل کرتا اور اس کی عزت نفس کو مجروح کرتا رہتا تھا...... وہ کچھ بھی نہ بول سکی تھی اور یوں ہی ہکا بکا کھڑی تھی کوئی اتنا بھی بے مروت ہو سکتا ہے...... کرٹسی نام کی کوئی بھی چیز اس میں نہ تھی...... اور شاید سینے میں دل بھی نہیں تھا وہ اس کے ساتھ کیا کچھ کرتا تھا اسے

کبھی اس پر ندامت اور ملال نہ ہوتا تھا بلکہ وہ اس کی بے بسی اور مجبوری پر خوش ہوتا تھا..... وہ اس پر اتنے ظلم کرتا اور وہ خاموش رہتی..... وہ کوئی غلطی نہ کرتی پھر بھی اس کے کہنے پر ہر بار اس سے معافی مانگتی اور اب تو یہ معمول ہی بنتا جا رہا تھا کہ وہ جان کر ہر بات پر اسے ذلیل کرتا اور پھر اسے کہتا کہ معافی مانگے اور وہ یہ سب کرنے پر مجبور تھی وہ اس سے معافی مانگتی تو وہ عجیب سی خوشی محسوس کرتا جیسے کسی بات کا بدلہ لے رہا ہو۔

''اب منہ اٹھا کر کھڑی رہو گی یا سوری کر کے میرا تکیہ واپس بھی کرو گی۔''

اسے یوں گم سم دیکھ کر وہ انتہائی بے شرمی سے پھر اسے کوسنے لگا اس نے بغیر کچھ کہے تکیہ اس کی طرف بڑھا دیا تو وہ اسے نظر سے دیکھنے لگا جیسے ہر بار کی طرح سوری کا تقاضہ کر رہا ہو اور جب تک وہ سوری کر نہ لے گی معاملہ ختم نہیں ہوگا۔

زیبا جانتی تھی کہ وہ انا اور ضد کا کتنا پکا ہے اور وہ کسی بھی طرح اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی وہ تو کبھی اس کے آگے اونچی آواز میں بھی نہیں بولی تھی..... آخر اس نے مجبور ہو کر کہا۔

''سوری۔''

اور اس وقت اس کی آواز میں انتہا کی بے بسی تھی کیونکہ اسے یہاں رہنا تھا اس کے سوا اس کے پاس کوئی چارہ تھا اور نہ ہی اس نے کبھی کچھ اور سوچا تھا نہ ہی اس کا کوئی اور ٹھکانہ تھا۔

یہ سن کر اس کا غصہ کچھ کم ہو گیا تھا اور وہ اس کی آواز میں بے بسی اور کرب کو بہت اچھے سے محسوس کر سکتا تھا اور یہ سب اب وہ بہت انجوائے کرتا تھا وہ دل ہی دل میں محظوظ ہو رہا تھا اور پھر ایک چمک اس کی آنکھوں میں پیدا ہوئی تھی۔

''کیا..... کیا کہا تم نے میں نے سنا نہیں ذرا پھر سے کہو اونچی آواز میں۔''

زیبا نے حیرانی سے اس کو دیکھا وہ اب تمسخرانہ انداز میں زیبا کو اس کی ذلت کا احساس دلا رہا تھا اور اس کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔

''ہاں بولو..... بولو کیا کہا تھا تم نے؟۔''

وہ پھر سے بولا زیبا کو اپنی آواز ذلت کے بوجھ تلے دبی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اس نے کہنا چاہا مگر الفاظ جیسے حلق میں ہی اٹک گئے تھے۔

''سوری۔''

بڑی مشکل سے آواز اس کے حلق سے باہر آئی تھی اور اس میں پہلے سے زیادہ درد اور کرب تھا جو وہ پہلے سہہ چکی تھی۔

سلطان ایک طنزیہ مسکراہٹ کیساتھ بیڈ پر بیٹھ گیا اور زیبا وہیں ہاتھ میں تکیہ لیئے کھڑی تھی۔

''جہاں سے تکیہ لیا تھا وہیں رکھ دو اور آئندہ میری کسی چیز کو ہاتھ مت لگانا اور اگر تم نے میرے یا میرے گھر والوں کے خلاف دادی کے کان میں کوئی بات ڈالنے کی کوشش بھی کی تو میں تمہارا وہ حشر کروں گا کہ تم یاد کرو گی۔''

یہ کہہ کر وہ یکدم کھڑا ہو گیا اور چلتا ہوا اس کے مدمقابل کھڑا ہو گیا اور اس کے چہرے پر پھیلے بے بسی اور خوف کے آثار دیکھ کر بولا۔

''اس وقت تو تمہارا دل چاہ رہا ہوگا کہ میرا منہ نوچ لو یا مجھے گالیاں دو'' وہ ہنسا ''چت چت..... پر تم ایسا کچھ نہیں کر سکتی کتنی بے

بس ہو اور مجبور ہو تم ......"

وہ پھر سے ہنسنے لگا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے لگا اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور گال بھی ذلت اور بے عزتی لال ہو رہے تھے مگر زبان پر ایک حرف بھی نہ آیا تھا وہ خاموش کھڑی تھی اور اسے کچھ بھی سمجھ نہ آ رہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے جب سے وہ یہاں آئی تھی شروع سے سلطان اسے اگنور کر رہا تھا اور اب تو حد ہی ہو گئی تھی وہ ہر وقت اسے ذلیل کرتا تھا اور جب دل چاہتا اس کی بے عزتی کرتا۔ سلطان کو جب یقین ہو گیا کہ وہ آگے سے کچھ نہیں کہے گی تو جا کر بیڈ پر لیٹ گیا اور اسے دیکھ کر بڑے تحکمانہ انداز میں بولا۔

"لائیٹ آف کرو مجھے نیند آ رہی ہے۔"

زیبا کسی معمول کی طرح چل کر گئی تکیہ بیڈ پر رکھا اور لائیٹ آف کر دی اب کمرے میں بالکل اندھیرا تھا وہ احتیاط کے ساتھ میٹرس پر جا کر لیٹ گئی تھی اور اب وہ میٹرس پر بغیر تکیہ اور چادر کے لیٹی تھی اس کی آنکھیں کھلی تھیں پر اسے کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا......اس کی آنکھوں کے آگے گھپ اندھیرا تھا اور ان آنسوؤں کی ایک برسات تھی جو اس کی آنکھوں سے برس رہی تھی پر اس برسات میں نہ تو کوئی گرج چمک تھی اور نہ ہی کوئی شور تھا......وہ اپنی آواز کو اپنے اندر ہی دبائے بغیر ایک آہ بھی نکالے رو رہی تھی وہ نہیں چاہتی تھی کہ سلطان اس کی بے بسی کا تماشا دیکھ کر مزید خوش ہو......وہ پہلے ہی اس کے آگے ایک تماشا بن گئی تھی جس سے وہ جب چاہتا محظوظ ہوتا......وہ اس کے لئے ایک پنچنگ بیگ بن گئی تھی جس پر آتا جاتا گھونسے برساتا اور وہ انہیں سہتی رہتی......اس کے یہ گھونسے اس کو بظاہر تو کوئی زخم نہ دیتے......اس کی یہ مار اس کے بدن پر تو نہ پڑتی تھی مگر اس کا دل اور اس کی روح اس مار کے نتیجے میں لہولہان ہو چکی تھی......اس کی یہ مار اس کی ذات کو چور چور کر چکی تھی اور اب اسے اپنا آپ کسی راکھ کے ڈھیر کی طرح لگتا تھا جہاں پر وقت اس کے لفظوں کی چنگاریاں سلگتی رہتی تھیں اس اپنا آپ سلگتا محسوس ہوتا تھا......ایک آگ تھی جو اسے اندر ہی اندر جلا کر ختم کرتی جا رہی تھی اور وہ اتنی بے اختیار تھی کہ خود کو بچانے کے لئے بھی کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ وہ رات گئے تک روتی رہی تھی اور اس کی سسکیوں سے بے خبر سلطان میٹھی نیند کے مزے لیتا رہا اس کے خراٹوں سے پورا کمرہ گونج رہا تھا اور زیبا کے رونے کی آواز تو شاید وہ خود بھی نہ سن سکی تھی......نیند تو ویسے بھی اسے نہیں آتی تھی جب سے وہ یہاں آئی تھی ایک رات بھی سکھ کی نیند اسے نصیب نہ ہوئی تھی نیند تو اب اسے شادی سے پہلے کی کوئی عیاشی لگتی تھی اب تو ہر لمحے ایک بے یقینی اور انجانا خوف تھا جو اس کے سر پر کسی تلوار کی طرح لٹک رہا تھا۔ وہ سلطان کو یوں میٹھی نیند سوتا دیکھ کر بہت حیران ہوئی تھی وہ اس کی فطرت پر حیران تھی مجھے اتنی اذیت دے کر خود کتنے سکون کی نیند سو رہا ہے......اسے ذرا بھی احساس نہیں کہ وہ میرے ساتھ کیا کر رہا ہے......وہ کتنا بے ضمیر ہے......کیا اس کا ضمیر اسے ملامت نہیں کرتا......وہ دن رات مجھے ذہنی طور پر ٹارچر کرتا ہے اور اسے مجھ پر رحم بھی نہیں آتا......آخر یہ میرے ساتھ یہ سب کیوں کر رہا ہے؟ میں نے کوئی زبردستی تو شادی نہیں کی......پھر ایسا سلوک کیوں ہو رہا ہے؟ وہ جو چاہتا ہے میں وہی کرتی ہوں......جیسا کہتا ہے میں ویسا ہی بن جاتی ہوں اسے میرا ہنسنا اچھا نہیں لگتا تھا میں نے ہنسنا چھوڑ دیا اسے میرا بات کرنا اچھا نہیں لگتا تھا میں نے بات کرنا چھوڑ دیا......جیسے کپڑے دیتے ہیں ویسے ہی پہنتی ہوں

جب سونے کا کہتے ہیں سو جاتی ہوں جب اٹھاتے ہیں اٹھ جاتی ہوں......جو کھانے کو دیتے ہیں کھا لیتی ہوں......نہیں دیتے تو نہیں

کھاتی...... کسی چیز کی ڈیمانڈ بھی نہیں کرتی...... کوئی شکایت بھی نہیں کرتی...... اب اور کیا کروں ہر کام کرتی ہوں تا کہ یہ لوگ مجھ سے خوش ہوں...... خوش نہ بھی ہوں کم از کم مجھے نوکر ہی سمجھ لیں...... ہم نے تو کبھی کسی نوکر کے ساتھ بھی ایسا سلوک نہیں کیا جیسا یہ لوگ ہم سے کرتے ہیں...... آخر مجھ میں کیا کمی ہے جو وہ مجھ پر ایک نظر بھی ڈالنا گوارہ نہیں کرتا...... آخر وہ مجھ سے چاہتا کیا ہے؟

اس سوال کا جواب ایک دن اسے مل ہی گیا جب سلطان نے صاف صاف اسے کہہ دیا......

''تم بہت خوبصورت ہو...... جوان ہو کوئی بھی تم سے شادی کرلے گا...... تم میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے...... اتنا خیال رکھتی ہو سب کا مگر یہاں یہ سب فضول ہے...... یہاں تم صرف اپنا ٹائم ضائع کر رہی ہو اور کچھ بھی نہیں۔ مجھے اس سب سے کوئی بھی فرق نہیں پڑتا کہ تم کتنی اچھی ہو، کتنی سلیقہ شعار ہو میرے لئے تمہاری کوئی بھی خوبی کوئی معنی نہیں رکھتی...... مجھے تم میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے اس لئے یہی بہتر ہے کہ تم جلد از جلد یہاں سے چلی جاؤ اور یہاں اپنا اور میرا وقت برباد نہ کرو۔''

وہ صوفے پر بیٹھا بڑے بے تاثر انداز میں کہہ رہا تھا اور زیبا کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا تھا وہ بے یقینی سے سب سن رہی تھی پر اس کا دل ہرگز اس کی باتوں پر اس کی طرف سے میلا نہ ہوا تھا۔ ابھی ایک ہفتہ ہی ہوا تھا اسے یہاں آئے ہوئے جب ایک رات سلطان نے اپنے کمرے میں آکر اس سے یہ سب کہہ تھا ایک ہفتے میں یہ اس کی تیسری ملاقات تھی جو ہر بار کی طرح چند منٹوں پر محیط تھی...... ایک ہفتے میں یہ پہلی بار تھا جب وہ اس سے اکیلے میں ملا تھا اور اس نے اپنا ارادہ اسے بتایا تھا...... زیبا کو لگا تھا کہ شاید وہ اس کو آزما رہا ہے یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ وہ یہ سب کہے یا ایسا کچھ کرے...... اگر یہ سب کرنا ہی تھا تو پھر اسے یہ شادی کرنے اور پھر زیبا کو یہاں بلانے کی ضرورت ہی کیا تھی...... وہ مجبور تو نہ تھا اور نہ ہی یہ شادی زبردستی ہوئی تھی پھر وہ کیوں ایسا کرے گا...... اس کے جانے کے بعد وہ یہ سب سوچ کر مطمئن ہوگئی تھی وہ یہ سمجھتی رہی کہ وہ اسے آزمانا چاہتا ہے یا پھر اسے بیوقوف بنا کر بعد میں اس کا مذاق اڑا کر انجوئے کرنا چاہتا ہے...... وہ سمجھتا ہے کہ مجھے پاگل بنائے گا اور میں بن جاؤں گی...... میں کوئی پاگل تھوڑی ہوں جو اس کے بے ڈھنگے مذاق پر سب سچ مان لوں گی...... اس نے کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا تھا اور نہ ہی کسی کو کچھ بتایا تھا میں بھی دیکھتی ہوں کتنے دن مجھ سے بات نہیں کریں گے...... اور کتنے دن یہ مذاق چلے گا...... اسی انتظار میں ایک ہفتہ گزر گیا تھا پر سلطان کی طرف سے کوئی بھی پیش رفت نہ ہوئی تھی بلکہ وہ گھر ہی نہ آیا تھا اور جب آیا تو بھی یوں جیسے زیبا کا وجود اس کے لئے کسی چیز سے زیادہ نہ تھا...... ایک ایسی چیز جو وہ بڑے شوق سے خرید کر لایا تھا اور اب اسے اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی...... واقعی اسے بیوی کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

''تم اپنے گھر والوں کو بتادو کہ تم یہاں رہنا نہیں چاہتی اور وہ تمہیں واپس بلالیں...... میں تمہیں اور برداشت نہیں کروں گا اس لئے بہتر یہی ہے کہ تم جلد واپس چلی جاؤ۔''

وہ ایک بار پھر اس سے کہہ رہا تھا اور اس بار زیبا نے اس کی آنکھوں میں اپنے لئے جو بیزاری اور نفرت دیکھی تھی اور جو رویہ پچھلے کئی ہفتوں سے اس نے روا رکھا ہوا تھا وہ اس کی باتوں کا منہ بولتا ثبوت تھا کہ وہ واقعی اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتا تھا۔ زیبا اسے ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے وہ اس سے وہ تمام سوالوں کے جواب مانگ رہی ہو جن کے جواب سلطان کے پاس بھی نہ تھے۔ اس کا ذہن ماؤف تھا اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ

وہ اس سے پہلے کیا سوال کرے۔

''تو پھر آپ نے مجھ سے شادی کیوں کی تھی؟۔''

وہ فقط اتنا ہی پوچھ سکی تھی پچھلے ایک سال سے وہ اس کی بیوی تھی پر یہاں آکر وہ تمام امیدیں اور سہانے خواب جو وہ بنتی رہی تھی تمام ریت کے محل کی ایک ہی تیز ہوا کی نظر ہو گیا تھا اور وہ کسی بوسیدہ عمارت کی طرح کسی بھی وقت گرنے کے خوف سے تل تل مر رہی تھی۔

''میں نے اپنے والدین کے کہنے پر تم سے شادی کی تھی..... میں نے سوچا تھا کہ میں تمہارے ساتھ رہ لوں گا..... مگر..... اب میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا..... تم بہت اچھی ہو..... پر تم..... تم ابھی بچی ہو..... تمہیں کچھ بھی پتا نہیں ہے کسی چیز کی سمجھ نہیں ہے..... ایک بندے کو کس طرح خوش رکھا جا سکتا ہے تمہیں تو یہ بھی پتا نہیں ہوگا..... تم میرے ساتھ چل ہی نہیں سکتی..... میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا بس۔''

وہ اپنا پوائنٹ آف ویو بتا رہا تھا اور ایسا کرتے ہوئے اس خود بھی سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا چیز تھی جس کی بنیاد پر وہ زیبا کو اپنی زندگی سے نکالے وہ کچھ چہ سار رہا تھا وہ اپنی وضاحت کرنا چاہتا تھا جس میں وہ کامیاب نہیں ہو پایا تھا پھر بھی اس نے اپنا حتمی فیصلہ سنا دیا تھا۔ زیبا بیڈ پر بیٹھی خاموشی سے آنسو بہا رہی تھی مگر وہ آنسو بیکار تھے کیونکہ سلطان پر ان کا کوئی بھی اثر ہونے والا نہیں تھا۔

''میں آج تم سے آخری بار کہہ رہا ہوں کہ تم واپس چلی جاؤ میرے گھر میرے دل میں کہیں بھی تمہاری جگہ نہ ہے اور نہ ہی کبھی بن سکتی ہے۔''

وہ یہ کہہ کر بغیر کچھ سنے کمرے سے باہر نکل گیا تھا اور زیبا وہیں بیٹھی اپنے سوالوں کے جوابوں کی منتظر تھی اسے لگ رہا تھا کہ جیسے اس کے پیروں تلے زمین ہے اور نہ سر پر آسمان..... وہ جیسے خلاء میں معلق ہو گئی ہے..... یہ کیا ہو گیا ہے اور کیوں؟ ایسے بیشار سوال تھے جو اس کے دل میں ہر وقت کسی کانٹے کی طرح چبھتے رہتے تھے پر جواب کون دے گا..... کہاں سے ان سوالوں کے جواب آئیں گے..... وہ کیسے واپس جائے گی ابھی اسے یہاں آئے دن ہی کتنے ہوئے تھے..... وہ گھر والوں کو کیا بتائے گی کہ کیوں اس کے شوہر نے اسے گھر سے نکال دیا..... وہ کیوں اتنے سے عرصے میں ہی بھاگ آئی..... لوگ کیا کہیں گے..... جب میرے پاس ہی ان سوالوں کے جواب نہیں تو میں دوسروں کو اپنے اجڑنے کی کیا وجہ بتاؤں گی..... میں کیا کروں کس کو اپنے دل کا حال بتاؤں وہ خاموشی سے رو رہی تھی اور اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اتنی زور سے چلائے کہ اس گھر کے تمام در و دیوار لرز جائیں پر وہ تو ایسا بھی نہیں کر سکتی تھی۔

☆☆☆☆

''کاش تمہارا باپ پہلے مر جاتا تو آج ہمیں یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔''

وہ بوتل گلاس میں خالی کرتے ہوئے بولا۔

''کیا بکواس کر رہے ہو تم؟۔''

وہ اس سے بوتل چھین کر چلائی۔

''اور نہیں تو کیا اگر وہ چند ماہ پہلے مر جاتا تو نہ میں پاکستان جا کر شادی کرتا اور نہ آج وہ مصیبت میری گلے میں پڑی ہوتی۔''

وہ گلاس کو اپنی نظروں کے سامنے کرتے ہوئے بولا۔

''تمہیں بھی تو آگ لگی تھی نہ دوسری شادی کرنے کی سو تم نے کر لی اب مجھے یا میرے مرے ہوئے باپ کو الزام مت دو یہ سب تمہاری اپنی وجہ سے ہوا ہے۔''

وہ بوتل میں موجود چند گھونٹ اپنے اندر انڈیلتے ہوئے درشتی سے بولی۔

''تم نے بھی تو مجھے صاف منع کر دیا تھا اور میں نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ تم سے دوبارہ کوئی تعلق بن جائے گا۔''

وہ ایک نظر گلاس سے ہٹا کر اس کی طرف دیکھ کر بولا۔

''ہاں ڈیڈی کی ضد کے آگے میں نے ہار مان لی تھی پر ان کی موت کے بعد جب میں نے تمہیں دوبارہ دیکھا تو وہ تمام جذبے جو میں سمجھتی تھی کہ میں نے مار دیئے ہیں اور وہ تمام وعدے جو ہم نے جینے مرنے کے ساتھ کیئے تھے سب خود ہی توڑ دیئے تھے وہ ایک بار پھر سے جاگ گئے تھے میں...... میں ایک بار پھر تمہاری اندھی محبت میں گرفتار ہو گئی تھی...... پر تمہاری دوسری شادی کا ڈرامہ......اور کتنا لمبا چلے گا یہ ڈرامہ...... بتاؤ یہ کب ختم ہوگا آخر کب؟''

وہ یکدم جذباتی ہو گئی تھی اور فرط جذبات سے اس کی آنکھیں جگمگا اٹھی تھیں وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔

''تم فکر نہ کرو میری جان ہم بہت جلد ایک ہوں گے...... ہوں گے کیا ہم تو ایک ہی ہیں...... بس دنیا کے سامنے ایک ہونے میں کچھ وقت لگے گا لیکن تم دیکھنا بہت جلد میں تمہیں اپنے گھر کی رانی بنا کر لے جاؤں گا...... بس ایک بار اس کو یہاں سے جا لینے دو۔''

وہ اسے اپنے قریب کر کے اسے ہاتھ کو چومتے ہوئے بولا اور زیبا کے خیال سے ہی جیسے اس کے منہ کا ذائقہ کڑوا ہو گیا تھا۔

''مجھے نہیں لگتا کہ وہ اتنی آسانی سے یہاں سے جائے گی...... آخر تم نے اس سے شادی ہی کیوں کی تھی؟''

وہ ایک بار پھر مشکوک نظر سے اسے دیکھ کر بولی۔

''یار میں کیا کرتا پہلی شادی میں نے سارے خاندان سے لڑ کر کی تھی اور اب پھر اگر میں اپنی مرضی سے شادی کرتا تو گھر والے ایسا کبھی بھی نہ ہونے دیتے...... وہ تمہیں کبھی بھی ایکسپٹ نہ کرتے...... یو نو وہ تم جیسی آزاد خیال لڑکی کو اپنے گھر کی بہو بنانے کا سوچ بھی نہیں سکتے اس لئے میں نے اس شادی کا ڈرامہ کیا تھا تاکہ جب یہ شادی بھی نہ چلے گی تو ان کے پاس مجھے فورس کرنے کا کوئی جواز نہیں ہوگا اور جب ان کی مشرقی لڑکی ہی میرا گھر نہیں بسا سکے گی تو وہ یہ بھی نہیں کہہ سکیں گے کہ تم جیسی لڑکی گھر نہیں بسائے گی...... میں نے تو یہ زہر بھی صرف تمہارے ہی لئے کیا ہے تاکہ خاندان والوں کے منہ بند ہو جائیں اور کوئی تم پر اعتراض بھی نہ کر سکے۔''

وہ اس کے بالوں کو پیار سے چھوتے ہوئے کہہ رہا تھا اور اس کی آنکھیں شرابی ہو رہی تھیں۔

''پر دیکھو کہیں یہ ڈرامہ تمہارے گلے کا پھندہ ہی نہ بن جائے۔''

وہ اسے دیکھ کر بولی۔

"نہیں ایسا کچھ نہیں ہوگا...... وہ تو اتنی ڈرپوک ہے اور میں نے اسے اتنا ڈرا کر رکھا ہوا ہے کہ اس کی تو میرے سامنے آواز بھی نہیں نکلتی۔"

وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا اور اس کے سارے دانت ظاہر ہونے لگے تھے۔

☆☆☆☆

دادی تین دن رہ کر چلی گئی تھیں اور ان تین دنوں میں زیبا کو گھر کے کاموں سے کسی حد تک چھٹی مل گئی تھی وہ جاتے ہوئے زیبا کو پیسے پکڑا گئی تھیں اور ان کے جاتے ہی عذرا اس کے پیچھے آئی تھی۔

"وہ جو پیسے اماں نے دیئے ہیں وہ کہاں ہیں؟۔"

وہ اسے پوچھ رہی تھی۔

"وہ میں نے سنبھال کر رکھ دیئے ہیں۔"

زیبا نے دھیرے سے کہا۔

"لاؤ ادھر دو مجھے تم نے کیا کرنے ہیں ہر چیز تو تمہیں یہاں مل جاتی ہے تم نے پیسوں کا کیا کرنا ہے۔"

وہ ہاتھ بڑھا کر مانگتے ہوئے بولی۔

"وہ میں نے سوچا کہ فون کا کارڈ۔"

وہ ابھی بات بھی مکمل نہ کر پائی تھی کہ اس نے اسے ٹوک دیا۔

"کیوں ہم نے ٹھیکا لیا ہوا ہے فون کرانے کا...... تمہاری ماں کے پاس کیا اتنے بھی پیسے نہیں ہیں کہ ایک فون ہی بیٹی کو کر لیں...... تمہاری ماں نے تو تمہیں کچرے کی طرح گھر سے اٹھا کر باہر پھینک دیا ہے...... نکالو پیسے۔"

وہ چیختے ہوئے اسے طعنے دینے لگی تھی۔

زیبا نے جلدی سے پیسے نکالے اور اسے تھما کر کمرے سے نکل گئی وہ کاغذ کے ان ٹکروں کو تکتی ہوئی خوشی خوشی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

☆☆☆☆

"امی میرے فون کا چارجر نہیں مل رہا۔"

سلطان اپنے بیٹے کے ساتھ بیٹھا کمپیوٹر پر چیٹنگ کر رہا تھا تبھی چیخ کر ماں سے پوچھنے لگا وہ لاؤنج میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی...... اس نے آگے سے زیبا کو آواز دی جو کچن میں برتن دھو رہی تھی۔

"زیبا کہاں رکھا ہے تم نے سلطان کے فون کا چارجر؟۔"

وہ چلا کر پوچھنے لگی۔

"وہ...... کمرے میں ہی ہوگا۔"

زیبا نے یاد کرنے کی کوشش کی پر اسے یاد نہیں آ رہا تھا۔

''جا کر ڈھونڈ کر دے جہاں بھی ہے۔۔۔۔شور مچایا ہوا ہے سارا ڈرامہ خراب کر دیا۔''

وہ بڑبڑانے لگی زیبا کمرے میں گئی اور ہر جگہ اچھے سے تلاش کیا مگر اسے نہ ملا تبھی سلطان لاؤنج میں آ کر شور مچانے لگا

''دیکھا آپ نے یہ جان بوجھ کر میری چیزیں گم کر دیتی ہیں میں نے کتنی دفعہ آپ سے کہا ہے کہ میری چیزوں کو اسے ہاتھ مت لگانے دیا کریں یہ جان بوجھ کر مجھے تنگ کرتی ہے اور آپ۔۔۔۔۔آپ کو ہر وقت اپنے ڈراموں کی پڑی رہتی ہے۔''

وہ ماں کو کوسنے لگا۔

''تو کیوں غصہ کرتا ہے میرے لال میں ابھی اس کی خبر لیتی ہوں۔۔۔۔۔زیبا زیبا او حرآ کہاں مرگئی ہے؟۔''

وہ زور سے چلانے لگی۔

''جی امی؟۔''

وہ دوڑی اور گھبرائی ہوئی آئی تو سلطان نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور پھر مزے سے کھڑا ہو کر تماشا دیکھنے لگا۔

''تم نے کہاں رکھا ہے سلطان کے فون کا چارجر؟۔''

وہ غصے سے گھورتے ہوئے بولی۔

''امی۔۔۔۔۔میں نے تو نہیں رکھا تھا۔''

وہ بوکھلا گئی تھی۔

''تو پھر کہاں گیا؟۔''

وہ پھر چلائی۔

''مجھے نہیں پتا۔''

''جا کر ڈھونڈو۔'' وہ بھاگی گئی اور ایک بار پھر سے سارے کمرے میں دیکھا پر کچھ حاصل نہ ہوا تبھی سلطان نے ماں کو دس باتیں سنائیں اور گھر سے چلا گیا اور بعد میں اس کا غصہ اس کی ماں نے جا کر زیبا پر نکال دیا۔

☆☆☆☆

''امی میرا والٹ دیکھا ہے آپ نے؟۔''

سلطان نے ماں کو پوچھا۔

''نہیں بیٹا کہاں رکھا تھا؟۔''

''گھر پر ہی رکھا تھا رات کو اپنے کمرے میں ہی تھا اب نہیں ہے اور پیسے بھی کافی سارے تھے۔''

وہ متفکر ہو کر بولا۔

''مل جائے گا یہیں کہیں ہوگا۔''

وہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولی۔

''حد کرتی ہیں آپ بھی اتنے سارے پیسے ہیں اس میں یقیناً آپ کی چہیتی بہو نے اس پر ہاتھ صاف کیا ہے وہ ہمیشہ جان کر میری چیزیں غائب کر دیتی ہے پتا نہیں کیا مصیبت آپ نے میرے گلے میں ڈال دی ہے...... صبح شام اس کی منحوس شکل دیکھنی پڑتی ہے مجھے بڑا شوق تھا نہ آپ کو مشرقی اور گھریلو لڑکی لانے کا ایسی ہوتی ہیں مشرقی لڑکیاں جو شوہر کی کوئی چیز بھی سنبھال کر نہیں رکھ سکتیں...... بلائیں اسے اور پوچھیں کہ کہاں گیا میرا نوٹوں سے بھرا والٹ۔''

وہ غصے سے لال پیلا ہو رہا تھا اور اس کی آواز پوری گھر میں گونج رہی تھی۔

''زیبا...... زیبا۔''

وہ چلا کر اسے بلانے لگی۔

''کیا ہوا امی۔''

وہ پھولی ہوئی سانسوں سے بولی۔

''کہاں غائب کیا ہے تو نے سلطان کا والٹ؟۔''

وہ اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ کر بولی۔

''میں نے تو نہیں دیکھا۔''

وہ پریشان ہو گئی تھی۔

''دیکھا یہ پھر جھوٹ بول رہی ہے میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ یہ بہت جھوٹ بولتی ہے ہر بات پر جھوٹ بولتی ہے۔''

سلطان اسے گھورتے ہوئے بولا۔

''تو پھر کہاں گیا؟۔''

عذرا نے ایک بار پھر سوال کیا۔

''مجھے نہیں پتا؟۔''

وہ معصومیت سے بولی۔

''میں عاجز آ گئی ہوں تیری ان حرکتوں سے ابھی کہ ابھی جا اور والٹ لے کر آ۔''

وہ انگلی اٹھا کر بولی تو زیبا سلطان کے کمرے کی طرف بھاگی تبھی پیچھے سے سلطان آ گیا۔

''جلدی سے نکالو میرا والٹ مجھے کام سے جانا ہے۔''

وہ کمرے میں آ کر بولا زیبا خالی ہاتھ کھڑی تھی اسے دیکھ کر وہ خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

''میں نے نہیں رکھا..... میں نے تو دیکھا بھی۔''

وہ بات کر ہی رہی تھی کہ اس نے اس کی بات کاٹ دی۔

''دیکھا آپ نے یہ اب جھوٹ پر جھوٹ بولے گی کہ میں نے نہیں رکھا..... میں نے نہیں دیکھا یہ ایک نمبر کی جھوٹی اور مکار ہے یہ..... یہ میرا دماغ خراب کر دیتی ہے۔'' وہ دروازے پر کھڑی اپنی ماں کو دیکھ کر بولا اور پھر زیبا کی طرف دیکھنے لگا۔

''میں تمہیں آخری بار کہہ رہا ہوں کہ تم اپنے آپ کو بدل لو.....۔''

وہ اسے دیکھ کر انگلی اس کی طرف اٹھا کر بولا۔

''کیا بدلوں؟۔''

وہ حیرت سے پوچھنے لگی۔

''تم جھوٹ بولنا بند کر دو ورنہ تمہارے لئے اچھا نہیں ہو گا۔''

وہ ایک بار پھر اپنی بات دہرانے لگا۔

''میں نے کیا کیا ہے؟ آپ کیوں ہر وقت مجھ پر الزام لگاتے رہتے ہیں۔''

زیبا نے آہستگی سے افسردہ لہجے میں کہا۔

''بکواس بند کرو اپنی بہت برداشت کر لیا میں نے تمہیں جہاں سے آئی ہو وہیں دفعہ ہو جاؤ۔''

وہ اس کے سوال سے مزید مشتعل ہو گیا تھا۔

''نہیں رکھنا تھا تو شادی کیوں کی تھی؟۔''

زیبا کے صبر کی انتہا ہو چکی تھی وہ روز روز کی اس ذلت سے تنگ آ گئی تھی اور آج ہمت کر کے وہ بول پڑی تھی اس کی آواز غصے اور ضبط کی وجہ سے کانپ رہی تھی اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور آج وہ پہلی بار اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی تھی اور اس نے سلطان کی آنکھوں میں اپنے لئے شدید نفرت دیکھی تھی جس کی وجہ جاننے سے وہ قاصر تھی۔

''تمہاری یہ جرات کہ تم مجھ سے نظریں ملا کر بات کرو اور وہ بھی بلند آواز میں۔''

وہ کسی ایٹم بم کی طرح پھٹ پڑا تھا اور اس کا غصہ آسمان کو چھو رہا تھا وہ چند سیکنڈ رکا اور پھر بولا۔

''میں نے تمہیں طلاق دی زیبا اکرم۔''

اس نے رک رک کر ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا اور کچھ دیر یونہی زیبا کا چہرہ دیکھتا رہا اس کی ماں جو دروازے پر کھڑی تھی بڑے

آرام سے وہیں کھڑی تھی جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہیں یا جو سنا وہ کوئی غیر معمولی بات نہ تھی یا یہ بات اس کے نزدیک کسی اہمیت کی حامل نہ تھی...... وہ کسی بھی تاثر سے عاری چہرے کے ساتھ وہیں کھڑی رہی اور اگلے ہی لمحے سلطان کمرے سے باہر تھا اور پھر مین ڈور زور سے بند ہوا تھا تبھی عذرا مدھم قدموں سے اپنے کمرے میں چلی گئی اور زیبا وہیں کھڑی رہ گئی اس کا پورا وجود بے حس و حرکت تھا اس کا سانس رک گیا تھا اسے یوں لگا تھا جیسے یہ آواز اس کے کانوں سے اتنی شدت سے گزری تھی کہ جس کی شدت سے اس کے وجود کی ہر شے ریزہ ریزہ ہوگئی تھی۔ اس کی روح تک فنا ہوگئی تھی...... پیروں تلے نہ زمین رہی تھی نہ آسمان...... اس کا ایک ایک لفظ اس کے کانوں میں گونج رہا تھا اور اسے یوں لگ رہا تھا جیسے یہ لفظ اتنی شدت سے بولا گیا تھا کہ اس کی گونج پوری دنیا میں سنی گئی تھی...... ''طلاق طلاق طلاق'' اس کے دماغ میں یہ لفظ مسلسل کسی ہتھوڑے کی طرح تکرار رہا تھا اور ہر شے گھومتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی...... اسے اپنا وجود بے جان سا لگ رہا تھا جیسے اس کی روح پرواز کر گئی تھی اور جسم یوں ہی کسی پتھر کی مورت کی طرح وہیں کا وہیں کھڑا تھا۔

☆☆☆☆

ایک جھٹکے کے ساتھ سارہ کی آنکھ کھلی تھی کمرے میں تاریکی تھی وہ آنکھیں کھول کر ادھر ادھر دیکھنے لگی اس کا دل بہت زور سے دھڑک رہا تھا اور وہ اس گہری خاموشی میں اپنے دل کی دھڑکن اپنے کانوں میں سن سکتی تھی۔ اس نے کروٹ بدلی تو زارا کا چہرہ نظر آیا جو اس وقت گہری نیند سو رہی تھی کمرے میں باہر سے ہلکی سی روشنی آرہی تھی جس میں اسے کچھ چیزیں نظر آرہی تھیں...... جانے کیا وقت ہوا ہے اس نے غور سے گھڑی کی جانب دیکھا مگر اسے کچھ بھی نظر نہ آیا اسے کچھ اندازہ نہیں ہوا تھا کہ کیا وقت ہوا ہے...... پر گہرا سناٹا ظاہر کر رہا تھا کہ رات ابھی باقی ہے اور رات ابھی ختم نہیں ہوئی۔

اس کے دماغ میں وہ مناظر پھر سے گھومنے لگے تھے جن کی وجہ سے وہ ڈر کر جاگ گئی تھی...... اسے اپنا وجود سن ہوتا محسوس ہو رہا تھا اور دل میں عجیب سی بے چینی اور خوف اسے بے قرار کر رہا تھا وہ مناظر اس کا دل دہلا گئے تھے...... خواب میں اس نے زیبا...... اور سلطان کو دیکھا تھا...... اسے کچھ کچھ یاد آرہا تھا حالانکہ وہ اس خواب کو یاد کرنا نہیں چاہتی تھی...... کچھ دھندلا سا منظر...... کچھ آوازیں...... وہ لفظ...... اف وہ سب کیا تھا...... وہ یکدم اٹھ کر بیٹھ گئی تھی اور اس نے اپنا سر ہاتھوں میں پکڑ لیا تھا اور وہ اپنی پیشانی کو سہلا رہی تھی...... اسے گھبراہٹ ہو رہی تھی رہ رہ کر خواب کے وہ بھیانک مناظر اس کی آنکھوں میں گھوم رہے تھے اور اس کی وحشت میں اضافہ کر رہے تھے...... اس نے پھر سے گھڑی کی طرف دیکھا مگر پھر بھی اسے وقت نظر نہ آیا اس نے مڑ کر اپنی سائیڈ ٹیبل سے پانی کی بوتل اٹھائی اور چند گھونٹ پانی کے پیے اور بوتل واپس رکھ دی...... وہ ایک بار پھر لیٹ گئی اور چھت کو گھورنے لگی پھر اس نے اپنی آنکھیں موندھ لیں تبھی ایک بار پھر وہ تمام مناظر بہت صاف دکھائی دیے جنہیں وہ بھولنا چاہ رہی تھی...... ایک بار پھر سلطان کا غصے سے لال ہوتا ہوا بھیانک چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے تھا...... اس کے پیشانی پر چند بل نمودار ہوئے پر اس نے آنکھیں نہیں کھولیں...... کچھ دھندلے سے منظر پھر سے ابھرنے لگے تھے...... سلطان کا غضب ناک چہرہ...... وہ تھرتھراتی آوازیں...... ''میں نے تمہیں طلاق دی زیبا'' اس نے آنکھیں نہیں کھولیں اس کا دل ایک بار پھر تیزی سے دھڑکنے لگا تھا پھر زیبا کا چہرہ نمودار ہوا اس کی آنکھوں میں نمی تھی اور وہ بلک بلک کر رو رہی تھی اس کا دکھ میں ڈوبا ہوا چہرہ سارہ کے دل کو تڑپا گیا تھا...... اس نے یکدم آنکھیں کھولیں باہر ویسا ہی اندھیرا اور سناٹا

تھا۔۔۔۔۔اسے وحشت ہونے لگی تھی۔۔۔۔۔اس کے کانوں میں وہ لفظ گونج رہے تھے اور اسے یوں لگ رہا تھا جیسے کسی نے اس کی بہن کو دنیا کی سب سے بدترین گالی دے ڈالی ہو وہ بے حد مضطرب ہو رہی تھی دل میں عجیب سی بے چینی اور ڈر اسے بے قرار کر رہا تھا۔۔۔۔۔یہ میں نے کیسا خواب دیکھ لیا۔۔۔۔۔یہ میں نے کیا دیکھا ہے؟ کیسا منحوس خواب دیکھ لیا میں نے۔۔۔۔۔ایسا کبھی نہ ہو کبھی بھی نہیں یا اللہ ایسا کبھی نہ ہو۔۔۔۔۔وہ اس خواب سے زیادہ اس لئے بھی ڈر گئی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس کے اکثر خواب سچ ہو جاتے تھے۔۔۔۔۔نہیں نہیں ایسا نہیں ہو سکتا یہ میرا وہم ہے۔۔۔۔۔شاید میں نے زیبا کی کچھ زیادہ ہی ٹینشن لے لی ہے۔۔۔۔۔وہ سوچنے لگی ابھی کچھ دن پہلے ہی زیبا کی ایک میل نے ان سب کو پریشان کر دیا تھا۔۔۔۔۔میل میں زیبا نے بتایا تھا کہ سلطان اسے بہت تنگ کر رہا ہے۔۔۔۔۔''وہ مجھ سے بات تک نہیں کرتا جب کرتا ہے تو بس لڑتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں واپس چلی جاؤں پر میں ایسا نہیں چاہتی۔۔۔۔۔وہ مجھ سے کوئی رشتہ رکھنا نہیں چاہتا۔۔۔۔۔گھر میں کوئی بھی سیدھے منہ مجھ سے بات نہیں کرتا جیسے میں زبردستی یہاں آئی ہوں۔۔۔۔۔میں نے بہت مجبور ہو کر یہ بس تم لوگوں کو بتایا ہے پر تم لوگ ابھی امی ابو کو کچھ نہ بتانا وہ بہت پریشان ہوں گے۔۔۔۔۔میں ہر ممکن کوشش کروں گی کہ وہ مجھے یہاں رہنے دے۔۔۔۔۔پر جانے کیوں مجھے لگتا ہے کہ کسی بھی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔کچھ بھی۔۔۔۔۔''

اس میل کو پہلے عمر نے پڑھا تھا پھر سارہ اور زارا نے اور تینوں ہی بے حد پریشان ہو گئے تھے۔۔۔۔۔پہلے تو انہیں یقین ہی نہیں آیا تھا کہ یہ سب زیبا نے لکھا ہے پھر آن لائن اس سے بات ہوئی تو اس نے اپنی میل کی تصدیق کر دی۔۔۔۔۔''مگر تم نے پہلے تو ایسا کچھ نہیں بتایا تھا۔۔۔۔۔شروع میں تو تم خوش تھی؟''

عمر نے زیبا سے پوچھا وہ نیٹ پر بات کر رہے تھے گھر پر کوئی نہیں تھا تو زیبا کو بات کرنے کا موقع مل گیا تھا۔

''وہ پہلے دن سے ہی مجھ سے ایسا سلوک کر رہا ہے۔۔۔۔۔میں نے سوچا کہ وہ ٹھیک ہو جائے گا شاید وہ مذاق کر رہا ہے یا پھر مجھے آزما رہا ہے۔۔۔۔۔پر اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ وہ مجھے رکھنا نہیں چاہتا۔۔۔۔۔کئی بار کہہ چکا ہے کہ اپنے گھر والوں کو بتا دو تاکہ وہ تم کو واپس بلا لیں۔۔۔۔۔پر میں کیوں واپس آؤں۔۔۔۔۔اس نے شادی کی تھی یہ کوئی تماشا تو نہیں تھا کہ میں۔۔۔۔۔''

''تمہیں یہ سب پہلے بتانا چاہئے تھا۔''

عمر نے لکھا۔

''بھائی کیا بتاتی مجھے تو خود کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ یہ سب میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔۔۔۔۔وہ کئی کئی دن گھر نہیں آتا اور جب آتا ہے لڑائی شروع کر دیتا ہے بلا کسی وجہ کے۔۔۔۔۔وہ ہر بات پر مجھے ذلیل کرتا ہے تاکہ میں خود ہی واپس چلی جاؤں میں نہیں جاؤں گی۔۔۔۔۔میں ہر ممکن کوشش کروں گی اپنا گھر بچانے کی بس آپ کو اس لئے بتایا ہے تاکہ اگر کوئی ایسا وقت آ جائے تو کسی کو تو میرے حالات کا علم ہو۔۔۔۔۔کوئی تو جانتا ہو کہ میرے ساتھ یہاں کیا ہو رہا ہے۔۔۔۔۔''

زیبا نے لکھا۔

''تم حوصلہ مت ہارنا ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔۔۔۔۔جتنا صبر کر سکتی ہو کرنا۔۔۔۔۔میں سوچتا ہوں کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔''

☆☆☆☆

وہ اندھیرے میں بیڈ پر بیٹھی یہ سب سوچ رہی تھی کاش میں نے یہ خواب نہ دیکھا ہوتا..... زندگی پر تو کوئی اختیار نہیں ہے تو پھر خوابوں پر کیوں کر ہو سکتا ہے..... اس نے سوچا۔

''اللہ اکبر..... اللہ اکبر.....''

موذن کی آواز نے اسے چونکا دیا فجر کا وقت ہو گیا تھا اذان سن کر سارہ نے دعا کی کہ اس کا یہ خواب کبھی پورا نہ ہو پر اس کا دل گواہی دے رہا تھا کہ فجر کے وقت دیکھا ہوا خواب کبھی جھوٹا نہیں ہوتا بے اختیار اس کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔

☆☆☆☆

وہ بیڈ پر یوں گری تھی جیسے صدیوں پرانی کوئی عمارت زمین بوس ہوتی ہے..... اس کے کان سائیں سائیں کر رہے تھے یہ اس کے ساتھ کیا ہو گیا تھا..... طلاق..... طلاق کا طوق اس کے گلے میں ڈالا دیا گیا تھا اور وہ بھی بغیر کسی وجہ کے..... وہ اپنا گھر کھو چکی تھی جسے لئے اس نے ہزاروں دعائیں کی تھیں اور جانے کتنی منتیں مانگی تھیں..... آنسوؤں کا ایک سیلاب اس کی آنکھوں سے ہر بند توڑ کر بہہ نکلا تھا اور وہ اسے روکنا بھی نہیں چاہتی تھی..... وہ اپنے اجڑنے کا ماتم کر رہی تھی وہ تنہا ہی اپنا ماتم کر رہی تھی وہاں کون تھا جو اس کے دکھ کا ساتھی بنتا' وہ تنہا ہی رو رہی تھی کوئی بھی اس کے آنسو پونچھنے والا نہیں تھا..... جانے کتنے گھنٹے وہ لگاتار روتی رہی تھی اور ایک ہی جگہ بے سدھ پڑی تھی..... رو رو کر اس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں اور اب اس کے آنسو بھی خشک ہو گئے تھے..... پھر جانے وہ سو گئی تھی یا اپنے ہوش و حواس میں نہ تھی اگلے دن دوپہر کو اس کی آنکھ کھلی تھی اور اس نے خود کو سلطان کے کمرے میں بیڈ پر ہی پایا تھا جہاں وہ کل اپنی بربادی کا منظر دیکھ چکی تھی اسے یکدم ایسا لگا تھا جیسے وہ اس کے بیڈ پر نہیں کسی انگاروں کی سیج پر پڑی ہے ایک شدید احساس نے اسے متحرک کر دیا تھا اور وہ خود کو زبردستی اٹھانے کے قابل ہو گئی تھی..... وہ جلدی سے بیڈ سے اتر آئی اور کھڑے ہو کر اس کو دیکھنے لگی یہ اسی کا بیڈ تھا جو اسے اپنی زندگی سے بے دخل کر چکا تھا..... ایک بات ثریا کو حیران کر رہی تھی کہ اس نے اسے صرف ایک بار طلاق کا کہا تھا جبکہ اسے تین بار ایسا کہنا چاہیے تھا..... وہ کچھ بھی سوچنے کے قابل نہیں تھی اس کا دماغ تو اس حالت میں تھا ہی نہیں کہ وہ کچھ سوچ سمجھ سکے..... وہ بیڈ کو تکے جا رہی تھی یوں جیسے وہ کوئی انوکھی چیز تھا تبھی اس نے تکیہ پر نظر ڈالی وہ اس کے آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا آنسو تو خشک ہو چکے تھے مگر اس پر ان کے نشان پڑ گئے تھے اسے بے اختیار سلطان کا خیال آیا تھا تبھی اس نے بڑھ کر تکیہ پلٹ دیا تا کہ اگر وہ اسے دیکھ کر کوئی اعتراض نہ کرے..... تکیہ پلٹتے ہوئے کوئی چیز اس کے ہاتھوں سے ٹکرائی تھی جیسے تکیہ میں کوئی چیز چھپائی گئی ہو اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی تکیے کے کور میں ہاتھ ڈالا اور کوئی چیز اس کے ہاتھ لگی جسے اس نے باہر نکال لیا۔ تبھی اسے حیرت کا ایک جھٹکا لگا تھا اس کے ہاتھ میں سلطان کا والٹ تھا جو شاید اس نے خود ہی چھپایا تھا اس کے ہاتھ کانپ گئے تھے اور والٹ اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر اس کے پیروں کے قریب جا گرا تھا اور اس کے دونوں حصے کھل گئے تھے..... اور ایک طرف سلطان اور دوسری طرف ایک لڑکی کی تصویر نے اس کی آنکھیں کھول دی تھیں وہ وہیں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے تکے گئی اور پھر اسے وہیں چھوڑ کر اس کمرے سے نکل گئی تھی۔

☆☆☆☆

''باجی سلطان نے تو اپنے بٹوے میں اس کی تصویر بھی لگا رکھی ہے آپ خود دیکھ لیں۔''

شگفتہ نے عذرا کو کہا وہ اس سے سلطان کے بارے میں بات کر رہی تھی۔

''ایسا کچھ نہیں ہے کوئی گرل فرینڈ نہیں بنائی اس نے یہاں.....آپ کی اپنی بیٹی ہی ٹھیک نہیں ہے.....''

وہ بھڑک کر بولی۔

''کیوں کیا خرابی ہے اس میں؟''

شگفتہ نے استفسار کیا۔

''بات بات پر جھوٹ بولتی ہے.....شوہر سے بنا کر نہیں رکھتی اس سے ضد کرتی ہے.....دن کے بارہ بجے اٹھتی ہے سارا دن کسی کام کو ہاتھ تک نہیں لگاتی اور کیا کیا گنواؤں میں۔''

وہ بڑے دھڑلے سے جھوٹ پر جھوٹ بول رہی تھی اور شگفتہ کو کسی ایک بات پر بھی یقین نہیں آیا تھا۔

''میں اسے سمجھاؤں گی آپ بھی سلطان سے کہیں کہ وہ اس کا خیال رکھے وہ اس کی بیوی ہے.....''

ابھی شگفتہ بات کر ہی رہی تھی کہ عذرا نے دھڑام سے فون پٹخ دیا۔

☆☆☆☆

''اپنا سامان پیک کر لو.....ہم کل کی فلائیٹ سے پاکستان جا رہے ہیں۔''

وہ بولا تو زیبا کے پورے جسم میں خوف کی ایک لہر دوڑ گئی تھی وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی تو وہ بولا۔

''قیصر کے بھائی کی شادی ہے ہمیں وہاں جانا ہے تم اپنے سارے کپڑے رکھ لینا۔''

وہ اتنا کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا تبھی عذرا اندر آ گئی زیبا اپنا بیگ پکڑ کر رکھ رہی تھی اور ابھی اس نے اسے کھولا ہی تھا کہ وہ آ کر قریب بیٹھ گئی۔ زیبا نے اپنے کپڑے رکھے اور جوتے بھی رکھ لئے تبھی اس نے کہا۔

''یہ اپنی سونے کی چوڑیاں اتار کر مجھے دے دو کہیں کسٹم والے نہ پکڑ لیں اتنا سونا پہن کر جہاز میں نہیں جانا چاہیے۔''

وہ زیبا کے ہاتھوں کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

''پر امی شادی پر جانا ہے خالی ہاتھ.....میں کیا پہنوں گی سب لوگ پوچھیں گے۔''

وہ کہہ رہی تھی تو وہ بول پڑی۔

''کسی سے مانگ کر پہن لینا انہیں ابھی اتار کر دو اور بحث نہ کرو۔''

وہ ہاتھ مٹکا کر کہنے لگی تبھی زیبا نے ساری چوڑیاں اتار کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیں۔

☆☆☆☆

وہ تصویر کو سینے پر رکھے آنکھیں موند ھے پڑی تھی اپنوں کی جدائی کا درد اسے ایک پل بھی چین نہیں لینے دیتا تھا اور اس انکشاف کے بعد کے وہ سلطان کے خلاف کچھ نہیں کرسکتی تھی اسے ایک عذاب مسلسل میں گرفتار کر دیا تھا وہ اتنی مصیبتیں اسی لئے برداشت کر رہی تھی تا کہ سلطان سے اپنی بربادی کا بدلہ لے سکے گی پر اتنا سب کچھ برداشت کرنے کے بعد بھی وہ اس میں بری طرح ناکام ہوئی تھی اور اب اس کے دکھوں میں ایک دکھ کا اور اضافہ ہوگیا تھا۔ اس کا دل رہ رہ کر اسے طعنے دے رہا تھا اسے کوس رہا تھا وہ اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہوگئی تھی...... اندر سے کوئی آواز ابھرتی اور اسے اس کی شکست پر کوستے...... تم آج بھی اس کے آگے کچھ نہیں ہو آج بھی وہ تمہیں کسی چونٹی کی طرح مسل کر چلا گیا ہے...... تم ایک عورت ہو ایک کمزور اور بے بس عورت جو کسی بھی مرد کے آگے اتنی ہی بے بس اور مجبور ہوتی ہے جتنی کہ ایک تیز ہوا کے آگے ایک کٹی ہوئی پتنگ...... اس تیز ہوا کی ایک ہی مار اسے کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے اور وہ کٹی پتنگ کسی درخت کی شاخوں میں پھنس کر پاش پاش ہو جاتی ہے اور اس کی دھجیاں بکھر جاتی ہیں یا یہ کٹی پتنگ کسی لٹیرے کے ہتھے چڑھ جاتی ہے اور وہاں بھی اس کا یہی حال ہوتا ہے...... کیا یہی حقیقت ہے کہ ایک عورت اتنی بے بس ہے کہ خود پر ہوئے ظلم کا بدلہ بھی نہیں لے سکتی...... یا اللہ تو نے عورتوں کو پیدا ہی کیوں کیا تھا...... صرف مردوں کے استعمال کے لئے کہ وہ جب چاہیں اسے استعمال کریں اور ضرورت نہ ہو تو کچرے کی طرح اٹھا کر باہر پھینک دیں...... کیا ہم عورتیں اتنی بے وقعت اور فالتو چیز ہیں...... پھر تو نے ہمیں انسان کیوں بنایا؟...... کیوں ہمیں بے زبان اور بے حس نہیں بنایا؟ کیوں ہمیں احساسات، دماغ...... سوچنے کی صلاحیت اور جذبات دیئے؟ کیوں ہمیں جسم کے ساتھ روح بھی دی؟ اگر یہ سب نہ ہوتا تو بہت اچھا ہوتا نہ ہم سوچ سکتے تو خود پر ہونے والے مظالم کے بارے میں انجان رہتے...... نہ ہمارے احساسات ہوتے تو ہم کبھی مردوں کی بے وفائی پر دکھی نہ ہوتے...... نہ ہمارے سینے میں دل ہوتا اور نہ ہی ہم مردوں کی بے حسی پر دل گرفتہ ہوتے...... کاش تو نے ہمیں جیتا جاگتا محسوس کرتا انسان نہیں صرف گوشت پوشت کا بت بنایا ہوتا جسے نہ کوئی دکھ ہوتا اور نہ ہی کوئی درد...... یہ تو عورتوں کے ساتھ صرف ظلم ہے جو وہ اس دنیا میں مردوں کے لئے بھیجی گئی ہیں...... وہ مرد جو صرف ہوس کے پجاری ہیں...... جو صرف عورتوں کو اپنی ضرورت کے وقت استعمال کرتے ہیں اور ضرورت ختم ہونے کے بعد وہ کسی بیکار چیز کی طرح انہیں کہیں بھی پھینک دیتے ہیں عورت کو مرد صرف عورت سمجھتے ہیں انسان نہیں...... ہاں واقعی عورتیں انسان نہیں ہوتی انہیں تو صرف مردوں کے لئے کسی چیز کی طرح بنا کر بھیجا گیا ہے...... ان کی ذات کسی چیز کی طرح ہی تو ہے...... تو پھر کون ہمیں انسان کہے گا؟ کون؟ کوئی بھی نہیں کہہ سکتا۔

ہاہاہا یہ ہے تیری اوقات...... اور تو...... تو مجھ سے بدلہ لینے چلی تھی...... آ آ کر لے لے مجھ سے بدلہ...... اگر تیرے میں ہے اتنا دم تو آ...... آ تو...... تو میری پیر کی جوتی ہے میرے سر پر پڑنے کا تیرا یہ خواب کبھی بھی پورا نہیں ہوگا...... چاہے تو اپنی ساری زندگی ہی کیوں نا اس سنٹر میں اکیلی سڑتی رہے تو میرا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی...... ہاہا...... ہا۔

سلطان کا مکروہ چہرہ اس کی آنکھوں کے آگے تھا اور وہ اپنی تمام تر خباثتوں کے ساتھ اس کو اس کی شکست پر اس کا منہ چڑا رہا تھا۔

”نہیں...“

وہ زور سے چلائی اور یکدم کھڑی ہوگئی اس کے سامنے دیوار پر لگا شیشہ جس میں سلطان کا عکس ابھرا تھا وہ اس کو گھورنے لگی اس کا بس نہیں

چل رہا تھا کہ وہ اس شیشے کو سلطان سمیت چورا چورا کر دے اس کے چلاتے ہی وہ عکس کہیں غائب ہو گیا تھا اور اب اس میں زیبا کا اپنا عکس نظر آ رہا تھا...... وہ خود کو عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے اس کا اپنا عکس بھی اس کے لئے بیگانہ ہو چکا تھا۔

''تو ہار گئی ہے زیبا مان لے تو اپنی بار تو ایک بار پھر اس سے ہار گئی ہے...... تو اس کا ایک بال بھی بیکا نہیں کر سکتی......۔''

وہ غصے سے لال ہوتی آنکھوں کے ساتھ اپنے عکس کو دیکھنے لگی اسے خود سے بھی نفرت محسوس ہو رہی تھی وہ تو بڑے دعوے کر کے آئی تھی ''میں جا کر سلطان کو ایسا مزہ چکھاؤں گی کہ وہ یاد کرے گا میں اس پر کیس کر دوں گی...... میں اس کا شیشوں سے بنا گھر توڑ کر پاش پاش کر دوں گی...... اور جانے کیا کیا''

اسے اپنی باتیں یاد آنے لگی تھیں جو وہ اپنی بہنوں کے ساتھ کیا کرتی تھی...... تب یہ سب کرنا کتنا آسان لگتا تھا اور اب......!

''نہیں میں اتنی بھی کمزور نہیں کہ تمہیں کچھ بھی نہ کر سکوں میں جو بھی ہو...... جو بھی میں کر سکی وہ کروں گی...... چاہے اس کے لئے مجھے کوئی بھی قیمت کیوں نہ چکانی پڑے میں اپنے دل کی آگ کو ضرور بجھاؤں گی...... ہاں یوں ناکام ہو کر نہیں جاؤں گی......''

وہ اپنے شوز پہنتے ہوئے سوچ رہی تھی اور ایک بجلی کی سی تیزی سے اس کا دماغ چل رہا تھا اور جسم میں بھی ایک عجیب سی انرجی بھر گئی تھی جیسے کوئی بہت طاقت تھی جو اسے کسی کام پر آمادہ کر چکی تھی اس کا دماغ جیسے کسی لاوے کی طرح پک رہا تھا اور کسی بھی لمحے زوردار دھماکے سے پھٹ پڑنے کو تیار تھا وہ اوور کورٹ پہن کر پوری طرح تیار کھڑی تھی جیب میں کچھ پیسے رکھے اور تیزی سے باہر نکل گئی...... وہ تیز تیز قدموں سے چل رہی تھی جیسے وہ کسی خاص مقصد کے لئے نکلی تھی اور آج اسے وہ کام ہر حال میں کرنا تھا...... اس کا دل بڑے زور سے دھڑک رہا تھا پر اسے اس وقت کسی چیز کی ہوش نہیں تھی۔ سنٹر سے باہر جاتے ہوئے نور نے اسے دیکھا اور ہاتھ ہلایا پر زیبا کو اس وقت کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا وہ بدلے کی آگ میں اندھی ہو چکی تھی اور آج اسے ہر حال میں یہ آگ بجھانی تھی۔ وہ تقریباً بھاگتی ہوئی ٹرین میں سوار ہو گئی تھی اور ٹرین چل پڑی تھی...... وہ پتھرائی ہوئی نظروں سے جانے کس چیز کو گھور رہی تھی اور کیا سوچ رہی تھی اسے خود بھی پتا نہیں تھا وہ بس ایک چیز جانتی تھی کہ اسے سلطان سے بدلہ لینا ہے اور بس۔

☆☆☆☆

وہ سلطان کے گھر کے سامنے کھڑی تھی اور اس گھر کو یوں دیکھ رہی تھی جیسے کوئی قیدی رہائی پانے کے بعد اپنے قید خانے کو دیکھتا ہے......

دھوپ کی وجہ سے گھر کی تمام کھڑکیوں کے شیشے چمک رہے تھے اور ان کی تیز چمک زیبا کی آنکھوں کو دھندلا رہی تھی...... وہ اس عقوبت خانے میں بتائے ہوئے ایک ایک اذیت کے پل کا بدلہ آج لے گی...... اس گھر کے ہر ایک فرد سے جو اس پر ظلم روا کرتے رہے تھے...... آج شیشے کا یہ محل جو اس کے لئے کسی جیل سے بھی بدتر تھا اسے اپنے ہاتھوں سے چکنا چور کر دوں گی...... ہاں اور ہر اس چیز کو بھی تباہ کر دوں گی جو میرے راستے میں آئے گا وہ دل میں پکا ارادہ کر کے آگے بڑھی اور جا کر ایک زوردار کک مین ڈور پر لگائی...... دروازہ بند تھا اور اس کی کک کا کوئی بھی خاطر خواہ نتیجہ نہیں ہوا تھا تبھی اس نے بڑے غصے سے اپنا ہاتھ بیل کے بٹن پر رکھ دیا...... بے تحاشہ بیل دیئے جا رہی تھی...... تبھی اندر سے کسی نے غصے میں آ کر دروازہ کھولا...... دروازہ ایک زوردار جھٹکے سے کھلا اور سامنے وہ شیطان نما انسان...... وہ بے غیرت جو اپنی بیوی کو کسی اور سے شادی کے مشورے دیتا تھا

گھور کر اسے دیکھنے لگا۔ زیبا کی آنکھوں میں بھی خون اترا ہوا تھا دونوں کی آنکھیں چار ہوئی تھی سلطان اس کی آنکھوں میں خون اور چہرے پر غضب کا جلال دیکھ کر گھبرا گیا تھا اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا یا سوچتا اگلے ہی لمحے زیبا نے اسے ایک زوردار دھکا اپنے دونوں ہاتھوں سے دیا تھا جس سے وہ اندر جا کر گرا..... یہ سب اتنا اچانک ہوا تھا کہ اسے کچھ سمجھ ہی نہیں آئی کہ ہوا کیا..... وہ زمین پر گرا تھا زیبا اندر آئی اور آ کر اسے للکارا۔

''تو نے کیا سمجھا تھا کہ میری زندگی برباد کر کے یونہی خود سکھ سے جیئے گا..... تو مزے کرے گا اور میں دردر کی ٹھوکریں کھاؤں گی......''

وہ طیش سے چلائی تھی اسے اتنا غصہ ساری عمر نہیں آیا تھا وہ وہیں پڑا پھٹی آنکھوں سے اسے تک رہا تھا وہ اس کے قریب آئی اور جھک کر اسے کالر سے پکڑ لیا سلطان نے اس کی کلائی پکڑ لی اور خود کو کسی اور حملے کے لئے تیار کر لیا زیبا نے اس کی حرکت کو اگنور کرتے ہوئے اس کی سہمی ہوئی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔

''تو نے مجھے برباد کیا تھا نا آج میں تجھے برباد کروں گی..... تو نے مجھے دربدر کیا تھا آج میں تیرا یہ شیشوں سے بنا گھر اپنے ہاتھوں سے نیست و نابود کروں گی..... تو نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا آج میں تجھے کہیں کا نہیں چھوڑوں گی۔''

وہ چلا چلا کر کہہ رہی تھی اور وہ وہیں پڑا اس کے تیور دیکھ کر شاک میں آ گیا تھا وہ چاہتے ہوئے بھی اسے ہاتھ نہیں لگانا چاہتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا اگر اسے کچھ ہوا تو پولیس کیس بن جائے گا اور اسے لینے کے دینے پڑ جائیں گے..... وہ اس کی کلائیاں پکڑ کر اسے دور ہٹاتے ہوئے ہٹا اور اسے دور دھکیلا وہ کچھ دور لڑھکی مگر جلد ہی سنبھل گئی۔

''تم جس مقصد کے لئے یہاں آئی ہو میں اچھی طرح جانتا ہوں..... ہاہا تم مجھے کیا بے وقوف سمجھ رکھا ہے جو میں تمہارے جال میں پھنس جاؤں گا یہ تمہاری بھول ہے۔'' زیبا کو اور غصہ آیا تھا وہ اسے مد مقابل کھڑا تھا دونوں ایک دوسری کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے..... وہ ایک بار پھر اس کی بے بسی کا مذاق اڑا رہا تھا زیبا کا خون کھول گیا تھا اور اسے ایک زناٹے دار تھپڑ اس کی گال پر رسید کر دیا..... تھپڑ اتنے زور سے پڑا تھا کہ سلطان کا منہ دوسری طرف گھوم گیا اور تھپڑ کی آواز پورے گھر میں گونج گئی جیسے اس کی وہ لفظ جب اس نے زیبا کو طلاق دی تھی..... اگلے ہی لمحے اس کی آنکھیں اور چہرہ خون کی طرح لال ہو گیا تھا اسے آگے بڑھ کر زیبا کو دونوں کلائیوں سے پکڑ لیا اور اسے دھکا دے کر فون کی طرف لپکا زیبا بھی اسے پیچھے بھاگی اور اسے فون کی تار کو پکڑ کر زور سے کھینچا تو وہ پلگ اور ساکٹ سمیت باہر آ گئی اور کنکشن بند ہو گیا.....

''ہاہا پولیس کو بلانا چاہتے ہو..... تم تم ایک نامرد ہو اور نامردوں کو پولیس بھی نہیں بچا سکتی......''

وہ اس کو دیکھ کر ہسٹیریائی انداز میں ہنسنے لگی وہ اسے دیکھ کر بوکھلا گیا تھا۔

''میں تمہیں آخری بار کہہ رہا ہوں کہ یہاں سے چلی جاؤ ورنہ میں پولیس کو بلا لوں گا تم جیل میں چکی پیسو گی ساری عمر..... کوئی تمہیں بچا بھی نہیں سکے گا..... تمہارے گھر والے تمہاری شکل دیکھنے کو بھی ترس جائیں گے......''

وہ اس کی طرف بڑھ رہی تھی اور وہ زیبا سے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے ہوئے کہہ رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں ایک خوف تھا جسے زیبا نے پہچان لیا تھا..... ویسا ہی خوف جسے وہ اس سے ڈرتے ہوئے محسوس کرتی تھی آج وہی خوف سلطان کی آنکھوں میں تھا۔

''میں جیل میں جاؤں گی ہاں جیل میں......ہاں میں جیل میں جاؤں گی مگر کچھ کر کے جاؤں گی......قید میں تو میں اب بھی ہوں......جبکہ میں نے کچھ کیا بھی نہیں تو کیوں نہ میں کچھ کر کے ہی سزا پاؤں......یوں بھی تو بنا کچھ کیئے میں سزا کاٹ ہی رہی ہوں......ابھی بھی تو میں تنہائی کا زہر پی رہی ہوں ابھی بھی تو میرے گھر والے میری شکل کو ترس رہے ہیں......''

وہ پاگلوں کی طرح کہتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی اور اس کا غصہ جنون کی شکل اختیار کر گیا تھا وہ اس وقت اپنے حواسوں میں ہی نہیں تھی......

سلطان اس کے ارادے بھانپ گیا تھا اور اسے ڈر تھا کہ کہیں وہ خود کو یا اسے کوئی جانی نقصان نہ پہنچا دے وہ ہڑبڑا کر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا اور گھر پہ اس کے سواء کوئی نہ تھا......اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے......وہ باہر کی طرف جانا چاہتا تھا مگر زیبا اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی وہ جیسے اس پر حملہ کرنے کی تاک میں تھی۔

''دیکھو تم اس وقت غصے میں ہو......ہم آرام سے بیٹھ کر بھی بات کر سکتے ہیں نہ''

سلطان کو جب کچھ نہ سوجھا تو اس نے اپنی جان بچانے کے لئے کسی لومڑی کی طرح مکاری سے کام لیتے ہوئے اس کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی......!

''بات......ہم......تم مجھ سے بات کرو گے تم جو اپنے آپ کو کوئی بہت بڑی چیز سمجھتے ہو تم آج مجھ سے بات کرو گے......تمہاری شان میں کمی نہیں آئے گی......تم جو فرعون بنے پھرتے تھے اب تمہیں کیا ہو گیا کہ مجھے اپنی ادنا کنیز سے تم نے بات کرنا گوارہ کر لی ہے......یہ تمہارا شیشے کا محل جس کے شیشے صاف کرتے کرتے میرے ہاتھوں کی لکیریں مدھم پڑ گئیں......یہ ہاتھ جن میں لکھی میری تقدیر تک دھندلا گئی......ان......ان شیشوں کو رگڑتے رگڑتے......اور پھر بھی تمہاری ماں کہتی تھی کہ میرے سنے گھر والیاں لگا دی ہیں میں نے......آج میں انہی ہاتھوں سے ان شیشوں کو توڑ دوں گی......''

وہ اس کی باتوں پر اور بھڑک گئی تھی آج سلطان کی ہر چال الٹی پڑ رہی تھی وہ اسے کام کرنے کی کوشش کر رہا تھا پر وہ ہر بات پر مزید مشتعل ہو رہی تھی......وہ اس کی باتوں پر بری طرح ری ایکٹ کر رہی تھی وہ پاگلوں کی طرح پہلے اسے طنزیہ لہجے میں اس کی اوقات یاد دلانے لگی پھر کمرے کی دیوقامت کھڑکیوں کی طرف دیکھ کر ہاتھوں کو عجیب انداز سے ہلاتے اور پھر اپنی ہتھیلیوں کو دیکھ کر ان پر ترس کھاتی نظروں سے دیکھتے ہوئے جیسے ہی ذکھڑ گئی تھی......پھر وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی جیسے کچھ تلاش کر رہی ہو سلطان بھی اس کی نظروں کا تعاقب کرنے لگا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرنے والی ہے وہ پاگلوں کی طرح کمرے میں کسی چیز کی تلاش میں بھاگنے لگی پھر اس کی نظر ٹیبل پڑے سلطان کے لیپ ٹاپ پر پڑی وہ آن تھا وہ بجلی کی سی تیزی سے بڑھی اور اسے اٹھا کر اپنے پورے زور کے ساتھ سامنے والی کھڑکی پر دے مارا......دیوقامت کھڑکی کا شیشہ ایک دھماکے کے ساتھ ٹوٹ کر کرچی کرچی ہو گیا وہ اسے ٹوٹتا دیکھ کر قہقہہ لگا کر ہنسنے لگی......سلطان اس سے پیچھے کھڑا یہ سب دیکھ کر دم بخود رہ گیا تھا......تبھی سلطان کی نظر اس کے موبائل فون پر پڑی اسے تیزی سے فون اٹھایا اور کوئی نمبر ملایا زیبا نے گردن گھما کر اسے دیکھا وہ فون کان سے لگائے کھڑا تھا اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا تھا......

''ہیلو ہیلو''

دوسری طرف سے لائن مل گئی تھی سلطان نے جلدی سے ہیلو ہیلو پکارا تبھی زیبا کسی چیل کی طرح اس کی طرف بڑھی اور فون پر جھپٹ پڑی......وہ اس سے بچنے کے لئے آگے بھاگا......

وہ ڈینش میں کچھ بول رہا تھا جتنی بھی تیزی سے وہ بول سکتا تھا زیبا کے ہاتھ فون کو چھیننے کے لئے بڑھے تھے اور وہ ہر ممکن طریقے سے اس سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا اب زیبا کا ایک ہاتھ اس کے موبائل والے ہاتھ پر تھا اور ایک اس کے کالر پر وہ ایک ہاتھ سے موبائل اپنے کان پر مضبوطی سے لگائے ہوئے تھا اور دوسرے ہاتھ سے زیبا کو ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا......زیبا اس سے موبائل چھیننے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی اسی کوشش میں اس نے سلطان کا کالر اتنے زور سے کھینچا کہ اس کے سارے بٹن ٹوٹ گئے وہ مسلسل کچھ باتیں دوہرا رہا تھا جو زیبا کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی پر اسے یقین تھا کہ وہ پولیس کو بلا رہا ہے اسی لئے وہ اس سے موبائل چھین رہی تھی......جب اس سب کے بعد بھی وہ فون لینے میں کامیاب نہیں ہوئی تو اس نے سلطان کو سر کے بالوں سے پکڑ لیا اس نے خود کو چھڑانا چاہا اور اسے کشمکش میں فون اس کے ہاتھ سے گر گیا زیبا فون پر لپکی پر وہ اسے پکڑنے میں کامیاب نہ ہوئی تبھی اسلطان نے اس پیچھے کی طرف دھکا دیا اور فون اٹھانے کے لئے جھکا وہ ابھی فون اٹھا کر کھڑا ہونے ہی والا تھا کہ زیبا نے دوڑ کر اسے دھکا دیا اور وہ سیدھا جا کر شیشے کی کھڑکی میں جا کر لگا جہاں پہلے سے شیشہ ٹوٹا ہوا تھا اور بے تحاشہ چھوٹی بڑی کرچیاں پڑی تھیں وہ ان پر جا کر گرا آور ادھا شیشہ جو ابھی تک کھڑکی کے ساتھ لٹک رہا تھا اس کے اوپر گر گیا وہ وہیں تڑپنے لگا بیشمار کرچیاں اوپر نیچے سے اس کے پورے جسم میں پیوست ہوگئی تھیں اور وہ بری طرح سے چیخ رہا تھا......زیبا کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں وہ وہیں کھڑی اسے تکے جا رہی تھی خون اس کے جسم کے ہر حصے سے پانی کی طرح بہہ رہا تھا اور اس کی چیخیں بھی دم توڑتی جا رہی تھیں' چند منٹوں میں وہ بلکل خاموش ہوگیا تھا......اس کی لاش خون میں لت پت پڑی تھی اور زیبا کا پورا وجود سن ہوگیا تھا اس کے دماغ میں جیسے ہر سوچ ختم ہوگئی تھی وہ وہیں گر گئی اور اگلے ہی لمحے سائرنوں کی آواز سے پورا گھر گونجنے لگا تھا۔

''اوہ مائے گاڈ ہی از ڈیڈ''

تیزی سے ایک پولیس والا اندر آیا تھا اور آتے ہی وہ سلطان کے قریب جا کر اس کی نبض دیکھ کر چلایا۔

''یو آر انڈر اریسٹ......''

ایک نے زیبا کی کلائیوں کو پکڑ کر لاک کرتے ہوئے کہا۔

☆☆☆☆

''آپ کو اپنے شوہر کے قتل کے جرم میں عمر قید سنائی جاتی ہے......''

وہ پھٹی آنکھوں سے جج کو دیکھتی رہی......شگفتہ کے بین کرنے کی آواز اس کی سماعتوں کو بہرا کئے دے رہی تھی۔

''ہائے میری بچی......تو نے یہ کیا کر دیا......میں تو اپنی بچی کے بغیر مر جاؤں گی......مجھے بھی پھانسی دے دو......''

''آپی تم نے یہ کیوں کیا؟ تم نے ہمارے بارے میں سوچا ہی نہیں کہ ہم تمہارے بغیر کیسے جئیں گے...... تمہیں کیسے دیکھ پائیں گے...... تمہیں قید میں ڈالیں گے تو ہم کیسے سہہ پائیں گے......''

زارا ہچکیوں کے ساتھ رو رہی تھی۔

''زیبا میری جان تم کہاں کھو گئی میں تو ایک پل بھی تمہارے بنا نہیں رہ سکتی تھی...... اب ساری عمر کیسے تمہیں دیکھے بنا گزرے گی......''

سارہ آنسو بھری آنکھوں سے بین کر رہی تھی۔

''میری لاڈلی تو نے یہ کیا کر دیا...... کتنے سالوں میں تجھے پال پوس کر بڑا کیا تھا...... تو نے اس کی جان لے کر اپنی جان کو بھی ختم کر ڈالا...... نہیں تو نے ہم سب کو مار ڈالا...... ہم سب کو مار ڈالا۔''

اکرم اپنا سر پیٹ رہے تھے......

''زیبا تو نے کیوں۔''

☆☆☆☆

''ہیلو...... ہیلو...... مس آر یو او کے......؟''

کوئی اسے کندھے سے پکڑ کر جھنجھوڑ رہا تھا...... اسے کچھ نظر نہیں آ رہا...... اندھیرا...... اندھیرا...... وہ سر ہاتھوں میں پکڑ کر چلانے لگی...... پھر سر اٹھا کر دیکھا...... وہ کون تھی...... وہ ڈرنے لگی۔

''میں نے نہیں مارا...... میں نے اسے قتل نہیں کیا تھا وہ وہ......''

وہ ڈرتے ہوئے ٹرین کی سیٹ سے چپٹ گئی تھی............

''واٹ ہیپنڈ...... مس آر یو او کے؟''

وہ ایک بار پھر بولا...... تو وہ چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگی...... وہ پسینے میں بھیگی ہوئی تھی اور بری طرح ہانپ رہی تھی...... اس نے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرا اور پھر سے خوف زدہ نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

''ویئر یو وانٹ ٹو گو؟''

وہ ایک بار پھر پوچھنے لگا۔

''گھر گھر......''

وہ ایک بار پھر خوف زدہ نظروں سے ادھر ادھر دیکھ کر چیختے ہوئے بولی۔

''واٹ...... سپیک ان انگلش۔''

وہ نہ سمجھتے ہوئے بولا۔

''دس از دی لاسٹ اسٹیشن یو ہیو ٹو لیو دی ٹرین۔''

وہ اسے باہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

وہ چند سیکنڈ اسے خالی خالی نظروں سے دیکھتی رہی اور پھر اس سے بچتی ہوئی جلدی سے ٹرین سے باہر آ گئی......اس کے اترتے ہی ٹرین چل دی اور اب وہ خالی پلیٹ فام پر تنہا کھڑی تھی۔

☆☆☆☆

سڑک پر اب اکا دکا لوگ ہی رہ گئے تھے......رات کے بارہ بج رہے تھے اور وہ ابھی تک گھر نہیں گیا تھا......وہ آج کام سے بھی جلد ہی فارغ ہو گیا تھا اسے اچھی طرح یاد تھا کہ آج اس کے دوست کی شادی ہے مگر بہت کوشش کے باوجود بھی وہ خود کو شادی پر جانے کے لئے آمادہ نہیں کر پایا تھا حالانکہ اس کے دوست نے بہت اصرار بھی کیا تھا۔ وہ آج پھر ڈپریس تھا......اور ایسا اکثر ہوتا تھا......جب بھی کسی کی شادی ہوتی' خاص کر اس کے کسی دوست کی تو وہ اسی کیفیت سے دوچار ہوتا......اس کی عمر کے تمام دوستوں کی شادیاں تو کب سے ہو گئی تھیں اور وہ تین' چار بچوں کے باپ بھی بن چکے تھے اور اب اس سے کم عمر کے دوست بھی شادیاں کر رہے تھے......جانے میری باری کب آئے گی......آئے گی بھی کہ نہیں؟

پہلے وہ بڑے شوق سے شادیاں اٹینڈ کرتا تھا......پھر دوسروں کی خوشی میں شریک ہونے اور ان کو خوش کرنے کے لئے......پھر مجبوراً اور اب تو یہ حال تھا کہ وہ ہر ممکن کوشش کے بعد بھی خود کو قائل نہ کر پاتا تھا۔ ڈھلتی عمر کے احساس نے اسے بہت فرسٹریٹڈ کر دیا تھا......ایک عجیب سی بے چینی اور بے کلی اسے اندر ہی اندر کاٹتی رہتی تھی......دوسروں دیکھتا......وہ سب اپنی زندگیوں میں کتنے خوش تھے بھی اپنے لائف پارٹنرز کے ساتھ ہوتے اور وہ انہیں دیکھ کر عجیب سی احساس محرومی میں گرفتار ہو جاتا......اسے اپنی تنہائی اور بھی زیادہ ستانے لگتی......وہ کتنا تنہا تھا اسے شدید سے کسی کی کمی کا احساس ہوتا......وہ کتنا ادھورا......کتنا نامکمل تھا......وہ کیوں ابھی تک زندگی کی سب سے بڑی خوشی سے محروم تھا؟

وہ تنہائی کے اس حصار میں مقید ہو گیا تھا......میں اتنا مضطرب تو کبھی نہیں ہوتا تھا......اب مجھے کیا ہو گیا ہے؟ شاید میرے صبر کے پیمانے میں اتنی گنجائش نہیں کہ میں اور صبر کروں......شاید تمام امیدیں اور تمنائیں اب دم توڑ چکی ہیں......شاید اس پوری دنیا میں میرے لئے کوئی بھی نہیں ہے......کوئی ایک بھی نہیں......ہاں اگر ہوتا تو میں آج تک یوں تنہا نہ جی رہا ہوتا......میری بھی ویران زندگی میں بہار لے کر کوئی آیا ہوتا تو اب میری یہ حالت نہ ہوتی......

وہ خالی سڑک پر دھیرے دھیرے سر جھکائے چل رہا تھا......سردی بڑھتی جا رہی تھی مگر اسے بالکل ٹھنڈ نہیں لگ رہی تھی نومبر کی آخری راتیں تھیں اور موسم روز بہ روز ٹھنڈا ہو رہا تھا......دو دن پہلے کی بارش نے ٹھنڈ کچھ زیادہ بڑھا دی تھی ہوا بھی کافی تیز چل رہی تھی مگر اسے اپنے اندر جیسے کچھ سلگتا ہوا محسوس ہو رہا تھا......باہر تیز اور ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی مگر اس کے اندر کا موسم اس کے برعکس تھا......اندر جیسے حبس بڑھتا ہی جا رہا تھا اور باہر کی تیز اور ٹھنڈی ہوا بھی اس حبس کو کم نہیں کر پا رہی تھی......کبھی وہ ایسا موسم کتنا انجوائے کیا کرتا تھا اور آج......آج جیسے ہر طرف اسے وحشت ہی نظر آ رہی تھی......دل......دل ہی شے ہے اگر وہ خوش ہو تو دنیا کی ہر شے خوبصورت اور ہر منظر سہانا لگتا ہے اور اگر دل میں ہی خوشی نہ ہوتا دنیا کی ہر

شے بیکار اور بے معنی ہے..... یہ دل جس پر کسی کا زور نہیں چلتا جو اپنی سلطنت کا خود ہی بادشاہ ہے..... جو اپنی ہی کہتا ہے اپنی ہی سنتا ہے.....دل جس پر کوئی کتنا ہی کیوں نہ چاہے، جبر کر کے بھی اسے کسی کام کے لئے مجبور نہیں کر سکتا وہ کسی کے اختیار میں نہیں آتا.....اس کے اپنے موسم ہیں..... کبھی وہ سخت گرمی میں بھی کسی گلاب کی طرح کھل جاتا ہے تو کبھی بہاروں کے موسم میں بھی اس پر خوشی کا ایک بھی پھول نہیں کھلتا..... کبھی وہ ویرانے میں بھی محفل کے مزے لیتا ہے تو کبھی سب کے بیچ بھی انسان کو تنہا کر دیتا ہے..... اسے خوش کرنا بھی انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتا.....دل تو ایسی چیز ہے جو دنیا کے ہر قانون ہر پابندی..... ہر اصول اور ہر رواج سے آزاد ہے۔

وہ اب جس سڑک پر آ نکلا تھا وہ خالی تھی کوئی ذی روح دور دور تک دکھائی نہیں دے رہا تھا..... رات کی تاریکی بھی مزید گہری ہو گئی تھی..... اور اس کی سوچیں بھی گہری سے گہری ہو گئی تھیں اور وہ ان میں ڈوب چکا تھا.....

اس کی زندگی بھی کیا تھی ایک آزمائش مسلسل تھی جو ابھی تک کسی طوفان کی طرح کسی ساحل کی تلاش میں تھی..... وہ کسی کالی گھٹا کی طرح کسی بنجر صحرا کی تلاش میں تھا جہاں وہ برس کر اپنی ساری تھکان اتار لے۔ وہ صدیوں کی پیاس اپنے دل میں لئے پھرتا تھا..... وہ یتیمی کی حالت میں پلا تھا بچپن میں باپ کی موت اور ماں سے ان کی بیوفائی نے اسے بہت سخت حالات سے دوچار رکھا تھا زمانے کی ٹھوکریں بھی کھائیں پھر بھی اس نے کبھی ہمت نہ ہاری تھی پر اب وہ تھکنے لگا تھا..... کسی کے ساتھ کی حسرت میں وہ دن بہ دن گھلتا جا رہا تھا کوئی ایسا جو اس کے دکھ درد اور خوشی میں اس کے ساتھ ہو..... جو اس کے دل کی ساری باتیں سن اور سمجھ سکتا ہو..... جو اس کا خیال رکھے..... جو صرف اور صرف اس کا اپنا ہو..... وہ تنہا زندگی جی جی کر اکتا گیا تھا..... ایک ایسا جیون ساتھی اس کی تمنا تھا جو اس کو سمجھ سکے اس کی تمام تشنگی اور اس کی پیاسی روح کو سیراب کر سکے.....

کیا میں تمام عمر یونہی ٹھوکریں کھاتا رہوں گا؟ کیا کبھی مجھے کوئی پیار کرنے والا نہیں ملے گا؟ کیا میری ساری زندگی یونہی صبر کرتے ہی گزر جائے گی؟ کیا میری شادی ہی نہیں ہوگی؟ آخر کب ہوگی اور کب میرے بچے ہوں گے اور کب بڑے ہوں گے؟

اس کا دل ہر وقت اسے کٹہرے میں کھڑا کر کے اس سے سوال کرتا رہتا تھا اور اس کے پاس کوئی جواب نہ ہوتا..... وہ ہر بار امید لگاتا اور ہر بار مایوس ہوتا..... کیا ہے یہ زندگی..... محرومی..... آزمائش امتحان..... جبر مسلسل؟ آخر کب تک یہ جبر مسلسل مجھ پر کسی عذاب کی طرح مجھ پر مسلط رہے گا؟ کب مجھے بھی کوئی خوشی نصیب ہوگی؟

وہ پچھلے دو گھنٹوں سے سڑکوں پر مارا مارا پھر رہا تھا..... اسے کہیں بھی نہیں جانا تھا..... بس اندر اتنی بے چینی تھی کہ وہ گھر بھی نہیں جانا چاہتا تھا..... گھر جاتا تو کوئی نہ کوئی دوست اسے آ کر زبردستی شادی پر لے جاتا اور وہ ایسا نہیں چاہتا اب تو اس کے دوست بھی اس کا مذاق اڑانے لگے تھے..... وہی مذاق جو وہ کبھی دوسروں کا اڑایا کرتا تھا..... اور جب اس کے دوست اس کا اڑاتے تو وہ ہنس کر ٹال دیا کرتا تھا..... پر اب..... اب ان کی باتیں اس کے دل کو چیر جاتی تھیں..... اب اس میں یہ سب برداشت کرنے کی ہمت نہیں تھی۔

وہ دو بہنوں اور دو بھائیوں میں سب سے چھوٹا تھا اور سبھی شادی شدہ تھے اور اس کے لئے کب سے رشتے کی تلاش کی جا رہی تھی۔ وہ سب کا خیال رکھتا تھا اور ماں سے اسے بے حد محبت تھی بچپن میں ہی ان کا باپ فوت ہو گیا تھا اور تبھی سے ان کے سر پر ذمہ داریوں کا بوجھ پڑ گیا تھا..... وہ

بچپن میں ہی کچھ ایسے حالات سے دوچار ہوا تھا جس نے اسے بہت حساس بنا دیا تھا...... اسے ابھی بھی بہت سی باتیں یاد تھیں جنہیں وہ لاکھ کوشش کے باوجود بھی نہ بھلا پایا تھا...... اس کے باپ کا اس کی ماں سے لڑائی جھگڑا اور بدسلوکی...... وہ عورت جس نے اس کے باپ کو پھانس لیا تھا اور جس کی محبت میں پاگل ہو کر اس کا باپ اپنی بیوی اور بچوں کو بھی بھول گیا تھا...... کینٹ میں تین کینال کی وہ کوٹھی جو اس کی ماں نے خود بنوائی تھی...... وہ نوکروں کی اور روپے پیسے کی ریل پیل...... وہ ان کا شاندار بچپن...... وہ شہر کا سب سے اچھا اور مہنگا اسکول...... وہ اسکول کے سہانے دن...... پھر اس کے باپ کا اس کی دوسری بیوی کے ہاتھوں قتل...... ان کی ساری پراپرٹی اور باپ کی ہر چیز سے محرومی...... اس عورت کا مکروہ چہرہ...... اس کے اپنے سگے رشتے داروں کا ان کے حق پر قبضے...... ان کا ایک ہائی اسٹینڈرڈ لائف سٹائل سے مسکینی کا وہ دور جب وہ ایک وقت کی روٹی کو بھی ترسنے لگے تھے...... ان کا شاندار گھر...... گاڑیاں اور نوکر چاکر...... سب کچھ اس کی باپ کے ساتھ ہی چلا گیا تھا...... وہ خود تو منوں مٹی تلے جا کر سو گیا تھا پر انہیں بے یار و مددگار کر گیا تھا...... اس نے اپنے باپ کو کبھی بھی اس کی ماں سے بیوفائی کے لئے اور جو حق اس نے اپنے بچوں کا مارا تھا اور جن حالات سے وہ صرف اس عورت کی وجہ سے شکار ہو گئے تھے معاف نہیں کیا تھا...... وہ خود کو اتنے سالوں بعد بھی اپنے باپ کو معاف کرنے پر قائل نہیں کر پایا تھا...... وہ کبھی اس کی قبر پر نہیں گیا تھا...... کیوں جاتا وہ اس کی ماں سے بیوفائی کا مرتکب تھا اپنے بچوں کی حالت زار کا ذمہ دار تھا...... انہوں نے کتنی مشکلیں دیکھی تھیں...... کتنے فاقے کاٹے تھے وہ جو کسی کام کو ہاتھ نہ لگاتے تھے...... وہ جو لگژری کاروں کے عادی تھے جب ہر چیز ظالم دنیا نے ان سے چھین لی تھی تو وہی میلوں پیدل چلتے کہ ان کے پاس کرایے تک کے پیسے نہیں ہوتے تھے...... کھانے کو کھانا پہننے کو کپڑے نہیں ہوتے تھے...... سر سے چھت تک چھین لی تھی لوگوں نے...... اس کے باپ کی دوسری بیوی نے ہر چیز اپنے نام کروائی تھی اور جو بچا تھا وہ رشتے داروں نے لوٹنا شروع کر دیا تھا بڑی مشکل سے اس کی ماں نے ایک پانچ مرلے کا گھر خرید لیا تھا جہاں ان کو سر چھپانے کی جگہ مل گئی تھی...... ان کی تعلیم بھی ادھوری رہ گئی تھی...... اور وہ چھوٹی سی عمر میں ہی کمانے کی تگ و دو کرنے پر مجبور ہو گیا تھا...... بڑی چوٹیں کھانے کے بعد انہوں نے خود کو سنبھالا تھا...... زمانے کہ بہت سی ٹھوکریں کھائی تھیں پھر جا کر وہ اپنے گھر کو چلانے کے قابل ہوئے تھے...... پھر دونوں بہنوں اور بڑے بھائیوں کی شادیاں ہو گئیں اور وہ اپنی زندگیوں میں مصروف ہو گئے تھے...... وہ ابھی تک تنہا ہی زندگی کی بھیڑ میں دن کاٹ رہا تھا...... زندگی کی تلخیوں نے اسے بہت افسردہ کر رکھا تھا...... جانے اس کی ناؤ کو کب کوئی ٹھکانا ملے گا وہ اکثر اسی قسم کی کشمکش کا شکار رہتا۔

باپ کا خیال آتے ہی اس نے سڑک پر پڑے خالی کین کو ایک زوردار ٹھوکر ماری وہ خالی اور سنسان سڑک پر لڑھکتا ہوا کافی دور جا گرا اس کے گرنے سے سناٹے میں ایک شور ہوا اور ایک بار پھر خاموشی چھا گئی...... ایک نظر اس کین کو دیکھتا رہا اور پھر سے کچھوے کی چال چلنے لگا......

وہ اب ایک دوسری سڑک پر چل رہا تھا ان سڑکوں پر چلتے ہوئے اسے ایک زمانہ بیت گیا تھا وہ انہیں سڑکوں پر چلتے ہوئے جوان ہوا تھا یہاں کچھ بھی نیا نہیں تھا...... اس کے قدم چاہتے ہوئے بھی گھر کی طرف نہیں بڑھ رہے تھے وہ جانتا تھا کہ اسوقت اس کے دوست کی بارات ہو گی اور ساتھ والا گھر روشنیوں اور لوگوں سے بھرا ہو گا...... وہ اب ان چیزوں سے کتراتا تھا جانے کیوں اسے یہ سب اب اچھا ہی نہیں لگتا تھا وہ ایک بار پھر دوسری طرف مڑ گیا۔

اس کے دماغ میں پھر سے کوئی کشمکش شروع ہوگئی تھی...... پھر سے ایک جنگ اس کے دل اور دماغ میں چھڑ گئی تھی...... مجھ میں کیا کمی ہے؟ شکل صورت' قد کاٹھ رنگ' صاحب روزگار...... کوئی کمی بھی تو نہیں ہے پھر پھر کیا وجہ ہے کہ آج بھی میں یوں تنہا ہوں؟ کتنی بار رشتہ طے ہوتے ہوتے رہ گیا...... ایک بار منگنی ہوتے ہوتے ٹوٹی...... جو بھی آتا پہلے تو بہت خوش ہوتے ہیں اور پھر' پھر کیا ہو جاتا ہے؟ کیا میرا ماضی؟ میرے باپ کی بیوفائی؟ ان کا قتل؟ یا گھر کا کوئی فرد جو مجھے آباد ہوتا نہیں دیکھ سکتا؟

کیا کیا وجہ ہے میں کس کو الزام دوں؟ کہاں سے اس سوال کا جواب ڈھونڈ کر لاؤں؟ کس طرح اپنے دل کو یہ سب سمجھاؤں؟ کیوں ہر بار میری ہی خوشیاں ادھوری رہ جاتی ہیں؟ کیوں ہر بار قسمت مجھے نخلستانوں کے خواب دکھا کر کسی سراب کے پیچھے لگا دیتی ہے؟ ہر بار میری تلاش کسی سراب پر آ کر ہی کیوں ختم ہوتی ہے؟ کیا میری زندگی میں صرف سرابوں کی لا حاصل مسافت ہی لکھی ہے؟ کیا کبھی کوئی ساون میری تشنگی مٹا پائے گا یا نہیں کیا اس زندگی میں کبھی سچا پیار مل پائے گا؟

ہر پل ایک نیا سوال دل سے نکلتا اور دماغ کو پریشان کر جاتا...... کبھی دل کوئی سوال کرتا اور دماغ اس کا جواب ڈھونڈنے لگتا...... ایک زندگی اور اس میں اتنے سوال ہیں کہ انسان بس ساری عمر ان کے جواب ڈھونڈنے میں ہی لگا رہتا ہے ایک سوال کا جواب ملتا ہے تو کوئی دوسرا سوال کھڑا ہو جاتا ہے...... پھر اس کی تلاش میں جان لڑاتا ہے...... پھر کوئی اور سوال ابھرتا ہے...... زندگی تو ایک مسلسل امتحان ہے جس میں ہر روز انسان جانے کتنے سوال حل کرتا ہے اور مرتے دم تک وہ ان سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا...... دنیا میں زندگی سے بڑا کوئی سوال نہیں ہے جس کا جواب آج تک کوئی نہیں ڈھونڈ سکا...... یہ اس کائنات کا ایسا سوال ہے جس کا کوئی جواب ہے بھی نہیں...... انسان تمام عمر گزارنے کے بعد بھی اس کا جواب نہیں ڈھونڈ پاتا۔

☆☆☆☆
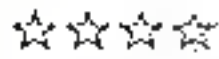
اب وہ گھر سے چند قدم کے فاصلے پر تھا سامنے والے گھر میں ابھی بھی روشنیاں تھیں اور ٹینٹ بھی لگے ہوئے تھے مگر لوگ جا چکے تھے...... کرسیاں دیگیں...... پھول ادھر ادھر بکھرے پڑے تھے اور ویرانی کا منظر پیش کر رہے تھے اس کی نگاہیں ابھی بھی جھکی ہوئی تھیں...... وہ انہیں شعوری طور پر جھکائے ہوا تھا اور ایک نگاہ غلط بھی ان پر ڈالنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے دوست کا گھر بتیوں اور قمقموں سے جگمگ کر رہا تھا وہ ان کی روشنی اپنے پورے وجود پر پڑتے ہوئے محسوس کر سکتا تھا...... وہ آہستگی سے چلتا ہوا اپنے پیروں کو پھولوں کی پتیوں سے بچاتا ہوا گزر رہا تھا جنہیں لوگ بڑی بے دردی سے روند کر جا چکے تھے۔ اچانک اس کی نظر قریب پڑے حمام سے گرنے والے پانی پر پڑی جس میں بتیوں سے جگمگاتے گھر کا عکس نظر آ رہا تھا اس نے جلدی سے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا اور اپنے گھر کے دروازے کی جالی سے ہاتھ اندر ڈال کر دروازہ کھول لیا اور اندر داخل ہو کر جونہی اس نے اپنا منہ باہر کی طرف کیا ایک بار اس کی نظر پھر سے نا چاہتے ہوئے بھی اسی گھر سے جا ٹکرائی اس نے یکدم دروازہ بند کر دیا...... وہ بتیاں وہ روشنیاں اس کے اندر کی تاریکی کو اور بڑھا رہی تھیں اسے ان سے وحشت اور خوف سا محسوس ہونے لگا تھا وہ جیسے اس کا منہ چڑا رہی تھیں۔

اندر کافی اندھیرا تھا سب گھر والے گہری نیند سو رہے تھے وہ دبے پاؤں چلتا ہوا اپنے کمرے میں آ گیا تھا ایک زیرو کا بلب اس نے آن کر لیا

تھا کوئی بھی تیز روشنی اسے اچھی نہیں لگ رہی تھی ...... وہ بیڈ پر بیٹھ کر اپنے بوٹ اتارنے لگا بوٹ اتار کر وہ بیڈ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تھا اور اب اسے پیروں میں درد کا احساس ہوا تھا جو اتنی دیر پیدل پھرنے کی وجہ سے سوج رہے تھے اور اب کافی درد کر رہے تھے۔ وہ ٹانگیں لمبی کر کے آگے کو جھک کر اپنے پیروں کو دونوں ہاتھوں سے کچھ دیر کے لئے دباتا رہا اور پھر سر کو بیڈ سے ٹکا کر آنکھیں موند لیں ...... ایک آواز کہیں سے اس کے کانوں میں گونجی تھی ...... "یار اب تو شادی کر لو یا ساری عمر یونہی گزارنی ہے ......"

"میرے تو بچے بھی اتنے بڑے ہو گئے اور تو ابھی تک کنوارہ ہی پھر رہا ہے ......"

"یا تو نے چھڑا ہی رہنا ہے ......"

اس نے جلدی سے آنکھیں کھول لیں اور وہ آوازیں بھی غائب ہو گئیں اب پھر سے وہی نیم تاریکی تھی اور خاموشی ...... وہ چھت کو گھور رہا تھا اسے اپنے دوستوں کی باتیں یاد آ رہی تھیں جو وہ اکثر اسے مذاق میں کہہ دیتے تھے پر اب اسے ایسا کوئی بھی مزاق کسی خنجر کی طرح لگتا تھا جو سیدھا جا کر دل میں پیوست ہو جاتا تھا اور جس کا زہر پورے وجود کو زہریلا بنا دیتا تھا۔

میری شادی نہیں ہو رہی تو اس میں میرا کیا قصور ہے یہ سب تو نصیب کی بات ہے جب مقدر میں ہونا لکھا ہوگا ہو جائے گی ...... وہ خود کو تسلیاں دیتا خود کو ہر حیلے بہانے سے بہلاتا ...... ہر بار اچھے کی امید کرتا مگر ہر بار اسے مایوسی ہوتی۔

یا اللہ کیوں میری شادی نہیں ہو رہی ...... کیوں میں اتنا تنہا ہوں ...... کیا میں اتنا ہی برا ہوں کہ لوگ مجھے اپناتے ہی نہیں؟ میں تنگ آ گیا ہوں ان آزمائشوں سے ...... آخر کب یہ آزمائشیں ختم ہوں گی ......؟ کیا ساری آزمائشیں میرے ہی لئے رہ گئی ہیں؟

کیا سب مصیبتیں میری ہی جھولی میں ڈال دی گئی ہیں؟ آخر کب یہ تنہائی کا عذاب ختم ہوگا؟ کیا میری ساری زندگی یوں ہی گزر جائے گی؟

بس اب اور نہیں یا رب مجھ میں اب اور برداشت اور ہمت نہیں ہے ...... میں تھک گیا ہوں ...... میں ٹوٹ گیا ہوں ...... کیا تیرے پاس میرے لئے کوئی ایسا نہیں جو مجھے اس تنہائی سے محبت کی آغوش میں چھپا لے؟ مجھے بس تجھ سے ایک پیار کرنے والا ...... قدم سے قدم ملانے والا ...... سچی محبت کرنے والا ...... زندگی کے دکھ درد بانٹنے والا جیون ساتھی چاہیئے جو میری تمام محرومیاں دور کر دے جس کے آنے سے میرے سارے غم خوشی میں بدل جائیں ...... جو میری تنہائی کو محفل بنا دے ...... تو نے کبھی مجھے مایوس نہیں کیا تو یا رب اب بھی مجھے خالی ہاتھ نہ رہنے دے ...... میرے صبر کا پیمانہ اب لبریز ہو گیا ہے ...... میں ٹوٹ کر بکھرتا جا رہا ہوں مجھے سمیٹ لے ......

اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور وہ چھت کو گھورتے ہوئے دل ہی دل میں اپنے رب سے التجائیں کر رہا تھا اور کون تھا جس کو وہ اپنے دل کا حال سناتا اور کون تھا جو اس کی مرادیں پوری کرتا وہ صرف اپنے رب سے مانگتا تھا اور اسی پر وہ ہمیشہ بھروسا کرتا تھا۔

☆☆☆☆

وہ بس اسٹاپ پر تنہا بیٹھی تھی اور ابھی تک اپنے حواسوں کو بحال کر رہی تھی ...... وہ ابھی تک اسے کنڈیشن میں تھی اور اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا ہوا ہے ...... وہ کہاں ہے اور اب اسے کہاں جانا ہے؟ رات ہو چکی تھی اور جہاں وہ بیٹھی تھی وہاں کوئی بھی نہیں تھا اور نہ ہی وہ خود پہلے کبھی

www.paksociety.com

یہاں آئی تھی..... اس نے یہ اسٹیشن پہلی بار دیکھا تھا اور اب اسے یہاں کوئی اور ٹرین آتی نظر نہیں آرہی تھی وہ خالی اسٹیشن پر اکیلی بیٹھی تھی اور اب وہ بہت ڈر رہی تھی جانے وہ کہاں آگئی تھی اور اب اسے واپسی کا کچھ پتا نہیں تھا کہ وہ کیسے واپس جائے گی اور نہ ہی اس جگہ کا ہی پتا تھا جہاں وہ اس وقت بیٹھی تھی.....وہ کیا سوچ کر نکلی تھی اور کیا ہو گیا تھا..... جانے اس کی دماغی حالت کب سے ایسی ہو گئی تھی اسے پتا ہی نہیں چلا تھا۔

اس نے اپنے چاروں طرف نظر گھما کر دیکھا پورا اسٹیشن خالی پڑا تھا اور سامنے گھڑی پر نظر پڑتے ہی زیبا کی حیرت اور پریشانی میں مزید اضافہ ہو گیا تھا اس کی سانسیں پھولنے لگی تھیں اور وہ روہانسی ہو رہی تھی..... رات کے آٹھ بج رہے تھے آٹھ.....اور یہاں آٹھ بجنے کا مطلب تھا تمام شاپنگ مالز اور دکانیں.....بسیں اور ٹرینز بس بند.....اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا.....اب کیا ہوگا؟ اس کے دل میں ہول اٹھ رہے تھے اسے کبھی بھی اتنا ڈر نہیں لگا تھا جتنا آج لگ رہا تھا.....ابھی ابھی تو وہ ایک شدید ذہنی کیفیت سے باہر آئی تھی اور اب پھر وہ ایک نئی مصیبت میں گرفتار ہو گئی تھی اور یہ سب ہوا ہی اس لئے تھا کہ وہ ٹرین میں بیٹھی جانے کن خیالوں میں اتنا گم تھی کہ اسے پتا ہی نہیں چلا تھا کہ وہ کہاں سے کہاں جا چکی ہے.....اس تو پتا ہی نہیں تھا کہ اسے کہاں جانا ہے اور وہ کہاں جانے کے لئے نکلی تھی۔

اس کا سانس رکنے لگا تھا اور وہ خود کو بہت کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہی تھی مگر اس کا ضبط ٹوٹ گیا تھا اور اب وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی خالی اسٹیشن پر اس کی ہچکیاں گونج رہی تھیں وہ اپنی آواز کو ہر ممکن حد تک نکلنے سے روک رہی تھی مگر پھر بھی وہ اس کوشش میں پوری طرح کامیاب نہیں ہوئی تھی..... اسے ڈر تھا کہ کہیں کوئی یہاں سے نکل نہ آئے اور کہیں اسے اکیلا اور کمزور سمجھ کر اس کا غلط فائدہ نہ اٹھالے۔ وہ دونوں ہاتھ منہ پر رکھے آواز کو دبانے کی کوشش کر رہی تھی اور لمبے سانس لے کر خود کو کام کر رہی تھی چند منٹ وہ یوں ہی آنسوؤں کو دبانے کی کوشش کرتی رہی مگر آنسوؤں کا یہ ریلا کسی بھی طرح اس کے کنٹرول میں نہ آیا تھا اور جب چند منٹ رو لینے کے بعد اسے اپنا آپ کچھ ہلکا اور سنبھلتا ہوا محسوس ہوا تو اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک ٹشو نکال کر اپنی آنکھوں کو اچھے سے صاف کیا.....تبھی اسے اپنی جیب میں کسی اور چیز کا بھی احساس ہوا تھا اس نے جلدی سے اپنی پاکٹ میں ہاتھ ڈالا اور اپنا موبائل نکال لیا.....تھینک گاڈ موبائل.....اس کی آنکھوں میں امید کی ایک کرن چمکی تھی.....پھر وہ سوچنے لگی کہ کیا کرے کس کو اپنی مدد کے لئے بلائے..... پہلا خیال جو اس کے ذہن میں آیا تھا وہ سعدیہ باجی اور اعجاز بھائی کا تھا' اس نے جلدی سے نمبر ملایا۔

''ہیلو زیبا کیسی ہو ابھی میں تمہیں ہی یاد کر رہی تھی۔''

دوسری طرف سے باجی کی آواز آئی تھی۔

''میں ٹھیک ہوں باجی آپ کیسی ہیں؟''

زیبا نے خود کو کمپوز کر کے کہا۔

''میں بھی ٹھیک تم اتنے دن ہو گئے آئی نہیں بچے بھی بہت یاد کر رہے تھے۔''

باجی نے گلا کیا۔

"جی ضرور آؤں گی اعجاز بھائی ہیں گھر پر؟۔"

زیبا نے کچھ جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں وہ تو نہیں ہیں کام سے گئے ہوئے ہیں آج ان کے آفس میں کافی کام تھا اور پھر ڈنمارک بھی جانا تھا کل ہی آئیں گے گھر......۔"

وہ کہنے لگی۔

"کیوں کوئی کام تھا تمہیں؟۔"

وہ سوچ کر بولیں۔

"نہ......نہیں ایسے ہی پوچھ رہی تھی اچھا باجی میں پھر بات کروں گی خدا حافظ۔"

وہ بوکھلا گئی تھی اور ایک آخری امید بھی ٹوٹ گئی تھی اس نے جلدی سے باجی کا فون بند کر دیا وہ انہیں اپنے متعلق بتا کر پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی اس نے موبائل کان سے ہٹایا تو اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا وہ ایک بار پھر خالی الذہن اور نظر تھی......ایک بار پھر سے ہر طرف بلیک آؤٹ ہو گیا تھا اس کا دماغ......اس کی سوچیں......سب کچھ جانے کہاں گم ہو گئے تھے۔

وہ پھٹی ہوئی نظروں سے اس اسٹیشن کو دیکھ رہی تھی جو کوئی ہانٹیڈ اسٹیشن لگ رہا تھا جہاں نہ بندہ تھا نہ بندے کی ذات......اس نے سامنے گھڑی پر نظر ڈالی پونے نو ہو گئے تھے وہ پریشانی سے آدھی ہو رہی تھی اور اسے بہت کمزوری بھی محسوس ہو رہی تھی......اس کے خالی دل و دماغ میں اچانک ایک آواز گونجی درود پاک......جو ہر مصیبت اور ہر پریشانی کو دور کر دیتا ہے وہ اونچی آواز میں درود پڑھنے لگی اتنی اونچی کے اس کی اپنی آواز اس کو سنائی دے رہی تھی اور اسٹیشن پر ہلکی سی بھنبھناہٹ خاموشی کی اس وحشت کو مٹانے لگی تھی وہ آنکھیں بند کر کے اس کا ورد کرنے لگی اور کچھ ہی دیر میں اس کے دماغ میں ایک روشنی سی ہو گئی تھی......اگر یونہی بیٹھی رہی تو رات اور گہری ہوتی جائے گی اور خطرہ اور بڑھ جائے گا ابھی باہر سڑکوں پر کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی ٹیکسی تو مل ہی جائے گی......اس کے اندر سے ایک آواز آئی تھی......وہ موبائل جیب میں رکھ کر ہمت کر کے اٹھی اور ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اسٹیشن سے باہر نکل آئی......باہر بھی کوئی نہیں تھا وہ ڈری سہی درود پڑھتی آہستہ سے آگے بڑھ رہی تھی تبھی سامنے سے دو دیو قامت نیگروز برآمد ہوئے......انہیں دیکھتے ہی زیبا کے پورے جسم میں خوف کی ایک شدید لہر دوڑ گئی تھی اور اس کا سانس رک سا گیا تھا وہ ایک سیکنڈ کے لئے تھمی مگر اگلے ہی لمحے ان کی نظر زیبا پر پڑ گئی اور زیبا نے انہیں دیکھ کر اگنور کرتے ہوئے ایک بار پھر سے چلنا شروع کر دیا......وہ رک کر اور اپنی کسی بھی حرکت سے اس پر یہ ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتی تھی کہ وہ ڈر گئی ہے یا تنہا ہے......وہ سامنے سے چلتے آرہے تھے اور رات کے اس پہر وہ دیو قامت دو نیگروز جنوں کی طرح ہیبتناک اور ڈراؤنے لگ رہے تھے......زیبا کا دل اتنی زور سے دھڑک رہا تھا کہ اسے لگا جیسے وہ سینے سے باہر ہی نکل آئے گا......اس کی سانس بھی پھول رہی تھی مگر وہ اس پر قابو پانے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی......اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ یہاں سے تیزی سے بھاگ جائے مگر وہ ایسا بھی نہیں کر سکتی تھی اگر میں نے ایسا کیا تو وہ یقیناً میرے پیچھے بھاگیں گے......وہ خوفزدہ نظروں سے ان کی لمبی دھڑنگی ٹانگوں کو دیکھ کر سوچ رہی تھی جو اسے میلوں لمبی لگ رہی تھیں......اتنی لمبی ٹانگوں کے ساتھ تو وہ دو منٹ میں مجھے پکڑ لیں گے......اس کا دل اچھل کر حلق

میں آ گیا تھا اس نے بڑی مشکل سے تھوک نگلا...... اس کی ننھی سی ٹانگیں کانپ رہی تھیں اور وہ اپنے دونوں بازو مضبوطی سے سینے پر باندھ کر خود کو چلنے کے لئے مجبور کر رہی تھی۔ جوں جوں وہ قریب آ رہے تھے نا چاہتے ہوئے بھی زیبا کی رفتار کم سے کم ہوتی جا رہی تھی قریب آتے ہوئے ان کا قد اور بڑھتا جا رہا تھا اور زیبا کو اپنا آپ بونے جتنا لگ رہا تھا...... وہ زیر لب درود پہلے سے بھی تیزی سے پڑھ رہی تھی اور اس کے ماتھے پر اتنی ٹھنڈ میں بھی پسینہ آ گیا تھا۔

''ہاہاہا۔''

ان میں سے ایک نے دوسرے کو کچھ کہا اور ہنسنے لگا۔

''ہی ہی ہی۔''

اس کی بات سن کر وہ بھی ہنسا زیبا کو ان کی زبان تو سمجھ نہیں آئی تھی جانے وہ کس زبان میں بات کر رہے تھے مگر اسے ان کی حرکات وسکنات سے اچھے سے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اسی کو دیکھ رہے تھے اور اسی کے بارے میں بات کر کے ہنس رہے تھے اسے شدید غصہ آ رہا تھا اور اس کا دل کر رہا تھا کہ ان کا منہ چھیل کر رکھ دے مگر وہ تو اتنی چھوٹی تھی کہ ایسا کرنے کے لئے بھی اسے ایک عدد سیڑھی کی ضرورت تھی جس پر چڑھ کر وہ اس کے چہرے تک پہنچ پاتی...... زیبا کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا تھا اور وہ ان کے سامنے ایک چھوٹی سے گڑیا لگ رہی تھی وہ اب زیبا سے کچھ فٹ کے فاصلے پر اپنی اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتے چلے آ رہے تھے...... ایک نے دوسرے کو ہلکا سا دھکا دیا تو وہ دور جا گرا دہ پہلا گر کر دوسرے کو کچھ بکنے لگا پھر پہلے نے اسے ہاتھ پکڑ کر کھڑا کر دیا اور دونوں پھر سے ڈانواں ڈول چلنے لگے زیبا کو اچھے سے اندازہ ہو گیا تھا وہ ڈرنکر ہیں اور اب وہ اسے اور بھی زیادہ خطرناک لگ رہے تھے۔ زیبا نے ایک نظر ان پر ڈالی وہ کھا جانے والی نظروں سے زیبا کی طرف دیکھ رہے تھے زیبا کا کلیجہ منہ کو آنے لگا...... یا اللہ میری مدد فرما...... یا اللہ ان حبشیوں سے مجھے بچا میں تیری پناہ میں آتی ہوں غیب سے میری مدد فرما...... وہ دل ہی دل میں التجائیں کر رہی تھی۔ وہ روڈ کے ایک طرف سے آ رہی تھی اور وہ دوسری طرف سے زیبا کی طرف کاش میں اسٹیشن سے باہر ہی نہ آئی ہوتی زیبا کو پچھتاوا ہو رہا تھا یہ ایک بڑی اور کشادہ سڑک تھی مگر ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی اب تک زیبا نے صرف دو گاڑیاں گزرتے ہوئے دیکھی تھیں اور وہ بھی بجلی کی سی تیزی سے روڈ پر سے گزری تھیں...... یا اللہ کوئی ٹیکسی آ جائے...... اوہ اب زیبا سے صرف چند قدم کے فاصلے پر تھے تبھی ان کے پیچھے سے ایک تیز روشنی قریب آتی محسوس ہوئی زیبا کو کچھ بھی صاف نظر نہیں آ رہا تھا روشنی اس کی نظروں کو چندھیا رہی تھی...... وہ یقیناً کوئی تیز رفتار گاڑی تھی جو قریب آ رہی تھی وہ دونوں اس سے بے خبر جھومتے جھومتے سڑک کے کناروں سے ہٹ کر سڑک کے وسط میں چل رہے تھے تبھی گاڑی اب ہارن دے رہی تھی زیبا کا چہرہ سامنے کی طرف تھا اس کا دل اور تیزی سے دھڑک رہا تھا اس نے گاڑی کو ہاتھ ہلانے شروع کر دیئے وہ دونوں بھی مڑ کر گاڑی کو دیکھنے لگے اور بڑبڑانے لگے...... گاڑی نے ان سے چند قدموں کے فاصلے پر آ کر ایک زوردار بریک لگائی اور سڑک پر بائیں جانب مڑتے ہوئے رک گئی......

ان کے رکتے ہی زیبا نے گاڑی کو غور سے دیکھا ڈرائیونگ سیٹ سے ایک بڑی عمر کا بندہ سر باہر نکال کر ان نیگروز کو گالیاں بکنے لگا۔

''یو ڈرنک نیگرز گیٹ آؤٹ فرام دی روڈ...... یو ڈوگز۔''

وہ اونچی آواز میں انہیں گالیاں نکال رہا تھا اور زیبا نے تبھی گاڑی کی طرف دوڑ لگا دی اور قریب جا کر اس نے ایک دروازے پر "کیب۔" لکھا تو ایک سیکنڈ ضائع کیے بغیر اور بغیر اس شخص سے پوچھے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر جلدی سے بیٹھ گئی اور اندر سے لاک کر لیا' ڈرائیور نے چونک کر اسے دیکھا اور سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"مجھے جانا ہے جلدی سے گاڑی چلاؤ۔"

وہ اسے دیکھ کر ہانپتے ہوئے بولی۔

"کہاں جانا ہے؟۔"

وہ حیرت سے اسے دیکھ کر پوچھنے لگا۔

"پہلے جلدی سے گاڑی چلاؤ پھر بتاتی ہوں۔"

وہ ہاتھ سے جلدی کا اشارہ کرتے ہوئے بولی وہ ابھی بھی نیگروز کی طرف دیکھ رہی تھی جو اسے دیکھ کر کچھ بڑبڑا رہے تھے ڈرائیور نے ایک نظر ان کی طرف ڈالی وہ گاڑی ہی کی طرف آ رہے تھے ڈرائیور نے موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے ایکسیلیٹر پر پاؤں رکھا اور اگلے ہی لمحے گاڑی تیزی سے بھاگنے لگی زیبا نے گردن گھما کر پیچھے دیکھا وہ دونوں ہاتھ مل رہے تھے جیسے کوئی قیمتی چیز ان کے ہاتھوں سے نکل گئی ہو۔ زیبا نے گہرے سانس لئے اور اپنی پھولی ہوئی سانس کو بحال کرنے لگی۔

ڈرائیور اب بیک ویو مرر سے اسے دیکھ رہا تھا چند منٹ بعد وہ بولا۔

"تمہیں کہاں جانا ہے؟۔"

زیبا نے بھی اسے مرر سے دیکھ کر کہا۔

"آسائلم سنٹر۔"

وہ آرام سے بولی۔

"کیا۔"

اور ساتھ ہی اس نے گاڑی کی بریکس لگا کر گاڑی روک دی اور مڑ کر پیچھے دیکھنے لگا۔

"وہ تو یہاں سے بہت دور ہے۔"

وہ حیرت سے اسے دیکھ کر بولا۔

"تو کیا ہوا مجھے وہیں جانا ہے۔"

زیبا نے تیوری چڑھا کر کہا۔

"پر میں اتنی دور نہیں جانا چاہتا۔"

اس نے کندھے اچکا کر کہا۔

''پر میں اس وقت کہاں سے دوسری ٹیکسی کا بندوبست کروں گی...... پلیز آپ مجھے وہاں پہنچا دیں۔''

زیبا نے کچھ پریشان ہو کر اسے درخواست کی۔

''پلیز...... پلیز۔''

وہ اسے ملتجی نظروں سے دیکھ کر بولی۔

''پر اس کے لئے تو کرایہ بہت لگ جائے گا کیا تمہارے پاس اتنے پیسے ہیں۔؟''

وہ مشکوک نظروں سے اسے دیکھ کر بولا۔

''ہاں ہاں میرے پاس بہت سے پیسے ہیں آپ بس مجھے وہاں پہنچا دیں۔''

''اوکے۔''

وہ سامنے کی طرف مڑا اور گاڑی چلانے لگا۔

زیبا نے بڑے اعتماد سے کہا مگر وہ جانتی تھی کہ اس کے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں پر وہ کیا کرتی اس کے پاس اور کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا وہ خاموشی سے گاڑی چلانے لگا تبھی زیبا نے خاموشی سے اپنی جیب سے پیسے نکال کر گنے وہ اتنے نہیں تھے جتنے کرایے کے لئے درکار تھے اور اب اس کے پاس یہی پیسے بچے تھے وہ ان پیسوں کو ہاتھ میں دبا کر سوچنے لگی کہ اب وہ کیا کرے...... کیسے وہ اس کو پورا کرایہ دے گی...... وہ دونوں ہاتھوں کو پریشانی کے عالم میں مل رہی تھی تبھی اسے اپنے ہاتھ میں موجود سونے کی انگوٹھی کا خیال آیا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر دیکھا...... یہ انگوٹھی اسے سلطان نے منہ دکھائی میں دی تھی اور آج تک اس نے کبھی اس کو خود سے جدا نہیں کیا تھا...... وہ پل اسے یاد آنے لگے تھے جب یہ انگوٹھی سلطان نے بڑے پیار سے اس کے ہاتھ میں پہنائی تھی...... ایک سرد آہ لے کر وہ اسے دیکھنے لگی...... آج تک جانے کس امید پر اس نے اسے اپنے ہاتھ میں پہنے رکھا تھا...... جانے کیا کیا ارمان اس ایک انگوٹھی کے ساتھ وابستہ تھے جانے کیسی کیسی امیدیں جو اب خاک میں مل چکی تھیں وہ اسے پکڑ کر جانے کتنی دیر دیکھتی رہی تھی...... شاید یہ اب تک اسی لئے میرے ہاتھ میں تھی کہ اس مشکل کے وقت میں میری کام آسکے۔

گاڑی ایک سو بیس کی اسپیڈ پر چل رہی تھی اور اب زیبا کو اندازہ ہوا تھا کہ وہ کتنی دور آگئی تھی...... ڈیڑھ گھنٹے کے سفر کے بعد اس دو منزلہ کے دروازے پر آ کر رک گئے تھے زیبا نے اپنے کوٹ کی جیب سے پیسے اور انگوٹھی اتار کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''تھینک یو ویری مچ انکل۔''

وہ اس کے ہاتھ سے پیسے پکڑتے ہوئے حیرت سے انگوٹھی کی طرف دیکھنے لگا۔

''پیسے کم ہیں اور ابھی میرے پاس اور پیسے نہیں ہیں آپ اسے رکھ لیں یہ گولڈ کی ہے اور جتنا کرایہ ہے اس سے زیادہ مالیت کی ہے۔''

زیبا نے معذرت خوانہ انداز میں کہا۔

وہ پہلے تو اسے دیکھنے لگا پھر بولا۔

''نہیں میں یہ نہیں لے سکتا تم اسے پاس رکھو جب پیسے ہوں گے مجھے لوٹا دینا۔''

وہ اسے واپس کرتے ہوئے بولا۔

''نہیں نہیں آپ اسے لے لیں مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے آپ کا بہت شکریہ۔''

زیبا نے اسے لینے سے صاف انکار کر دیا۔

''اچھا میں یہ رکھ لیتا ہوں جب تمہارے پاس پیسے ہوں تو مجھے دے کر اپنی یہ امانت واپس لے لینا او کے بائے۔''

وہ اس کو اپنی جیب میں رکھ کر بولا اور چل دیا' زیبا کچھ دیر اسے جاتا دیکھتی رہی اور پھر سنٹر میں آ گئی وہ سیدھا اپنے کمرے میں جانے کی بجائے آمنہ کے کمرے کی طرف آ گئی اندر سے باتوں کی آواز آ رہی تھی تبھی وہ دروازے پر ناک کر کے اندر آ گئی۔ آمنہ اور اس کی ماں اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور اسے گلے لگا کر ملیں تبھی زیبا کافی جذباتی ہو گئی اور زور زور سے رونے لگی وہ دونوں اسے دیکھ کر پریشان ہو گئیں۔

''کیا ہوا زیبا بیٹی تم کیوں رو رہی ہو؟۔''

آمنہ کی ماں اسے کندھے سے پکڑ کر اس کے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگی پر وہ کچھ نہیں بولی تبھی آمنہ بھی اس کے قریب آ کر اس کے سامنے بیٹھ گئی اور اس کے دونوں ہاتھ جو وہ منہ پر رکھ کر رو رہی تھی ہٹنے کی کوشش کرنے لگی۔

''کیا ہوا میری پیاری کچھ بتاؤ تو سہی تمہیں ہوا کیا ہے؟۔''

وہ اسے چپ کرا رہی تھی پر زیبا کی گھگھی بندھ گئی تھی اور اس سے کچھ بھی نہیں بولا جا رہا تھا۔ آمنہ کی ماں نے اسے پانی پلایا اور پھر اس کا رونا کچھ کم ہوا۔

''اب بتاؤ کیا ہوا؟۔''

آمنہ نے اسے سنبھلتے دیکھ کر پوچھا۔

''وہ......وہ میں آج......آج......گم ہو گئی......گئی تھی......۔''

زیبا نے ہچکیوں کے ساتھ اٹک اٹک کر بتایا اور پھر رونے لگی۔

''اوہ......کوئی بات نہیں ایسا ہو جاتا ہے میں بھی ایک بار گم ہو گئی تھی......اس میں رونے والی تو کوئی بات نہیں......پلیز چپ ہو جاؤ......ادھر دیکھو۔''

وہ زیبا کو تسلی دیتے ہوئے بولی اور پھر اس کا چہرہ اپنی طرف گھما کر بولی۔

''تم نے کھانا کھایا؟۔''

اس نے پیار سے پوچھا تو زیبا نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''اچھا اسی لئے تم اتنی دبلی لگ رہی ہو......ویسے میں نے بھی نہیں کھایا......چلو آؤ ہم دونوں مل کر کھانا کھاتے ہیں اور آج تم یہیں سو گی

میرے ساتھ اور ہم دونوں خوب گپ شپ کریں گے جب سے تمہارا روم شفٹ ہوا ہے ہم نے جی بھر کر باتیں ہی نہیں کیں..... چلو تم فریش ہو جاؤ میرے پاس کھانا رکھا ہے میں گرم کر کے لاتی ہوں۔''

آمنہ نے خود سے سارا پروگرام سیٹ کر لیا اور زیبا بھی بہل گئی تھی اور کافی سنبھل گئی تھی۔

☆☆☆☆

''زندگی میں کبھی کبھی سب کچھ پا کر بھی کسی خوشی کا احساس نہیں ہوتا..... بھری پری دنیا بھی ویران لگنے لگتی ہے..... کسی بھی چیز میں دل نہیں لگتا..... یہ دنیا اور اس کی ہر چیز فضول، بے مقصد اور ہر مزہ بے کیف اور بد مزہ لگتا ہے..... کسی بھی چیز میں کوئی دلچسپی محسوس نہیں ہوتی..... کہیں بھی جاؤ دل ہی نہیں لگتا۔''

وہ دور ایک دھند لے منظر کو دیکھ کر کہہ رہی تھی۔

''کیا ہوا تم اتنی اداس باتیں کیوں کر رہی ہو؟ لگتا ہے تم پر لیٹریچر کا کچھ زیادہ ہی اثر ہو گیا ہے۔''

انعم نے سارہ کو دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا تو سارہ نے سر جھٹک کر منہ دوسری طرف کر لیا..... وہ کالج ٹرپ پر ہیڈ بلا کی آئی تھی اور سب اس ٹھنڈ اور دھند کے موسم میں اس ٹرپ کو بہت انجوائے کر رہے تھے..... پر سارہ کا دل بہت اداس تھا رات اس نے زیبا کو خواب میں دیکھا تھا اور صبح سے ہی وہ بہت اداس تھی حالانکہ یہاں آ کر بھی وہ اپنے دل کی اداسی کو بہلا نہ پا رہی تھی..... دل کی دنیا میں اگر ویرانی ہو تو باہر کا کوئی بھی دلکش نظارہ آنکھوں کو بھلا نہیں لگتا۔ جانے کیوں ایسا ہوتا ہے..... سارہ نے سوچا اور پھر وہاں سے اٹھ کر چلی آئی جہاں اس کی تمام کلاس فیلوز کھا پی رہی تھیں اور موج مستی کر رہی تھیں..... وہ ریسٹ ہاؤس کی بیک سائیڈ پر چلی آئی تھی اور ایک پلر سے ٹیک لگا کر اس پراسرار منظر کو دیکھ رہی تھی جہاں سے پانی تیزی سے بہتا ہوا چلا جا رہا تھا اور دھند کی وجہ سے سب کچھ بہت مسٹیریس لگ رہا تھا..... شاید اداسی میرے اندر گھر کر گئی ہے کتنا بھی خود کو بہلانا چاہوں وہ بن بلائے چلی آتی ہے اور پھر ہر چیز سے میرا دل اچاٹ ہو جاتا ہے..... جانے کیوں اس دنیا سے اتنا جی بھر گیا ہے کہ اب جینے کی تمنا بھی نہیں رہی..... وہ تیز چلتے پانی پر نظریں جمائے سوچ رہی تھی..... زندگی بھی عجیب معمہ ہے جو کسی طرح بھی حل ہونے کا نام نہیں لیتا..... ایک جہد مسلسل ہے جو چاہو یا نہ چاہو ہر حال میں جاری رہتی ہے..... نہ اس دنیا میں آنے کا اختیار ہے اور نہ ہی اپنی مرضی سے یہاں سے جا ہی سکتے ہیں..... ہم کیوں جیتے ہیں؟ کیوں بنا کسی مقصد کے..... کیوں یہ سب ختم نہیں ہو جاتا؟ کیوں نہ چاہتے ہوئے بھی سب کچھ کرنا پڑتا ہے؟ جانے کیوں؟

''ارے تم یہاں کیا کر رہی ہو..... چلو آؤ سب آگے جانے کی تیاری کر رہے ہیں اور ہم سب جا کر چھانگا مانگا چلنے کا کہتے ہیں۔''

انعم نے پیچھے سے آ کر سارہ کو اپنی طرف بلاتے ہوئے ایکسائیٹڈ ہو کر کہا وہ سارہ نے پلٹ کر دیکھا۔

''کیا؟ وہ کیوں؟ کیا پرنسپل مان جائیں گے؟۔''

سارہ نے اس غیر متوقع بات پر تشویش ظاہر کی اور اس کی طرف جاتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں بھئی جب ہم سب مل کر کہیں گے تو وہ مان ہی جائیں گے ویسے بھی یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے اور پانی اتنا چڑھا ہوا ہے اور اس موسم میں

تو بوٹنگ بھی نہیں ہوسکتی..... تو پھر یہاں اور رکنے کا کیا فائدہ ہے بور ہی ہوں گے..... کوئی اور ٹرپ بھی نہیں آیا ہوا..... وہاں چھانگا مانگا میں تو ہر روز اسکول اور کالجز سے ٹرپ آتے ہیں اور خاص کر لڑکوں کے..... ہاہاہا۔''

وہ چلتے چلتے کہہ رہی تھی اور سارہ اس کی باتیں سن کر حیران ہو رہی تھی..... جانے ان لڑکیوں کو کیا نظر آتا ہے ان لڑکوں میں جو صرف ان کو دیکھنے کے لئے مرے جاتی ہیں..... وہ دل میں سوچ رہی تھی۔

''میرا خیال ہے کہ آج اس موسم میں تو وہاں بھی کوئی نہیں ہوگا اور ہمیں بھی کہیں اور جانے کے بجائے اب گھر جانا چاہئے اور دو گھنٹوں میں شام ہو جائے گی سورج تو پہلے ہی نہیں نکلا اس لئے اندھیرا بھی جلدی ہو جائے گا۔''

سارہ نے اسے دیکھ کر کہا تو وہ اسے حیرت سے دیکھنے لگی۔

''یار تم کتنی بور ہو..... اتنا رومانٹک موسم ہے میرا تو گھر جانے کا ذرا بھی دل نہیں چاہ رہا اور آج وہاں ایک ٹرپ آیا ہوا ہے یہ میرے پاس پکی خبر ہے وہاں جا کر ہم بور بھی نہیں ہوں گے اور کچھ وہاں ہو نہ ہو پونڈی تو ضرور ہوگی..... ہاہا۔''

وہ بڑی خوشی سے کہہ رہی تھی اور پھر ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنسنے لگی تو سارہ نے اسے عجیب سا منہ بنا کر دیکھا۔

''تمہیں یہ کیسا معلوم ہوا کہ وہاں لڑکوں کا ٹرپ آ رہا ہے؟''

وہ اسے مشکوک نظروں سے دیکھ کر پوچھنے لگی۔

''اوہ یار یہ اندر کی بات ہے تم چھوڑو..... آم کھاؤ آم کے پیڑ نہ گنو۔''

وہ وہ جیب سے موبائل نکال کر کچھ ٹائپ کرتے ہوئے بولی۔

''ایسے آم تم ہی کھاؤ مجھے کوئی شوق نہیں ہے اور ایک بات بتاؤ..... یہ تم سب لڑکیاں لڑکوں کو دیکھنے کے لئے اتنی پاگل کیوں ہو جاتی ہو جیسے پہلے کبھی دنیا میں لڑکے دیکھے ہی نہ ہوں..... آخر وہ بھی انسان ہی ہیں کوئی انوکھی مخلوق تو نہیں جو نہیں دیکھنے کا اتنا کریز ہے تم سب کو۔''

سارہ سے مزید چپ نہ رہا گیا تو اس نے آخر اپنے دل کی بات کہہ ہی دی۔

''یار وجود مرد سے ہے دنیا کائنات میں.....''

وہ ابھی شوخی سے کچھ کہنے ہی لگی تھی کہ سارہ نے اس کی بات کاٹ دی اور بولی۔

''زنگ..... وجود مرد سے ہے دنیا کائنات میں زنگ..... دنیا میں جتنے بھی جرم ہوتے ہیں ان میں نائنٹی پرسنٹ مرد کرتے ہیں اور جو باقی کے دس پرسنٹ ہوتے ہیں وہ مردوں کے کہنے اور اکسانے پر ہوتے ہیں..... دنیا میں آج تک جتنے بھی مظالم ہوئے ہیں سب مردوں نے کئے..... پھر چاہے وہ قابیل ہو جس نے دنیا کا سب سے پہلا قتل کیا یا پھر وہ فرعون ہو..... یا پھر ہٹلر ہو جس نے انسانوں کو قتل کر کے ایک ورلڈ ریکارڈ قائم کیا تھا..... اور اگر گننے لگ جاؤ تو صبح سے شام ہو جائے پر ان مردوں کی بربریت اور ان کے ظلموں کی فہرست ختم نہیں ہوگی..... تاریخ بھری پڑی ہے ایسے مردوں سے جنہوں نے اپنی خباثت سے اس دنیا کو دوسروں کے لئے جہنم بنا دیا تھا..... اور آج کا مرد بھی کسی سے کم نہیں ہے..... آج بھی دنیا

میں جتنے بھی مرد پاورفل ہیں وہ اپنی اپنی جگہ پر لوگوں کو ایکسپلویٹ کرتے ہیں اور اپنے مفاد کی خاطر کسی کو بھی راستے سے ہٹا دیتے ہیں انسانی جان کی کوئی بھی قدر و قیمت نہیں ہے ان کے نزدیک ایوری ون از جسٹ آ کریمنل......"

اسے جیسے غصہ آ گیا تھا اور اس نے ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ ڈالا انعم پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہ گئی اور پھر اس کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی بول اٹھی۔

"یار بس بھی کرو تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا ہے...... ہم تو بس لو برڈز ہیں ہمیں ان سب باتوں سے کیا لینا دینا بس ایک محبت کرنے والا چاہیے جو ہمیں بابل کی چوکھٹ سے ڈولی میں بٹھا کر لے جائے...... پھر اللہ اللہ خیر سلا۔"

وہ دونوں ہاتھوں کو سینے پر لپیٹ کر بولی۔

"یہ سب خیالی دنیا کی باتیں ہیں لیکن جب حقیقت میں قدم رکھو گی تو پتا چلے گا کہ یہ رومانٹک نوشنز کتنے چائلڈش ہوتے ہیں...... حقیقت کا ان سے کوئی سروکار نہیں ہوتا اور مردوں نے اس معاملے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی ہر روز ہر سڑک پر ہر گلی اور ہر کوچے میں ہر مرد ہر ملنے والی عورت سے ایک ہی بات کرتا ہے۔"

وہ رک کر انعم کی طرف دیکھنے لگی۔

"وہ کیا؟۔"

انعم نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ کر کہا۔

"تم میری زندگی میں آنے والی پہلی اور آخری لڑکی ہو۔"

وہ انعم کی طرف گردن گھما کر دیکھتے ہوئے طنزیہ لہجے میں بولی۔

اور پتا ہے دنیا کا سب سے زیادہ بولے جانے والا جھوٹ کون سا ہے...... جسے ہر عورت سننا چاہتی ہے اور یہ جان کر بھی کہ وہ جھوٹ ہے جان بوجھ کر اعتبار بھی کر لیتی ہے؟۔"

سارہ نے محظوظ ہوتے ہوئے کہا تو انعم پھر سے اسے سوالیہ نظروں سے تکنے لگی۔

"کیا؟۔"

"آئی لو یو...... یہ وہ جھوٹ ہے جو ہر روز دنیا میں لاکھوں مرد لاکھوں عورتوں سے بولتے ہیں اور یہ ایسا جھوٹ ہے جو ہر عورت جانتے ہوئے بھی کہ یہ جھوٹ ہے اس پر اعتبار کر لیتی ہے...... ہر مرد محبت کے دعوے کرتا ہے بڑے بڑے ڈائیلاگز بڑے جذباتی انداز میں بول کر لڑکیوں کو بہکاتا ہے اور جب لڑکی ان کے جال میں پھنس جاتی ہے تو اپنا مطلب پورا ہونے کے بعد اسے اپنی زندگی سے یوں نکال کر پھینک دیتا ہے جیسے کوئی چلتی ہوئی گاڑی سے خالی بوتل نکال کر پھینک دیتا ہے کیونکہ اس کی نظر میں وہ بوتل خالی ہو چکی ہوتی ہے اور اب اس میں کچھ بھی باقی نہیں بچا ہوتا۔"

"یار تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے تم نے بہت تلخ تجربات کیے ہوں...... کہیں تم نے بھی تو کسی سے دھوکا نہیں کھایا جو ایسی باتیں کر رہی ہو؟۔"

انعم نے سارہ کو بڑی گہری نظروں سے دیکھ کر پوچھا۔

''نہیں خود تو نہیں کیا پر دوسروں کو دیکھ کر ہی بہت عبرت حاصل ہوگئی ہے ضروری تو نہیں کہ ہر کام خود ہی کر کے سیکھا جائے...... جب آپ کے سامنے بہت سے لوگ ایک ہی کھائی میں گر رہے ہوں تو ضروری نہیں کہ آپ بھی اس کھائی میں چھلانگ لگا ہی جائیں کہ آگے کھائی ہے۔''

وہ سوچتے ہوئے بولی اور اس کے چہرے پر افسردگی کے آثار نمایاں تھے۔

''کیا مطلب کس کے ساتھ ایسا کچھ ہوا ہے جس سے تمہاری سوچ اتنی بدل گئی ہے۔''

''اپنی کلاس میں ہی دیکھ لو...... اسے دیکھا ہے رابعہ کو کیسے روتی پھرتی ہے مجھے تو ترس آتا ہے کیسے اس لڑکے کی خاطر وہ اس کے گھر والوں کے سامنے ذلیل ہوتی پھرتی ہے...... سارا سارا دن فاقے کرتی ہے تاکہ اس کا وزن کم ہو جائے اور وہ لڑکا جس سے وہ محبت کرتی ہے اپنے گھر والوں کو اس سے شادی پر منا سکے...... یہ کیسی محبت ہے جس میں اسے ابھی سے فاقے کاٹنے پڑ رہے ہیں...... تم خود ہی بتاؤ جو لڑکا ابھی سے اسے سپورٹ نہیں کر پا رہا بعد میں تو وہ جانے اس سے کیا کیا کروائے گا؟ جو ابھی سے اپنے گھر والوں کو اپنی پسند پر قائل نہیں کر پا رہا وہ بعد میں کیسے اس کے حق اسے دلوا پائے گا؟ اور یہ کیسی محبت ہے جو اپنی ہی محبت میں کیڑے ڈال رہی ہے اگر وہ اسے سچی محبت کرتا ہوتا تو ایسی بات ہی نہ کرتا...... اگر وہ اسے اتنی ہی موٹی لگتی تھی تو نہ اس سے محبت کے دعوے کرتا...... یہ سب بس جھوٹے دعوے ہیں ان میں پورا کوئی نہیں اترتا۔''

انعم کے چہرے پر فکر کی لکیریں بکھر گئی تھیں، اور وہ کسی گہری سوچ میں گم ہوگئی تھی۔

تبھی دور سے آسیہ دوڑتی ہوئی ان کے قریب آئی وہ انعم کی طرف آئی اور آ کر اس کے ہاتھ پکڑ کر خوشی سے جھومتے ہوئے بولی۔

''انعم سر مان گئے...... ہم چھانگا مانگا جا رہے ہیں۔''

وہ خوشی سے ہانپتے ہوئے بولی۔

''کیا واقعی!۔''

انعم کی خوشی کے مارے چیخ ہی نکل گئی تھی۔

''ٹھہرو میں نے تو ابھی تیار بھی ہونا ہے میرا بیگ کہاں ہے جلدی چلو اس سے پہلے کہ سب جانے کے لیے نکل جائیں۔''

وہ دونوں آپس میں باتیں کرتے ہوئے تیزی سے چلنے لگیں اور سارہ وہیں پیچھے رک کر انہیں یوں دیکھنے لگی جیسے وہ کوئی پاگل ہوں جو اپنے ہی پاگل پن میں مست ہوں اور مست ہی رہنا چاہتی ہوں...... انعم نے اس کی کسی ایک بات کو بھی خاطر میں نہ لاتے ہوئے اسے پیچھے چھوڑ دیا تھا اور اس کی ایک بھی بات اس نے ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دی تھی۔

''کچھ لوگ گر کر ہی سنبھلنا چاہتے ہیں...... پتا نہیں کیوں لڑکیاں اتنی بیوقوف ہوتی ہیں۔''

سارہ نے زیر لب کہا اور پھر کندھے اچکا کر آگے چل دی کچھ آگے جا کر اس نے تمام لڑکیوں کو شیشے پکڑے دیکھا...... کوئی بال بنا رہی تھی...... کوئی کاجل لگا رہی تھی...... کوئی لپ اسٹک لگا رہی تھی...... کوئی لائنر لگا رہی تھی...... وہ کرسی پر بیٹھ کر ان سب کو دیکھنے لگی...... ٹرپ پر نہیں لگتا ہے یہ

سب شادی پر جانے کی تیاری کر رہی ہیں پہلے ہی کم تیار ہیں جواب رہی سہی کسر بھی پوری کر رہی ہیں پتا نہیں کیوں یہ سب لڑکیاں لڑکوں کے پیچھے اتنی پاگل کیوں ہو جاتی ہیں...... یا تو یہ سب کریزی ہیں...... یا پھر میں ہی کچھ ابنارمل ہوں...... پتا نہیں کیوں مجھے تو کبھی لڑکوں میں اتنی دلچسپی نہیں ہوئی کہ میں ایسے پاگلوں کی طرح ہار سنگھار کرنے لگتی یا یوں ہی ان سے ملنے کے لئے ایکسائیٹیڈ ہوتی...... وہ ایک سرد آہ بھر کر خاموشی سے ان سب کو دیکھتی رہی تبھی ایک ٹیچر نے انہیں آ کر کہا۔

''چلیں گرلز جلدی کریں ہم یہاں سے نکل رہے ہیں...... سب جا کر جلدی سے بس میں بیٹھ جائیں ہم سب ٹیچرز سر کی گاڑی میں ہوں گے اور آپ کی بس ہمارے پیچھے آئے گی سو ہری اپ ٹائم کم ہے اس لئے ایک منٹ سے پہلے آپ سب بس میں ہوں۔''

وہ جلدی سے سب کو جانے کا کہہ کر خود بھی باہر کی طرف چلی گئیں۔

کچھ دیر میں سب بس میں سوار ہو چکی تھیں اور پھر بس کے چلتے ہی یوں لگ رہا تھا جیسے یہ بس کسی کی بارات لے کر جا رہی ہو لڑکیاں گیت گاتی ڈانس کرتی اور شور مچاتی جا رہی تھیں کوئی کھڑی تھی کوئی تالیاں بجا رہی تھی کوئی تھال بجا کر میوزک دے رہی تھی کوئی ڈانس کر کے سب کو اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی...... تبھی ان کی بس کے پیچھے ایک اسپورٹس کار بار بار بس کو اوور ٹیک کر کے آگے نکل جاتی اور کبھی پیچھے رہ جاتی سبھی لڑکیاں اس کو دیکھ کر چلاتیں اور خوش ہوتیں جبکہ سارہ کو ان کی اس حرکت پر بہت غصہ آتا وہ یہ سب دیکھ رہی تھی مگر کچھ کہہ نہیں رہی تھی کیونکہ جنگل میں طوطی کی کون سنتا ہے۔

☆☆☆☆

زیبا کمرے میں اکیلی بیٹھی تصویر کو سینے پر رکھ کر لیٹی ہوئی تھی آج اس گھر والے بہت یاد آ رہے تھے وہ فون کرنا چاہتی تھی مگر فون کا کارڈ ختم ہو گیا تھا اور طبیعت بھی کچھ ٹھیک نہیں تھی اس لئے وہ کارڈ لینے بھی نہیں گئی تھی اور کمپیوٹر روم جانے کا بھی دل نہیں کر رہا تھا تبھی فون بول اٹھا اس نے مسکراتے ہوئے فون پکڑا اور عین اس کی توقع کے مطابق پاکستان کا نمبر دیکھ کر اس کا دل باغ باغ ہو گیا سچ ہی ہے کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے ورنہ ابھی کہ ابھی فون نہ آتا ویسے بھی جب بھی اس کا دل بہت اداس ہوتا کسی نہ کسی کا فون گھر سے آ جاتا تھا اور اس کی اداسی کسی حد تک کم ہو جاتی تھی۔

''ہیلو!''

زیبا نے ہنس کر کہا۔

''ہیلو اسلام وعلیکم کیا حال ہے کہاں غائب ہو دو دن ہو گئے نہ کوئی میل نہ کوئی فون؟''

ساہ کی پرجوش آواز نے زیبا کی ساری اداسی ایک سیکنڈ میں دور کر دی تھی وہ حسب عادت تیز تیز بولی یوں زیبا کے چہرے پر مسکراہٹ اور بھی گہری ہو گئی تھی۔

''میں ٹھیک ہوں تیز گام کبھی آہستہ بھی بول لیا کرو۔''

وہ ہنس کر کہنے لگی۔

''اچھا اب یہ نہ کہنا کہ میری بات سمجھ نہیں آئی...... اتنی ساری اچھی خبریں ہیں کہ تمہاری طرح آہستہ بولنے لگی تو کارڈ ختم ہو جائے گا پر باتیں

ختم نہیں ہوں گی۔"

وہ پھر سے اسی اسپیڈ میں بولی وہ آواز سے ہی کافی ایکسائیٹیڈ لگ رہی تھی یہ سنتے ہی زیبا جھٹ سے بیڈ پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"کیا' کیا اچھی خبریں ہیں جلدی بتا۔"

اب کے زیبا بھی جلدی سے بولی۔

"پہلی گڈ نیوز یہ ہے کہ ہم نے اپنی زیرو میٹر گاڑی خرید لی ہے۔"

وہ بڑی خوشی سے اعلانیہ کہنے لگی۔

"کیا واقعی؟۔"

زیبا نے بھی اچھلتے ہوئے پوچھا۔

"جی بالکل نئی شوروم سے زیرو میٹر آرڈر پر لی ہے وائیٹ کلر کی ہے ہم سب آج جائیں گے شام کو آئس کریم کھانے لبرٹی سے اور پھر ڈنر بھی باہر ہی کریں گے۔"

وہ ایک بار پھر خوشی سے بولی تو زیبا چپ سی ہوگئی۔

"کیا ہوا تو چپ کیوں ہوگئی ہے؟۔"

"کچھ نہیں تم سب آج بہت یاد آرہے تھے کتنا عرصہ ہوگیا ہے سب کو دیکھے میری تو آنکھیں ہی ترس گئی ہیں۔"

وہ یکدم پھر سے اداس ہوگئی تھی یہ سوچ کر کے سب وہاں اکٹھے ہوں گے اور مل کر کتنا انجوائے کر رہے ہوں گے۔

"اسی لئے تو کہتے ہیں کہ واپس آجاؤ ہم سب بھی تمہیں بہت مس کرتے ہیں...... ہر خوشی تمہارے بغیر ادھوری سی لگتی ہے۔"

سارہ بھی اداس ہونے لگی تھی۔

"نہیں ابھی نہیں تمہیں بتایا تھا نہ کہ اگر میں یہاں کچھ ماہ اور رہوں گی تو مجھے یہاں کی نیشنلیٹی مل جائے گی پھر میں جب بھی چاہوں گی یہاں بھی آسکوں گی اور پھر پاکستان بھی اپنی مرضی سے جاسکوں گی اگر ابھی میں واپس گئی تو بعد میں کبھی بھی یہاں نہیں آسکوں گی...... کچھ مہینے اور مجھے یہاں اس قید تنہائی میں رہنا ہے۔"

زیبا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"اس سب کا کیا فائدہ ہے تم اتنے عرصے سے وہاں اکیلے خوار ہو رہی ہو آج تک کیا فائدہ ہوا ہے جواب ہوگا۔"

سارہ نے اسے سمجھانا چاہا۔

"خیر تو چھوڑ میری بات اگلی گڈ نیوز بتا۔"

زیبا نے سر جھٹک کر اس سے پوچھا۔

''ہاں اگلی خبر یہ ہے کہ ہم عمر بھائی کی شادی کرنے لگے ہیں اور لڑکی بھی پسند کر لی ہے۔''

سارہ نے خوشی سے بتایا۔

''کیا تم لوگوں نے میرے بغیر ہی لڑکی پسند بھی کر لی۔''

زیبا نے گلہ کیا۔

''ہاں کر لی اور اگر تم نہیں آئی تو شادی بھی خود ہی کر لیں گے۔''

سارہ نے جیسے حتمی انداز میں کہا۔

''اچھا تو تم لوگوں کو میری اب ضرورت ہی نہیں رہی۔''

زیبا یکدم سیریس ہو گئی تھی۔

''سن سن ابھی ہم نے فارملی کچھ بھی نہیں کیا اور نہ ہی کچھ کریں گے..... مگر اگر تو نے جلدی آنے کا فیصلہ نہ کیا تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔''

وہ جلدی سے بولی تو پہلے سنجیدہ ہو کر کہا اور پھر سے اسے ستانے کے لئے اس دھمکی دینے والے انداز میں کہنے لگی۔

''بکواس نہ کر میرے بغیر تم لوگ کچھ نہیں کر سکتے ......اور اگر کیا تو......''

زیبا بھی سمجھ گئی کہ وہ اسے چڑھا رہی ہے اس لئے اس نے بھی اسے دھمکی دی۔

''تو تو کیا تم آکر مجھے مارو گی تو پھر آؤ آکر مجھے مار کر دکھا۔''

سارہ نے اس اور اکسایا۔

''یار تم لوگوں کو میرے بغیر صبر نہیں آتا بتایا تو تھا کہ ابھی کچھ مہینے لگ سکتے ہیں۔''

زیبا نے پھر سے اپنی مجبوری ظاہر کی۔

''مہینے......لو دے۔''

سارہ نے ایک کڑوا گھونٹ پیا۔

''یہاں بہت سے لوگ میرے لئے کوشش کر رہے ہیں اور کچھ عرصے میں میں یہاں لیگل ہو جاؤں گی پھر پورے یورپ میں کہیں بھی جا کر رہ بھی سکوں گی اور کام بھی کر سکوں گی۔''

زیبا نے تفصیل بتائی۔

''تو کیا تم ہمارے بغیر رہ لو گی؟''

سارہ نے یکدم سنجیدہ ہو کر پوچھا۔

زیبا خاموش رہی اور ایک سرد آہ بھری تو سارہ ایک بار پھر سے بولی۔

''دیکھو زیبا ہم نے بہت سی غلطیاں کی ہیں اور غلطیاں نہیں اگر ہم انہیں بیوقوفیاں کہیں تو زیادہ بہتر ہوگا..... اور اس بات کا احساس اب ہمیں شدت سے ہو چکا ہے کہ ہم نے تمہارے ساتھ اچھا نہیں کیا۔''

سارہ نے بیحد سنجیدہ اور افسردہ لہجے میں کہا تو زیبا کچھ نہ سمجھتے ہوئے بولی۔

''تم لوگوں نے کیا کیا ہے میرے ساتھ؟۔''

زیبا نے حیرت سے پوچھا۔

''ہمیں تمہیں واپس نہیں بھیجنا چاہیے تھا..... ان لوگوں پر ہمیں نہ تو کوئی بھروسہ تھا اور نہ ہی کوئی امید..... نہ ہی ہمیں حالات کی سنگینی کا ہی کچھ پتا تھا..... پھر ہم نے تمہیں کیوں جانے دیا..... کتنے بیوقوف تھے ہم۔''

سارہ بہت افسردہ ہو کر کہہ رہی تھی اور آواز سے اس کے اندر کے کرب کا اندازہ ہو رہا تھا۔

''نہیں سارہ میں یہاں اپنی مرضی سے آئی تھی اور اگر تم لوگ نہ مانتے تو میں پھر بھی یہاں آتی کیونکہ میں ایک چانس ضرور لینا چاہتی تھی تا کہ کل کو مجھے کوئی پچھتاوا نہ ہو..... میں سلطان سے بدلہ بھی لینا چاہتی ہوں پر ابھی تو یہ سب ممکن نظر نہیں آ رہا مگر آج نہیں تو کل میں یہ حساب بھی صاف کر ہی لوں گی۔''

زیبا نے بڑے مصمم انداز میں اپنا ارادہ ظاہر کیا۔

''بس کرو زیبا سراب کا تعاقب کرنا کہاں کی عقلمندی ہے..... تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اس نے جو کچھ کیا تھا بہت سوچ سمجھ کر اور پلان کر کے کیا تھا اور اس جیسا شاطر کھلاڑی تم جیسی کل کی بچی کو اپنے خلاف کچھ بھی کرنے نہیں دیگا..... تم وہاں اس کے خلاف کوئی بھی قانونی کاروائی نہیں کر سکتی اور وہاں کوئی بھی غیر قانونی کام کرنے کا مطلب ہے اپنے پیروں پر خود کلہاڑی مارنا یا پھر خود جا کر اپنے آپ کو پھانسی کے پھندے پر لٹکا دینا.....''

سارہ کی اس بات پر زیبا کا سر گھوم گیا تھا اور اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا اسے اس دن کی تمام باتیں یاد آ گئی تھیں وہ سب کچھ جو بہت ہی بھیانک تھا۔

''اور فرض کرو اگر تم کچھ کر بھی لو تو کیا ہوگا زیادہ سے زیادہ تمہیں اس کے بدلے کچھ رقم مل جائے گی چند روپے اور بس..... کیا تمہیں یہ گوارہ ہوگا کہ تم اس شخص سے بدلے میں چند روپے لو جس نے تمہاری زندگی تباہ کر دی..... جس نے ہم سب کی رات کی نیندیں اور دن کے چین چرا لیئے؟ کیا وہ چند روپے تمہاری اور ہماری اذیتوں کا مداوا کر سکتے ہیں؟ کیا یہ سب کر کے بھی تم وہ وقت واپس لا سکتی ہو؟ کیا وہ دن وہ راتیں لوٹا سکتی ہو؟ وہ کربناک لمحات جو ہم نے تمہارے بغیر اور تم نے ہمارے بغیر سسکتے ہوئے گزارے تھے وہ بھلا سکتی ہو؟

سارہ اب بہت جذباتی اور روہانسی ہو رہی تھی دوسری طرف مکمل خاموشی تھی..... زیبا کی بھی آنکھیں بھیگ چکی تھیں۔

''بتاؤ نا کیا ایسا ممکن ہے؟۔''

کچھ دیر خاموش رہ کر سارہ نے خود پر قابو پاتے ہوئے ایک بار پھر پوچھا۔

www.paksociety.com

''نہیں۔''

زیبا نے سرگوشی سی کی اور پھر خاموش ہوگئی......اب دونوں طرف خاموشی تھی پھر سارہ کی آواز ابھری۔

''تو پھر ایسی کونسی چیز ہے جو تمہیں وہاں رہنے پر مجبور کر رہی ہے؟۔''

زیبا خاموش رہی۔

''حالات اب بہت بہتر ہیں اللہ کا شکر ہے ہمارے تینوں بھائی اب اپنے پیروں پر کھڑے ہوگئے ہیں ابواب تنہا نہیں ہیں جنہیں پہلے سارے گھر کا بوجھ اکیلے اٹھانا پڑتا تھا......اب تینوں بیٹے بھی ساتھ میں کمانے لگے ہیں اپنے بزنس ہے اور ماشاءاللہ بہت اچھا چل رہا ہے اللہ نے چاہا تو بہت جلد ایک بڑا گھر کسی اچھے علاقے میں لے لیں گے......اب ہمیں کسی بھی چیز کی کمی نہیں ہے ہم یہ سب تمہارے ساتھ مل کر کرنا چاہتے ہیں......کیونکہ جب تک تم نہیں آتی ہماری ہر خوشی یونہی تمہارے انتظار میں ملتوی ہوتی رہے گی۔''

سارہ نے خود کو پرسکون کرتے ہوئے کہا۔

''واقعی کیا ہمارا بزنس اتنا اچھا چل رہا ہے؟۔''

زیبا نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں نہیں تو کیا اللہ کا بہت شکر ہے کہ بہت اچھا چل رہا ہے اور اگر......''

سارا ابھی بات ہی کر رہی تھی کہ لائن ڈراپ ہوگئی زیبا فون کو آنکھوں کے سامنے لاکر حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی......لگتا ہے کارڈ ختم ہوگیا ہے اب پھر پتا نہیں کب بات ہوگی......وہ سوچنے لگی اور پھر فون کو سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا کچھ ہی دیر گزری تھی کہ فون پھر بول پڑا......اب کس کا ہوسکتا ہے اس نے سوچا......شاید سعدیہ باجی کا ہو اس نے فون اٹھا کر دیکھا تو سارہ کا ہی نمبر تھا۔

''ہاں وہ کارڈ ختم ہوگیا تھا ابھی دوسرا لوڈ کیا ہے۔''

ساہ بولی۔

''واہ دو کارڈ منگوائے تھے؟۔''

زیبا نے خوش ہوکر پوچھا۔

''دو نہیں جناب پورے دس کارڈ منگوائے ہیں تاکہ جب چاہیں اور جتنی چاہیں باتیں کرسکیں زینی نے کہا ایک ہی دفعہ لا دیتا ہوں وہ تینوں آجکل بہت بزی ہوتے ہیں اس لئے اکٹھے ہی لا کر دیئے ہیں۔''

سارہ نے ہنس کر کہا۔

''زبردست میرا بھی اتنا دل چاہ رہا تھا تم سے بات کرنے کو۔''

زیبا نے کہا۔

"پتا ہے صبح سے ہی مجھے ہچکیاں اور چھینکیں آ رہی تھیں میں سمجھ گئی کہ تم مجھے یاد کر رہی ہو کیونکہ اور کون اتنا فارغ ہے جو اتنی شدت سے یاد کرے۔"

سارہ نے قہقہہ لگا کر کہا تو زیبا بھی ہنسنے لگی۔

"جی جی ہم تو ہیں ہی ویلے آپ کو یاد کرنے کے لیے۔"

زیبا نے بھی قہقہہ لگایا۔

"زارا کہاں ہے آج اس کی آواز نہیں آ رہی؟"

زیبا نے پوچھا۔

"تیری لاڈو اکیڈمی گئی ہے ابھی آ جائے گی شور مچاتے ہوئے زہیں اسے لینے گیا ہے..... اگر وہ یہاں ہوتی تو ہم اتنے سکون سے باتیں نہ کر رہے ہوتے فوراً فون چھین لیتی میرے سے اتنی میڈم ہوگئی ہے کہ اب گاڑی کے بغیر جاتی ہی نہیں بائیک پر جانا ہو تو اتنا منہ بناتی ہے کہ پھر زہیں اسے گاڑی پر ہی لے جاتا ہے آج تو کہہ رہی تھی واپسی پر تم بھی آ جانا آئسکریم کھانے جائیں گے۔"

سارہ نے ہنس کر کہا۔

"اوہ تم لوگ میرے بغیر ہی موجیں کر رہے ہو۔"

زیبا نے منہ بنا کر کہا اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ بھی ان کے ساتھ جائے سب کو ملے اور دیکھے جیسے صدیاں ہی بیت گئی تھیں۔

"ہائے میری تو آنکھیں ہی ترس گئی ہیں تم سب کو دیکھنے کے لیے۔"

زیبا ایک بار پھر افسردہ ہوگئی تھی۔

"کتنا مزہ آتا ہے سب کے ساتھ آؤٹنگ کرنے کا..... یہاں تو اکیلے ہی سب کچھ کرنا پڑتا ہے کسی چیز کا مزہ ہی نہیں آتا..... نہ کھانے کا نہ کہیں جانے کا جب کوئی اپنا نہ ہو تو یہ ساری دنیا خالی سی لگتی ہے..... اتنا کچھ ہے اس دنیا میں پھر بھی ویران لگتی ہے..... اس دنیا کے عربوں لوگوں کے ہوتے ہوئے بھی یوں لگتا ہے جیسے کوئی بھی نہیں ہے..... اتنے سارے انسانوں میں بھی میں خود کو اتنا تنہا محسوس کرتی ہوں کہ مجھے کسی کے وجود کا احساس ہی نہیں ہوتا..... اتنے اجنبی چہروں میں مجھے اپنا آپ کہیں گم ہوتا ہوا لگتا ہے..... مجھے لگتا ہے کہ میں اتنے سارے لوگوں کی بھیڑ میں کھوگئی ہوں..... کہیں گم ہوگئی ہوں اور کوئی بھی مجھے تلاش نہیں کر پا رہا میرے اپنے بھی کہیں گم ہوگئے ہیں..... میں سب کو پکارتی ہوں پر کوئی جواب ہی نہیں دیتا....."

زیبا غم کی کسی گہری کھائی میں ڈوبتی ہوئی آواز میں بولی تھی اس کے اندر کی ویرانی سمندر کی لہروں کی طرح ساحل سے ٹکرانے لگی تھی..... وہ جو کہہ رہی تھی وہ کہنا نہیں چاہتی تھی مگر وہ اسے چھپانے میں بھی کامیاب نہیں ہوئی تھی اس کے اندر کی بھڑاس نہ چاہتے ہوئے بھی کسی والکینو کی طرح پھٹ کر باہر آ گئی تھی۔

اس کا ایک ایک لفظ سارہ کے دل کو چھلنی کر گیا تھا وہ پہلے ہی بہت حساس تھی اور زیبا کے دل کی ہر بات کو وہ بہت اچھے سے سمجھ سکتی تھی۔

"یہ کیسی باتیں کر رہی ہو ہم سب بڑی بے چینی سے تمہارے منتظر ہیں..... ایک ایک پل گن گن کر گزار رہے ہیں تمہیں کیا پتا کہ ہم نے اتنا سار

وقت کس طرح گزارا ہے......"

سارہ نے بوجھل دل کے ساتھ کہا اس کی آواز میں دکھ نمایاں تھا۔

"اسی لئے کہتی ہوں کہ واپس آ جاؤ۔"

سارہ نے پھر سے کہا۔

"نہیں کچھ ماہ کی بات ہے پھر۔"

زیبا نے بجھے ہوئے انداز میں کہا تو سارہ نے اس کی بات کاٹ دی۔

"کچھ ماہ...... تم کچھ ماہ کی بات کر رہی ہو ہم سے یہاں ایک ایک پل بتانا مشکل ہو رہا ہے اور تم ابھی بھی مہینوں کی بات کر رہی ہو اور جب تمہیں وہاں رہنا ہی نہیں ہے تو پھر اس کی کیا ضرورت ہے کہ تم وہاں کی نیشنلٹی لو تمہارا سب کچھ یہاں ہے وہاں کون ہے جس کے لئے وہاں رہنے کا انتظام کیا جائے......؟"

سارہ نے کہا۔

"پھر بھی اگر ہو جائے گا تو اچھا ہی ہوگا اگر کبھی مجھے دوبارہ بھی آنا پڑا تو ایک راستہ تو ہوگا نہ میرے پاس۔"

زیبا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"اللہ نہ کرے کہ دوبارہ کبھی کوئی ایسا وقت آئے کہ ہمیں جدا ہونا پڑے...... یہ ایک تجربہ ہی کافی ہے ہمیں سمجھانے کے لئے کہ ہم ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے...... یہ ہمارا چھوٹا سا خاندان ہے اور ہم سب ایک پھول کی طرح ہیں اگر ایک بھی پتا ٹوٹ جائے تو باقی سارا پھول بھی آہستہ آہستہ بکھر جاتا ہے۔"

سارہ نے زیبا کو سمجھانا چاہا۔

"تو کیا میں ٹھان کر آئی تھی کہ سلطان کو۔"

زیبا نے کچھ کہنا چاہا تو سارہ نے بات کاٹ دی۔

"کہ سلطان سے بدلہ لوگی...... مگر آج تک اس کا کیا بگڑا؟ پردیس کی ٹھوکریں تم نے کھائیں...... خون کے آنسو ہم روئے اس کو کوئی فرق نہیں پڑا...... وہ تو اپنے گھر میں ہنسی خوشی اپنی فیملی کے ساتھ رہ رہا ہے...... پر تمہیں کیا ملا؟ دکھ...... اذیتیں...... تنہائی...... در در کی ٹھوکریں...... اس نے جو کچھ تمہارے اور ہمارے ساتھ کیا ہے...... جتنے آنسو اور جتنے زخم لگائے ہیں ان سب کا بدلہ ہم سب مل کر بھی نہیں لے سکتے...... ہم جتنا بھی چاہیں جو تکلیفیں اس نے ہمیں دی ہیں ہم اس کا بدلہ نہیں لے سکتے...... تمہاری ذات پر لگا طلاق کا داغ دنیا کی کوئی عدالت واپس نہیں لے سکتی...... جو مصیبتیں تم نے اٹھائیں دنیا کی کوئی بھی عدالت اسے یہ سزا بھی نہیں دے سکتی...... اور میری ایک بات یاد رکھنا زیبا کسی کو جلانے کے لئے پہلے خود جلنا پڑتا ہے...... پہلے خود کو آگ میں جھونکنا پڑتا ہے اور پھر دوسرے کی باری آتی ہے۔ کچھ چیزیں انسان کے اختیار سے باہر ہوتی ہیں اسے جب بھی انسا

ان اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا ہے اسے ہمیشہ ناکامی کا ہی منہ دیکھنا پڑتا ہے...... میں یہ نہیں چاہتی کہ تم اسے معاف کردو نہیں نہ تم اور نہ ہی ہم اسے تا قیامت معاف کریں گے مگر بدلہ...... بدلہ اللہ پر چھوڑ دو وہ جو بدلہ لے سکتا ہے وہ سارے انسان مل کر بھی نہیں لے سکتے وہ اس دنیا میں بھی اپنے کیے کا بدلہ پائے گا اور قیامت کے روز بھی اس کا گریبان ہوگا اور تمہارا ہاتھ...... وہاں تمہیں اپنے ایک ایک آنسو اور ایک ایک پل کا بدلہ ملے گا ہر اس حق کا جو اس شخص نے تمہارا مارا تھا۔"

سارہ جلال کی سی کیفیت میں آ گئی تھی زیبا خاموشی سے سنتی رہی اس کا دل ہر ایک لفظ پر ٹھنڈا ہوتا گیا اسے جیسے ہر بات اچھے سے سمجھ آ گئی تھی وہ آنکھیں بند کیے سب سن رہی تھی۔

"جتنا وقت اس نے خراب کیا اس سے کہیں زیادہ ہم نے خود کیا اور ابھی تک کر رہے ہیں...... وہ اب ہماری زندگی سے جا چکا ہے پھر ہم کیوں اس کے لئے اپنا وقت خراب کر رہے ہیں؟"

سارہ نے سوال کیا۔

"بات صرف اس کی نہیں ہے...... میں نہیں چاہتی کہ میرے والدین کو لوگوں کی باتیں سننی پڑیں یا میری بہنوں یا بھائیوں کو میری وجہ سے کسی مشکل کا سامنا کرنا پڑے۔"

زیبا نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔

"لوگ؟ کن لوگوں کی بات کر رہی ہو زیبا وہ رشتے دار جو نہ کبھی ہماری خوشی میں خوش تھے اور نہ کبھی ہمارے غم دکھی...... وہ ننھیال جن سے سالوں سے ہم نہیں ملے یا وہ ددھیال جنہوں نے ہمیشہ ہمیں سوتیلا گردانا اور جو ہمیں کبھی اپنا رشتے داری ظاہر نہیں کرتے اس لئے کہ ہم حیثیت میں ان سے کم ہیں۔ ایسے لوگوں کی اب ہمیں کوئی پرواہ نہیں زندگی کے مشکل ترین وقت میں بھی ہم نے صرف اللہ کی ذات پر بھروسہ کیا تھا اور آگے بھی کریں گے۔ دوسری بات جو تم کو پریشان کر رہی ہے تو ایسا بھی کچھ نہیں ہے۔ ہم اتنے خود غرض نہیں کہ اپنے مستقبل کے لئے تمہارے حال کو خراب کریں اگر تمہارے ساتھ کچھ برا ہوا ہے تو اس میں تمہارا تو کوئی قصور نہیں...... اور اگر کوئی تمہارے بارے میں کچھ غلط سوچے گا یا کہے گا تو ایسے لوگوں سے ہمیں کوئی بھی تعلق نہیں بنانا...... اور ہمارا تم سے جو رشتہ ہے وہ کسی بھی نئے رشتے سے زیادہ اہم اور مضبوط ہے۔"

سارہ نے زیبا کے تمام شکوک وشبہات دور کر دیئے تھے اور اب زیبا کا دل کسی بھی خدشے سے پاک تھا وہ تمام غلط فہمیاں جو کب سے اس کے دل ودماغ کو دیمک کی طرح چاٹ رہی تھیں اب دور ہو گئی تھیں اور ایک عجیب سا اطمینان اس کے دل میں اتر رہا تھا...... زیبا کے پاس اب کوئی دلیل نہیں تھی وہ خود بھی وہاں رہنا نہیں چاہتی تھی اپنی فیملی کے بغیر ایک پل بھی اس کا دل نہیں لگتا تھا...... جن باتوں نے اس کے پیروں میں بیڑیاں ڈال رکھی تھی وہ اب اتر گئی تھیں۔ دونوں طرف خاموشی چھا گئی تھی پھر زیبا کی مدھم آواز ابھری وہ آنکھیں موند کر بولی۔

"تمہیں پتا ہے میرا دل اس وقت کیا چاہ رہا ہے۔"

زیبا بولی تو اس کی آواز سے ہی سارہ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتی تھی مگر جان بوجھ کر انجان بنتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔''

سارہ نے کہا۔

''میرا دل کر رہا ہے کہ میں آنکھیں بند کروں.....اور کھولوں کھولوں.....تو اپنے گھر میں ہوں.....۔''

اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں کہہ پائی اس کے آنسو اس کی گالوں سے ٹپک رہے تھے.....سارہ بھی خاموش تھی کیونکہ وہ خود بھی اسی کیفیت سے دوچار تھی فرق صرف اتنا تھا کہ اس نے اپنا ایک ہاتھ فون کے ریسیور پر رکھا تھا تاکہ اس کے رونے کی آواز زیبا تک نہ پہنچ سکے زیبا نے اپنی آواز کو دبا لیا تھا پھر بھی اس کا ہر آنسو سارہ کو اپنے دل پر گرتا ہوا محسوس ہو رہا تھا..... چند سیکنڈ خاموشی رہی پھر لائن ڈراپ ہو گئی کارڈ ختم ہو گیا تھا دوسرا کارڈ ہونے کے باوجود سارہ نے دوبارہ فون نہیں کیا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اب وہ مزید کچھ نہیں کہہ سکے گی۔

☆☆☆☆

''میں کچھ نہیں جانتی تمہیں ہر حال میں آج کے آج ہی مجھ سے شادی کرنی ہو گی ورنہ میں اس شہر کے ہر فرد کو تمہاری اور اپنی کہانی بتادوں گی اور وہ سب بھی جو تم نے اپنی دوسری بیوی کے ساتھ کیا تھا۔''

وہ انگلی اٹھا کر حتمی انداز میں بولی۔

''تم کچھ دن اور رک جاؤ میں تمہیں پوری عزت کے ساتھ بیاہ کر لے جاؤں گا.....۔''

سلطان کی بات ابھی ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ وہ بول پڑی۔

''مجھے اس عزت وزت کی کوئی ضرورت نہیں یہ ڈرامے تم پہلے بھی دوبار کر چکے ہو.....کتنی عزت دی تھی تم نے اپنی پہلی دو بیویوں کو جواب مجھے دو گے مجھے اس تماشے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ابھی میرے ساتھ چلو اور جا کر قانونی طریقے سے شادی کرو ورنہ یہ کاغذات لے کر میں ابھی تمہارے گھر جاؤں گی اور تمہارے سارے گھر والوں سمیت ڈنمارک کے ہر فرد کو اس ہونے والے بچے کا ثبوت دکھاؤں گی۔''

وہ ایک کاغذ کو ہوا میں لہرا کر بولی۔

''یہ کیا ہے؟۔''

سلطان نے اسے پھٹی ہوئی آنکھوں سے دیکھ کر کہا۔

''تمہارے اور میرے پیار کی نشانی کا ثبوت.....ڈی۔ این۔ اے ٹیسٹ کی رپورٹ جسے کوئی جھٹلا نہیں سکتا..... یہ بچہ تمہارا ہے اور اب تمہیں ہر حال میں اسے اپنا نام دینا ہے میں ایک پل بھی اب تمہارا انتظار نہیں کروں گی یا تو تم ابھی میرے ساتھ شادی کرو یا پھر میں جا رہی ہوں۔''

وہ غصے میں لال پیلے ہوتے ہوئے بولی اور پھر اپنا بیگ پکڑ کر جانے کے لئے آگے بڑھی تبھی سلطان اس کے پیچھے لپکا۔

''ٹھہرو.....ذرا مجھے ایک منٹ تو دے دو پلیز مجھے سمجھنے کی کوشش تو کرو۔''

وہ اس کا بازو پکڑ کر اسے روکتے ہوئے بولا۔

''نہیں ایک منٹ بھی نہیں.....اب بہت دیر ہو چکی ہے اور میں اب تمہاری کسی بھی بات کا اعتبار نہیں کر سکتی.....تمہارے پاس تو ایک بیٹا

ہے جو شاید تمہارے لئے کافی ہو گا مگر مجھے بھی ایک بچے کی ضرورت ہے میں اس کو عزت سے اس دنیا میں لانا چاہتی ہوں اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے..... تم چلو ہم آج ہی شادی کریں گے بعد میں چاہے تم جیسے بھی کہو گے ہم ویسے ہی کر لیں گے مگر ابھی تمہیں میری بات ماننا ہو گی۔''

وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر بولی اور پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے لے جانے کی کوشش کرنے لگی۔

''تم سمجھ کیوں نہیں رہی میری کچھ مجبوریاں ہیں۔''

وہ ایک بار پھر اسے ٹالنے لگا۔

''بس تم چل رہے ہو کہ نہیں؟۔''

وہ اسے گھورتے ہوئے بولی۔

''اچھا چلو۔''

سلطان نے برا مانتے ہوئے کہا اور دونوں گاڑی میں بیٹھ گئے..... گاڑی اسٹارٹ ہو گئی تو سلطان نے اسٹیرنگ پر ہاتھ رکھ کر اسے دیکھا جو اسے پہلے ہی دیکھ رہی تھی۔

''اب چلاؤ گاڑی........ یا گاڑی میں ہی شادی کرنے کا ارادہ ہے۔''

وہ اسے دیکھ کر طنز کرتے ہوئے بولی۔

''دیکھو میری جان ہم کچھ دن۔''

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کچھ سمجھانا چاہ رہا تھا تبھی اس نے اس کا ہاتھ نفرت جھٹک دیا اور جلدی سے گاڑی سے اتر گئی وہ بھی دوسری طرف سے اتر اکر جلدی سے اس کے قریب آ گیا اور کچھ کہنا چاہا۔

''مجھے ایک لفظ بھی اور نہیں سننا میں اب جا رہی ہوں اور کیا کچھ کروں گی یہ تمہیں شام تک پتا چل جائے گا جب اس شہر کا ہر بندہ تمہارے منہ پر تھوکے گا......۔''

وہ وہاں سے جانے کے لئے آگے بڑھی ہی تھی کہ سلطان نے اس کا راستہ روک لیا اور کہا۔

''اچھا چلو ہم چل کر آج اور ابھی شادی کریں گے۔''

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے گاڑی کی طرف لے آیا اور گاڑی کا دروازہ کھول کر اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ غصے سے اسے گھورتی ہوئی اندر بیٹھ گئی اور بیس منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ شادی کے آفس میں بیٹھے تھے سارے راستے دونوں نے ایک دوسرے سے کوئی بات نہیں کی تھی اور اب شادی کا فارم ان کے سامنے تھا......۔

شادی کے فام پر اس نے بطور بیوی اپنے تمام حقوق لکھوا لئے تھے اور سلطان نے بادل نخواستہ اس پر دستخط کر دئے تھے دونوں کے چہروں پر عجیب سی ویرانی اور وحشت تھی جیسے وہ شادی کے فام پر نہیں کسی ایسی ڈیل کے کاغذات پر سائن کر رہے تھے جس میں خسارہ ہی خسارہ ہو۔

☆☆☆☆

''یار یہ تو کوئی اچھی بات نہیں ہے..... میں نے تمہارا بہت انتظار کیا گھر پر بھی کتنی بار لڑکوں کو بھیجا تو کہاں غائب ہو گیا تھا؟۔''

وہ گلہ کرتے ہوئے بولا تو اسد نے نظریں چراتے ہوئے کچھ سوچا۔

''وہ.....وہ مجھے بہت ضروری کام تھا..... میں نے بہت کوشش کی تھی مگر نہیں آسکا..... یار سوری۔''

وہ اسے مطمئن کرنے کی کوشش میں بری طرح ناکام ہو گیا تھا۔

''چل یار اب کیا ہو سکتا ہے شادی تو میری ہو گئی کسی دن چکر لگا نا گھر کا تیری بھابھی سے ملواؤں گا۔''

وہ اسے گھر آنے کی دعوت دینے لگا۔

''ضرور کسی دن ٹائم ہو گا تو آؤں گا۔''

وہ اسے ٹالنے کے لئے کہہ گیا تھا حالانکہ اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

''اچھا میں پھر اب چلتا ہوں دیر ہو رہی ہے تیری بھابھی گھر پر میرا انتظار کر رہی ہو گی۔''

وہ گھڑی کی طرف دیکھ کر بولا۔

''اچھا میرا سلام کہنا..... خدا حافظ۔''

وہ دونوں گلے لگ کر جدا ہو گئے تھے اس کے جانے کے بعد اسد اپنے آفس میں کتنی ہی دیر بیٹھا رہا تھا اسے کوئی کام نہیں تھا اور نہ ہی اس وقت آفس میں کوئی تھا پھر بھی اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا گھر جانے کو گھر پر وہ کیا کرتا سوائے ماں کے اور کوئی بھی اس کا منتظر نہیں ہوتا تھا سب ہی اپنی اپنی زندگیوں میں مصروف ہوتے..... پھر گھر جا کر کچھ زیادہ ہی تنہائی کا احساس ہوتا تھا..... بوریت دور کرنے کے لئے وہ اکثر ساری ساری رات ٹی وی دیکھ کر وقت گزارتا نیند بھی اب پہلے کی طرح کب آتی تھی..... وہ اکثر اکیلا ہی گھر سے باہر پھرتا رہتا کبھی کوئی دوست مل جاتا تو وقت اچھا گزر جاتا اور جب کوئی نہ ملتا تو پھر تنہائی ہی اس کی ہمسفر ہوتی۔

آج بھی وہ گھر لیٹ آیا تھا نہ چاہتے ہوئے بھی اس کا دل کسی انجانے حسد سے جل رہا تھا اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا ہوتا جا رہا تھا..... وہ پہلے تو ایسا نہیں تھا..... پہلے تو وہ کسی ایسے احساس محرومی کا شکار نہیں ہوتا تھا..... کبھی کسی سے جیلسی نہیں ہوتی تھی پر جانے اب مجھے کیا ہوتا جا رہا ہے..... میں خود کو کتنا بہلانے کی کوشش کرتا ہوں پھر بھی ایک ہی جگہ کیوں میری سوچیں اور میرے سارے خیالات جمع ہو جاتے ہیں..... ایک شادی ہی نہیں ہوئی نہ اور تو سب کچھ ہے اب میرے پاس..... صرف ایک ہی کمی ہے وہ بھی ایک نہ ایک دن پوری ہو ہی جائے گی..... وہ بیڈ پر لیٹا ٹی وی دیکھ رہا تھا پر نظریں کچھ بھی نہیں دیکھ رہی تھیں..... ٹی وی کی آواز پورے کمرے میں گونج رہی تھی مگر وہ کچھ بھی سن نہیں پا رہا تھا..... وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھا..... خود کو دلاسے دے رہا تھا..... خود ہی اپنی ہمت بڑھا رہا تھا ایک اکیلا انسان اور کر بھی کیا سکتا تھا..... وہ شروع سے ہی انٹروورٹ تھا..... اپنی کوئی بھی بات گھر میں کسی سے شیئر نہیں کرتا تھا..... جو بھی ہوتا کبھی کسی کو نہیں بتاتا تھا..... بہت چھوٹی عمر سے ہی ایسے حالات سے گزرا تھا کہ اب اسے کسی سے کچھ بھی کہنے یا پوچھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی تھی..... وہ خود سے ہی باتیں کرتا اور اپنے مسائل کا خود ہی حل

نکالتا........ پر اب اسے شدت سے ایک جیون ساتھی کی کمی کا احساس اندر ہی اندر کچو کے بھرتا رہتا تھا..... وہ اب کسی کے کندھوں کی تلاش میں تھا جہاں سر رکھ کر وہ اپنی ساری تھکن اتار سکتا.... کوئی اس کی تنہائیوں کا ساتھی ہو جسے وہ اپنے سارے غم بتا سکے..... جو اس کی خوشی میں خوش ہو اور جو اس کے غم میں اس کا شریک ہو۔

☆☆☆☆

وہ تمام چیزیں پیک کر چکی تھی اور صرف جوتے ہی رہ گئے تھے..... وہ یہ دیکھ کر حیران تھی کہ اس کا سامان پہلے سے تین گنا زیادہ ہو چکا تھا..... پر یہ سب کچھ کر کے بھی اسے ذرا بھی تھکن نہیں ہوئی تھی وہ تمام جوتے بیگ میں ڈال کر اب اطمینان سے بیٹھ گئی تھی..... وہ بیڈ پر نیم دراز تھی پچھلے کئی دنوں سے اس کی عجیب حالت تھی کبھی وہ بہت خوش ہو جاتی اور کبھی بہت دکھی اسے لگتا کہ کہیں پھر اس سے کوئی غلط فیصلہ نہ ہو جائے..... پر جب اسے خیال آتا کہ وہ اپنے گھر واپس جائے گی تو تمام برے خیلات جھاگ کی طرح بیٹھ جاتے..... گھر والوں کے بےحد اصرار پر اس نے ہتھیار ڈال دیئے تھے ان کی محبت دنیا کی ہر شے سے زیادہ اہم اور قیمتی تھی..... کوئی بھی خوشی، غم، کامیابی اور ناکامی کچھ بھی ان کے بغیر فی صرف ادھورا تھا بلکہ بیکار تھا۔

وہ غول میں اڑنے والا ایسا پرندہ تھا جو کبھی بھی اکیلے پرواز نہیں کر سکتا تھا..... وہ تنہا رہنے، اڑنے اور سفر کرنے کے لئے کبھی بھی تیار نہیں ہوتا اس کی سرشت میں ہی غول کے ساتھ رہنا ہوتا ہے..... اس کی رگ و پے میں سرایت کر چکا اپنے غول کا اثر اسے کبھی بھی تنہا زندگی گزارنے نہیں دیتا وہ چاہتے ہوئے بھی ان سے الگ نہیں رہ سکتا اور یہی حال زیبا کا بھی تھا۔

جب سے سب کو پتا چلا تھا کہ زیبا نے واپس جانے کا فیصلہ کر لیا ہے سبھی اور خاص طور پر سعدیہ باجی نے اسے بہت سمجھایا کہ وہ واپس نہ جائے صرف چند ماہ کی تو بات ہے پھر وہ جب چاہے آزادی سے جا اور آ سکتی ہے پر مجھے یہاں رہنا ہی نہیں ہے وہ سوچتی..... ''تم کچھ دن اور صبر کر لو اس طرح تو تم تمام دروازے اپنے ہاتھوں سے بند کر کے جا رہی ہو'' سعدیہ باجی نے اسے سمجھانا چاہا..... مگر زیبا نے کسی کی ایک نہ مانی ہو جانے کب سے خود پر جبر کر کے وہاں رہ رہی تھی اور اب اسے خود پر قابو نہیں رہا تھا..... اس کا بس چلتا تو وہ ایک پل میں ہی اپنے گھر لوٹ جاتی..... وہ بس اس کی تمام کائنات تھی وہی گھر اور اس گھر کے لوگ اس کی تمام دنیا اور جنت..... ہاں وہی میری جنت ہے..... دنیا پر اگر کہیں جنت ہے تو وہ میرا گھر ہے..... میرا گھر میری جنت وہ سوچ رہی تھی..... جہاں سب بیتابی سے میرا انتظار کر رہے ہیں پل پل گن کر گزار رہے ہیں۔

☆☆☆☆

''یہ تم کیا کر رہی ہو زیبا؟ اتنے مہینوں کی محنت ضائع کر رہی ہو ہو سکتا ہے کہ پھر کبھی زندگی میں تمہیں یہاں آنے کی ضرورت پڑے اور بعد میں تمہیں پچھتانا پڑے..... تم واپسی کے سب دروازے بند کر کے جا رہی ہو..... پھر کبھی ایسا چانس نہیں ملے گا۔''

سعدیہ باجی اسے پھر سے سمجھا رہی تھیں مگر زیبا کو جیسے کچھ بھی سنائی نہیں دے رہا تھا پھر وہ بولی۔

''باجی مجھے کیا کرنا ہے یہاں اکیلے رہ کر یہاں آ کر مجھے ملا ہی کیا ہے صرف دکھ..... اگر آپ اور بھائی جیسے اچھے لوگ نہ ملتے تو شاید اب تک۔''

''زیبا یہ کہہ کر چپ ہوگئی باجی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور بولیں۔
''جہاں رہو خوش رہو پر جا کر ہمیں نہ بھول جانا......اور اپنا بہت خیال رکھنا۔''
وہ مسکرا کر بولیں تو زیبا بھی مسکرا دی۔
''میں آپ کو کیسے بھول سکتی ہوں کوئی اپنے غم کے ساتھیوں کو کیسے بھلا سکتا ہے...... میں ہمیشہ آپ کو یاد رکھوں گی اور آپ کے لئے دعا گو رہوں گی۔''
زیبا نے باجی کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔
آج رات کی فلائیٹ تھی زیبا اپنے تمام ملنے والوں کو پہلے ہی مل آئی تھی اور صبح سے باجی کی طرف ہی تھی یہاں سے وہ ان کے ساتھ ائیر پورٹ جانے والی تھی اور اب اس کے جانے کا وقت ہو رہا تھا۔ اعجاز بھائی بھی آ گئے تھے اور بچے بھی ریڈی تھے سامان گاڑی میں رکھا جا چکا تھا...... دونوں بچے پہلے ہی گاڑی میں بیٹھ گئے تھے اور اب زیبا اور باجی بھی بیٹھ گئی تھیں تبھی اعجاز بھائی نے آ کر گاڑی سٹارٹ کی اور اب وہ سب ائیر پورٹ کی طرف جا رہے تھے...... دونوں بچے پچھلی سیٹ پر زیبا کے دائیں بائیں اس کا ایک ایک بازو پکڑ کر بیٹھے ہوئے تھے تبھی اسامہ نے افسردگی سے پوچھا۔
''آپی آپ واپس کب آئیں گی؟۔''
وہ زیبا کی طرف پیار سے دیکھ کر بولا تبھی حسن بھی بول پڑا۔
''اب ہمارے ساتھ لڈو کون کھیلے گا؟۔''
وہ زیبا کو سوالیہ نظروں سے دیکھ کر پوچھنے لگا۔
زیبا نے کوئی جواب نہ دیا وہ دونوں اسے حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے تبھی فرنٹ سیٹوں پر بیٹھے بھائی اور باجی نے صورتحال بھانپ لی۔
''بیٹا آپ لوگ کیوں آپی کو تنگ کر رہے ہو؟۔''
باجی نے پیچھے دیکھتے ہوئے کہا تو زیبا نے دونوں کو مسکرا کر اپنے قریب کرتے ہوئے کہا۔
''نہیں یہ دونوں تو آج بڑے سکون سے بیٹھے ہیں نہ کوئی لڑائی نہ کوئی شور۔''
وہ ان کو دیکھ کر بولی وہ دونوں یونہی منہ بنا کر بیٹھے رہے تبھی گاڑی رکی ائیر پورٹ آ گئی تھی سب باری باری اترے زیبا نے دونوں بچوں کو پیار کیا اور باجی سے خوب گلے ملی بھائی نے اسے سر پر پیار دیا اور تاکید کی کہ گھر جاتے ہی فون کر کے اپنی خیریت کی اطلاع دے۔ زیبا اب اندر آ گئی تھی وہاں معمول کے مطابق رش تھا' بورڈنگ کارڈ لے کر وہ ایک بار پھر باہر نظر دوڑانے لگی......شاید یہ سب میں آخری بار دیکھ رہی ہوں...... اس نے بے تاثر چہرے کے ساتھ دیکھتے ہوئے سوچا......لوگوں کا ہجوم اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھا......کوئی اپنا سامان چیک کر رہا تھا......کوئی

اپنے بچوں کے ساتھ لگا تھا...... کوئی فون پر باتیں کر رہا تھا...... کوئی پاسپورٹ اور ٹکٹ چیک کر رہا تھا...... زیبا کو یہ سب ایک خواب سا لگ رہا تھا......
میں یہاں کیوں آئی تھی؟ اور ایسا کیا تھا جو مجھے یہاں کھینچ لایا تھا؟ میں نے یہاں آ کر کیا پایا تھا اور کیا کھویا تھا؟ اگر حساب کروں تو میری آغوش میں سوائے غموں کی بھیک کے اور کچھ بھی نہیں ہوگا اس سراب کے پیچھے میں نے اپنا کتنا قیمتی وقت برباد کیا تھا...... کیا حاصل ہوا؟ زمانے کی ٹھوکریں اور پردیس کے دھکے...... میں کیوں یہاں آئی تھی؟ شاید یہ سب میری قسمت میں لکھا تھا ورنہ اب سوچوں تو یہاں آنے کا فیصلہ زندگی کا سب سے غلط فیصلہ لگتا ہے...... بدلتے وقت کے ساتھ انسان کی سوچ اور رویے سب کچھ بدل جاتا ہے وہ فیصلے جو ہم بہت سوچ سمجھ کر کرتے ہیں وہی فیصلے بعد میں کتنے غلط ثابت ہوتے ہیں...... ہم انسان بھی بہت ہی کم عقل رکھتے ہیں...... ساری عقل اور ساری چالاکی دھری کی دھری رہ جاتی ہے جب قسمت اپنے فیصلے سناتی ہے...... واہ ری قسمت کوئی تیرے آگے جیت نہیں سکا میں تو پھر تھی ہی بہت بیوقوف...... وہ بینچ پر بیٹھی اپنی ہی سوچوں میں گم تھی ایک بے چینی نے اس گھیر رکھا تھا...... ایک عجیب سی بے چینی تھی جسے وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی...... کیا میں گھر پہنچ جاؤں گی؟ کیا میں اپنے گھر والوں سے دوبارہ مل سکوں گی؟ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ واپس جا رہی ہے۔

پھر اس کی نظر جاتے ہوئے لوگوں پر پڑی جو جہاز کی طرف بڑھ رہے تھے اور پھر اناؤنسمنٹ ہوئی تو زیبا نے اپنا بیگ اٹھا کر شولڈر پر ڈالا اور کھڑی ہو گئی بورڈنگ کارڈ پر اس کی گرفت پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہو گئی تھی وہ سست قدموں کے ساتھ آگے بڑھنے لگی اسے چلتے ہوئے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ نیند میں چل رہی ہو...... یہ لوگوں کا ہجوم...... یہ انجانی آوازیں...... یہ ان دیکھی دنیا...... یہ بیگانہ ماحول...... سب کچھ جیسے کسی اور ہی دنیا کی سرزمین تھی جس پر وہ چل رہی تھی...... اسے چلتے ہوئے یوں لگ رہا تھا جیسے اس کے قدموں تلے زمین ہی نہیں تھی...... وہ ایک بھیانک خواب سے بیدار ہوئی تھی اور اب اس بھیانک خواب کا اختتام ہونے جا رہا تھا...... اللہ کرے کہ یہ بھیانک خواب پھر کبھی مجھے دکھائی نہ دے...... پھر کبھی ایسی کوئی آزمائش نہ آئے جو مجھے اپنوں سے دور کرے...... وہ دل میں سوچتے ہوئے کسی معمول کی طرح چل رہی تھی...... بہت سے لوگوں کے ساتھ...... بہت سے لوگوں کے ہمراہ پھر بھی تنہا پھر بھی اکیلی۔

وہ اپنی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی تھی...... پھر وہی جہاز پھر ویسے ہی لوگ...... جہاز کو اڑنے میں ابھی کچھ وقت تھا وہ چوتھی بار جہاز میں سفر کر رہی تھی اور ہر بار وہ شدید ذہنی کیفیت سے دوچار رہی تھی اس بار بھی وہ ہر بار کی طرح عجیب سی حالت میں یہ سفر کر رہی تھی۔ زندگی انسان کو کہاں سے کہاں لے جاتی ہے اسے کچھ پتا ہی نہیں ہوتا کہ اس دنیا میں اسے کہاں جانا ہے کس سے ملنا ہے پر یہ سب خود بخود ہو جاتا ہے...... میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ یوں تن تنہا یورپ میں گھومتی پھروں گی...... میں جو کبھی اپنے گھر کی گلی میں بھی اکیلی نہیں نکلی تھی کہاں کہاں نہیں گئی...... کیسی کیسی جگہیں نہیں دیکھیں...... کتنا شوق تھا مجھے گھومنے پھرنے کا...... اور جب زندگی نے یہ سب دکھایا بھی تو اس میں نہ کوئی مزہ تھا نہ کوئی چارم اور نہ ہی کوئی خوشی ہوتی بھی تو کیسے جب کوئی اپنا ساتھ ہی نہیں تھا تو خوشی کیسے ہوتی...... میں تو پوری دنیا میں کسی ایسے پرندے کی طرح پھرتی رہی جس کا نہ کوئی ٹھکانہ تھا اور نہ ہی کوئی ہمسفر...... اتنی بھری پوری دنیا میں نہ کوئی ہاتھ پکڑنے والا تھا اور نہ کوئی ساتھ دینے والا اس اتنی بڑی دنیا میں کوئی چھت کوئی ساتھ مجھے اپنے گھر جیسا تحفظ اور اپنے گھر والوں جیسی راحت نہیں دے سکا...... شاید اس دنیا میں خونی رشتوں سے زیادہ اور کچھ

بھی اہم اور قابل بھروسہ نہیں ہوتا...... کوئی بھی چاہنے والا ایسا نہیں ہوتا جو آپ کی فیملی سے زیادہ آپ کو سمجھتا ہو اور چاہتا ہو پھر کیوں ہم لڑکیوں کو غیروں کے حوالے کر دیا جاتا ہے؟ کیوں ایک مرد کا گھر بسانے کے لئے ہم لڑکیوں کو قربان کر دیا جاتا ہے؟ کیوں کوئی مرد اپنا گھر بسانے کے لئے اپنے خونی رشتوں کو نہیں چھوڑتا؟ کیوں عورت کو ہی اپنا سب کچھ چھوڑ کر جانا پڑتا ہے؟ گھر تو دونوں کو ہی بنانا ہوتا ہے پھر کیوں اول دن سے آخری گھڑی تک عورت کو ہی ہر چیز پر کومپرومائز کرنا پڑتا ہے؟ کیوں کوئی مرد اتنی جرات اور ہمت نہیں کرتا؟ کیوں وہ یہ سب صرف ایک کمزور اور بے بس عورت سے ہی ایکسپیکٹ کرتا ہے؟ وہ تو مرد ہوتا ہے نا اور خود کو بہت مظبوط' جرات مند اور طاقت ور سمجھتا ہے پھر وہ کیوں ایک بھی جرات مندانہ فیصلہ نہیں کرتا؟ یہ سب قربانیاں وہ ایک عورت سے ہی کیوں کرواتا ہے؟ وہ خود کیوں ایسا نہیں کرتا؟ کیونکہ دنیا کے کسی بھی مرد میں ایسی جرات اور ہمت نہیں ہوتی کہ وہ یہ سب خود کرے...... شاید اللہ نے عورت کو بنایا ہی اس لئے تھا کہ وہ ساری عمر قربانیاں دیتی رہے...... اپنی ذات کی نفی کر کے دوسروں کی زات کی تکمیل کرتی رہے...... تو ایک عورت کی تکمیل کب ہوگی؟ کیا وہ یونہی ادھوری زات اور بنا کسی شناخت کے ہی تا قیامت اس مردوں کی دنیا میں جیتی اور مرتی رہے گی؟۔

ایک زوردار جھٹکے نے زیبا کو چونکا دیا اور اس نے ادھر ادھر دیکھا...... جہاز ٹیک اوور کر رہا تھا اور اس کے ٹائروں نے زمین کی سطح کو چھوڑ دیا تھا اچانک ایک ٹیس اس کے دل میں اٹھی تھی اور ایک قلق زیبا کے پورے وجود میں سرایت کر گیا تھا...... ایک تشنگی جو شاید کبھی بھی سیراب نہ ہوگی...... ایک پیاس جو کبھی بھی بجھ نہ پائے گی...... اسے اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہو رہا تھا...... اس نے خالی خالی اور بنجر آنکھوں سے زمین کو دیکھا...... یہ سر زمین مجھ پر کتنی وسعت کے باوجود کتنی تنگ رہی تھی...... اور یہاں کے انسان کتنے مہربان ہوتے ہوئے بھی کتنے نامہربان تھے...... اس زمین پر بیتا ہوا ایک' ایک پل اس کے دل پر کسی زخم کی طرح نقشش تھا...... کتنے داغ وہ اپنے چھوٹے سے دل پر لے کر جارہی تھی اسے خود بھی پتا نہیں تھا...... اس کا دل بہت بوجھل ہو رہا تھا...... ایک چبھن سی اس کے دل کو بہت بیقرار کر رہی تھی...... ایک شکست کا احساس اسے چین نہیں لینے دے رہا تھا...... اس نے کھڑکی سے نظر ہٹائی اندر سب لوگ اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھے تھے اور ہر کوئی اپنی ہی دنیا میں گم تھا وہ کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی باہر اندھیرا تھا اور کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا...... یہی حال اس کے دل کا بھی تھا وہ افق اور اپنے ذہن کی تاریک گہرائی میں ڈوبی ہوئی تھی اسے رہ رہ کر سلطان کا خیال آرہا تھا اور سارہ کی باتیں ''اس کا کیا گیا وہ تو اپنے ملک' گھر اور فیملی کے ساتھ خوش وخرم زندگی گزار رہا ہے......''

واقعی اس کا تو کچھ بھی نہیں گیا تھا جو بھی بگڑا تھا وہ تو زیبا اور اس کے گھر والوں کا بگڑا تھا...... کاش میں لڑکی نہ ہوتی تو شاید اتنی بے بس اور بے اختیار نہ ہوتی مجھے بھی کسی کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کا اور نکالنے کا اختیار ہوتا...... عورت ہونا ہی دنیا پر ایک عذاب ہے...... نہ میں عورت ہوتی اور نہ ہی میرے ساتھ یہ سب ہوا ہوتا......

''مس یو وانٹ ٹو سم تھنگ؟۔''

ائیر ہوسٹس کی آواز پر زیبا نے اندر دیکھا' ایک ہوسٹس ٹرے لئے اس کے قریب کھڑی تھی اور اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

''یس آ کپ آف ٹی اینڈ سینڈوچ۔''

زیبا نے کو اچانک بھوک کا احساس ہوا تھا تو اس نے کچھ کھانے کو لے لیا۔۔۔۔۔اب وہ چائے کا کپ ہاتھ میں لئے چائے کے گھونٹ بھر رہی تھی اور چائے سے اس کے تھکے ہوئے دماغ کو بہت راحت محسوس ہوئی تھی۔

''تم ہمیشہ جھوٹ بولتی ہو۔۔۔۔۔ایک تو غلطی کرتی ہو اور پھر مانتی بھی نہیں اور اس پر اصرار کرتی ہو۔۔۔۔۔'' یکدم ایک آواز اس کے ذہن کے نہاں خانوں سے ابھری تھی۔۔۔۔۔

''میں نے کیا کیا ہے؟۔''

زیبا نے ہمیشہ کی طرح اپنی غلطی جاننے کی کوشش کی۔

''تم اتنی امچیور ہو کہ تمہیں آج تک پتا ہی نہیں چلا کہ تمہاری غلطی کیا ہے۔۔۔۔۔تم نہایت ناتجربہ کار اور بیوقوف ہو۔۔۔۔۔''

وہ کہتے کہتے رکا زیبا حیرانی سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی کہ وہ کیا کہہ رہا تھا اسے کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

''میں تمہیں آخری بار کہہ رہا ہوں کہ تم اپنے آپ کو ٹھیک کر لو ورنہ۔۔۔۔۔''

اس نے پہلو بدلا۔

''میں نے تمہیں طلاق دی زیبا اکرم۔''

اس نے سر جھٹکا اور چائے کا گھونٹ لیا۔۔۔۔۔اسے بیتے ہوئے پل پھر سے ستانے لگے تھے وہ وقت جو اس کی زندگی کا سب سے برا وقت تھا اسے پھر سے یاد آ رہا تھا وہ آوازیں جانے کہاں سے پھر اس کی ساعتوں کو زہر آلود کر رہی تھیں اس نے جھنجھلا کر باہر دیکھا' باہر گھپ اندھیرا تھا اسے کھڑکی میں کچھ عکس دکھائی دینے لگے۔۔۔۔۔

وہ نفرت اور بے حسی سے بھری آنکھیں۔۔۔۔۔وہ زہر اگلتی زبان جو کبھی بھی اس پر مہربان نہیں ہوئی تھی آج اس سے بھی تمام ناتے ٹوٹ گئے تھے۔۔۔۔۔وہ طلاق کے الفاظ جو کسی بھی شریف اور باوفا عورت کے لئے دنیا کی سب سے بڑی گالی تھی وہ یہ گالی اس کے منہ پر مار کر چلا گیا تھا۔۔۔۔۔

اسے سلطان کی پشت دکھائی دی وہ کتنے آرام سے چلتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا تھا اور پھر اس کی ماں بھی اسی طرح وہاں سے چلی گئی تھی۔۔۔۔۔اس کا پورا وجود ٹھنڈا پڑ گیا تھا یہ اس کی زندگی کا سب سے اذیتناک جملہ تھا جو اس نے ابھی ابھی سنا تھا وہ کتنے ہی منٹ یوں ہی ساکت کھڑی رہی تھی۔۔۔۔۔ جیسے وہ پتھر کا بت بن گئی تھی اور پھر وہ بت ریزہ ریزہ ہو کر وہیں گر گیا تھا۔۔۔۔۔وہ اس کے بیڈ پر کسی بوسیدہ دیوار کی طرح ڈھے گئی تھی۔۔۔۔۔پھر وہ ہچکیاں اور وہ سسکیاں۔۔۔۔۔پھر اس کے ہاتھوں میں آنے والا وہ والٹ۔۔۔۔۔وہ تصویر۔۔۔۔۔جس نے اس کے ہر سوال کا جواب اسے سمجھا دیا تھا۔۔۔۔۔۔۔اس نے کھڑکی سے نظر ہٹالی اور اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے۔۔۔۔۔۔۔۔

☆☆☆☆

کاش میں نے سلطان سے بدلہ لیا ہوتا تو آج میں یوں اپنا سا منہ لے کر واپس نہ جا رہی ہوتی۔۔۔۔۔آج میں خوش ہوتی۔۔۔۔۔پر جو کچھ اس نے میرے ساتھ کیا تھا آخر دنیا پر ایسی کونسی سزا ہے جو ان زیادتیوں کا بدلہ لیتی جو اس نے مجھ پر کی تھیں۔۔۔۔۔کوئی نہیں ایسی تو کوئی بھی سزا اس دنیا میں نہیں

بنی جو کسی لڑکی کے خوابوں کو کچل کر مار دینے پر ملتی ہو...... جو کسی تتلی کے تمام رنگ نوچ کر اسے بے رنگ کر دینے پر ملتی ہو جو کسی لڑکی کے بے داغ وجود کو داغدار کرنے پر ملتی ہو...... دنیا کے تمام قانون اور سزائیں سب تو مردوں کے بنائے ہوئے ہیں پھر کیونکر کوئی ایسی سزا ہو سکتی ہے جو ان مردوں کو عورتوں پر کیئے گئے مظالم کا بدلہ چکا سکے...... انہیں تو ان باتوں کا احساس تک نہیں ہوتا جن پر کسی بھی صنف نازک کا دل ٹوٹ کر چکنا چور ہو جاتا ہے...... ان کے لئے جو بات کسی اہمیت کی حامل نہیں ہوتی وہی بات کبھی کبھار کسی لڑکی کی تمام زندگی کو تباہ کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے...... کاش دنیا کے قانون میں کوئی ایسی سزا ہوتی جس کے ملنے پر میرا اسل مطمئن ہوتا تو میں وہ سزا سلطان کے لئے تجویز کرتی...... اس نے ہاتھ میں پکڑا چائے کا خالی کپ اتنے زور سے دبایا کہ وہ اس کے ہاتھ میں ہی ٹوٹ کر چکنا چور ہو گیا...... زیبا نے اسے نفرت سے یوں دیکھا جیسے وہ کپ نہیں سلطان ہو اور پھر اسے مسل کر پھینک دیا اور سر جھٹک کر ایک بار پھر باہر دیکھنے لگی...... میری ساری محنت ساری تکلیفیں رائیگاں چلی گئیں کل بھی خالی ہاتھ تھی میں آج بھی خالی ہوں...... وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو آنکھوں کے سامنے اٹھا کر دیکھتے ہوئے سوچنے لگی رات بہت ہو گئی تھی اور تقریباً تمام مسافر اپنی سیٹوں پر سو چکے تھے اندر خاموشی تھی اور باہر وحشت...... اس نے ہاتھوں کو کچھ اوپر اٹھا کر دعا کے لئے پھیلائے اور ایک کرب بھری آہ اس کے دل سے نکل کر آسمان کی طرف بلند ہوئی اس نے آنکھیں موندھ لیں اور دو موٹے موٹے آنسو اس کے گالوں سے ٹپک کر اس کے ہاتھوں پر آ گرے...... میں ہار گئی یا رب' میں ہار گئی...... میں کچھ بھی نہیں کر پائی اتنا سب سہہ کر بھی تیری اس دنیا میں مجھے نہ سکھ ملا اور نہ ہی انصاف...... تو تو کہتا ہے آنکھ کا بدلہ آنکھ' کان کے بدلہ کان...... تو تو ہر چیز کا بدلہ لینے کا اختیار بندے کو دیتا ہے تو' تو ہی مجھے بتا کہ تیری اس دنیا میں مجھے انصاف کیوں نہیں ملا...... اگر نہیں ملا تو پھر اب میں میں تجھ پر چھوڑتی ہوں اپنا بدلہ...... تو' تو ہر چیز پر قادر ہے...... تو ہی اس سے میرا بدلہ لینا جس نے مجھے اتنا رلایا جتنا میں اپنی ساری زندگی میں کبھی نہ روئی تھی...... میرے ایک ایک آنسو کا حساب اس شخص سے لینا...... اس کے ہر ظلم اور زیادتی کا بدلہ تو اس سے لینا...... میں نے تجھ پر چھوڑ دیا اپنا انتقام تو جو بہت جلد حساب لینے والا ہے...... اسے کبھی معاف نہیں کرنا...... میرا حساب اس سے چکا دینا میرے رب اسے معاف نہ کرنا...... اس نے اپنے ہاتھ اپنی نم آنکھوں پر پھیر لئے اور سر کو سیٹ کی پشت سے ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں۔

جانے کب وہ نیند کی وادی میں اتر گئی تھی اسے پتا ہی نہیں چلا تھا پھر اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔

☆☆☆☆

''کیا؟ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟''

عذرا نے حیرت سے پھٹی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھ کر کہا۔

''کون ہے وہ اور کب کی تم نے شادی؟''

وہ اسے غصے سے گھورتے ہوئے بولی۔

''یہیں کی ہے اور آپ کو اس کے حسب نسب کی فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے وہ جو بھی ہے جیسی بھی ہے مجھے پسند ہے اور اب میرے بچے کی ماں بننے والی ہے اس لئے کوئی بھی مسئلہ کھڑا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

سلطان نے بڑی ڈھٹائی سے ماں کو دیکھتے ہوئے کہا تو عذرا کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

''پر ہم دنیا کو کیا منہ دکھائیں گے؟۔''

اس نے کچھ دیر توقف کے بعد کہا۔

''یہ میرا مسئلہ نہیں ہے میں نے شادی کر لی ہے اور اب میں کچھ دنوں میں اسے گھر لانے والا ہوں اب آپ کی مرضی ہے کہ آپ میرا ولیمہ کر کے لوگوں کو بتائیں گی یا پھر انہیں خود ہی پتا چل جائے گا۔''

وہ ٹیبل پر ٹانگ رکھ کر بیٹھ گیا تھا اور اب سگریٹ پی رہا تھا۔

''پاپا آپ ایک اور نئی مما لانے والے ہیں؟۔''

قریب ہی ٹی وی دیکھتا ہوا اس کا بیٹا یکدم بول اٹھا۔

''ہاں بیٹا آپ کی نئی مما آ رہی ہیں۔''

وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے بتانے لگا۔

''تو زیبا مما کہاں گئیں پہلے تو وہ میری نئی مما تھیں؟۔''

وہ ایک بار پھر بولا تو سلطان نیا سے دیکھ کر سوچا۔

''بیٹا وہ پرانی ہوگئی تھیں نا اب میں آپ کے لئے ایک نئی مما لانے والا ہوں۔''

تو پاپا جب وہ بھی پرانی ہو جائیں گی تو آپ ایک اور مما لے آئیں گے؟۔''

وہ معصومیت سے سلطان کو دیکھ کر پوچھنے لگا۔

''چلو جاؤ جا کر اپنا کارٹون دیکھو۔''

سلطان کو یکدم غصہ آ گیا تھا اس نے اسے ٹالنے کے لئے اسے ٹی وی کی طرف بھیج دیا...... عذرا ابھی تک اسی شاک میں بیٹھی تھی اور کچھ سوچ رہی تھی اس کی پیشانی پر بہت سے بل تھے اور دل میں بہت سے سوال تھے پر وہ خاموش تھی تبھی سلطان کا باپ اندر آ گیا اور بیوی سے کھانے کا کہا۔ عذرا نے اس کی طرف عجیب سی نظروں سے دیکھا جیسے کچھ کہنا چاہتی ہو مگر پھر سلطان کی طرف دیکھ کر خاموش ہوگئی اور کچن کی طرف چل دی۔

''اور سلطان کیسا جا رہا ہے تمہارا کام؟۔''

وہ صوفے پر سلطان کے ساتھ بیٹھ کر اس سے پوچھنے لگا۔

''ٹھیک نہیں جا رہا...... میں تو سوچ رہا ہوں کہ بند ہی کر دوں ایسے بزنس کا کیا فائدہ جس میں نقصان ہی ہو اور کوئی فائدہ ہی بھی نہ ہو۔''

سلطان نے سگریٹ کا کش لگا کر اپنے بیٹے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو کارٹون دیکھنے میں مصروف تھا۔

''یہ تو کیا کہہ رہا ہے اتنے سے مہینوں میں بھی کبھی بزنس سیٹ ہوا ہے جو تو اسے بند کرنے کی سوچ رہا ہے...... اتنی بڑی رقم لگائی ہوئی ہے

میری ساری عمر کی جمع پونجی میں نے تیرے بزنس میں لگا دی اور تو کہہ رہا ہے کہ اس میں کوئی فائدہ ہی نہیں ہے...... اسے بند کرنے کا مطلب ہے کہ اس تمام رقم کو کھو دینا جو میں نے پائی پائی کر کے جمع کی تھی۔"

وہ یکدم غصے میں آ گیا تھا اور اب سلطان پر اونچا اونچا بول رہا تھا تبھی عذرا کھانے کی ٹرے لا کر ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولی۔

"کام کیا کرنا ہے اس نے! اسے تو شادیوں سے ہی فرصت نہیں ملتی بزنس کیا خاک چلائے گا جتنی بھی رقم آپ نے اسے دی تھی سمجھیں اس نے چولہے میں جھونک دی ہے۔"

وہ ترش لہجے میں بولی تو سلطان کے باپ کی آنکھیں حیرت سے باہر نکل آئیں۔

"کیا؟"

وہ حیرت سے اس کی طرف دیکھ کر بولا۔

"تو میں نے شادی کی ہے کوئی گناہ تو نہیں کیا؟"

وہ باپ کی طرف دلیری سے دیکھ کر بولا۔

"کس سے کی ہے تو اب شادی؟"

وہ بلند آواز میں بولا۔

"یہیں کی لڑکی ہے۔"

اس نے سگریٹ کو ایش ٹرے میں رگڑتے ہوئے کہا۔

"تو نے یہاں کی لڑکی سے شادی کی ہے اور یہیں کی ہے؟"

وہ ہاتھ کو نیچے کی طرف ہلاتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"جی ہاں۔"

وہ سر ہلا کر بولا۔

"تو پاگل ہو گیا ہے سلطان؟"

وہ مزید حیران اور پریشان ہو کر بولا۔

"اس میں پاگل والی کونسی بات ہے؟"

وہ بڑے آرام سے بولا۔

"یہاں کی لڑکی سے شادی کرنا اور وہ بھی یہاں کرنے کا مطلب ہے یہاں کی بیوی کو اپنی آدھی جائیداد کا حصے دار بنانا......"

وہ اسے الجھتے ہوئے کہنے لگا۔

"تو کیا ہوا؟"

وہ کندھے اچکا کر بولا۔

"ہوا کیا؟ تیری شادی چلنی ہی کتنے دن ہوتی ہے؟۔"

وہ اس سے استفسار کرنے لگا۔

اور جب تو اسے چھوڑے گا تو وہ تجھے لوٹ کر لے جائے گی......"

وہ اسے کوستے ہوئے بولے۔

"ایسا نہیں ہوگا۔"

وہ بڑے دھیرے سے بولا۔

"کیوں نہیں ہوگا تیرا ایک عورت کے ساتھ گزارا ہی نہیں ہے اور وہ کوئی زبانہیں جو تیری ہر حرکت برداشت کرے گی۔"

وہ ایک بار پھر طنزیہ انداز میں بولے تو سلطان سے اس بار برداشت نہیں ہوا۔

"تو کیا آپ کا گزارا ہے؟۔"

وہ غصے میں باپ کی طرف دیکھ کر پوچھنے لگا تو اس کی اس بات پر اس کی ماں نے اپنے شوہر کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"بکواس کرتا ہے تجھے اتنی بھی شرم نہیں کہ میں تیرا باپ ہوں اور پاس تیری ماں کھڑی ہے۔"

وہ اونچی آواز میں بولے۔

"آپ میرے باپ ہیں اسی لئے تو میں ایسا ہوں اور امی سے کیسا پردہ ان کو بھی پتا ہونا چاہئے کہ ان کا شوہر گرامی بھی کسی سے کم نہیں ہے۔"

وہ طنزیہ لہجے میں بولا۔

"بکواس بند کر اور دفعہ ہو جا اس گھر سے میں تجھے عاق کر دوں گا اور جب تو کوڑی کوڑی کو ترسے گا تو پتا چلے گا کہ باپ کی کمائی پر عیش کرنا کتنا آسان تھا اور خود کما کر کھانا کتنا مشکل.....نکل جا ابھی میرے گھر سے اور جا جا کر دنیا کی ٹھوکریں کھا...... جا' جا کر دیکھ جب چھت سر پہ نہ ہو تو دنیا میں کوئی بھی ٹھکانہ نہیں ہوتا۔"

وہ غصے سے لال ہو گیا تھا اور اس کی آنکھیں بھی غصے اور غم سے سرخ ہو گئی تھیں وہ شدید طیش کے عالم میں کھڑا ہو گیا تھا اور اسے ہاتھ کے اشارے سے اپنے گھر سے جانے کو کہہ رہا تھا.....عذرا اور سلطان کا بیٹا وہیں کھڑے خاموشی سے انہیں دیکھ رہے تھے۔

"چلا جاتا ہوں پر ایک بات بتا دوں بس آپ کے مرنے کی دیر ہے اور پھر یہ سب خود بخود میرا ہو جائے گا...... مجھے کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔"

وہ کھڑا ہوا باپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہنے لگا اور اگلے ہی لمحے وہ وہاں سے جا چکا تھا عذرا کی آنکھیں اس کے تعاقب میں دروازے پر جم گئی تھیں اور جو کچھ اس نے کہا تھا دونوں کے دلوں کو چیر گیا تھا آنسو عذرا کی آنکھوں میں بھر آئے تھے تبھی دھڑام سے کوئی چیز گری تھی۔

☆☆☆☆

''میں کہاں ہوں میں کہاں ہوں؟؟''

اس نے آنکھیں کھولیں اور گود سے سر اٹھا کر وہ یکدم ہڑبڑا کر اٹھی تھی اور دیوانہ وار ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

''تم یہاں ہو ہمارے پاس...... اپنے گھر میں۔''

کسی نے اسے کندھوں سے پکڑ کر آرام سے لٹاتے ہوئے کہا اور اس آواز نے ہی اس دوبارہ وہی سکون دیا تھا جس کے سنتے ہی وہ جانے کب سو گئی تھی۔ اس نے ایک نظر مڑ کر دیکھا سارہ اسے پیار بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی اور پھر اسے دوبارہ سر اس کی گود میں رکھنے کو کہا زیبا یکدم نارمل ہو گئی تھی اور عجیب سا سکون کا احساس اسے ہوا تھا۔ اس نے سر سارہ کی گود میں رکھ لیا اور سارہ نے اس کی پیشانی کو چوما اور اس کے بالوں کو پیار سے سہلانے لگی۔

''اب تم سو جاؤ...... تم اب اپنے گھر میں ہو میں تمہارے پاس ہی ہوں تم سو جاؤ تم بہت تھک گئی ہو۔''

سارہ کی نرم اور پیار بھری آواز پر زیبا نے کسی معمول کی طرح عمل کرتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں اور سارہ اس کے بالوں کو سہلاتی رہی۔

پچھلے آدھے گھنٹے سے وہ سارہ کی گود میں سر رکھ کر سو رہی تھی وہ جب سے گھر آئی تھی ایک پل کو بھی سارہ سے جدا نہ ہوئی تھی اور سارہ بھی ایک منٹ کے لئے اسے قریب سے نہیں اٹھی تھی اس کی گود میں سر رکھ کر باتیں کرتے ہوئے وہ جانے کب سو گئی تھی...... ''سارہ میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں آنکھیں بند کروں اور کھولوں تو میں گھر میں ہوں۔'' سوئی ہوئی زیبا کو خواب میں اس دن سارہ سے ہونے والی باتیں یاد آ رہی تھیں بظاہر وہ سو گئی تھی مگر اس کا لاشعور ابھی بھی جاگ رہا تھا اور بے یقینی کی وہ کیفیت جس کے ساتھ اس نے سفر کیا تھا...... جانے وہ واپس اپنے گھر پہنچے گی بھی کہ نہیں ابھی تک اس کے لاشعور میں موجود تھی اور خواب میں بھی وہ اسی کیفیت سے دوچار تھی...... کتنی مضبوط تھی بے یقینی کی وہ کیفیت جو ابھی تک اسے گھیرے ہوئے تھی سارہ نے سوچا...... وہ مسلسل سوئی ہوئی زیبا کو تک رہی تھی اور اسے یوں دیکھ رہی تھی جیسے کوئی ایسے انسان کو دیکھتا ہے جو اپنا سب کچھ لٹا آیا ہو...... اس کے چہرے کی بدلی ہوئی رنگت اور چہرے پر پڑی ہوئی زمانے کی ٹھوکروں کی پرچھائیاں ابھی بھی اسے چہرے سے ہویدا تھیں۔

☆☆☆☆

''باجی عمر بھی تو زیادہ ہو گئی ہے نہ اس لئے ذرا مشکل ہو جاتی ہے...... پر آپ فکر ہی نہ کریں میں جب کسی کام کے پیچھے پڑ جاتی ہوں تو بس کرا کے ہی دم لیتی ہوں۔''

وہ چائے میں بسکٹ ڈبو کر کھاتے ہوئے بولی۔

''بس پھر تو آج سے ہی کوشش شروع کر دے میں اسی سال اس کی شادی کرنا چاہتی ہوں...... ایک ہی ذمہ داری رہ گئی ہے کہتی ہوں وہ بھی جلد پوری ہو جائے۔''

عطیہ نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے کہا۔

''وہ تو سمجھیں ہو گیا بس ذرا کچھ پیسے ایڈوانس دے دیں میں نے گھر کا کرایہ دینا ہے۔''

www.paksociety.com

وہ خالی کپ ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولی۔

''چلو اب تم پیسے لے کر غائب ہو جاؤ گی اور پھر مہینوں شکل نہیں دکھاؤ گی...... بس یہی کام رہ گیا ہے تم لوگوں کا باتوں باتوں میں رشتے بتاتی ہو اور نوٹ اکٹھے کر کے چلتی بنتی ہو۔''

عطیہ بیگم نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

''ہو باجی اب ایسی بھی کوئی بات نہیں...... میں آپ کو ایسی لگتی ہوں؟۔''

وہ ہاتھ مٹکاتے ہوئے پوچھنے لگی۔

''ہاں تو اور کیسی ہو تم؟ بھئی برا نہ منانا ناز یہ آج تک جتنی بھی رشتے والیاں آئی ہیں وہ یہی سب کرتی ہیں تو تم کونسی کوئی نئی بات کر رہی ہو۔''

وہ طنزیہ لہجے میں گویا ہوئیں۔

''نا باجی اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے...... میں اپنا کام پکا کرتی ہوں...... آپ کا بیٹا پیارا ہے تو اس جیسی پیاری لڑکی ڈھونڈنے میں بھی وقت لگتا ہے...... پر میری نظر میں دو تین لڑکیاں ہیں میں آج کل میں ہی ان سے رابطہ کرتی ہوں...... چلیں زیادہ نہیں تو ایک پانچ سو کا نوٹ ہی دے دیں۔''

وہ اپنی بات پر بضد تھی۔

''اچھا چل دے دیتی ہوں پر ایک ہفتے کے اندر اندر تیرے پاس جتنی بھی اچھی لڑکیوں کے رشتے ہیں سب دکھا ڈال...... میں کوئی ٹال مٹول برداشت نہیں کروں گی سمجھی۔''

عطیہ نے ہاتھ اٹھا کر اسے تنبیہی انداز میں کہا۔

''اس کی باجی آپ فکر ہی نہ کریں میں آپ کو ایک سے ایک لڑکی دکھاؤں گی۔''

وہ خوشی سے پھولے نہ سمائی تھی۔

''یہ لو اور یہ میرا نمبر ہے اسی پر فون کر کے بتا دینا۔''

وہ ایک پانچ سو کا نوٹ اور کاغذ پر لکھا نمبر اس کی طرف بڑھا کر بولی۔

''شکریہ باجی اب میں چلتی ہوں۔''

وہ پکڑتے ہی جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور پھر چلتی بنی تبھی باہر سے اسد اندر آیا اور آ کر ماں کے قریب بیٹھ گیا۔

''میں نے ایک رشتے کرانے والی کو تیرے لئے لڑکی دکھانے کا کہا ہے...... میں تو اسی سال تیری شادی کرنا چاہتی ہوں...... جانے کب تیرے نصیب کی لڑکی ہمیں ملے گی میں تو رشتے دیکھ دیکھ کر تنگ آ گئی ہوں۔''

عطیہ نے اسد کی طرف دیکھ کر کہا تو وہ سر ہلا کر ہنسنے لگا۔

''آپ کو بھی تو کوئی لڑکی پسند ہی نہیں آتی۔''

وہ مسکرا کر بولا۔

''کیا بتاؤں آج کل تو لڑکیوں کی نہ شکلیں اچھی ہیں اور نہ ہی کوئی اور خوبی نظر آتی ہے بس ایک کام آتا ہے اور وہ ہے فیشن کرنا اور پھر جب میرا بیٹا اتنا پیارا ہے تو لڑکی بھی تو پیاری ہونی چاہیے...... تیرے جوڑ کی ہوگی تبھی تو بات بنے گی نا۔''

وہ اسے دیکھ کر مسکرا کر بولیں۔

''تو پھر اتنے سالوں سے رشتے دیکھ رہی ہیں کیا ایک بھی لڑکی اچھی نہیں لگی آپ کو؟۔''

وہ پھر سے مسکرا کر بولا۔

''کئی لگی تھیں پر شاید ان میں سے کوئی بھی تیرے نصیب کی نہیں تھی اسی لیے تو کہیں بھی بات نہیں بنی۔''

وہ سوچتے ہوئے بولیں۔

''ہاں شاید میرے نصیب میں نہیں تھا......''

اسد بھی کہیں کھو سا گیا تھا۔

''پر مجھے یقین ہے کہ میں اسی سال تیری شادی کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گی۔''

وہ بیٹے کے چہرے پر پھیلی مایوسی دیکھ کر بولیں تو اسد نے نفی میں سر ہلایا اور مسکرا دیا۔

☆☆☆☆

''متھے تے چمکن وال میرے بنرے دے
آ وَنی لا وا اینو شگناں دی مہندی
مہندے کرے ہتھ لال میرے بنرے دے
متھے تے چمکن وال میرے بنرے دے۔''

ایک ہفتے سے گھر میں ڈھولک بج رہی تھی...... شام کو سارے گھر والے مل کر بیٹھ جاتے اور کچھ محلے سے لڑکیاں آ جاتیں اور پھر خوب ہنگامہ ہوتا تھا۔ گھر میں جیسے خوشیاں لوٹ آئی تھیں...... ہر طرف خوشی بکھری تھی اور گھر کو بھی بتیوں سے سجایا گیا تھا...... گھر میں چہل پہل تھی سبھی خوش تھے۔

''چلو بس بہت ہوگئی ڈھولکی اب ڈیک لگاتے ہیں۔''

سارہ نے ڈھولک ایک سائیڈ پر رکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں اب ڈانس کرتے ہیں پھر ابو کے آنے کا ٹائم ہو جائے گا۔''

زارا نے کہا۔

www.paksociety.com

''اچھا چلو تم دونوں اٹھو میں گانا لگاتی ہوں۔''

سارہ اٹھ کر ڈیک کی طرف جاتے ہوئے بولی۔

''موٹی تو بھی آ..... آ میں تجھے ڈانس سکھاتی ہوں۔''

زیبا نے ہنس کر سارہ کو کہا۔

''اس کو اور ڈانس...... یہ تو ڈانس کی جگہ ایکسر سائز کرنے لگتی ہے..... ہاہا۔''

زارا زیبا کی بات سن کر بولی اور پھر دونوں قہقہہ لگا کر ہنسنے لگیں۔

''ہاں تو نہیں آتا مجھے ڈانس اور نہ ہی مجھے کوئی شوق ہے۔''

سارہ نے قدرے غصے سے کہا۔

''آؤ میں تمہیں سکھا دیتی ہوں...... کبھی تو کوئی لڑکیوں والا کام بھی کر لیا کرو۔''

زیبا نے سارہ کو قریب بلاتے ہوئے کہا۔

''کیوں دنیا میں اور کوئی کام نہیں ہے جو میں کر کے لڑکی کہلواؤں..... مجھے نہیں کوئی شوق ڈانس وانس کرنے کا۔''

وہ ترشی سے بولی اور کمرے سے باہر چلی گئی۔

''اوہ وہ تو ناراض ہی ہو گئی ہے۔''

زارا نے اسے جاتا دیکھ کر زیبا سے کہا۔

''تم گانا لگاؤ میں اسے لے کر آتی ہوں۔''

زیبا اسے کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی دو ہی منٹ بعد دونوں ہنستی ہوئی کمرے میں آئیں اور پھر ڈیک آن ہو گیا اور گانے کی آواز باہر تک آنے لگی۔

☆☆☆☆

عمر کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی تھی..... زیبا کی شادی کے بعد خوشیوں کا پہلا موقع تھا ایک عرصے کے بعد گھر میں سب بہت خوش تھے..... یہاں آ کر زیبا اپنے سارے غم بھول گئی تھی وہ پچھلی ساری باتیں بھلا کر بھائی کی خوشیوں میں بڑھ چڑھ کر شریک ہوئی تھی۔ سارہ اور زارا نے مل کر بھابھی کی ساری بری تیار کی تھی..... ہر کام خود جا کر کروایا تھا..... یوں وہ یہاں آ کر کافی مصروف رہی تھی اور دل میں جو قلق تھا وہ کافی حد تک کم ہو گیا تھا پھر بہاروں نے خزاؤں کو شکست دے دی تھی گھر میں شادی کی وجہ سے کافی رونق تھی اور سب نے زیبا کی شادی کا دکھ کافی حد تک بھلا دیا تھا..... گھر میں نئے فرد کے آنے سے سبھی کو بہت سی امیدیں تھیں..... بھابھی کے آنے سے سبھی کو ایک نیا رشتہ ملا گیا تھا۔ بھابھی کو سب نے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا سبھی اسے سے بہت خوش ہو کر ہنسی مزاق کرتے تھے اور ہر وقت بھابھی کا نام ان کی زبانوں پر رہتا تھا۔

(ایک سال بعد)

"میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ یہ گھر جو ہمارا اپنا تھا کبھی اتنا بیگانہ ہو جائے گا...... کبھی ایسا بھی ہوگا کہ اسی گھر کی چھت جس کے نیچے ساری عمر بیتائی تھی یہی چھت اتنی پرائی لگنے لگے گی۔"

سارہ نے چھت کی دیوار سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔

"کاش مجھے پتا ہوتا کہ اس گھر میں یہ سب ہوگا تو میں کبھی بھی واپس نہ آتی...... اتنی لڑائیاں اور اتنے جھگڑے...... لگتا ہی نہیں کہ یہ وہی گھر ہے جس کے لئے میں نے یورپ کو خیر باد کہہ دیا تھا...... پہلے تو ہمارا گھر کبھی یوں نہیں بکھرا تھا...... لوگ سچ ہی کہتے ہیں کہ گھر میں جب بہوئیں آجاتی ہیں تو وہاں بیٹیوں کی کوئی جگہ نہیں رہتی...... وہاں پھر بیٹیاں ماں باپ کا بوجھ کچھ اور بڑھا دیتی ہیں کاش میں واپس نہ آئی ہوتی...... میں نے جب بہت جذباتی ہوکر فیصلہ کیا تھا سب نے مجھے بہت سمجھایا تھا مگر میں...... میں ہمیشہ ہی غلط فیصلہ کرتی ہوں اگر میں نے کچھ ماہ اور صبر کیا ہوتا تو آج میں آسانی سے واپس جا سکتی تھی!"

زیبا نے افسردگی سے کہا اور پھر ایک سرد آہ بھر کر خاموش ہوگئی۔

"ہاں اگر مجھے بھی ذرا سا بھی اندازہ ہوتا کہ گھر کے حالات اتنے بگڑ جائیں گے تو میں بھی کبھی تمہیں واپس آنے کا نہ کہتی...... اور تمہارے ساتھ ہی میں بھی چلی جاتی...... یہاں مجھے اب اتنی گھٹن ہونے لگی ہے کہ میرا دم گھٹنے لگا ہے...... یہ گھر اب مجھے پہلے جیسا تحفظ نہیں دیتا ایک عجیب سی بے یقینی کی کیفیت نے میرے دل سے وہ راحت چھین لی ہے جو کبھی اس گھر کی چھاؤں میں ملا کرتی تھی...... سب کچھ کتنا بدل گیا ہے...... صرف ایک نئے فرد کے آجانے سے ہی اتنا کچھ بدل جائے گا کبھی سوچا ہی نہیں تھا......"

سارہ نے بجھے ہوئے انداز میں اندھیرے میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"عمر بھائی کتنا بدل گیا ہے...... کبھی میرا ایک آنسو بھی اس سے برداشت نہیں ہوتا تھا اور اب وہ مجھے ایسی نظروں سے دیکھتا ہے کہ میری روح تک میں درد کی لہریں اٹھنے لگتی ہیں...... اس کی آنکھوں میں مجھے اپنے لئے شک اور نفرت نظر آتی ہے...... وہ مجھے یوں دیکھتا ہے جیسے میں اس کے لئے اور وہ میرے لئے اجنبی ہے...... جیسے ہم ایک دوسرے کو جانتے ہی نہیں ہیں...... ایک ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے اور ایک ہی ساتھ پلے بڑھے پھر بھی ہو یوں کرتا ہے جیسے اسے معلوم ہی نہ ہو کہ ہم کیا ہیں اور کیا نہیں...... کل کی آئی ہوئی عورت پر وہ آنکھیں بند کر کے یقین کرتا ہے وہ جو کہتی ہے اسے سچ مانتا ہے اور جو ہم کہتے ہیں...... وہ اس کی آنکھوں سے ہی ظاہر ہو جاتا ہے کہ اسے ہم پر اعتبار ہی نہیں رہا...... ایک نیا رشتہ کیا بنا پہلے سارے خون کے رشتے ہی مشکوک ہوگئے ہیں...... اسے اب اپنی آنکھوں سے کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا گھر میں جب بھی کوئی بات ہوتی ہے وہ ہمیں ہی قصوروار سمجھتا ہے اور اپنی بیوی کو بہت مظلوم اور بے بس...... جیسے ہم سب مل کر اس کی بیوی پر بہت ظلم ڈھا رہے ہیں۔"

زیبا نے انتہائی کربناک لہجے میں کہا۔

"ہم نے کتنے پیار اور محبت سے اپنے بھائی کی شادی کی تھی اس کا گھر بسایا تھا ہمیں کیا معلوم تھا کہ آنیوالی ہمارے ہی سر سے چھت چھین

لے گی...... جس کا گھر ہم نے اپنے ہی ہاتھوں سے بنایا وہی ہمیں ہمارے گھر میں اتنا بے حیثیت کر دے گی کہ اپنا ہی گھر ہمیں کسی سرائے کی طرح لگنے لگے گا جہاں ہم عارضی طور پر سر تو چھپا سکتے ہیں مگر مستقل قیام کی تو اب کوئی بھی صورت نظر نہیں آتی۔''

سارہ نے سنجیدگی سے کہا۔

''میں جب یہاں آئی تھی تو یہ سوچ کر آئی تھی کہ اب کبھی بھی شادی نہیں کروں گی...... ساری عمر اپنے ماں باپ کی خدمت کروں گی مگر عمر بھائی کی شادی کے بعد تو لگتا کہ اب ایسا ممکن ہی نہیں ہے جب ایک بہو کے آنے کے بعد گھر کے یہ حالات ہیں تو جب باقی دو بھائیوں کی بھی شادی ہو جائے گی تو ہمارا کیا ہوگا یہ لوگ تو شاید ہمیں گھر سے ہی اٹھا کر پھینک دیں گے...... اور اگر ایسا نہ بھی کریں تو جو کچھ ہمارے ساتھ ہو رہا ہے شاید ہم خود ہی کچھ کر بیٹھیں کاش میں واپس جا سکتی تو ایک دن بھی یہاں نہ رہتی...... وہاں تھی تو چلو ایک آسرا تو تھا کہ میرے پیچھے کوئی ہیں جو مجھ سے محبت کرتے ہیں مجھے یاد کرتے ہیں...... انہی کے پیار کی خاطر میں وہاں کی آزاد زندگی اور ہر چیز کو چھوڑ کر یہاں چلی آئی تھی مجھے کیا پتا تھا کہ میں ایک بار پھر کسی سائے کے تعاقب میں ہوں اور جونہی اندھیرا چھائے گا یہ سایہ بھی میرا ساتھ چھوڑ جائے گا...... مجھے کیا پتا تھا کہ ہر بار کی طرح ایک بار پھر میں کسی سراب کے پیچھے بھاگ رہی ہوں...... کیا میں تمام عمر سراب کے پیچھے ہی بھاگتی رہوں گی؟ جب میں یہاں تھی تو مجھے لگتا تھا کہ مجھے واپس جانا چاہئے اپنی قسمت آزمانا چاہیے...... پھر میں نے وہاں جانے کا فیصلہ کیا اور وہاں جا کر کیا کچھ برداشت نہیں کیا پھر بھی سوائے سراب کے دھوکے کے وہاں بھی کچھ نہیں ملا...... پھر لگا جیسے مجھے اپنوں میں لوٹ آنا چاہئے...... میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے اتنے مہینوں کی محنت کو ٹھوکر مار کر یہاں چلی آئی اور اب پتا چلا ہے کہ یہاں بھی سوائے سراب کے دھوکے کے کچھ بھی نہیں ہے...... میں ایک بار پھر پیاسی ہوں اور مجھے لگتا ہے کہ میری ساری عمر جیسے یوں ہی سراب کے تعاقب میں گزر جائے گی...... میری تشنگی یوں ہی مجھے تڑپاتی رہے............''

زیبا نے دکھی دل سے اپنے تاثرات کا اظہار کیا اس کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا مگر آنکھ میں ایک بھی آنسو نہیں تھا شاید وہ اتنا رو چکی تھی کہ اب آنکھوں سے آنسو ہی ختم ہو گئے تھے مگر دل پر ابھی بھی کچھ آنسو گر رہے تھے جنہیں نہ کوئی دیکھ سکتا تھا اور نہ ہی صاف کر سکتا تھا۔

''.......... یہ رشتے کیسے وقت کے ساتھ بدل جاتے ہیں پہلے جب میں امی ابو کے بہن بھائیوں کو دیکھتی تھی تو سوچتی تھی کہ ہم بہن بھائی تو آپس میں اتنا پیار کرتے ہیں ایک دن بھی ایک دوسرے کو دیکھے بغیر رہ نہیں سکتے جانے امی ابو کے بہن بھائی کیسے ہیں جن کو آپس میں پیار ہی نہیں ہے...... مگر اب سمجھ میں آ گیا کہ وہ سب کیوں ایک دوسرے سے اتنا دور اور بددل ہیں...... جب بھی کسی کی شادی ہوتی ہے تو ایسا ہی ہوتا ہے آنے والی عورتیں گھر کے باقی سارے رشتے چھوڑا کر خود ہر چیز پر قابض ہو جاتی ہیں حالانکہ وہ مرد جس سے ان کی شادی کی جاتی ہے اسے بھی اپنی ملکیت سمجھتی ہیں اور اسے بھی اپنوں سے دور کر دیتی ہیں پر اس میں وہ مرد خود بھی اتنا ہی قصوروار ہوتا ہے جتنا کہ وہ عورت جو اسے اپنے ہی خونی رشتوں سے بدول کر کے اسے ان سے جدا کر دیتی ہے۔''

کافی دیر خاموش رہنے کے بعد سارہ نے دور کسی چیز پر نظریں مرکوز کر کے سوچتے ہوئے کہا۔

''ہاں یہ تو ہے اگر مرد ہی صحیح فیصلہ نہ کر پائے تو اس میں وہ خود ہی قصوروار ہے اور کیا وہ ان لوگوں کو جن کے ساتھ اس نے اپنی ساری عمر گزاری

ہوتی زیادہ جانتا ہے یا پھر وہ اس عورت کو زیادہ جان سکتا ہے جو ایک الگ ماحول سے ایک دن اچانک اس کی زندگی میں شامل ہو جاتی ہے۔"

زیبا نے سارہ کو چلنے کا اشارہ کر کے چلتے ہوئے کہا اور پھر دونوں چھت پر چہل قدمی کرنے لگیں۔

"شاید ہمیں شادیاں راس ہی نہیں آتیں...... جب تمہاری شادی کی تھی تو ہم سب کتنے خوش تھے اور بعد میں کیا ہوا...... اور اب جب عمر بھائی کی شادی کی تب بھی ہم سب کتنے خوش تھے اور اب کیا ہو رہا ہے۔"

سارہ نے ٹہلتے ہوئے کہا۔

"ہاں شاید خوشیاں ہی ہمیں راس نہیں آتیں۔"

زیبا نے دوسری طرف منہ گھما کر کہا وہ دونوں رات گئے تک یوں ہی اندھیری چھت پہ ٹہلتی رہی تھیں آنکھوں میں چاروں طرف فقط اندھیرا تھا اور ان کی زندگی بھی ایک بار پھر سے اندھیروں میں ڈوب گئی تھی...... خوشیوں کے چار دن ویسے بھی بہت کم ہوتے ہیں اور وہ چار دن پلک جھپکتے ہی گزر گئے تھے اور ایک بار پھر زندگی کی وحشتیں ان کی منتظر تھیں۔

☆☆☆☆

عذرا کی آنکھیں سلطان کی طرف ہی تھی اور اسے جاتا دیکھ کر دروازے پر ہی گڑ گئی تھیں...... تبھی دھڑام سے کوئی چیز گری تھی اور عذرا نے جونہی دیکھا اس کے گلے سے بے اختیار چیخیں نکل گئی تھیں...... اس کا شوہر وہیں فرش پر اوندھا پڑا تھا اور وہ جانتی تھی کہ اس کا کیا مطلب تھا...... وہ کافی عرصے سے ہارٹ پیشنٹ تھا اور اس کی بائی پاس سرجری بھی ہو چکی تھی...... ایسا کچھ بھی ہونا جو ہارٹ اٹیک کا سبب بنتا اس کے لئے جان لیوا ثابت ہو سکتا تھا...... وہ زور زور سے چلانے لگی اور پاس کمرے سے اپنے پوتے کو آوازیں دے کر بلانے لگی جو سلطان اور اس کے باپ کو لڑتا دیکھ کر اپنے کمرے میں بھاگ گیا تھا...... وہ جلدی سے بھاگ کر ان کے قریب آیا اور یہ سب دیکھ کر مزید ڈر گیا۔

"بیٹا جلدی سے جا کر اپنے پاپا کو فون کرو کہو دادا گر کر بیہوش ہو گئے ہیں......"

عذرا نے پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ اسے سمجھایا وہ اپنے شوہر کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی مگر اس میں اتنا دم نہیں تھا کہ تن تنہا ایک مرد کو جو اس وقت بیہوش پڑا تھا اٹھا پاتی۔

"گرینی گرینی...... گرینڈ پا کو کیا ہوا ہے؟"

وہ قریب آ کر بوکھلائے ہوئے بولا۔

"تمہارے دادا بیہوش ہو گئے ہیں......"

وہ جلدی سے بولی۔

"پاپا کی وجہ سے؟"

وہ معصومیت سے بولا۔

''تم جلدی سے جا کر پاپا کو فون کرو۔''

وہ اس کے سوال کو اگنور کر کے بولی۔

''او کے۔''

وہ جلدی سے فون کی طرف بھاگا اور نمبر ملایا دو تین بار بیل ہوئی اور اس کے بعد سلطان نے فون کاٹ دیا اس نے ایک بار پھر نمبر ملایا اور اس بار فون بند تھا۔

''گرینی پاپا نے فون بند کر دیا ہے۔''

وہ اس کی آواز پر مڑ کر دیکھنے لگی اور پھر سوچ کر بولی۔

''اپنی پھوپھو کا نمبر ملاؤ۔''

اس نے جلدی سے دوسرا نمبر ملایا۔

''گرینی وہ بزی ہے......''

وہ ریسیور ہاتھ میں پکڑ کر بولا۔

''اف میرے خدا میں کیا کروں؟۔''

وہ بوکھلا کر بولی اور پھر اپنے شوہر کا سر جو اس نے گود میں رکھا ہوا تھا اور چہرے پر ہاتھ مار مار کر اسے اٹھانے کی کوشش کر رہی تھی کو نیچے رکھا اور پھر فون کی طرف بھاگی اور فون پر جلدی سے ایمرجنسی کا نمبر ملانے لگی...... کچھ منٹوں میں ایمبولینس آ گئی تھی اور وہ پوتے کو گھر چھوڑ کر شوہر کو ایمبولینس میں ہاسپٹل لے گئی۔

☆☆☆☆

شام کو جا کر کہیں اس کی بیٹی ہاسپٹل آئی تھی جب وہ گھر پہنچی تو اسے پتا چلا کہ اس کا باپ ہاسپٹل میں ہے وہ وہاں سے سیدھی ہاسپٹل گئی تھی۔

''تمہیں اب فرصت ملی ہے باپ کا پتا لینے کی؟۔''

عذرا نے جو کب سے یہاں اکیلی بیٹھی تھی اسے دیکھتے ہی کہا۔

''یہ سب کیسے ہوا اور کیوں ہوا؟ اور آپ نے کب مجھے بتانا ہی ضروری سمجھا۔''

وہ الٹا گرم ہو کر بولی۔

''میں نے کیا تھا فون پر تمہارا نمبر بزی تھا اور تم کو کونسی توفیق ہوئی کہ ایک فون کر کے ہی پوچھ لو کہ کیوں گھر سے فون آ رہا تھا؟۔''

وہ بھی ترشی سے بولیں۔

''تو مجھے کیا پتا تھا کی پاپا کو کچھ ہوا ہے وہ تو کل تک بلکل ٹھیک ٹھاک تھے.......... میں ایک ضروری میٹنگ میں بزی تھی مجھے یاد ہی نہیں

رہا...... پر یہ سب پھر سے آپ کے لاڈلے کی ہی وجہ سے ہوا ہے نا؟ پھر کیوں آپ نے اسے بلایا نہیں...... اب وہ کیوں نہیں آیا؟۔''

وہ اس کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

''...... کس کی وجہ سے ہوا مجھے نہیں پتا میں نے اسے بھی فون کیا تھا پر اس کا نمبر بند تھا...... تم...... تم دونوں نے ہی ہمارا جینا حرام کیا ہوا ہے...... اور جس میٹنگ میں تم تھی وہ بھی میں اچھی طرح جانتی ہوں۔''

وہ طنزیہ انداز میں اس کی طرف دیکھ کر بولی۔

''تو...... اس میں برائی ہی کیا ہے...... ویسے آپ کو مبارک ہو...... اپنے بیٹے کی نئی شادی کی!۔''

وہ اسے زہر خند نظروں سے دیکھ کر طنزیہ انداز میں مسکرا کر بولی اور پھر اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

''میں پاپا کو دیکھنے جا رہی ہوں میری ڈاکٹرز سے بات ہو گئی ہے اور وہ اب خطرے سے باہر ہیں...... جونہی وہ ٹھیک ہو کر گھر جائیں گے میں ان سے اپنے حصے کی بات کروں گی...... تاکہ مجھے میرا حق ان کی زندگی میں ہی مل جائے اور بعد میں مجھے کوئی مسئلہ نہ ہو...... ورنہ ساری جائیداد تو آپ کا بیٹا اپنی بیویوں میں ہی بانٹ دے گا۔''

وہ کھڑی ہو کر دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر بولی اور پھر آہستہ سے چلتی ہوئی آئی سی یو کی طرف چل دی جہاں اس کا باپ زیر علاج تھا۔

☆☆☆☆

ایک ہفتے بعد عذرا شوہر کو گھر لے آئی تھی گھر آ کر جو اس نے دیکھا تھا وہ عجیب ہی منظر تھا...... گھر، گھر کم اور کباڑ خانہ زیادہ لگ رہا تھا...... کچن کی طرف بڑھتے ہی اس کا سمل سے دل خراب ہونے لگا تھا...... سارے کے سارے برتن گندے پڑے تھے اور کئی برتن چولہے پر بری طرح سے جلے پڑے تھے جن کی بو ہر طرف پھیلی ہوئی تھی...... کچھ برتنوں میں کھانے کی چیزیں پڑی پڑی خراب ہو چکی تھیں اور ان کی بو بھی گھر میں پھیل چکی تھی...... وہ ایک ہفتہ شوہر کے ساتھ ہی ہاسپٹل میں رہی تھی چند استعمال کی چیزیں جو اسے چاہیے تھیں وہ صدف نے اسے وہیں لا کر دے دیں تھیں اور کھانا وغیرہ وہ وہیں کی کینٹین سے لے کر کھا لیتی تھی...... اتنے دنوں کی بے آرامی کے بعد اس نے سوچا تھا کہ گھر جا کر آرام کرے گی اور صدف نے شاید کچھ اچھا پکایا بھی ہو گا مگر وہ گھر پر تھی ہی نہیں...... سلطان کا بیٹا بھی اسکول گیا ہوا تھا گھر پر کوئی بھی نہیں تھا جو ان کو اتنے دنوں بعد آنے پر ویلکم کہتا وہ بہت مایوس ہوئی تھی پر اس نے اپنے شوہر کے سامنے کچھ بھی ظاہر نہیں ہونے دیا تھا اسے اپنے کمرے میں لیٹا کر وہ اب باہر آ گئی تھی...... دونوں ہی پرہیزی اور کینٹین کا بدمزہ کھانا کھا کر تنگ آ چکے تھے اور اب کوئی پاکستانی چٹ پٹ چیز کھانے کو بہت دل کر رہا تھا...... وہ شوہر کی فرمائش پر کچن میں آئی تھی تاکہ کچھ اچھا سا بنا سکے پر یہاں تو ہاتھ ہلانے کی بھی جگہ نہیں ہر طرف گندے برتن بکھرے ہوئے تھے...... ویسے تو زیادہ صفائی کبھی بھی ان کے گھر میں نہیں ہوتی تھی سوائے ان دنوں کے جب زیبا ان کے گھر پر ہوتی تھی تو وہ پورا گھر شیشے کی طرح چمکا کر رکھتی تھی ایک ایک چیز اپنی جگہ پر صفائی اور نفاست سے رکھتی تھی...... بس گندہ ڈالتے اور وہ سارا دن پیچھے پیچھے صفائی کرتی رہتی تھی...... ان دنوں گھر میں کتنا آرام اور سکون تھا...... نہ کوئی کام ہوتا اور نہ ہی کوئی ٹینشن...... ہر کام وقت سے پہلے اور کھانا بھی وقت پر پکا پکایا مل جاتا تھا...... کیا عیش کے دن تھے وہ......

عذرا نے جلتے اور کڑھتے ہوئے دل میں سوچا..... اب وہ فریج کھول کر کچھ پکانے کے لئے تلاش کر رہی تھی مگر وہاں بھی سب کھایا جا نا پڑا تھا..... کیا مصیبت ہے گھر ہے یا کباڑ خانہ جہاں نہ کچھ کھانے کو ہے اور نہ ہی پکانے کے لئے کچھ مل رہا ہے..... مجال ہے کہ کوئی صاف برتن مل جائے..... کھا کھا کر ہر چیز ختم کر کے رکھی ہے..... یہ لڑکی بھی جانے کب گھر کا کوئی کام سیکھے گی..... ساری عمر ماں باپ ہی بس ان کی خدمت کرتے رہیں جیسے ان کی خدمت کرنا ہم پر فرض ہے..... وہ زیر لب بڑبڑانے لگی..... آج اسے رہ رہ کر زیبا بہت یاد آ رہی تھی چاہے وہ بہو تھی مگر بیٹیوں سے بڑھ کر ان کی خدمت کرتی تھی..... کبھی کسی بات پر ایک لفظ بھی نہ کہتی تھی ہر وقت سر جھکا کر کام میں لگی رہتی تھی..... کاش سلطان اسے یہاں رہنے دیتا تو آج مجھے اس بڑھاپے میں اتنی مشقت تو نہ کرنا پڑتی ہزار بار سمجھایا تھا کہ رہنے دو تمہیں اگر اس کی ضرورت نہیں تو نہ سہی ہمیں تو اس کی ضرورت ہے..... دو روٹیوں کے بدلے اگر سارے گھر کا کام کر لیتی تھی تو کون سا مہنگا تھا..... یہاں کون سے نوکر ہیں..... پر نہیں اس کو کیا ہر کام تو کیا کرایا مل ہی جاتا ہے اس کو پھر اسے ہمارے آرام کی کیا پرواہ..... اسے تو بس اپنی ہی کرنی تھی جو اس نے کر لی اور اب جانے کس بلا کو گلے میں ڈال لیا ہے اس نے..... وہ برتن مانجھ رہی تھی اور دل میں اسے کوس رہی تھی..... کاش آج زیبا ہوتی تو گھر کے سارے کام بھی کئے ملتے اور میرے پیر تک دبا دیتی جب یہ دیکھتی کہ کتنے دن بے آرامی سے گزار کر آئی ہوں..... ایک اپنی اولاد ہے جسے ہمارا ذرا بھی احساس نہیں اور نہ ان کے پاس ہمارے لئے وقت ہی ہے۔

جانے کس جرم کی سزا تھی جو اس جیسی اولاد ملی ہے........ ساری عمر لگا کر ان کو پالا پوسا اور اب جب ہمیں ان کی ضرورت ہے تو ان کے پاس ہمارے لئے وقت ہی نہیں ہے..... کیا فائدہ ایسی اولاد کا جو بڑھاپے میں کام ہی نہ آئے؟ وہ اسوقت لاؤنج سے گندے کپڑے اور برتن سمیٹ رہی تھی..... رہ رہ کر اسے ایک ہی خیال آ رہا تھا کہ کاش زیبا ہوتی تو ان کو کتنا آرام ملتا۔

☆☆☆☆

''میں نے ایک بار کہہ دیا نا کہ مجھے شادی نہیں کرنی..... اور شادی شدہ سے تو ہرگز نہیں۔''

زیبا نے تقریباً چلاتے ہوئے حتمی انداز میں کہا کمرے میں اسوقت سارہ، نزارا اور شگفتہ تھیں جو اسے ایک پروپوزل دیکھنے کے لئے رضامند کرنے کی کوشش کر رہی تھیں اور حیرت اور بے بسی سے اس کا چہرہ تک رہی تھیں۔

''اب کیا تم ساری عمر یوں ہی بیٹھی رہو گی؟ آج نہیں تو کل دوبارہ شادی تو کرنی ہی پڑے گی۔''

شگفتہ نے بیٹی کو سمجھانے کی کوشش کی۔

''امی پلیز میں ابھی نہیں کروں گی..... آپ کسی اور کی کر دیں..... یہ سارہ ہے نا پہلے اس کی کر دیں ویسے بھی میرے بعد اب اس کی باری ہے اور یہ لگتی بھی مجھ سے بڑی ہے اور اب تو اس کا ماسٹرز بھی مکمل ہو گیا ہے۔''

زیبا نے اپنی طرف سے بات کا رخ سارہ کی طرف موڑتے ہوئے کہا سارہ نے اسے منہ چڑھایا تو زیبا بھی اسے زبان نکال کر چڑانے لگی۔

''اس کی بھی کرنی ہے اور تمہاری بھی پر تم نے یہ جو شرط لگا دی ہے کہ شادی شدہ سے نہیں کرو گی تو میری جان اگر کوئی کنوارہ رشتہ نہ ملا تو کیا کرو گی؟''

www.paksociety.com

شگفتہ نے اسے پھر سے سمجھانا چاہا۔

''تو نہیں کروں گی۔''

زیبا نے سنجیدگی سے کہا۔

''کوئی ضروری تو نہیں کہ اگر کوئی شادی ناکام ہو تو اس میں مرد کا ہی ہاتھ ہو..... ایک عورت بھی تو شادی کی ناکامی کا باعث ہو سکتی ہے۔''

شگفتہ نے ایک اور دلیل دی۔

''ہاں ہمارے معاشرے میں تو کچھ بھی ہو اور خاص کر گھر ٹوٹے تو سب عورت کو ہی مورد الزام ٹھہراتے ہیں چاہے قصور مرد کا ہی ہو..... اور میں نے تو آج تک کسی بھی عورت کو اپنا گھر خود تباہ کرتے نہیں دیکھا اور نہ ہی میں یہ مان سکتی ہوں کہ ایک مرد جو ایک عورت کو چھوڑ سکتا ہے وہ دوسری کو نہیں چھوڑے گا۔''

زیبا نے بڑے وثوق سے کہا۔

''بیٹا ضروری نہیں کہ ہر مرد سلطان کی طرح ہی ہو۔''

شگفتہ نے دھیمی آواز میں کہا۔

''بس امی میں کچھ نہیں جانتی جو مرد پہلی عورت کی قدر نہیں کرتا وہ دوسری کی کیا کرے گا اور میں اب کسی ایسے مرد کے لئے خود کو قربان نہیں کر سکتی جو پہلے سے ایک عورت کو اپنی زندگی میں شامل کر کے نکال چکا ہو..... اس بات کی کیا گارنٹی ہوگی کہ کل کو وہ مجھے نہیں چھوڑے گا..... میں پہلے سے آزمایا ہوا کھوٹا سکہ دوبارہ نہیں آزماؤں گی۔''

زیبا نے حتمی انداز میں کہا تھا اور اب شگفتہ بھی سمجھ گئی تھیں کہ وہ کسی کی نہیں مانے گی۔

''ہاں امی کوئی ضرورت نہیں ہے کسی طلاق یافتہ' رنڈوے یا بچوں والے سے شادی کرنے کی..... آخر زیبا میں کونسی کمی ہے جو ہم ایسے رشتے کریں گے..... اگر شادی شدہ مردوں کو کنواری لڑکیوں کے رشتے مل سکتے ہیں تو شادی شدہ عورتوں کو بھی کنوارے لڑکوں کے رشتے مل سکتے ہیں..... اور جو بھی ہوا اس میں زیبا کا کیا قصور تھا اگر کوئی مرد ہی گھر نہ بسانا چاہے تو ایک عورت لاکھ چاہے وہ اپنا گھر تنہا نہیں بسا سکتی۔''

سارہ نے زیبا کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

''پر لوگ تو یہ نہیں دیکھتے کہ لڑکی صحیح تھی یا نہیں وہ تو لڑکی کو ہی الزام دیتے ہیں۔''

شگفتہ نے افسردگی سے کہا۔

''بھاڑ میں جائیں لوگ..... کوئی کیا کہتا ہے اور کیا نہیں ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں..... اگر ہم ٹھیک ہیں تو ہمیں دوسروں سے کیا لینا دینا کوئی ہمارے بارے میں کیا کہتا ہے اور کیا نہیں اس سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ہم صحیح ہیں..... اور لوگوں سے اور ان کی باتوں سے ڈر کر جو ہم نے زیبا کو واپس بھیجنے کی غلطی کی تھی اس کی کافی سزا بھگتی تھی اور اب دوسروں کی پرواہ کرنا چھوڑ دی ہے ہم نے..... اب ہم وہی کریں

گے جو ہمارے لئے صحیح ہوگا بغیر اس بات کی پرواہ کئے کہ کوئی اس بارے میں کیا کہتا اور سوچتا ہے۔"
سارہ نے اپنے مخصوص انداز میں تیز تیز بولتے ہوئے کہا تبھی شگفتہ چپ ہو کر رہ گئی تھیں۔

☆☆☆☆

شام کو تینوں حسب عادت چھت پر واک کر رہی تھیں موسم بہت خوشگوار تھا ہلکی ہلکی ٹھنڈ تھی......زارا اور زیبا واک کر رہی تھیں جبکہ سارہ دیوار سے ٹیک لگائے کھڑی تھی......چھت کی پچھلی جانب سے آنے والی ٹھنڈی ہوا اس کے کھلے بالوں کو اڑائے جا رہی تھی......وہ خاموشی سے کھڑی اندھیرے میں جانے کس چیز کو تک رہی تھی اس نے اپنے دونوں بازو دیوار پر پھیلا رکھے تھے اور دیوار پر جھکی ہوئی تھی اور ایک ٹانگ کو خم دیکر ایک پر کھڑی تھی۔آسمان پر چاند چمک رہا تھا اور اپنے پورے جوبن پر تھا......سارہ کو ہمیشہ سے ہی چودھویں چاند دیکھنے اور چودھویں رات کی مدھم روشنی میں واک کرنے کا شوق تھا وہ اکثر ہی ایسی راتوں میں چھت پر آ کر بال کھول کر واک کیا کرتی تھی آدھی رات کو جب سارے گھر والے سو جاتے یا اپنے کمروں میں چلے جاتے تو وہ تینوں چھت پر چلی جاتیں اور اس پہر ہر طرف خاموشی اور تنہائی میں اپنی تھکن اور بوریت کو دور کرنے کے لئے وہ چھت پر آتی تھیں......اسوقت تمام گھروں میں لوگ گہری نیند سو چکے ہوتے اور کوئی بھی ان کی تنہائی میں مخل نہیں ہوتا تھا......کیونکہ وہ ایک ایسے علاقے میں رہتے تھے جو درمیانے طبقے سے تعلق رکھتا تھا اس لئے وہاں دن کے وقت گھر یا چھت پر جانا انہیں اچھا نہیں لگتا تھا وہ کبھی اگر کسی وجہ سے دن کے وقت باہر چلی بھی جاتیں تو ان کا موڈ ہی آف ہو جاتا......لوگ انہیں ایسی نظروں سے دیکھتے کہ وہ شدید غصے میں آ جاتیں اور آئندہ کے لئے توبہ کر لیتیں......لوگ انہیں ایسے دیکھتے جیسے وہ کہیں کی شہزادیاں ہوں یا پھر پریاں......تبھی وہ گھر سے باہر بہت کم جاتیں......جاتیں بھی تو گاڑی پر گھر کے اندر سے بیٹھ کر جاتیں اور اندر آ کر ہی اترتیں......ایک تو وہ تھیں ہی بہت خوبصورت اور دوسرا وہ محلے میں نکلتی ہی نہیں تھیں اس لئے لوگ انہیں بہت رشک اور حسرت بھری نظروں سے دیکھتے تھے......انہیں بھی ایسا ہی لگتا تھا جیسے وہ اس میڈیوکر جگہ پر مس فٹ ہیں سب بچوں کی پرسنالٹیز اتنی اچھی تھیں اور پھر سب نے ایجوکیشن بھی اچھی لی تھی کوئی دیکھنے والا سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس لوکیلٹی میں رہتے ہیں......جب سے انہوں نے بزنس اسٹارٹ کیا تھا اور گاڑی لی تھی لوگ پہلے سے بھی زیادہ ان کو حسرت بھری نظروں سے دیکھتے تھے اور وہ خود کو یہاں بڑی مشکل سے رہنے پر آمادہ کیے ہوئے تھے کیونکہ ابھی وہ اتنی جلدی کسی اچھی جگہ گھر لینے کے قابل نہیں ہوئے تھے۔

☆☆☆☆

موسم بہت اچھا تھا اور چاند کی روشنی ہر سو ایک عجیب سا سحر طاری کیے ہوئے تھی......رات کا یہ پہر اور خاموشی ایک عجیب سی تروتازگی دل میں جگا رہی تھی......ماحول بہت رومانوی ہو رہا تھا......تبھی زیبا اور زارا نے کن انکھیوں سے سارہ کی طرف دیکھا جو کب سے اسی طرح کھڑی تھی۔

"اور کتنی دیر دیوار سے چمٹی رہوگی؟ کرلو واک پھر نیچے بھی جانا ہے پہلے ہی کافی ٹائم ہو چکا ہے۔"

زیبا نے زارا کے ساتھ چلتے ہوئے رک کر کہا زارا نے بھی رک کر اسے دیکھا۔

"ہاں میڈم جلدی کریں ساری رات چھت پر ہی گزارنی ہے کیا؟"

زارا نے اسے رک کر کہا۔

"تم لوگوں نے جانا ہے تو چلی جاؤ میرا ابھی دل نہیں کر رہا نیچے جانے کو اور نہ ہی اگلے دو تین گھنٹوں تک نیند ہی آئے گی۔"

سارہ نے یونہی انہیں بنا دیکھے کہا۔

"واک نہیں کرنی تھی تو یہاں آئی کیوں اور ہمیں بھی زبردستی لے آئی ہو؟۔"

زیبا نے استفسار کیا۔

"میرا دل گھبرا رہا تھا..... سخت وحشت ہو رہی تھی اسی لئے آئی ہوں..... تم لوگوں کو جانا ہے تو چلی جاؤ اور زارا نے تو کل کالج بھی جانا ہے..... جاؤ تم جا کر سو جاؤ۔"

سارہ نے ان کو دیکھ کر کہا اور پھر زارا کو مخاطب کر کے جانے کو کہا اور پھر باہر کی طرف دیکھنے لگی۔

"کیا ہوا ہے تم کو کل سے تمہارا موڈ کیوں آف ہے..... میں تو اس لئے اوپر آئی تھی کہ آج پورے چاند کی رات ہے جو تمہیں بہت پسند ہے یہاں آ کر تمہارا دل بہل جائے گا..... اور کتنی دفعہ کہا ہے کہ یوں رات کو اور خاص کر پورے چاند کی رات کو بال کھول کر مت پھرا کرو کہیں کوئی جن عاشق ہو گیا تو کیا ہو گا؟۔"

وہ سارہ کو بازو سے پکڑ کر اپنی طرف موڑ کر اسے سے کہنے لگی پھر اس کے کھلے بالوں کو پیار سے پکڑ کر بند کرتے ہوئے اسے چھیڑنے لگی۔

"تو..... تو اچھا ہی ہو گا..... اور کوئی نہیں تو کوئی جن ہی سہی۔"

سارہ نے اس کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا۔

"کیا ہو گیا ہے تم کو پہلے تو تم ایسے نہیں کرتی تھی؟۔"

زیبا نے اسے حیرت سے دیکھ کر پوچھا۔

"پہلے یہ سب بھی نہیں ہوتا تھا.....۔"

سارہ نے درشتی سے کہا۔

"اب کیا کر سکتے ہیں ایسا ہی ہوتا ہے سب کے ساتھ.....۔"

زارا نے جو جب سے انہیں خاموشی سے دیکھ رہی تھی مداخلت کی۔

"تنگ آ گئی ہوں میں اس تماشے سے جو ہر چوتھے روز میرے ساتھ ہوتا ہے۔"

وہ چلا کر بولی تو خاموشی میں اس کی آواز گونج گئی..... تبھی اس نے خود کو ضبط کرنے کی کوشش کی اور اپنا منہ دوسری طرف موڑ لیا اور دو موٹے موٹے آنسو اس کی گالوں سے ٹپکنے لگے..... زیبا نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگایا۔

"پاگل اس میں رونے والی کیا بات ہے..... سب کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے..... رشتے تو ایسے ہی ہوتے ہیں۔"

زیبا نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"بہت جلد تمہارا بہت اچھا سا رشتہ ہو جائے گا اور پھر تم......"

زیبا نے اسے تسلی دینی چاہی تو سارہ نے اس کی بات کاٹ دی۔

"کب ہو گا؟ آخر کب؟ پچھلے تین سالوں سے یہی ہو رہا ہے...... ہر ہفتے کوئی نہ کوئی منہ اٹھا کر آ جاتا ہے...... سب کے آنے کی تیاریاں کرو...... سب کے آگے سج سج کر جاؤ ہر ایک کے سوالوں کے جواب دو...... اور پھر...... پھر کیا ہوتا ہے؟ کیا نتیجہ نکلتا ہے اس سب کا...... زیرو...... زیرو...... ہر بار اور بار بار یہی ہوتا ہے...... کیوں؟؟ آخر یہ ڈرامہ کب تک چلے گا؟ میں تنگ آ گئی ہوں...... اپنی ہی نظر میں خود گر گئی ہوں...... جب بھی کوئی مجھے دیکھنے آتا ہے مجھے ان کے سامنے جانا اور پیش ہونا کسی پل صراط سے گزرنے کی طرح لگتا ہے...... مجھے کتنی ذلت کا احساس ہوتا ہے اور کتنی اذیت ہوتی ہے تم لوگ اس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے...... آخر کیا کمی ہے مجھ میں جو ہر کوئی مجھے ریجیکٹ کر دیتا ہے...... مجھے تو ڈھونڈنے سے بھی خود میں اپنی کوئی برائی نظر نہیں آتی...... پھر کیوں ہر بار میرے ساتھ ہی ایسا ہوتا ہے؟۔"

وہ کرب بھرے انداز میں کہہ رہی تھی۔

"یہ تو صدیوں سے ہوتا چلا آ رہا ہے۔"

زیبا نے کندھے اچکا کر کہا۔

"کیوں؟ آخر کیوں لڑکیوں کے ساتھ ہی ایسا ہوتا ہے کوئی لڑکوں کے ساتھ ایسا کیوں نہیں کرتا؟ کیا لڑکوں کو ریجیکٹ نہیں کیا جا سکتا اور کیوں ہم لڑکیوں کو ایک ڈیکوریشن پیس بنا کر رکھ دیا جاتا ہے...... جو بھی آتا ہے دکان میں پڑی چیز کی طرح آ کر ٹٹول ٹٹول کر دیکھتا ہے اور پھر رکھ کر آگے بڑھ جاتا ہے...... کیا ہماری کوئی ذات نہیں؟ کیا ہمارے کوئی احساسات نہیں؟ کیا ہماری کوئی سوچ نہیں؟ کیا ہمیں کسی کو پسند اور ناپسند کرنے کا کوئی حق نہیں؟ کیا ہمارا وجود کسی بے جان چیز کی طرح ہے جو کسی کو پسند آ گیا تو ٹھیک ورنہ کسی بیکار چیز کی طرح ایک کونے میں پڑا رہے؟ یہ ہے ہماری حیثیت اور یہ ہے ہماری زندگی؟۔"

سارہ نے سوچ سوچ کر کہا...... پھر خاموش ہو گئی اور پھر بولی

"لوگ جا جا کر پہلے لڑکوں کو کیوں نہیں دیکھتے؟ کیا لڑکی والوں کے پاس لڑکے کو ریجیکٹ کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے؟ کیوں یہ حق صرف لڑکے والوں کو ہی حاصل ہے...... کہ وہ گھر گھر جا کر لڑکیوں کو بلا کسی وجہ کے ریجیکٹ کرتے رہیں؟۔"

سارہ نے غصے سے کہا۔

"تم کیوں اتنا پریشان ہو رہی ہو؟ اتنی پڑھی لکھی ہو خوبصورت ہو رنگ روپ قد کاٹھ ذات کیا کمی ہے جو تمہارا اچھا رشتہ نہیں ملے گا۔"

زارا نے آگے بڑھ کر کہا تو سارہ نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

"یہی تو میں بھی سوچتی ہوں کہ جب اتنا سب ہو کر بھی لوگ میرے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہیں تو جن لڑکیوں میں کوئی کمی ہوتی ہے یا جن

کے ساتھ کوئی مسئلہ ہوتا ہے ہمارا معاشرہ ان کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہوگا؟ وہ بیچاریاں تو اپنے ماں باپ کی دہلیز پر ہی بیٹھی رہ جاتی ہوں گی......"

سارہ نے افسردگی سے کہا۔

"پر تم میں تو کوئی کمی نہیں ہے پھر تم کیوں پریشان ہو رہی ہو؟"

زارا نے اسے دیکھ کر پوچھا۔

"کاش شکلوں کے ساتھ ساتھ ہماری قسمتیں بھی اچھی ہوتیں.....شکل اچھی ہو نہ ہو قسمت اچھی ہونی چاہیے اگر قسمت اچھی نہ ہو تو اچھی شکل وصورت تو کیا ہر اچھی چیز بیکار ہے.....اس کا بہت اچھے سے ادراک ہو چکا ہے مجھے......"

سارہ نے زیبا کی طرف رنجیدہ نظروں سے دیکھ کر کہا تو زیبا کے چہرے کے تاثرات بھی بدلنے لگے۔

"ہاں یہ سب قسمت کے ہاتھوں میں ہی تو ہوتا ہے.....آپ کے اچھے یا برے ہونے سے کچھ نہیں ہوتا بس قسمت اچھی ہونی چاہئے اگر قسمت اچھی ہو تو سب اچھا ہو جاتا ہے اور اگر قسمت بری ہو تو سب اچھا برے میں بدل جاتا ہے.....بس اپنے رب سے اپنی قسمتوں کے اچھے ہونے کی دعا کیا کرو کیونکہ اچھی قسمت بروں کو اچھا بنا دیتی ہے اور اگر قسمت میں ہی برا لکھا ہو تو کوئی بھی اسے ٹال نہیں سکتا سوائے رب کے......"

زیبا نے دور کسی چیز پر نظریں جما کر کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"ہم لڑکیوں کی زندگی بھی کتنی عجیب ہوتی ہے جس گھر میں پیدا ہوتی ہیں اور پلتی بڑھتی ہیں وہی گھر ایک وقت آتا ہے کتنا بیگانہ ہو جاتا ہے.....وہی چھت جو ہمارے سروں کو ساری عمر ڈھانپ کر رکھتی ہے وہی ایک روز کڑی دھوپ کی طرح جلانے لگتی ہے.....اسی گھر میں جہاں ہمارے سارے رشتے ہوتے ہیں وہی گھر نئے رشتوں کے آنے سے اپنا نہیں رہتا.....وہی چھت اب مجھے خود پر گرتی محسوس ہوتی ہے اور میرا دم گھٹنے لگتا ہے.....ایسا لگتا ہے کہ جیسے یہ گھر اور اس کے در و دیوار مزید اب میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے اور مجھے اب جلد از جلد یہاں سے رخصت ہو جانا چاہئے کیونکہ گھر میں بیٹھی بیٹی ماں باپ کے سینے پر کسی بھاری سل کی طرح ہوتی ہے جسے وہ جلد از جلد اپنی زندگی میں ہی اتار دینا چاہتے ہیں تاکہ ان کے بعد گھر میں آنیوالیاں انہیں ان کے ہی گھر سے نکال باہر نہ کریں اور وہ در در کی ٹھوکریں نہ کھاتی پھریں۔"

سارہ نے سوچتے ہوئے کہا اس کی آواز میں درد اور بے بسی نمایاں تھی وہ کچھ دیر رکی اور پھر دیوار کی دوسری طرف اندھیرے میں دور کسی روشنی پر نظریں گاڑ کر سوچتے ہوئے بولی۔

"میں نے تو کبھی یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ یوں لوگوں کے سامنے روز روز کسی ڈیکوریشن پیس کی طرح پیش ہونا پڑے گا.....جب میں ماسٹرز میں تھی تو آنکھوں میں مستقبل کے کتنے سہانے خواب تھے.....سوچا تھا پڑھ لکھ کر اپنے پیروں پر کھڑی ہو جاؤں گی اور رشتوں کے لئے اتنی خواری کرنی پڑے گی اس کی تو کسی کو بھی توقع نہیں تھی......"

وہ روہانسی ہونے لگی اور پھر خود پر قابو پا کر بولی۔

"تمہیں پتا ہے میری ساری سہیلیاں کلاس فیلوز اور حتیٰ کہ ٹیچرز بھی مجھے کن نظروں سے دیکھتے تھے.....سبھی کی آنکھوں میں مجھے اپنے روشن

مستقبل کے دیے جگمگاتے نظر آتے تھے...... سبھی کو امید تھی کہ کلاس کی خوبصورت اور ذہین ترین لڑکیوں میں شمار ہونے والی اس لڑکی کو ایسا ہی شاندار رشتہ گھر بیٹھے بٹھائے مل جائے گا...... اور سبھی لڑکیاں مجھے رشک بھری نظروں سے دیکھتی تھیں اور سوچتی تھیں کہ میری شادی بہت جلد ہو جائے گی...... اور اب یہ حال ہے کہ سوائے ایک دو کے میری تمام کلاس فیلوز اور فرینڈز کی شادیاں بھی ہو گئی ہیں اور میں اب تک اسی سولی پر لٹکی ہوں جہاں مجھے بار بار قربانی کے لئے چڑھایا جاتا ہے اور بار بار اتارا جاتا ہے...... ہر بار ایک نئی امید بنتی ہے اور ہر بار ٹوٹ جاتی ہے...... امید...... مایوسی...... امید...... مایوسی...... ان دونوں کے درمیان کی کشمکش نے مجھے شدید کرب میں مبتلا کر رکھا ہے...... میرا وجود اس جنگ میں ریزہ ریزہ ہو چکا ہے...... ہر بار خود کو سمجھاتی ہوں بس کچھ اچھا ہونے کے دلاسے دیتی ہوں...... پھر مجھے اپنے ماں باپ کی بے بسی نظر آتی ہے وہ کتنا فکر مند رہتے ہیں...... ہمارے بوجھ سے ان کے کمزور کندھے جھکے پڑے ہیں وہ دن رات اسی فکر میں نڈھال ہوئے جا رہے ہیں کہ کسی طرح ہماری ذمہ داریوں سے فارغ ہو کر سکھ کا سانس لیں...... اور جب میں یہ اپنے چھوٹے بہن اور بھائیوں کو دیکھتی ہوں اور سوچتی ہوں کہ کب میرے بعد ان کی شادیاں ہونگی تو مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے اور یہ سب باتیں مجھے ہر بار نہ چاہتے ہوئے بھی لوگوں کے سامنے جانے اور مسکرا مسکرا کر انٹرویو دینے پر مجبور کر دیتا ہے۔''

اب وہ تینوں دیوار پر ٹیک لگائے کھڑی تھیں اور دور اندھیرے میں تک رہی تھیں...... اب جیسے ان کے پاس کہنے کو کچھ بھی نہیں تھا...... اپنی ساری بھڑاس وہ نکال چکی تھیں...... کچھ منٹ یونہی خاموشی رہی...... چاند آسمان پر اور بلند ہو گیا تھا اور چاندنی بھی پہلے سے زیادہ بڑھ گئی تھی اور سردی بھی کافی ہو رہی تھی...... دور دور تک بس خاموشی اور اندھیرے کا راج تھا۔

''میں بھی کتنی پاگل تھی صرف چند ماہ اور وہاں رہ لیتی تو اب آسانی سے واپس جا سکتی تھی...... دو سال یونہی گزر گئے کچھ پتا ہی نہیں چلا۔''

زیبا نے تاسف بھرے انداز میں دھیرے سے کہا۔

''وہاں جا کر بھی کیا کرنا تھا' وہاں اکیلے کیسی زندگی گزرتی؟ یہاں جو بھی ہے جیسا بھی ہے کم از کم ہم ساتھ تو ہیں چاہے دکھی ہیں تو کیا ہوا ایک دوسرے کے دکھ تو بانٹ سکتے ہیں...... اور تم دونوں نے یہ کیا مایوسی کا ماحول بنایا ہوا ہے اللہ سے اچھے کی امید رکھو...... کیا نہیں ہے ہمارے پاس پھر بھی ناشکری کی باتیں کرتی ہو...... کیوں تم دونوں اتنا منفی سوچنے لگی ہو؟۔''

زارا نے ان دونوں کو مخاطب کر کے کہا۔

''بس کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔''

وہ ایک بار پھر بولی تبھی تیز ہوا کا ایک جھونکا آیا اور اس کی شال اڑنے لگی وہ اسے ٹھیک کرتے ہوئے بولی۔

''اف کتنی ٹھنڈی ہوا ہے میرے تو ہاتھ پاؤں ہی ٹھنڈے ہو گئے ہیں اوپر سے آدھی رات ہو گئی ہے چلو نیچے چلیں اگر ابو کو پتا چل گیا نا تو ابھی کے ابھی تم دونوں کا ڈپریشن ہوا ہو جائے گا۔''

زارا نے موڈ بدلتے ہوئے کہا اور مسکرانے لگی۔

''چلو ورنہ میں ابھی جا کر ابو کو بتاتی ہوں۔''

وہ دونوں اپنی جگہ سے نہ ہلیں تو زارا نے انہیں تنبیہی انداز میں کہا۔

''چلو اور زیادہ دھمکیاں نہ دو۔''

زیبا نے دیوار سے ہٹتے ہوئے کہا اور سارہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے بھی کھینچنے لگی۔

''چلو کیا تم نے اسی دیوار پر چڑھ کر سونا ہے؟۔''

زیبا نے سارہ سے کہا۔

''چلو مجھ سے بھی اب اور کھڑا نہیں ہوا جا رہا۔''

سارہ نے بیزاری سے کہا۔

''شکر ہے کہ یہ تھک گئی ورنہ ہمیں ساری رات اسی کے ساتھ چھت پر ہی گزارنی پڑتی۔''

زارا نے سیڑھیاں اترتے ہوئے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔

☆☆☆☆

''جانے کس گناہ کی سزا مل رہی ہے ہمیں جو ایسی اولاد ملی ہے؟ کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہی نہیں کہ وہ میرا ہی خون ہے......''

وہ عذرا کی طرف دیکھ کر خفگی سے بولا۔

''کیا مطلب ہے آپ کا؟۔''

عذرا نے اسے غصے سے دیکھ کر کہا تو وہ منہ بسور کر بیٹھ گیا۔

''اس کی ان سب حرکتوں کی وجہ سے تو آپ کو اور بھی زیادہ یقین ہونا چاہئے کہ وہ آپ ہی کی اولاد ہے......''

عذرا نے معنی خیز انداز میں جملہ ادھورا چھوڑ کر سلطان کے باپ کی طرف دیکھا۔

''مجھے تو لگتا ہے کہ وہ تو میرے جنازے پر بھی نہیں آئے گا ایک ہفتہ میں ہو چلا رہا وہاں بھی اس نے اپنی شکل نہیں دکھائی اور آج کتنے ہی دن ہو گئے ہیں گھر آئے اور اس کا یہاں بھی کچھ پتا نہیں ہے...... آخر وہ ہے کہاں؟۔''

وہ تلملا کر کہنے لگا۔

''ہوگا اپنی نئی بیوی کے ساتھ...... گیا ہوگا کہیں ہنی مون منانے...... اور وہ جو کچھ کر رہا ہے کونسی کوئی انوکھی بات ہے یہ سب تو آپ بھی کرتے رہے ہیں اپنی جوانی میں شرابیں پینا اور ہر ایک کے ساتھ منہ ماری کرنا تو آپ لوگوں کا خاندانی مشغلہ ہے اس میں کونسی انوکھی بات ہے؟۔''

وہ کندھے اچکا کر طنزیہ انداز میں بولی۔

''میں جو بھی کرتا تھا کبھی تمہارا حق نہیں مارتا تھا...... اپنے بیوی بچوں کے تمام حق ادا کیے...... ساری عمر ان تھک محنت کی اپنے گھر کو بنانے

رکھا کبھی اپنے گھر میں کسی اور کو تمہاری جگہ نہیں لینے دی..... اپنے بچوں کو پال پوس کر جوان کیا اور تم مجھے اس کے ساتھ ملا رہی ہو جو نہ تو کبھی کسی ایک عورت کے ساتھ شادی کر کے رہ سکتا ہے اور نہ ہی اپنے والدین کے حقوق ادا کر سکتا ہے اور تو اور اپنے اکلوتے بیٹے کو بھی ہمارے ہی ذمہ لگا کر خود ہر ذمہ داری سے آزاد ہے۔"

وہ غصے سے بولا۔

"فکر نہ کریں وہ بھی اب زیادہ دیر تک اکلوتا نہیں رہے گا......"

وہ ایک بار پھر طنز کرنے لگی۔

"کیا مطلب؟"

وہ اس کے ادھورے جملے کو نہ سمجھتے ہوئے بولا۔

"جس سے اس نے اب شادی کی ہے وہ شادی سے پہلے ہی اس کے بچے کی ماں بننے والی ہے اور پتا نہیں وہ اسی کا بچہ ہے بھی کہ نہیں...... ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔"

وہ لاپرواہی اور بیزاری سے بولی۔

"کیا.....اس کا مطلب ہے کہ وہ کسی لوز کیریکٹر کی عورت سے شادی کر رہا ہے؟"

وہ حیرت سے اسے دیکھ کر بولا۔

"تو آپ کے بیٹے کا کیریکٹر کونسا اچھا ہے جو اسے کوئی پارسا اور ستی ساوتری ملے گی اور جو ہم نے اسے ایک شریف لڑکی لا دی تھی وہ اسے کونسی راس آئی.......... یہ خود ہی اس کے قابل نہیں تھا۔"

وہ تاسف اور حسرت سے سوچتے ہوئے بولی۔

"ہاں وہ تو بہت نیک شریف اور فرمانبردار بچی تھی.....ٹھیک کہا تم نے ہمارا بیٹا ہی اس کے قابل نہیں تھا۔"

وہ سوچتے ہوئے بولا۔

"اگر آج وہ یہاں ہوتی تو ہمارے پاس اس کی اولاد بھی ہوتی اور ہمارا بیٹا بھی ہمارے پاس ہوتا۔"

عذرا نے سوچتے ہوئے کہا۔

"سلطان نے اس کے ساتھ بھی اچھا نہیں کیا وہ لوگ بہت اچھے اور شریف تھے جانے ان پر کیا بیتی ہوگی جب بے قصور ان کی بچی طلاق لے کر واپس گئی تھی۔"

وہ ہاتھ ملتے ہوئے بولا۔

"زندگی تو سلطان نے اپنی بھی خراب کی اور اس بیچاری کی بھی..... یہاں تھی تو ہمیں کتنا آرام تھا.....سارا گھر سنبھال رکھا تھا اس نے اکیلے ہی۔"

وہ تاسف سے بولی۔

''ہم نے اس بچی کی خوامخواہ زندگی تباہ کی تھی جب کے سلطان کسی بھی طرح مانتا نہ تھا پھر بھی ہم نے اس کے بھلے کے لئے اس کی شادی کی تھی کے شاید وہ شادی کے بعد سیدھی راہ پر آجائے مگر اس نے زیبا کو چھوڑ کر خود کو اپنے ہاتھوں سے برباد کر لیا ہے..... کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے جیسے زیبا کی آہ لگ گئی ہے..... ہم نے بڑا ظلم کیا تھا اس پر.....''

وہ ندامت اور گناہ کے احساس کو محسوس کرتے ہوئے بولا تبھی عذرا بھی کسی گہری سوچ میں گم ہوگئی تھی اور اندر ہی اندر وہ یہ سوچ رہی تھی کہ قدرت کی طرف سے شاید یہی سزا انکو ملی ہے کہ وہ یوہی اپنی اولاد جس کی خاطر انہوں نے ایک بے گناہ لڑکی کی زندگی تباہ کی تھی اب وہ اپنی آنکھوں سے اپنی اولاد کو برباد ہوتا دیکھیں۔

''صدف کہاں ہے وہ آج کل بہت لیٹ آنے لگی ہے؟''

کچھ منٹ کی خاموشی کے بعد وہ پوچھنے لگا۔

''وہ کونسا کسی کی سنتی ہے نہ ہے اس کی اپنی مرضی ہے اپنی مصروفیات ہیں..... گھر اور والدین کی اسے بھی کونسی فکر ہوتی ہے..... وہ بھی اپنی ہی دھن میں مگن رہتی ہے..... میں تو کہتی ہوں کہ اس سے پہلے کہ دیر ہو جائے اور وہ بھی سلطان کی طرح یہاں کے کسی اوٹ پٹانگ لڑکے سے جس کا نہ آگا ہو نہ پیچھا خود ہی شادی کر کے چلی جائے اس کی شادی کر دیں۔''

وہ متفکر ہو کو بولی۔

''ہاں جو ایک دو اچھے رشتے میں نے تمہیں بتائے تھے وہ تو تم لوگوں کو پسند ہی نہیں آئے..... یہاں پہلے ہکو نسے اچھے رشتے ہیں اور پاکستان وہ جانا نہیں چاہتی.....اب بتاؤ میں کہاں سے کوئی لڑکا ڈھونڈ کر لاؤں گا؟''

وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔

''مجھے تو پسند تھے وہ دونوں رشتے لوگ بھی اچھے تھے مگر اس لڑکی کی مجھے تو کچھ سمجھ ہی نہیں آتی کہ یہ کیا چاہتی ہے جو بھی رشتہ بتاؤ سو کیڑے ڈالتی ہے اور پھر نہ کہہ کر چلتی بنتی ہے..... پتا نہیں کبھی کبھی تو مجھے اس پر بھی شک سا ہونے لگتا ہے.....''

وہ کسی چیز پر نظریں جمائے سوچنے لگی۔

''پہلے ہی اس لڑکے نے ہمیں یہاں کم بدنام کیا ہے جو اب یہ لڑکی بھی کوئی نیا کارنامہ انجام دینے والی ہے؟''

وہ بیوی کے متفکر چہرے کو بھانپ کر بولا۔

''جب آپ کی طبیعت خراب ہوئی تھی تب اس نے مجھ سے اپنے حصے کی بات کی تھی تب مجھے اس پر شک ہو گیا تھا مگر آپ کی بیماری کی وجہ سے میں نے کوئی بات نہیں کی..... یہ دونوں تو ہماری زندگیوں میں ہی جائیداد بانٹنے کی فکر میں ہیں جانے ہمارا کیا ہوگا ساری عمر ہم نے ان کے لئے صرف کر کر کے اور اپنی ضرورتوں اور خواہشوں کو روک کر یہ گھر بنایا ہے اور یہ ہماری زندگی میں ہی اسے بانٹ کا کھانے کی فکر میں ہیں..... ہماری نہ

تو ان کو ضرورت ہے اور نہ ہی کوئی فکر۔"

وہ دکھی ہو کر رونے لگی۔

"تم فکر مت کرو جب تک میں زندہ ہوں ایسا نہیں ہونے دونگا..... مگر میرے بعد۔"

وہ بیوی کی طرف دیکھ کر افسردہ ہو کر بولا اور بات ادھوری چھوڑ دی۔

"خیر تم صدف کے لئے جلد ہی کوئی لڑکا ڈھونڈ لو تا کہ ہم اس کی ذمہ داری سے فارغ ہو جائیں اور پھر آرام سے مر تو سکیں۔"

وہ حتمی انداز میں بولا۔

"سوچتی ہوں اس کا کیا کرنا ہے..... میری تو سمجھ میں ہی نہیں آتا کہ اب اس کو راضی کیسے کروں وہ تو اپنی ہی من مانی کرتی ہے....."

وہ سر جھٹک کر بولیں اور پھر اٹھ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔

☆☆☆☆

"ابھی بھی کیا جلدی ہے تم کو پھر تو ساری عمر تمہیں اور مجھے وہیں رہنا ہے۔"

سلطان نے اونچی آواز میں کہا۔

"تمہیں تو کبھی بھی کسی بھی چیز کی جلدی نہیں ہوتی..... ہوتی ہے تو بس....."

اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور طنزیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"لیزا میں ابھی اس گھر میں تمہیں نہیں لے جا سکتا..... میں خود بھی وہاں جانا نہیں چاہتا..... کتنے ہی دن ہو گئے ہیں میں نے ان لوگوں کی حتیٰ کہ اپنے بیٹے کی بھی شکل نہیں دیکھی..... جب سے ہماری شادی ہوئی ہے صرف تمہیں خوش رکھنے کے لئے میں نے اتنا کچھ کیا ہے پھر بھی تم ہو کہ تمہاری ڈیمانڈز بڑھتی ہی جا رہی ہیں۔"

وہ خفگی سے بولی۔

"تو میں نے تو تمہیں منع نہیں کیا وہاں جانے سے یا ان سے ملنے سے بلکہ تمہیں وہاں جانا چاہیے تاکہ وہاں جا کر تم میری آنے کی بھی راہ ہموار کر سکو..... آخر کب تک ہم یوں لوگوں سے چھپ کر زندگی گزاریں گے اور اس چھوٹے سے کرائے کے فلیٹ میں وہاں تمہارا اپنا گھر ہے اور کاروبار بھی۔"

وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولی۔

"ہاں ہے تو سہی پر میرا نہیں میرے باپ کا ہے۔"

وہ منہ بسور کر بولا۔

"کیا مطلب ہے اس بات کا؟"

وہ حیرت سے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

''میری لڑائی ہوگئی تھی ان سے اور انہوں نے مجھے عاق کرنے کی دھمکی دی ہے...... میں نہیں چاہتا کہ میں تمہیں وہاں لے کر جاؤں اور بات مزید بگڑ جائے۔''

وہ اس کی طرف دیکھ کر فکر مندی سے بولا۔

''کیا مطلب تم نے اپنے گھر والوں کو ابھی تک ہماری شادی کا بتایا ہی نہیں ہے؟۔''

وہ غصے اور حیرت سے بولی۔

''بتایا تھا تبھی تو لڑائی ہوگئی تھی...... اسی لیے میں تب سے وہاں گیا ہی نہیں تاکہ بات اور نہ بگڑ جائے۔''

وہ ہاتھ ملتے ہوئے بولا۔

''تو کیا تم اپنا سب کچھ چھوڑ کر بیٹھ جاؤ گے اور کیا ہمیشہ ہم یونہی رہیں گے؟۔''

وہ مزید غصے سے بولی۔

''نہیں پر ابھی حالات ایسے نہیں ہیں کہ میں کچھ کر سکوں مگر جلد ہی کوئی نہ کوئی راہ نکل ہی آئے گی ابھی میں خود ہی پیچھے ہٹ گیا ہوں تاکہ وہ لوگ خود میرے پیچھے آئیں...... کیونکہ میں ان کا اکلوتا بیٹا ہوں اور وہ کسی بھی حال میں مجھ سے دستبردار نہیں ہو سکتے...... بس تم دیکھتی جاؤ...... میں اس انتظار میں ہوں جب وہ خود مجھے بلائیں گے اور تب میں ان سے اپنی من مانی شرائط کے تحت ہی واپس جاؤں گا اور تب وہ تمہیں بھی ساتھ لانے پر رضامند ہو جائیں گے۔''

وہ سوچتے ہوئے کہہ رہا تھا اور بات ختم کر کے وہ ایک فاتحانہ ہنسی ہنسا اور وہ اسے دیکھتی ہی رہ گئی۔

''تم بہت شاطر ہو۔''

وہ حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

''شاطر نہیں جینیس مائی ڈیئر۔''

وہ قہقہہ لگا کر ہنستے ہوئے بولا تو وہ بھی مسکرا دی۔

☆☆☆☆

''بس میں نے کہہ دیا نہ میں اب کسی کے سامنے نہیں جاؤں گی۔''

سارہ نے حتمی انداز میں کہا۔

ایک کہتی ہے میں سامنے نہیں جاؤں گی تو دوسری نے پہلے ہی شرط لگا رکھی ہے...... میں کیا کروں تم دونوں آج مجھے بتا ہی دو؟۔''

شگفتہ نے سر پکڑ کر کہا اور بیٹھ گئیں۔

ایک طرف تمہارے باپ نے جان کھا رکھی ہے کہ جلد از جلد لڑکیوں کے رشتے تلاش کرو تو دوسری طرف تم دونوں نے مجھے تنگ کر رکھا ہے..... میں کروں تو کیا کروں؟۔“

وہ ایک بار پھر سے انہیں کوستے ہوئے بولیں اور پھر کمرے سے باہر نکل گئیں اور ڈرائنگ روم میں آ گئیں۔

”ایک ہمارا زمانہ تھا کہ پہلے گھر میں قدم رکھتے ہی رشتہ ہو جایا کرتا تھا اور اب تو پانچ سو گھروں میں بھی لڑکیاں دیکھ کر بھی رشتہ ہی پسند نہیں آتا..... بھئی ہم نے بھی تو کی ہے اپنے بیٹے کی شادی پہلی ہی بار جس گھر میں گئے وہیں شادی بھی کر دی اور ایک میری ہی بچیوں کے رشتے طے ہونے کا نام نہیں لے رہے۔“

وہ سارہ کی بات پر غصے میں آ گئی تھیں پھر خود ہی بات سمجھ گئیں اور دوسرے کمرے میں آ کر وہ صوفے پر بیٹھ کر سامنے بیٹھی نازیہ سے کہنے لگیں۔

”تم ہی بتاؤ نازیہ میری بچیوں میں کس چیز کی کمی ہے شکل وصورت‘ سیرت‘ کردار‘ پڑھائی‘ خاندان کیا نہیں ہے جو ایک اچھے رشتے میں ہونا چاہیے پھر بلا اور کیا چاہیے لوگوں کو جو بھی آتا ہے اتنا خوش ہو کر جاتا ہے پھر دو دو تین تین چکر بھی لگاتے ہیں حتیٰ کہ بات بھی پکی ہونے پر آ جاتی ہے پھر پتا نہیں کیا ہوتا کہ بات وہیں ختم ہو جاتی ہے۔ بچیاں تو کیا میں خود تنگ آ گئی ہوں..... سمجھ نہیں آتا میں کیا کروں۔“

وہ اپنی مشکل کا تذکرہ کرنے لگیں نازیہ جو ان کے محلے میں رہتی تھی اور رشتے کرواتی تھی وہ آج ایک رشتہ لے کر آئی تھی جسکے جواب میں سارہ نے صاف انکار کر دیا تھا اور اب شگفتہ ایک مخمصے کا شکار ہو گئی تھیں اور انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کریں۔

”بھابھی آپ فکر ہی نہ کریں آج کل لوگوں نے اس کام کو تماشہ ہی بنا لیا ہے اور یہ سب تو آج کل ہر دوسرے گھر میں ہو رہا ہے..... بیچاری لڑکیوں کے تو دل ہی ٹوٹ جاتے ہیں پر کسی کو کیا..... ہماری بچیوں میں نہ تو کوئی کمی ہے اور نہ ہی کوئی عیب بس ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہوتا ہے جب وقت آئے گا تو سب کام چٹکی بجاتے ہو جائیں گے اور آپ کو پتا ہی نہیں چلے گا۔ جو رشتہ میں بتا رہی ہوں وہ بہت اچھا ہے اگر سارہ نہیں مانتی تو کوئی بات نہیں میں ایسا کرتی ہوں کہ کوئی چکر چلاتی ہوں کہ آپ پہلے لڑکا دیکھ لیں اگر پسند آ گیا تو کسی نہ کسی طرح بات آگے بڑھائیں گے اور اگر نہ پسند آیا تو کوئی اور رشتہ دیکھ لیں گے۔“

وہ ہاتھ ہلا ہلا کر کہنے لگی تو شگفتہ نے اسی بات پر سکون کا سانس لیا اس نے بیٹھے بیٹھے ہی یہ مسئلہ حل کر دیا تھا جو انہیں پریشان کر رہا تھا۔

”ہاں ایسا ہو جائے تو اچھا ہے کیونکہ زیادہ تر رشتے تو اسی لئے نہیں ہو پاتے کہ لڑکے ہی پسند نہیں آتے اب بچیوں کے مطابق ہی لڑکے ہوں تو کوئی بات بنے ورنہ کسی لڑکے کا قد چھوٹا ہوتا ہے تو کوئی کالا اور کوئی موٹا۔“

وہ اپنے تجربات بتانے لگیں تو نازیہ نے کہا۔

”نہیں نہیں ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے لڑکا اونچا لمبا بھی ہے اور گورا اور سمارٹ بھی ہے آپ کو ضرور پسند آئے گا میں آج ہی ان سے ٹائم لے لیتی ہوں پھر آپ کو بتاتی ہوں کل کا ٹائم کر لوں؟۔“

وہ سوالیہ نظروں سے دیکھ کر بولی۔

''ہاں ہاں کل کا ہی کرلو۔''

وہ جلدی سے خوش ہو کر بولیں۔

''اچھا میں اب چلتی ہوں ٹائم کر کے میں آپ کو شام کو یا پھر رات کو بتادوں گی آپ بس تیار رہنا اور بھائی کو بھی بتا دینا۔''

وہ جانے کے لئے کھڑی ہو گئی۔

''اچھا ٹھیک ہے خدا حافظ۔''

شگفتہ نے اسے سی آف کیا اور پھر دروازہ بند کر کے لڑکیوں کے کمرے میں آ گئیں۔

''چلی گئیں آنٹی نازیہ؟''

زیبا نے انہیں دیکھ کر پوچھا۔

''ہاں چلی گئیں۔''

وہ بیٹھتے ہوئے بولیں۔

''پھر کیا کہا آپ نے؟''

زیبا نے سوال کیا۔

''پھر تو نہیں بلا لیا آپ نے کسی کو میں نے کہہ دیا ہے کہ اب میں کسی کے سامنے پیش نہیں ہوں گی۔''

اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتیں سارہ جو بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی اٹھتے ہوئے بولی۔

''نہیں بلایا کسی کو ہم خود جائیں گے کل پہلے لڑکا دیکھنے۔''

شگفتہ نے مسکرا کر کہا تو زیبا خوشی سے اچھل پڑی۔

''اچھا کون کون جائے گا آپ کے ساتھ میں بھی جاؤں گی لڑکا دیکھنے۔''

وہ خوشی سے ایک ہی سانس میں بولتی گئی۔

''اچھا بھئی تم بھی چلی جانا پہلے ٹائم طے ہو جائے اور تمہارے ابو سے بھی بات کرنی ہے ویسے تو زیادہ دور نہیں ہے پاس ہی ہے ان کا گھر۔''

وہ ریلیکس ہو کر بولیں جیسے بہت مطمئن ہوں اور ان کا لہجہ بھی کسی انجانی خوشی کا احساس دلا رہا تھا۔

''واہ یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔''

زیبا خوشی سے بولی سارہ بیڈ پر بیٹھی رسالوں کے صفحے الٹ پلٹ کر رہی تھی مگر اس وقت اسے نہ تو ان رسالوں میں کوئی دلچسپی تھی اور نہ ہی ان باتوں میں جو زیبا اور امی کر رہی تھیں...... کیونکہ ان باتوں میں کچھ بھی نیا نہیں تھا یہ سب پچھلے کئی سالوں سے ہو رہا تھا اور درجنوں بار رشتے ڈسکس ہوئے تھے دیکھے گئے تھے...... پرکھے گئے تھے...... لڑکے والوں نے کئی کئی چکر لگائے تھے پر بات پھر بھی وہیں کھڑی تھی...... اتنی خوری کے بعد بھی

اب تک کوئی پروگریس نہیں ہوئی تھی ان تمام باتوں نے سارہ کو بہت ڈپریس کر دیا تھا۔ پہلے جب کوئی رشتہ آتا تو ایک انجانی سی خوشی اور ایک انجانی سی امید کی کرنیں دل میں جاگ جاتی تھی پر اب تو یہ حال ہو گیا تھا کہ جب بھی کوئی رشتہ آتا سارہ کو شدید ڈپریشن ہونے لگتا تھا خوشی کی بجائے انجانے خوف اور ایک ناامیدی کی شدید لہر اس کے وجود کو ڈسنے لگتی۔۔۔۔۔۔۔۔اب ہر آنیوالا رشتہ سوائے ڈپریشن کے اور کچھ نہیں دیتا تھا رشتے آنے پر لڑکیوں کو جو خوشی ہوتی ہے وہ غم اور غصے میں بدل گئی تھی اور سارہ رسانوں پر نظریں جھکائے اسے چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔۔۔۔وہ نہ چاہتے ہوئے بھی یہ سب سہنے پر مجبور تھی کیونکہ وہ اپنی وجہ سے اپنے گھر والوں کو کوئی بھی دکھ نہیں دینا چاہتی تھی۔

☆☆☆☆

اگلی شام چھ بجے شگفتہ' زیبا اور عمر لڑکا دیکھنے آ چکے تھے اس وقت وہ ان کے ڈرائینگ روم میں بیٹھے تھے اور نازیہ جوان کے ساتھ آئی تھی دونوں پارٹیز کا باہمی تعارف کروا رہی تھی۔

''یہ شگفتہ بھابھی ہیں۔۔۔۔۔میں انہیں کئی سالوں سے جانتی ہوں اور میں کیا سارا اڑوس پڑوس انہیں ان کے میاں اور بچوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔۔۔۔۔اٹھارہ بیس سال ہو گئے ہیں انہیں وہاں رہتے ہوئے ان کا اپنا گھر ہے اور سبھی بچے وہیں بڑے ہوئے ہیں ہماری آنکھوں کے سامنے۔۔۔۔۔۔سبھی جانتے ہیں بچیاں کیا سبھی گھر والے بہت نیک اور شریف ہیں ایک دنیا جانتی ہے ان کو وہاں پر ہر کوئی عزت کرتا ہے۔۔۔۔۔اور بچیاں تو بھائی صاحب نے آبگینوں کی طرح پالی ہیں مجال ہے جو کبھی کسی نے دروازے سے بھی باہر جھانکتے ہوئے دیکھا ہو گاڑی میں بیٹھ کر جاتی ہیں تو گاڑی میں ہی بیٹھ کر گھر کے اندر ہی پاؤں اتارتی ہیں۔''

نازیہ پوری تفصیل سے ایک ایک بات پروفیشنل انداز میں بتا رہی تھی۔۔۔۔۔پھر وہ رک کر بولی۔

''یہ بڑا بھائی ہے شادی شدہ ہے اور تینوں بھائی مل کر اپنا بزنس چلاتے ہیں اور بھائی کی سرکاری نوکری ہے۔''

وہ عمر کی طرف دیکھ کر بتانے لگی پھر زیبا کی طرف دیکھ کر بولی۔

''یہ بڑی بہن ہے بس ایک ہی سال کا فرق ہے دونوں میں بلکہ زیبا تو چھوٹی لگتی ہے اس کا کیس تو میں نے آپ کو پہلے ہی بتا دیا تھا۔''

اس کی بات پر زیبا نے نظریں جھکا لیں اب وہ شگفتہ کی طرف دیکھ کر بولی۔

''یہ اسد کی امی ہیں یہ لوگ بھی پچھلے بیس سالوں سے یہاں رہ رہے ہیں۔۔۔۔۔ان کے شوہر کا کافی سال پہلے انتقال ہو گیا تھا۔۔۔۔۔دو بھائی اور دو بہنیں شادی شدہ ہیں اور اب اسد ہے جو سب سے چھوٹا ہے اس کا اپنا بزنس ہے اور گاڑی بھی ہے۔''

وہ اب دونوں کی تفصیل بتا کر خاموش ہو گئی تھی تبھی اس نے اسد کی ماں کو زیبا کو مسکرا کر دیکھتے پایا تو انہیں مخاطب کیا۔

''باجی اسد کی عمر کیا ہو گی؟۔''

وہ انہیں زیبا کو یوں دیکھتے ہوئے ان کی توجہ ہٹانے کے لئے پوچھنے لگی۔

''وہ۔۔۔۔۔وہ کوئی اکتیس تیس ہو گی۔۔۔۔۔دراصل کافی عرصے سے ہم اس کے لئے رشتے دیکھ رہے ہیں ایک تو کوئی لڑکی ہی پسند نہیں آتی اور

آ جائے پھر بھی بات ہی نہیں بنتی..... کئی بار رشتہ ہوتے ہوتے رہ گیا..... مجھے تو بس ایک پیاری سی گوری چٹی لڑکی چاہیئے جو میرے اسد کے ساتھ کھڑی اچھی لگے۔"

وہ مسکرا کر انہیں دیکھتے ہوئے بولی اور پھر زیبا کو دیکھ کر چپ ہوگئی۔ زیبا مہندی رنگ کے سوٹ میں آج کچھ زیادہ ہی گوری لگ رہی تھی بالوں کی پونی بنا رکھی تھی اور چھوٹی سی اسمارٹ سی گڑیا لگ رہی تھی..... وہ سب میں بیٹھی ہوئی تھی مگر ذہنی طور پر وہاں موجود نہیں تھی..... اس کے چہرے کی معصومیت اور سادگی بار بار اسد کی ماں کو اس کی طرف دیکھنے پر مجبور کر رہی تھی۔

"میں نے تو سوچ لیا ہے کہ اب جو بھی کوئی لڑکی پسند آئی دنوں میں اپنے لاڈلے کی شادی کر ڈالوں گی۔"

وہ شگفتہ کی طرف دیکھ کر بولیں تو وہ بھی مسکرا دیں اتنے میں اسد کی بھابھی بھی کمرے میں آ گئیں اور ساتھ ہی پر تکلف چائے کا بھی انتظام ہو گیا وہ سب کو چائے سرو کرنے لگیں اور کچھ باتیں ان کے ساتھ بھی کی گئیں وہ بھی بہت خوش مزاج اور اچھی خاتون تھیں۔

"باجی اسد کو تو بلائیں۔"

نازیہ نے چائے کا کپ ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا وہ جلد از جلد شگفتہ اور عمر کے چہرے پر پھیلے تجسس کو دور کرنا چاہتی تھی اور دل ہی دل میں دعائیں کر رہی تھی کہ یہ رشتہ پکا ہو جائے مگر اسد کی ماں کا زیبا کو بار بار دیکھنا اسے کچھ تشویش میں مبتلا کر رہا تھا۔

"ہاں ہاں میں ابھی بلاتی ہوں دیکھتی ہوں کہ وہ گھر آ گیا ہے یا نہیں۔"

وہ چائے کا کپ رکھ کر کمرے سے باہر چلی گئیں ان کے جانے کے بعد چاروں نے سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا..... سبھی اپنی اپنی جگہ ہاتھوں میں چائے کے کپ لئے مختلف سوچوں میں گم تھے۔ پانچ منٹ کے بعد وہ کمرے میں مسکراتی ہوئی داخل ہوئیں اور ان کے پیچھے اسد بھی تھا۔

"اسلام وعلیکم۔"

وہ آہستہ آواز میں سلام کر کے عمر کے ساتھ والے صوفے پر بیٹھ گیا دونوں میں مختصر سا تعارف ہوا..... وہ اس وقت بلیک کلر کی پینٹ اور شرٹ پہنے ہوئے تھا اور پہلے سے زیادہ گورا لگ رہا تھا..... عمر کے چہرے پر مسکراہٹ نمایاں تھی جبکہ اسد کچھ سنجیدہ اور ریزرو تھا..... نازیہ نے دونوں لڑکوں کو باتیں کرتا دیکھا تو زیبا اور شگفتہ کو آنکھوں سے اشارہ کر کے لڑکے کو دیکھنے کے لئے کہا۔ شگفتہ نے چائے کا کپ ٹیبل پر رکھتے ہوئے لڑکے کو غور سے دیکھا وہ کچھ کنفیوز سا لگ رہا تھا..... کچھ دیر دیکھنے کے بعد ان کے چہرے پر اطمینان بھری مسکراہٹ پھیل گئی تھی جسے نازیہ نے بھانپ لیا تھا۔ زیبا ابھی تک نظریں جھکائے چائے کا کپ پکڑے بیٹھی تھی اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے تبھی شگفتہ نے ان کے تاثرات دیکھے اور سمجھ گئیں..... انہوں نے صوفے پر بازو رکھتے ہوئے پاس بیٹھی زیبا کو کہنی ماری تو وہ انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی تبھی شگفتہ نے نظروں سے اسد کی طرف اشارہ کر کے اسے سمجھایا کہ وہ بھی ایک نظر اسے دیکھ لے کیونکہ اسے ہی تو گھر جا کر سارہ کو راضی کرنا تھا..... وہ ماں کی نظروں کا مفہوم سمجھ گئی تھی.....

''ہاں ٹھیک ہے تم جاؤ اور اچھی طرح لڑکے کو دیکھنا جیسے لڑکے والے مجھے دیکھتے ہیں...... بال کیسے ہیں...... دانت کیسے ہیں...... ایک ایک چیز نوٹ کرتے ہیں اور ہاں اچھے سے انٹرویو بھی کرنا...... دس سوال کرنا جیسے لوگ مجھ سے ہر بار سوال پر سوال کرتے ہیں...... اور ہاں زرا اچھے سے دیکھنا اگر تمہیں پسند آ گیا تو میں بھی ہاں کر دوں گی پر زرا دھیان سے دیکھنا یہ نہ ہو پہلے تم کچھ بتاؤ اور بعد میں کچھ اور ہی نکل آئے......''

زیبا کو رات کی باتیں یاد آنے لگی تھیں اور سارہ کی ساری نصیحتیں جو اس نے کئی بار کی تھیں اور اسے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تھا تبھی زیبا نے اسے نظر اٹھا کر دیکھا اس نے جلدی سے نظر جھکا لی اسے لڑکا مناسب لگا تھا...... وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتی تھی...... وہ اس وقت عمر سے بزنس کے بارے میں باتیں کر رہا تھا...... وہ نہایت مہذب طریقے سے باتیں کر رہا تھا جس سے اس کی شخصیت کے بارے میں جاننا کوئی مشکل بات نہیں تھی...... پر وہ سارہ کی ساری باتوں پر کسی بھی طرح عمل نہیں کر سکتی تھی کیونکہ ایسا کرنا مناسب نہ تھا...... وہ جانتی تھی کہ چاہے لوگ ان کے ساتھ کتنے ہی برے کیوں نہ ہو جائیں وہ کبھی بھی کسی کے ساتھ ویسا برا سلوک نہیں کر سکتے جیسا کہ دوسرے ان کے ساتھ کر جاتے تھے۔ سارہ بھی یہ سب جانتی تھی مگر وہ روز روز کے اس ڈرامے اور ذہنی کوفت سے بیحد تنگ آ چکی تھی اور ہر بار غصہ کرنے اور بہت کچھ کہنے کے باوجود جو بھی آتا تھا اسے پیار سے ہی ملتی تھی وہ ہمیشہ بول کر اپنا غصہ کم کرنے میں کامیاب رہتی تھی۔

شگفتہ اور اس کی والدہ اب دوسری باتوں میں مصروف تھیں اور نازیہ بھی ان کی باتوں میں شریک تھی زیبا بیٹھی ان کی باتیں سن کر مسکرا رہی تھی وہ خوش تھی کیونکہ اسد اسے اچھا لگا تھا اور اب وہ سوچ رہی تھی کہ گھر جا کر زارا اور سارہ کو کیسے یہ خوشخبری سنائے گی عمر بھائی اور ماں کے چہرے سے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ انہیں بھی اسد پسند آیا ہے۔ اس دوران اسد اور عمر آپس میں باتیں کرتے رہے تھے جانے سے کچھ دیر قبل اسد کے بڑے بھائی بھی آ گئے تھے یوں آدھے گھنٹے بعد وہ جانے کے لئے اٹھے...... دونوں طرف کے لوگوں نے ایک دوسرے کو اچھے سے دیکھ اور مل لیا تھا اور دونوں ہی طرف کے لوگ بہت خوش بھی ہوئے تھے...... شگفتہ نے جانے سے پہلے ان کو اپنے گھر آنے کی دعوت بھی دے دی تھی اسد کی والدہ نے بھی بہت گرمجوشی کا مظاہرہ کیا تھا اور فوراً ہی دعوت قبول کر لی تھی۔ واپسی پر نازیہ نے اپنی باتوں سے شگفتہ کو کچھ اور بھی اس رشتے پر مضبوط کر دیا تھا۔

''بھابھی لڑکا بہت شریف، عزت اور پیار کرنے والا ہے...... سارا محلہ اور دوست احباب اسی تعریفیں کرتے ہیں...... میرا اپنا بیٹا بھی اسے جانتا ہے اور کچھ عرصہ اس کے ساتھ کام بھی کیا ہے اسے کے ذریعے بھی میں نے اس کا کافی پتا لگوایا ہے...... اس کے سب جاننے والے اسد کو بہت عرصے سے جانتے ہیں...... بس اب آپ دیر نہ کرنا جونہی ہاں ہوتی ہے آپ جلدی سے شادی کی ڈیٹ دے دینا۔''

وہ گاڑی میں بیٹھی کہہ رہی تھی۔

''پر سارہ کے مقابلے میں لڑکے کی عمر کچھ زیادہ ہے۔''

شگفتہ نے کچھ سوچ کر کہا۔

''تو کیا ہوا بھابھی مرد تو بڑی عمر کے بھی چل جاتے ہیں...... ہے تو وہ کنوارہ...... اب ایک جگہ تو ہر چیز نہیں مل جاتی نہ۔''

نازیہ نے بڑی روانی سے کہا تو وہ خاموش ہو گئیں عمر نے انہیں راستے میں ڈراپ کر دیا اور گھر آ گئے۔

گھر میں داخل ہوتے ہی زیبا نے دونوں کو پکارا وہ اپنے کمرے میں تھیں۔

''ہیلو گرلز!۔''

وہ کمرے میں آتے ہی خوشی اور جوش سے بولی۔

''آ گئی..... کیسا لگا لڑکا؟۔''

زارا نے اسے دیکھتے ہی جھٹ سے سوال کیا تو زیبا نے آگے بڑھتے ہوئے بیگ بیڈ پر پھینکا اور اور بیٹھ کر جوتے اتارنے لگی..... اب وہ سنجیدہ نظر آنے لگی تھی..... جوتے اتارتے ہوئے اس نے ایک ترچھی نظر سارہ پر ڈالی جو فون پر ہینڈز فری لگا کر میوزک سن رہی تھی اور اس کے آنے سے اتنی ہی لاپرواہ تھی جتنی جانے پر تھی۔ اسے یوں دیکھ کر زیبا نے ہاتھ بڑھا کر تار اس کے کانوں سے اتارنے کی کوشش کی۔

''کیا ہے؟۔''

وہ تقریباً چلاتے ہوئے بولی۔

''میڈم ہم گھر آ گئے ہیں۔''

زیبا نے اسے منہ بناتے ہوئے اپنے آنے کی اطلاع دی۔

''تو میں کیا کروں بیگم؟۔''

وہ تار واپس کھینچتے ہوئے لاپرواہی سے بولی۔

''میں نے پوچھا کیسا لگا لڑکا؟۔''

زارا جو جب سے ان کو خاموشی سے دیکھ رہی تھی چڑ کر پوچھنے لگی۔

''بہت اچھا اور وہ لوگ کل آ رہے ہیں۔''

زیبا نے زارا کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بتایا۔

''واقعی! کیسا لگتا ہے دیکھنے میں..... میرا مطلب ہے کیسا ہے صحیح سے بتاؤ نا؟۔''

زارا نے ایکسائیٹیڈ ہو کر پوچھا جبکہ سارہ کچھ اور بیزار ہو رہی تھی اس نے کانوں سے ہیڈ فون اتارتے ان دونوں کو عجیب سی نظروں سے دیکھا۔

''بہت اچھا ہے..... گورا چٹا..... سمارٹ اور لمبا بھی ہے.....۔''

زیبا نے شرارت بھری نظروں سے سارہ کو دیکھ کر بتایا جو اسے مشکوک نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

''اچھا اور..... اور؟۔''

زارا نے کچھ اور وضاحت چاہی۔

''اور..... اور یہ کہ ہم سب کو بہت پسند آیا ہے.....۔''

زیبا نے ایک بار پھر سارہ کی برہم نظروں کی طرف دیکھا۔

''بھئی مجھے تو بہت پسند آیا ہے۔''

زیبا نے پورے وثوق سے کہا۔

''اتنا ہی پسند آیا ہے تو خود کر لونا اس سے شادی......''

سارہ نے یکدم کہا تو دونوں حیرت سے اسے دیکھنے لگیں۔

''اور میں کل کسی کے سامنے نہیں جاؤں گی کان کھول کر سن لو......''

وہ یہ کہہ کر فون بیڈ پر پٹختی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی اور وہ دونوں اسے جاتا دیکھ کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگیں۔

''کیا ہوا اسے تم دونوں کی کوئی لڑائی تو نہیں ہوئی تھی؟''

زیبا نے زارا سے پوچھا۔

''لڑائی کیا ہوئی تھی جب سے تم لوگ گئے تھے ایسے ہی منہ بنا کر بیٹھی تھی...... پھر موبائل پر گانے سن رہی تھی جب بھی میں کوئی بات کہتی تھی الٹے جواب دیتی تھی پھر میں تو پڑھنے میں مصروف ہوگئی تھی...... ویسے ہی اس کا کل سے موڈ آف ہے جب بھی گھر میں کسی رشتے کی باتیں ہو رہی ہوتی ہیں تو اس کا ایسا ہی موڈ ہوتا ہے۔''

زارا نے تفصیل سے بتایا۔

''ہاں کل سے ہی کافی چپ چپ تھی...... ابو نے کھانا کھالیا؟''

زیبا نے پوچھا۔

''ہاں بھابھی نے بنا دیا تھا...... وہ اب لیٹ گئے ہیں اپنے کمرے میں۔''

زارا نے اپنی کتابیں بند کرتے ہوئے کہا۔

''تم دونوں نے کھالیا؟''

زیبا اپنا دوپٹا الماری میں رکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

''ہاں تم بھی کھالو۔''

زارا نے کہا۔

''نہیں بھوک ہی نہیں ہے ان لوگوں نے اتنا کچھ کھلا دیا تھا۔''

وہ الماری بند کرتے ہوئے بولی۔

''وہ پاگل کہاں گئی ہے؟''

زارا نے اپنا کالج بیگ بند کرتے ہوئے کہا۔

''چھت پر گئی ہوگی جاؤ تم میں بھی کپڑے بدل کر آتی ہوں۔''

زیبا نے کپڑے ہاتھ میں لے کر کہا۔

''ہاں میں بھی پڑھ پڑھ کر تھک گئی ہوں چل کر واک کرتے ہیں جلدی آنا جا کر اس کا دماغ بھی سیٹ کرنا پڑے گا...... اسے سمجھانا پڑے گا۔''

زارا نے کہا اور باہر چلی گئی۔

☆☆☆☆

زارا دبے قدموں چھت پر آئی تو سارہ کھڑی خلاؤں میں تک رہی تھی وہ اکثر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی ہوتی تھی خاص کر جب وہ اداس ہوتی تو یونہی تنہائی میں چھت پر اکیلے چلی آتی...... چھت پر آج بہت اندھیرا تھا پر ہوا اچھی چل رہی تھی...... زارا نے چپکے سے آکر اس کے کھلے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''کیا ہوا اداس حسینہ؟۔''

وہ چھیڑتے ہوئے بولی تو سارہ خاموشی سے ساکت ہی کھڑی رہی وہ پھر بولی۔

''کتنی بار کہا ہے آدھی رات کو بال کھول کر چھت پر اکیلی مت آیا کرو کہیں کوئی جن عاشق ہو جائے گا۔''

وہ ایک بار پھر اس کے بالوں کو چھیڑ کر بولی۔

''اچھا ہے کوئی بندہ نہیں تو جن ہی سہی...... ویسے بھی جن مردوں کی طرح بیوفا تو نہیں ہوگا۔''

وہ بے بسی سے اس دیکھ کر بولی۔

''کیا ہو گیا ہے تم اتنی مایوس اور نا امید کیوں ہوگئی ہو پانچ وقت نماز پڑھتی ہو پھر کیوں اللہ کی رحمت سے مایوس ہو اور آج تو قسمت سے لڑکا بھی اچھا مل گیا ہے...... وہ واقعی بہت اچھا ہوگا اسی لئے تو زیبا اتنی تعریف کر رہی تھی...... اب تم دیکھنا بہت جلد تمہاری شادی ہو جائے گی۔''

وہ اسے شانوں سے پکڑ کر اپنے سامنے لاتے ہوئے بولی...... وہ بڑے وثوق سے کہہ رہی تھی۔

''تم یہ سب اتنے وثوق سے کیسے کہہ سکتی ہو...... ضروری تو نہیں کہ لڑکا پسند آ گیا ہے تو شادی بھی ہو جائے پہلے بھی تو تم لوگوں نے کئی لڑکے پسند کئے کئی بار دونوں طرف سے مکمل رضامندی اور تسلی بھی ہوئی...... استخارے کروائے گئے...... ہر چیز بس ہونے کو ہوتی ہے جبھی تو سب کچھ ختم ہو جاتا ہے...... آخر میں کچھ بھی تو نہیں ہوتا...... سب کچھ دھرا کا دھرا رہ جاتا ہے اور اب میں اس سب تماشے سے تنگ آ گئی ہوں ''I am tired to Death''

سارہ نے زارا سے نظریں ملائے بغیر اندھیرے میں تکتے ہوئے کہا۔

''ہر بار تو ایسا نہیں ہوگا نا......''

سارہ نے بات پوری ہونے سے پہلے ہی کاٹ دی۔

''ایسا ہی ہوتا ہے ہر بار...... ہر بار...... بار بار۔''

وہ غصے اور وحشت سے بولی اور دیوار پر بازو پھیلا کر ایک بار پھر اندھیرے میں دیکھنے لگی۔

''تم کیوں اتنی ٹینشن لیتی ہو یہ تمہاری صحت کے لئے اچھی نہیں ہے دیکھا کتنی پتلی ہوگئی ہو...... اچھا اچھا سوچا کرو سب اچھا ہی ہوگا۔''

وہ بھی یونہی دیوار کے ساتھ کھڑی ہو کر بولی۔

''مجھے کچھ اچھا نہیں لگتا...... کوئی اچھا نہیں لگتا...... یہ شادی بیاہ...... دنیا...... دنیا کے رسم ورواج...... رشتے کچھ بھی نہیں سب کچھ بیکار ہے...... فضول ہے بے معنی ہے...... اور کونسا شادی ہو جانے سے زندگی کے مسئلے ختم ہو جاتے ہیں...... بلکہ شادی سے پہلے صرف ایک مسئلہ ہوتا ہے کہ شادی نہیں ہو رہی پر شادی کے بعد تو ایک سو ایک مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے...... زیبا کی بھی تو شادی ہوئی تھی کتنی دھوم دھام سے...... اسے کیا ملا تھا؟ اتنی تو خوشیاں بھی نہیں ملی تھیں جتنے غم ہم نے اٹھائے...... اس کی جھولی میں تو ایک خوشی کے بدلے دنیا بھر کے غم سمٹ آئے تھے...... کتنے ارمانوں سے رخصت کیا تھا اسے اور کتنے دکھوں سے واپس بلایا تھا...... پھر عمر بھائی کی شادی کی چند دن خوشیوں کے دیکھے اور پھر پہلے سے بھی زیادہ دکھ...... اور اب تو یہ حال ہے کہ اس گھر میں رہنا بھی مشکل ہو گیا ہے...... we wsnt so insecure before''

وہ کچھ دیر خاموش رہی پھر بولی۔

''خوشیوں کے پیچھے بھاگتے ہوئے کیوں ہمیشہ ہمیں غم ہی ملتے ہیں...... کیا خوشیاں صرف ایک سراب ہیں جن کے تعاقب میں ہمیشہ سوکھی ریت ہی ہمارا مقدر بنتی ہے...... کیوں ہم خوشیوں ڈھونڈتے ڈھونڈتے دکھوں کی دلدل میں پھنس جاتے ہیں...... شاید ہمیں خوشیاں راس نہیں یا پھر شادیاں......''

وہ قدرے جذباتی ہو رہی تھی...... کچھ دیر خاموشی رہی تو سارہ ایک بار پھر بول پڑی۔

''ہماری تو ساری زندگی ہی ایک سراب ہے انسان جیسے ہی اس دنیا میں آتا ہے وہ ایک کے بعد ایک خواب کے پیچھے بھاگتا ہے...... پہلے رشتہ ڈھونڈو...... پھر منگنی کرو پھر شادی کرو...... شادی ہوگئی تو اب بچے کی ٹینشن...... بچہ نہیں ہو رہا تو اس کا الگ مسئلہ...... بچہ ہو گیا تو اب اسے پالنے پوسنے کی ذمہ داری...... بڑا ہو گیا تو اب اسے اچھے اسکول اور کالج میں پڑھانے کا مسئلہ...... اچھا پڑھ لیا تو اب اچھی جگہ نوکری کی تگ ودو...... نوکری لگ گئی تو اب شادی کی فکر...... شادی ہوگئی تو اب بچوں کی ذمہ داریاں...... ساری عمر ایک کے بعد ایک سراب کے پیچھے انسان اپنا آپ کھپا ڈالتا ہے...... ایک خواب پورا ہوا تو پھر دوسرا...... دوسرا ہوا تو پھر تیسرا...... یہ سوچ کر کے شاید اب اصل خوشی مل جائے انسان خواب پر خواب دیکھتا ہے اور ساری عمر کبھی بھی اسے اصل خوشی میسر نہیں آتی اور نہ ہی کبھی سکون ہی ملتا ہے۔''

وہ دم لینے کو رکی۔

''ہم ساری عمر یونہی دوڑتے رہتے ہیں پھر بھی نہ سکون ملتا ہے نہ پیار...... نہ چین آتا ہے نہ قرار...... نہ خواہشیں ختم ہوتی ہیں نہ خواب......

نہ تشنگی مٹتی ہے نہ پیاس..... جو ختم ہوتا ہے وہ زندگی ہے جسے موت بڑی بے رحمی سے چھین کر لے جاتی ہے اور پیچھے رہ جاتے ہیں ادھورے خواب اور سراب سے حاصل ہونے والی پیاس..... انسان یہی سوچتا رہ جاتا ہے کہ کاش مرنے والا کچھ دن اور زندہ رہ لیتا تو یہ کام بھی کر لیتا..... اپنی یہ ذمہ داری بھی نبھا جاتا..... یہ خوشی بھی دیکھ لیتا.....۔''

وہ سر جھٹک کر دیوار سے ہٹ گئی اور واک کرنے لگی چھت کے دوسرے کنارے سے مڑتے ہوئے اس نے نہ محسوس انداز سے اپنے آنسو صاف کئے اور دوسرا چکر لگانے لگی زارا وہیں دیوار سے ٹیک لگائے کھڑی تھی اور اس کی پشت سارہ کی جانب تھی وہ سارہ کی باتوں سے بہت پریشان ہو گئی تھی..... وہ جانتی تھی کہ اس نے جو کچھ کہا تھا وہ ایک کڑوا سچ تھا جسے کوئی بھی جھٹلا نہیں سکتا تھا..... ایک ایسی بھیانک سچائی جسے ہم دانستہ طور پر بھلانا چاہتے ہیں اور زندگی کے جھمیلوں میں بھول بھی جاتے ہیں۔

زارا کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی تھی اسے سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسے کیسے اور کیا سمجھائے..... وہ خود ہی بہت عقلمند اور پڑھی لکھی تھی مگر حالات ہی اس پر ایسے گزر رہے تھے جن سے اس کی حساسیت میں کئی گنا اضافہ ہو گیا تھا..... سب کچھ بکھر سا گیا تھا.....

''کیا بات ہے آج بڑی خاموشی ہے چھت پر خیر تو ہے؟۔''

زیبا کی آواز پر دونوں اس کی طرف متوجہ ہوئیں وہ جلدی سے زارا جو کھڑی تھی اس کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی اور سارہ کو تیز تیز واک کرتے دیکھنے لگی..... تبھی زارا نے اسے قریب کر کے کہا۔

''میرا تو دماغ خراب کر دیا ہے اس نے..... اب تم ہی اسے سمجھا لو اگر تمہارا دماغ بھی خراب نہ کر دے تو.....''

زارا نے اسے کان میں کہا تو اس سے پہلے کہ زیبا کچھ کہتی سارہ تیزی سے سیڑھیاں اتر گئی تھی۔

☆☆☆☆
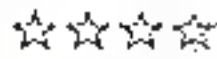
''باجی آپ بس دعا کریں کہ یہ رشتہ ہو جائے اتنے اچھے لوگ تو آج کل ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتے..... اگر یہاں بات بن گئی تو آپ کے بیٹے کے تو نصیب ہی کھل جائیں گے..... اتنی نیک اور شریف لڑکیاں ہیں اخلاق کی بھی اچھی ہیں اور صورتیں تو رب نے بنائی ہی دل موہ لینے والی ہیں..... میں تو کہتی ہوں جس گھر میں جائیں گی گھر کو جنت بنا دیں گی۔''

نازیہ اسد کے گھر بیٹھی تھی اسد کی والدہ نے اسے چائے کا کپ تھماتے ہوئے تائیدی نظروں سے دیکھا۔

''ہاں لوگ تو واقعی بہت شریف ہیں..... خاندان بھی بہت اچھا ہے اور وہ بچی بھی بہت پیاری تھی.....''

وہ چائے کا کپ منہ کو لگاتے ہوئے بولیں۔

''بس آپ آج جا کر لڑکی پسند کر لیں..... چھوٹی بھی بہت اچھی ہے..... اور بہت پڑھی لکھی بھی ہے..... آپ بس پسند کریں پھر دیکھیں میں کیسے دنوں میں شادی کرواتی ہوں۔''

وہ بسکٹ اٹھاتے ہوئے بولی اتنے میں اسد کمرے میں داخل ہوا اور اسے دیکھ کر رسمی سلام دعا کر کے بیٹھ گیا وہ آج کل بہت خوش تھا ایک

www.paksociety.com

عرصے بعد اسے سب کچھ بہت اچھا لگ رہا تھا جانے کیوں اسے یہ فیملی بہت اچھی لگی تھی۔

''نازیہ وہ بچی تو بہت ہی پیاری تھی جس کا تم نے بتایا تھا...... بہت دکھ ہوا جان کر کیسی پیاری بچی ہے کسی ان چھوئی کلی کی طرح اور طلاق کا داغ......۔''

وہ تاسف بھری لہجے میں بولیں۔

''بس باجی نصیب کی بات ہے ورنہ کون ایسی خوبصورت لڑکی کو طلاق دے سکتا ہے...... وہ تو تھا ہی کوئی بدبخت جس نے پھول جیسی بچی کو داغ لگا دیا...... وہ تو تھا ہی ایسا بدنصیب کہ بیوی بنا کر بھی اسے بیوی والا کوئی حق نہ دیا میاں بیوی والا تو کوئی رشتہ تھا ہی نہیں ان کے بیچ...... جانے کس مقصد کے لئے شادی کا ڈرامہ کیا تھا اس نے...... اتنی پاک صاف اور معصوم بچی کی زندگی خراب کر دی۔ آپ نے تو دیکھا ہی ہوگا کتنی معصوم اور بھولی بھالی ہے صورت سے لگتا ہی نہیں کہ شادی شدہ ہے بالکل بھی نہیں۔''

وہ اپنی ہی دھن میں بولے چلی جارہی تھی جبکہ اسد اور اس کی ماں بڑے غور سے اس کی باتیں سن رہے تھے اور انہیں بہت دکھ بھی ہوا تھا یہ سب جان کر...... اسد کا چہرہ کسی بھی تاثر سے عاری تھا اور وہ خاموشی سے سب سن رہا تھا۔

''ہاں سچ کہتی ہو تم واقعی وہ بچی تو جیسے میرے دل میں ہی اتر گئی ہے...... کتنی ہنس مکھ ہے لگتا ہی نہیں کہ اتنا بڑا دکھ جھیلا ہے اس نے...... وہ واقعی کوئی بہت ہی بدنصیب شخص تھا کیونکہ اتنی اچھی بیوی تو کسی قسمت والے کو ہی مل سکتی ہے۔''

وہ کہہ کر اسد کی طرف دیکھنے لگیں وہ چائے پی چکا تھا اور اب جانے کے لئے کھڑا ہو گیا تھا۔

''اچھا امی میں جا رہا ہوں کچھ منگانا ہے تو بتا دیں؟۔''

وہ ماں کو مخاطب کر کے بولا۔

''نہیں بیٹا پر شام کو ہمنے جانا ہے تم زرا گاڑی بھیج دینا۔''

وہ اسے دیکھ کر بولیں تو وہ گاڑی کی چابیاں اٹھاتے ہوئے بولا۔

''جی ٹھیک ہے۔''

وہ جانے کے لئے مڑا ہی تھا کہ نازیہ بولی۔

''ارے بیٹا زرا مجھے بھی راستے میں ڈراپ کر دینا۔''

وہ اپنا پرس اٹھا کر بولی۔

''جی آئیں میں چھوڑ دیتا ہوں۔''

وہ رک کر بولا۔

''اچھا باجی تو پھر اپنی بیٹیوں کو ٹائم سے بلا لینا میں شام کو ان کے گھر کے باہر ہی انتظار کروں گی...... ابھی میں چلتی ہوں جا کر گھر کا کام بھی ختم

کرتا ہے۔"

وہ جانے کے لئے کھڑی ہوگئی تھی۔

"اچھا پھر شام کو ملیں گے۔"

وہ کہہ کر جلدی سے نکل گئی اور باہر اسد کی اسٹارٹ گاڑی میں جا کر بیٹھ گئی اسد نے گاڑی چلائی اور اب وہ راستے پر رواں رواں تھے۔

"بیٹا یہ گاڑی تم نے نئی لی ہے؟۔"

وہ گاڑی کو اچھے سے دیکھ کر بولی۔

"جی خالہ دو ماہ ہی ہوئے ہیں۔"

وہ مسکرا کو بولا۔

"ہاں لگ بھی رہی ہے......"

وہ آنکھیں مٹکا کر بولی۔

"تمہارے سسرالیوں نے بھی دو گاڑیاں رکھی ہوئی ہیں۔"

بڑی شوخی سے بولی تو اسد اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"ابھی کہاں ہوئے ہیں وہ میرے سسرالی۔"

اسد نے بھی شوخی سے کہا۔

"لو تم ہوئے ہی سمجھو......وہ تو تمہیں پسند کر گئے ہیں اور آج شام کو تمہارے گھر والے جارہے ہیں اور شرطیہ بات ہے کہ لڑکی انکو پسند آجائے گی......وہ ہے ہی بہت پیاری......تم نے اس کی بہن تو دیکھی ہوگی بس اس کی ہی جیسی ہے جیسے اسی کا دوسرا روپ ہو۔"

وہ اسے دیکھ کر کہنے لگی تو اسد کی نظروں کے سامنے زیبا کا عکس گھومنے لگا......اس دن چائے کا کپ ٹیبل پر رکھتے ہوئے جب اس کی نظر زیبا پر پڑی تھی......وہ نظریں جھکائے بیٹھی تھی......پر اس اچانک نظر کے بعد ایک بار پھر اس نے لاشعوری طور پر ایک دو بار اسے دیکھا تھا اور جاتے ہوئے بھی اس کی نظر نہ چاہتے ہوئے بھی زیبا کے چہرے پر کچھ سیکنڈز کے لئے ٹھہر گئی تھی اور اسے یوں لگا تھا جیسے اس نے آج سے پہلے کبھی کہیں بھی اتنی خوبصورت لڑکی نہ دیکھی ہو......یوں تو اس نے بہت سی خوبصورت لڑکیاں دیکھی تھیں پر جو بات زیبا میں تھی وہ کسی اور میں نہ تھی......اس کے چہرے کی معصومیت اور سادگی بہت غیر معمولی تھی......وہ شرم وحیا اور قدرتی خوبصورتی جو آج کل کی لڑکیوں میں نہ ہونے کے برابر تھی زیبا کے سراپے کو ہر ایک سے منفرد بنا رہی تھی......یہی وجہ تھی کہ وہ لاشوری طور پر زیبا کے بارے میں سوچ رہا تھا......جس اس نے نازیہ سے اس کی شادی اور طلاق کے بارے میں سنا تو اسے دلی افسوس ہوا تھا......شاید اس دنیا میں ہمیشہ اچھے لوگوں کے ساتھ ہی برا ہوتا ہے......وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا۔

"بیٹا اگر تمہارا یہاں رشتہ ہوگیا تو سمجھو تمہاری زندگی بن گئی اتنا اچھا خاندان......اتنے اچھے لوگ......پریوں جیسی پڑھی لکھی اور سگھڑ

خوبصورت اور سیرت لڑکیاں...... اتنی خوبیاں کہاں ملتی ہیں ایک جگہ پر...... یہ تو اچھی قسمتوں والوں کو ہی ملتی ہیں۔"

وہ اسے بڑے وثوق سے کہہ رہی تھی۔

"دس سال سے رشتے کروا رہی ہوں...... ایک نظر میں ہی پتا چل جاتا ہے کہ کون کیسا ہے...... بھابھی تو سیدھی سادھی ہیں اور بچیاں بھی ویسی ہی گھریلو ہیں...... بھابھی نے تو مجھے زیبا کے لئے بھی کہا ہوا ہے اتنی پیاری بچی ہے کہ دیکھتے ہی دل میں اتر جاتی ہے...... جانے کیسا بدنصیب تھا جس نے اس کی قدر ہی نہ کی کوئی اور ہوتا تو پاؤں دھو دھو کر پیتا۔ اس کے لئے بھی کوشش کر رہی ہوں سچ کہتی ہوں بڑا نصیب والا ہوگا جس کا مقدر بنے گی زیبا...... اللہ اس کے نصیب اچھے کرے...... بھابھی نے تو کہہ دیا ہے کہ ہمیں اس کے لئے بھی کنوارہ لڑکا ہی چاہئے...... ایک تو عمر کم ہے اور دوسرا اس میں کس چیز کی کمی ہے جو کسی ایسے ویسے شادی شدہ یا رنڈوے سے شادی کریں پھر بے بھی سب گھر والوں کی لاڈلی اور انہیں کس چیز کی کمی ہے دوبارہ شادی کریں گے تو بھی سب کچھ دے کر ہی کریں گے۔"

وہ کہتی جا رہی تھی جبکہ اسد خاموشی سے سب کچھ بنا کسی مداخلت اور تاثر کے سب سن رہا تھا۔

"وہ تو اپنی پوری تسلی کریں گے...... پہلے بھی ان کی بچی کے ساتھ اتنا بڑا ظلم ہوا ہے اب تو وہ ڈر گئے ہیں...... اس لئے تم بھی ذرا احتیاط کرنا...... جب تک رشتہ پکا نہ ہو جائے اس رشتے کے بارے میں کسی کو نہ بتانا...... تمہیں تو پتا ہے نہ لوگ کتنا حسد کرتے ہیں اور کسی کا بھلا ہوتا تو دیکھ ہی نہیں سکتے...... اور بیٹا تمہاری تو عمر بھی ہوگئی ہے اب تو کہیں نہ کہیں تمہاری شادی ہو ہی جانی چاہئے...... پھر کب ایسے لوگ ملیں گے جو صرف اچھا لڑکا اور شرافت ہی دیکھیں گے لوگ تو بال کی کھال اترتے ہیں سو سو کیڑے نکالتے ہیں...... آج کل تو لڑکی والوں کے بھی دماغ آسمانوں پر ہیں......"

وہ کہتے کہتے رک کر ذرا آگے کو بڑھ کر باہر دیکھنے لگی۔

"بس بس یہیں اتار دو آگے میں پیدل ہی چلی جاؤں گی۔"

وہ بیگ کندھے پر ڈال کر بولی تو اسد نے گاڑی کو بریک لگا دی اور وہ جلدی سے گاڑی سے اتر گئی اور جاتے ہوئے شام کا پروگرام ایک بار پھر یاد دلانے لگی اسد نے پوری تسلی کی پھر وہ آگے بڑھ گئی اور اسد نے گاڑی اپنی منزل کی طرف موڑ لی۔ اور حسب عادت گاڑی میں میوزک لگا لیا...... آج وہ کافی خوشگوار موڈ میں تھا...... پر ایک انجانہ خوف بھی اسے اندر ہی اندر ڈرا بھی رہا تھا وہی خوف جو اسے پچھلے کئی سالوں سے جکڑے ہوئے تھا...... اگر اس بار بھی بات نہ بنی تو؟ اگر یہ رشتہ بھی نہ ہوا تو؟ اگر رشتہ طے ہو بھی گیا تو کیا شادی بھی ہو جائے گی؟ یہ ایسے سوال تھے جو بار بار اس کے لاشعور سے شعور میں آنے کی کوشش کر رہے تھے اور جنہیں وہ شعوری طور پر واپس لاشعور میں بھیجنے کی کوشش کر رہا تھا...... وہ ان سوالوں سے جان چھڑانا چاہتا تھا اور مسلسل اپنا دھیان بنا رہا تھا تاکہ ان سوالوں سے بچ سکے۔

وہ لوگ اسے بہت پسند آئے تھے اور اسد چاہتا تھا کہ ہر حال میں یہ رشتہ ہو جائے...... زندگی میں وہ اتنے لوگوں سے ملا تھا کہ ایک نظر میں ہی وہ جان لیتا تھا کہ سامنے بیٹھا ہوا شخص کیسا ہے اور کتنے پانی میں ہے اور عمر، شگفتہ بیگم اور زیبا سے ملنے کے بعد اسے یقین ہو گیا تھا کہ نازیہ جو کچھ کہہ رہی تھی وہ کوئی مبالغہ آرائی نہیں تھی جیسا کہ اس پیشے سے منسلک عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ برے کو بھی اچھا بنا کر پیش کرتی ہیں اور چھوٹی سی

بات بھی بڑھا چڑھا کر بتاتی ہیں۔۔۔۔اس کی زمانہ شناس نظروں نے ایک پل میں بھانپ لیا تھا کہ وہ بہت اچھے خاندان سے تھے اور زیبا کو بھی ایک ہی نظر دیکھ کر جانچ لیا تھا کہ وہ بھی عام لڑکیوں سے بہت مختلف ہے پر جب اس کے ماضی کے بارے میں پتا چلا تو وہ حیران رہ گیا وہ ایسی معصوم اور باحیا تھی جیسی آج کل کی کنواری لڑکیاں بھی کم ہی ہوتی ہیں اور وہ طلاق یافتہ تھی اسد کو تو یقین ہی نہیں آیا تھا۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر گانا بدلا۔اور ساتھ ہی زیبا کے خیال کو بھی جھٹکا۔۔۔۔ میں بھی کیا سوچ رہا ہوں۔۔۔۔ مجھے کسی سے کیا۔۔۔۔ اسے عجیب سا لگ رہا تھا کہ وہ کیوں زیبا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔۔۔۔ اسے تو شام کا انتظار تھا وہ دل ہی دل میں دعائیں کر رہا تھا کہ گھر والوں کو لڑکی پسند آجائے اور سب کچھ خیر خیریت سے ہو جائے کیونکہ اب وہ تنہا رہ کر تھک گیا تھا۔۔۔۔ وہ شدت سے احساس محرومی کا شکار ہو گیا تھا۔۔۔۔ وہ زندگی کے اس مقام پر کھڑا تھا جہاں کسی بے لوث ساتھی کا ساتھ ناگزیر ہو جاتا ہے۔

☆☆☆☆

''میں نے آپ سے کہہ دیا نہ کہ مجھے ابھی شادی نہیں کرنی۔۔۔۔''

وہ حتمی انداز میں بولی۔

''تو اور کیا کرنا چاہتی ہو؟''

عذرا نے چلا کر کہا۔

''میں آزادی اور اپنی مرضی سے رہنا چاہتی ہوں اور بس۔''

وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔

''آخر کب تک تم یونہی پھرتی رہوگی؟ آج نہیں تو کل شادی تو کرنی ہے نا۔''

عذرا نے ایک بار پھر کہا۔

''تو جب میرا دل کرے گا میں کرلوں گی۔''

وہ اکڑ کر بولی۔

''کس سے کروگی کچھ ہمیں بھی تو پتا ہو یا یونہی کسی سے بھی منہ اٹھا کر نکل جاؤ گی۔''

وہ غصے سے بولی۔

''فکر نہ کریں آپ کو بتا کر اور پوری دھوم دھام سے ہی کروں گی بھائی کی طرح نہیں کہ جب دل کیا جہاں دل کیا کرلی اور جب دل بھر گیا چھوڑ دی۔''

وہ طنزیہ انداز میں انہیں دیکھ کر بولی۔

''صدف تم حد سے بڑھ رہی ہو۔۔۔۔ سلطان ایک مرد ہے اور تم ایک عورت۔۔۔۔ تمہارا اس سے کیا مقابلہ۔''

وہ اسے درشتی سے بولی۔

''ہم...... مرد مائے فٹ...... مما یہ کوئی پاکستان نہیں ہے جو آپ مجھے مردوں کی برتری کا لیکچر دے رہی ہیں...... یہاں جہاں ہم رہتے ہیں یہاں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں اور عورت بھی اتنی ہی آزاد ہے جتنا ایک مرد...... عورت کو بھی یہاں وہ تمام حقوق حاصل ہیں جو ایک مرد کو...... اور آپ نے کیا سمجھ رکھا ہے کہ آپ جہاں چاہیں گی میری شادی کر دیں گی...... میں کوئی پاکستانی لڑکی نہیں ہوں جو گائے بھینس کی طرح ایک کھونٹے سے دوسرے میں باندھ دی جاتی ہے۔ میں یہاں کی نیشنل ہوں یہیں پیدا ہوئی ہوں اور یہیں پلی بڑھی ہوں...... میں شادی کروں گی تو اپنی مرضی سے اور اپنی پسند سے...... وہی لڑکا جو مجھے اچھا لگے گا وہی میرا لائف پارٹنر ہوگا۔''

وہ حتمی انداز میں دوٹوک بولی۔

''تو کیا تم نے کوئی لڑکا پسند کر لیا ہے؟۔''

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد عذرا نے پوچھا۔

''یہی سمجھیں...... پر ابھی مجھے اور اسے شادی کی کوئی جلدی نہیں ہے اس لئے آپ بھی آرام سے بیٹھیں۔''

وہ زیر لب مسکرا کر بولی۔

''تو تمہارے باپ کا کیا کروں جو کہتا ہے کہ جلد سے جلد تمہاری شادی کر دوں؟۔''

وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ کر بولی۔

''پاپا کو کیا جلدی ہے؟۔''

وہ حیرت سے بولی۔

''وہ وہ اکثر بیمار رہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنی زندگی میں ہی تمہاری شادی کے فرض سے فارغ ہو جائیں۔''

وہ کچھ سوچ کر بولیں۔

''اوہ...... یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی...... ان کی بیماری کا یہ مطلب تو نہیں کہ میں جلدی میں کوئی غلط فیصلہ کر لوں...... ان کی قسمت میں اگر میری شادی دیکھنا لکھی ہوئی تو وہ ضرور دیکھ لیں گے۔''

وہ شانے اچکا کر بولی۔

''ہاں پتا نہیں ہماری قسمت میں اولاد کی خوشی ہے بھی کہ نہیں یا پھر یونہی اولاد کے ہاتھوں ذلیل ہونا ہی لکھا ہے۔''

عذرا اس کے جوابوں سے شدید دکھی ہوئی تھی اس کے کمرے سے جانے کے بعد وہ آہستہ آواز میں خود کو کہنے لگی شاید میری ہی تربیت میں کوئی کمی رہ گئی تھی...... یا پھر یہاں کا آزاد ماحول اور یہاں کے لوگوں کا اثر ہے جو میرے دونوں ہی بچے اس قدر گھمنڈی خود پسند اور خودسر بن گئے ہیں...... انہیں اپنے سواء کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا...... اتنے خودغرض ہیں کہ ماں باپ کی خوشی کا تو ذرا بھی خیال نہیں...... بس وہی کرتے ہیں جو ان کا

دل کرتا ہے اور وہی کہہ دیتے ہیں جوان کے منہ میں آتا ہے..... اتنے بدتمیز ہیں کہ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ کس کو ایسے جواب دے رہے ہیں...... انہیں جنہوں نے انہیں پیدا کیا..... پالا پوسا..... اتنا بڑا کیا کہ وہ آج ہمیں ہی منہ بھر بھر کر جواب دیتے ہیں حد ہو گئی..... کاش ہم یہاں آئے ہی نہ ہوتے تو آج یوں اپنی ہی اولاد کے ہاتھوں رسوا تو نہ ہو رہے ہوتے..... اپنے دیس کی دال روٹی ہی بہتر تھی..... اگر پتا ہوتا کہ یہاں کے عیش و آرام کی زندگی کا یہ حاصل ہوگا تو اپنے ملک میں ہی رہ کر جیسے تیسے گزارا کر لیتے کم از کم آج اپنی اولاد کو یوں مغرب کا غلام تو نہ بنا دیکھتے..... جب یہاں آئے تھے تو کیا کیا خواب آنکھوں میں تھے..... اچھے گھر اور ایک اچھی اور پرسکون زندگی کا خواب..... شوہر بچے گھر بار اچھا کاروبار..... یہ سب خواب پورے کرنے میں ہی ساری زندگی گزر گئی اور اب جب یہ سب مل ہی گیا ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے کچھ بھی نہیں ملا..... یہ سب خواب جن کی تعبیر پانے کے لئے کتنی ہی راتیں جاگ کر گزاریں..... کتنے مشکل حالات دیکھے..... کتنی آزمائشوں سے گزرے آج جب ان کی تعبیر ملی ہے تو لگتا ہے کہ ہاتھ ابھی بھی خالی ہیں اور..... آج بھی ایک پیاس ایک تشنگی ہے کہ سب کچھ ہو کر بھی کچھ نہیں..... آج بھی زندگی کا کشکول یوں ہی پھیلا ہوا ہے اور اس کشکول میں سوائے چند کھوٹے سکوں کے کچھ بھی نہیں ہے..... وہی کھوٹے سکے جو نہ تو کسی اور کام آتے ہیں اور نہ ہی ہمیں ہی ان سے کچھ حاصل ہوا ہے..... ساری عمر یوں ہی بیت گئی اور اب میں جس موڑ پر آ گئی ہوں پیچھے مڑ کر دیکھوں تو ساری عمر کا حاصل صرف خسارہ ہی تو ہے..... زندگی میں فقط زیاں ہے اور کچھ بھی نہیں..... وہ اپنے کمرے میں آ کر لیٹ گئی تھی اور خاموشی سے بیڈ پر لیٹ کر آنکھیں موندے سوچ رہی تھی۔

☆☆☆☆

"کچھ اور منگوانا ہے تو فون پر بتا دینا ابھی میں جا رہا ہوں ان کے آنے سے پہلے آ جاؤں گا..... ویسے تب تک ابو بھی آ ہی جائیں گے ہو سکتا ہے کہ میں نہ آؤں مجھے کچھ کام ہیں۔"

زیب نے چائے کا سامان ٹیبل پر رکھتے ہوئے زارا سے کہا۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ ویسے بھی آج تو صرف خواتین ہی آئیں گی اور پھر ابو تو ہوں گے ہی تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

زارا نے شاپر اٹھاتے ہوئے کہا۔

"کیا خواتین آ رہی ہیں پھر تو ان کے ساتھ کوئی لڑکی بھی ضرور ہوگی..... اچھا چلو میں رک ہی جاتا ہوں کیا پتا وہ مجھے ہی پسند کر لیں۔"

وہ شوخی سے اٹھلا کر بولا۔

"جی نہیں وہ لڑکی دیکھنے آ رہے ہیں پہلوان نہیں جو تم ان سے ملو گے..... اور تمہیں دیکھ کر تو ویسے ہی لوگ ڈر کر بھاگ جاتے ہیں کہ کہیں کل کو لڑکی کا بھائی ہماری دھلائی ہی نہ کر دے۔"

زارا نے بھی ہنس کر کہا وہ زیب کی مذاق کرنے کی عادت سے اچھے سے واقف تھی اور جانتی تھی کہ زیب کو اپنی باڈی دکھا کر سب کو متاثر کرنے کا کتنا شوق تھا اس نے چھوٹی سی عمر میں ہی باڈی بلڈنگ شروع کر دی تھی اور اب تو وہ جوان ہو گیا تھا اور اپنی عمر سے بھی کہیں زیادہ بڑا لگتا تھا..... خاندان شکل وصورت اور قد کاٹھ کی وجہ سے وہ تھا بھی بہت گڈ لوکنگ اس لئے رشتے والوں سے اسے دور ہی رکھا جاتا تھا۔

''ہاں تو ٹھیک ہے نہ جو بھی رشتہ کرے اسے پہلے ہی پتا ہونا چاہئے کہ لڑکی کا بھائی باڈی بلڈر ہے اور اگر انہوں نے کبھی لڑکی کو کچھ کہا تو اس کا کیا نتیجہ بھگتنا پڑ سکتا ہے۔''

وہ اپنے دونوں بازوؤں کے مسلز کو سخت کر کے انہیں باری باری دیکھ کر رعب سے بولا۔

''اچھا۔ تم بھی اپنے مسلز دکھا لینا پہلے کوئی بات تو بن جائے یہ نہ ہو وہ تمہیں دیکھ کر پہلے ہی ڈر جائیں اور کوئی بات ہی نہ بنے۔''

زارا نے اسے ٹالنے کے لئے کہا۔

''اچھا اب تم جاؤ تمہیں تو کام ہے نہ ویسے بھی آج تو ساری آنٹیاں ہی آئیں گی تم کیا کرو گے ان میں بیٹھ کر ایسے ہی نظر لگ جائے گی۔''

وہ اسے پمپ کرنے لگی تو وہ خوش ہو کر کھڑا ہو گیا۔

''تو میں کون سا رکنے والا ہوں پہلے ہی لوگوں نے اتنی نظریں لگا دی ہیں مجھے یہ دیکھو میرا مسل کتنا چھوٹا ہو گیا ہے۔''

وہ اپنا ایک بازو پکڑ کر افسوس سے بولا۔

''ہاں واقعی بہت چھوٹا ہو گیا ہے تمہارے اپنے ہاتھ میں بھی نہیں آ رہا نا......''

وہ اسے طنزیہ انداز میں کہہ کر ہنستی ہوئی کچن میں چلی گئی اور وہ اسے دیکھ کر سوچ میں پڑ گیا اور پھر چابی لے کر باہر چلا گیا۔

☆☆☆☆

دوسرے کمرے میں زیبا الماری سے ایک سوٹ نکال رہی تھی تبھی سارہ کمرے میں آئی اسے دیکھ کر زیبا نے سوٹ سارہ کی طرف بڑھا دیا۔

''یہ والا سوٹ پہن لینا یہ تم پر بہت اچھا لگتا ہے۔''

وہ مسکرا کر بولی۔

''میں نے جو پہنا ہوا ہے وہ ٹھیک ہے ابھی دوپہر کو تو نہا کر پہنا ہے اور اب میرا کوئی موڈ نہیں ہے بن ٹھن کر تیار ہونے کا۔''

وہ بیزاری سے سوٹ کی طرف دیکھ کر بولی۔

''ہاں وہ بھی ٹھیک ہے مگر......''

زیبا نے کچھ کہنا چاہا پر سارہ نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

''پلیز اگر تم لوگ چاہتے ہو کہ مزید میرا موڈ آف نہ ہو تو مجھے کسی چیز کے لئے فورس مت کرنا...... اگر میرا موڈ آف ہوا تو میں کسی کے سامنے نہیں جاؤں گی خود تو تم کسی کے سامنے جاتی نہیں ہو اور جاؤ بھی تو ایسے ہی منہ اٹھا کر چلی جاتی ہو پھر میرے پیچھے کیوں پڑی ہو؟''

سارہ غصے سے بولی۔

''اچھا بابا نہ ہو نا تیار تم ایسے بھی اچھی لگ رہی ہو...... بڑی پیاری لگ رہی ہو۔''

وہ بوکھلا کر بولی۔

''اتنے سیکے لگانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے جا کر اپنا حلیہ درست کرو اور چائے بھی خود ہی سرو کرنا...... صبح سے گھر کے کاموں میں لگی ہو کچھ دیر آرام کر لو۔''

وہ خود پر قابو پا کر بولی۔

زیبا نے ایک نظر خود پر ڈالی وہ واقعی بہت میلی ہو رہی تھی اور اسے پتا تھا کہ ابھی مہمانوں کے ساتھ بھی اسے ہی بیٹھنا ہوگا اسلئے وہ نہانے چلی گئی کوئی آدھے گھنٹے بعد ہی وہ لوگ آ گئے تھے...... تازیہ نے اسد کی دونوں بہنوں سے ان کا تعارف کروایا تھا اور اب زیبا کمرے میں کولڈ ڈرنکس لے کر آئی تھی...... وہ باری باری سب سے ملی اور سب کو کولڈ ڈرنک سرو...... اسد کی والدہ اسے بہت محبت سے ملی تھیں اور پھر زیبا کے بارے میں اپنی بیٹیوں کو بھی بتایا۔

''زیبا کی عادت بہت ہی اچھی ہے...... بہت پیاری بچی ہے اللہ اس کے نصیب اچھے کرے۔''

وہ اسے دعا دینے لگیں اسد کی دونوں بہنیں بھی اسے بڑے غور اور اشتیاق سے دیکھ رہی تھیں...... سارے راستے وہ اپنی ماں سے اس کی تعریفیں سنتی آئی تھیں اور اب مل کر وہ بھی اس کی فین ہو گئی تھیں جیسے ان کی ماں زیبا کے قصیدے الاپ رہی تھیں...... زیبا نے نہا کر ایک سادہ سا سوٹ پہنا تھا...... نہ کوئی میک اپ نہ کوئی بناؤ سنگھار...... پھر بھی وہ سب سے زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی...... اس پر اس کا سب سے پیار اور خوشی سے ملنا اور ہنس ہنس کر باتیں کرنا...... وہ سبھی کے دل کو بھا گئی تھی۔

''ارے آنٹی آپ نے کولڈ ڈرنک نہیں لی؟''

وہ اسد کی ماں کو دیکھ کر پوچھنے لگی۔

''نہیں بیٹی مجھے شوگر ہے اس لئے میں نہیں پیتی۔''

وہ اسے محبت پاش نظروں سے دیکھ کر بولی۔

''اوہ اچھا میں ابھی چائے بنا کر لاتی ہوں۔''

وہ کہہ کر کچن میں چلی گئی اسد کی والدہ نے مسکرا کر اپنی بیٹیوں کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا...... وہ بھی مسکرانے لگیں...... تازیہ نظروں کے یہ تبادلے دیکھ رہی تھی تبھی خاموشی توڑنے کے لئے بولی۔

''زیبا تو پورے گھر کی رونق ہے...... میں جب بھی آتی ہوں یونہی پیار سے ملتی ہے...... دوسری دونوں بچیاں بھی ایسی ہی پیاری اور خوش اخلاق ہیں۔''

وہ مسکرا کر بولی پھر آپس میں ضروری معلومات کا تبادلہ ہونے لگا...... کچھ دیر بعد زیبا پر تکلف چائے کے ساتھ کمرے میں آئی اور چائے سرو کی...... چائے کے بعد سارہ کو بلایا گیا زیبا اسے لے کر کمرے میں آئی تو سبھی اسے دیکھ کر خوش ہوئے۔

''بیٹی کیا تعلیم ہے آپ کی؟''

اسد کی والدہ نے پوچھا

''ماسٹرز۔''

سارہ نے مسکرا کر جواب دیا..... گو کہ اس کا موڈ اچھا نہیں تھا اور وہ کسی سے ملنا بھی نہیں چاہتی تھی پھر بھی مجبوراً وہ ان سے ملنے آئی تھی اور مصنوعی ہنسی سے کسی کو اپنے اندر کی گھٹن کا احساس بھی نہیں ہونے دے رہی تھی۔

''کھانا بنانا آتا ہے؟۔''

اسد کی بڑی بہن نے پوچھا۔

''جی آتا ہے۔''

وہ پھر سے مسکرا کر بولی۔

''اور کیا مصروفیات ہیں؟۔''

چھوٹی بہن نے مسکرا کر پوچھا۔

''کچھ خاص نہیں وہی روز کے گھر کے کام وغیرہ۔''

سارہ نے سوچ کر کہا..... اور دل میں سوچا ہر دوسرے روز کسی نہ کسی کے سامنے بیٹھنا..... یہی ایک کام رہ گیا ہے اب زندگی کا.....

کچھ دیر بعد وہ لوگ جانے کے لئے کھڑے ہو گئے تھے..... زیبا اور شگفتہ نے انہیں اچھے سے رخصت کیا..... وہ لوگ کافی خوش تھے جس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ سارہ کو پسند کر گئے ہیں۔ شگفتہ بھی خوش تھیں اور زیبا بھی..... نازیہ کسی مخمصے کا شکار تھی اس کے دل میں کچھ عجیب وغریب شکوک وشبہات جنم لے رہے تھے..... اس کی چھٹی حس اسے کچھ بتا رہی تھی پر وہ اس کا اظہار نہیں کرنا چاہتی تھی..... پر اسے امید تھی کہ بات بن جائے گی۔

☆☆☆☆

''کتنے دن گزر گئے ہیں ابھی تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا..... بڑی عجیب بات ہے پتا نہیں ہمیشہ ایسا کیوں ہوتا ہے..... ہر بار لوگ اتنا خوش ہو کر جاتے ہیں اور پھر کوئی جواب ہی نہیں دیتے بظاہر تو کوئی مسئلہ نظر نہیں آتا پھر ہر بار تمہارے ساتھ ایسا کیوں ہو جاتا ہے..... جاتے ہوئے تو وہ لوگ بہت خوش تھے اور لگ رہا تھا کہ رشتہ پکا ہو ہی جائے گا۔''

زیبا نے آخر خود ہی اس سکوت کو توڑا جو پچھلے کئی منٹوں سے طاری تھا..... کافی دیر چلنے کے بعد اس نے اپنی تشویش کا اظہار کیا تھا اس وقت وہ سارہ کے ساتھ چھت پر واک کر رہی تھی۔

''تو اس میں کون سی نئی بات ہو گئی جو تم اتنا پریشان ہو رہی ہو..... یہ تو روٹین کی بات ہے..... ہر بار ایسا ہی تو ہوتا ہے..... اور مجھے تو پتہ تھا کہ یہ رشتہ نہیں ہوگا۔''

سارہ نے بڑے آرام سے کہا۔

''اچھا تمہیں کیسے پتا چلا تھا؟''

زیبا نے حیرت سے پوچھا۔

''ویسے ہی جیسے ہر بار پتا چل جاتا ہے..... پہلے میں نے اس لئے نہیں بتایا کہ پھر تم کہتی کہ میں ہر بار پہلے ہی کوئی نہ کوئی بری بات منہ سے نکالتی ہوں اس لئے رشتہ نہیں ہوتا جبکہ مجھے پہلے سے ہی پتا چل جاتا ہے کہ ایسا ہی ہوگا اب یہ تو اللہ ہی بہتر جانے کہ وہ کیوں مجھے پہلے ہی بتا دیتا ہے.....شاید مزید مایوسی اور ڈپریشن سے بچانے کے لئے کیونکہ انسان تبھی مایوس ہوتا ہے جب وہ کسی سے امید لگاتا ہے اور میں اب کسی سے کوئی امید نہیں لگاتی.....اور پھر اس کام کا مجھے اتنا تجربہ ہو چکا ہے کہ ایک نظر آنے والے لوگوں کو دیکھ کر ہی جان جاتی ہوں کہ آگے کیا ہونے والا ہے۔ اس دن مجھے ان کی آنکھوں میں ایسا کچھ بھی نظر نہیں آیا تھا..... مجھے تو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ مجھ سے ملنے کی بس فارملیٹی پوری کر رہے ہوں..... پتا نہیں تم اور امی کیوں اتنا خوش تھیں۔''

زیبا کچھ دیر خاموشی سے سوچتی رہی اور پھر بولی۔

''ہوسکتا ہے انہوں نے کوئی جواب دیا ہو پر نازیہ آنٹی نے ابھی تک ہمیں بتایا نہیں..... وہ کچھ دن پہلے میری بھی تصویریں لے کر گئی ہیں امی سے.....کوئی رشتہ بتایا ہے انہوں نے میرے لئے بھی۔''

وہ سارہ کو بتانے لگی۔

''اچھا کہاں کا ہے؟ لڑکا کیا کرتا ہے؟''

سارہ یکدم خوش ہو کر پوچھنے لگی۔

''پتا نہیں کچھ خاص نہیں بتایا اور امی نے میری اتنی اچھی تصویریں دے دی ہیں.....شاید وہ ادھر ہی بزی ہیں اس لئے ان کا یہاں چکر ہی نہیں لگا۔''

زیبا نے کہا۔

''اچھا ہے کہ تمہارا ہی پہلے ہو جائے۔''

سارہ نے کچھ سوچ کر کہا۔

''وہ کیوں؟''

زیبا نے حیرت سے پوچھا۔

''اس لئے کہ تم بڑی ہو اور تمہاری امی ابو کو زیادہ ٹینشن رہتی ہے۔''

سارہ نے آہ بھر کر کہا۔

''ہاں یہ تو ہے..... پر مجھے نہیں لگتا کہ میری اب شادی ہوگی۔''

زیبا نے افسردگی سے کہا۔

''وہ کیوں؟''

سارہ نے سوال کیا۔

''کیونکہ میں ایک طلاق یافتہ ہوں اور ہمارے اس ہندوانہ معاشرے میں اسے ایک گالی سمجھا جاتا ہے حالانکہ دوسرے مسلم ممالک میں طلاق یافتہ اور بیوہ عورتوں کو کنواری عورتوں پر فوقیت دی جاتی ہے..... پر ہمارے اس سو کالڈ مسلم ملک میں سب کچھ ہوتا ہے مگر کوئی بھی کام اسلام اور سنت پر نہیں ہوتا۔''

زیبا نے جذباتی انداز میں کہا۔

''یہ تو ہے۔''

سارہ بولی۔

''میں کسی شادی شدہ مرد سے شادی نہیں کروں گی یہ میرا اٹل فیصلہ ہے اور کوئی کنوارہ مجھ سے شادی نہیں کرے گا اس لئے میری شادی کو تو بھول ہی جاؤ..... میں نے خود بھی اس بارے میں سوچنا چھوڑ دیا ہے..... میں تو چاہتی ہوں کہ میرے بھائیوں اور بہنوں کے گھر بس جائیں اور وہ سدا خوش رہیں۔''

وہ مسکرا کر بولی۔

''ضروری تو نہیں کہ ایسا ہی ہو جیسا ہم سوچ رہے ہیں ہوسکتا ہے کہ وہ رشتہ اچھا ہو اور ہم نے پہلے ہی نازیہ آنٹی کو بتا دیا تھا کہ ہمیں کنوارہ لڑکا ہی چاہئے تمہارے لئے۔''

سارہ نے سوچ کر اور پرامید ہو کر کہا۔

''ہم اچھا رشتہ......''

زیبا نے طنزیہ انداز میں ہنس کر کہا۔

''اچھا رشتہ..... اس ملک میں ایک طلاق یافتہ لڑکی کو کہاں سے ملے گا اچھا رشتہ؟ یہاں کے لوگ تو اتنی تنگ ذہنیت کے ہیں کہ ایک مطلقہ یا بیوہ کو اپنے لئے کسی گالی سے کم نہیں سمجھتے اور خود چاہے کسی بھی عمر اور کریکٹر کے ہوں بیوی تو ایسی چاہتے ہیں جو سات پردوں میں لپٹی ہو..... جسے چھونا تو دور کی بات کبھی کسی نے ایک نظر دیکھا بھی نہ ہو۔ تم نے دیکھا نہیں پہلے جو دو رشتے تم لوگوں نے میرے لئے دیکھے تھے کیسے وہ دونوں ہی صرف لڑکیوں کو ہی شادی کی ناکامی کا الزام دے رہے تھے اور خود کو یوں ظاہر کر رہے تھے جیسے وہ دودھ کے دھلے ہوں..... خود کتنے معصوم اور شریف ظاہر کر رہے تھے جیسے سلطان کرتا تھا..... سب کے سامنے اتنا اچھا بنتا تھا اور پیچھے سے مجھے سے ایسا سلوک کرتا تھا جیسے میں اس کی زرخرید

غلام ہوں...... کیا کچھ نہیں کیا تھا میں نے اپنی شادی بچانے کے لئے...... کیا ملا مجھے...... کوئی عورت اپنا گھر خود تباہ نہیں کرتی پھر بھی لوگ ہمیشہ عورت کو ہی الزام دیتے ہیں...... صرف عورت ہی قصوروار سمجھی جاتی ہے...... مرد چاہے کچھ بھی کر لے ہمیشہ بے گناہ ہوتا ہے اور چاہے دوسری شادی کرے یا تیسری اسے ہمیشہ ایک کنواری لڑکی چاہئے ہوتی ہے جو ہمارا معاشرے میں بڑے آرام اور عزت کے ساتھ اسے دے دی جاتی ہے کیونکہ مرد کو اختیار ہے کہ وہ جتنی مرضی شادیاں کرے اور جب چاہے بیوی کر چھوڑ کر کہیں اور شادی رچا لے...... پر مجھے ایسا کوئی بھی مرد قبول نہیں اور نہ ہی مجھے شادی کا کوئی اتنا شوق ہے۔''

وہ طیش سے بولی۔

''مجھے کونسا شادی کا شوق ہے پر ہم لڑکیوں کا یہی مقدر ہے کہ شادی کرنا چاہیں یا نہیں رشتے پسند ہو یا نہیں پھر بھی اپنے والدین کے سر سے اپنی ذمہ داریوں کا بوجھ اتارنے کے لئے اور اپنے بہن بھائیوں کے لئے ہمیں اپنی قربانی دینا ہی پڑتی ہے...... ان سب رشتوں کے لئے ہمیں خود کو سولی پر بھی چڑھانا پڑے تو ہم چڑھ جاتے ہیں...... پہلے میں سوچتی تھی کہ اب وہ زمانے نہیں رہے جب عورتوں کو قربانی کی گائے بھینس کی طرح سمجھا جاتا تھا...... زمانہ بہت بدل گیا ہے...... پر اب مجھے لگتا ہے کہ کچھ بھی نہیں بدلہ بس کچھ ویسا ہی ہے as much it changes, as much it remains the sam یہ بات اب مجھے بہت اچھے سے سمجھ آ گئی ہے...... پہلے کی طرح ویسے ہی آج بھی عورت کو ہی ہر قربانی دینا پڑتی ہے...... شاید اس لئے کہ عورت کو پیدا ہی اس لئے کیا گیا ہے...... پر نہیں یہ سب مردوں کا کیا دھرا ہے...... دنیا چاہے کتنی بھی ترقی کر لے مردوں کی فطرت اور ذہنیت کبھی بدل نہیں سکتی وہ ہر زمانے میں ایک سا ہی رہتا ہے...... مرد ہمیشہ سے اپنے خواہشات اور اور خوشیوں کے لئے عورتوں کا استحصال کرتے آئے ہیں اور تا قیامت کرتے رہیں گے...... شعور، تعلیم، تہذیب کچھ بھی مردوں میں موجود حیوانیت اور ان کی فطرت میں شامل احساس برتری کو ختم نہیں کر سکتے...... وہ ہمیشہ عورتوں کو اپنے اشاروں پر نچانا چاہتے ہیں اور عورت ہی ان کے ظلم و ستم کا نشانہ بنتی آئی ہے اور بنتی رہے گی...... مرد کسی بھی روپ میں ہو ایک مرد ہی ہوتا ہے اور کچھ نہیں...... شادی سے پہلے باپ اور بھائی عورت کے تمام فیصلے کرتے ہیں اور بعد میں شوہر اور بیٹے...... عورت کی نہ تو اپنی کوئی پسند ہے اور نہ ہی کوئی مرضی...... جیو تو دوسروں کے لئے مرو تو وہ بھی دوسروں کی خاطر...... عورت نہ تو اپنے لئے کچھ سوچ سکتی ہے اور نہ ہی کچھ کر سکتی ہے۔''

وہ رک کر دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی تو زیبا بھی اس کے ساتھ آ کر کھڑی ہو گئی وہ کچھ تھک گئی تھی اور خاموشی سے باہر دیکھ رہی تھی جہاں اندھیرے کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔

''دنیا میں کہیں بھی چلے جاؤ، کچھ بھی بن جاؤ سب کچھ بیکار اور فضول لگتا ہے جب تک آپ کا دل مطمئن اور خوش نہ ہو اور اگر دل ہی خوش اور مطمئن نہ ہو تو دنیا کی ہر شے بے وقعت اور بے معنی ہو جاتی ہے...... زندگی بہت تلخ ہے اور یہ سب تبھی پتا چلتا ہے جب زندگی کی تلخ حقیقتیں آنکھوں میں بسے ہر خواب کو چکنا چور کر کے آنکھوں میں انگارے بھر دیتی ہیں۔ ہم لڑکیاں جوانی کی دہلیز پر قدم ارکھتے ہی جو خواب بننا شروع کر دیتی ہیں وہ صرف سراب ہوتے ہیں جنکو پانے کے لئے دشت، دشت صحرا صحرا ننگے پاؤں چلتے ہوئے وہ تمام خواب عذاب بن جاتے ہیں اور دل، آنکھیں، روح سب کچھ جھلس جاتے ہیں......''

وہ کہتے ہوئے رک گئی اسے وہ تمام واقعات پھر سے یاد آنے لگے تھے جنہیں وہ بھول گئی تھی...... پر شاید یہ انسان کی خوش فہمی ہے...... انسان کا ماضی کبھی بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا...... وہ ہر لحہ اسی انتظار میں رہتا ہے کہ کب اسے موقع ملے اور وہ اپنی تمام تر شدتوں اور اذیتوں سمیت انسان کو دبوچ لے جس سے وہ ایک عرصہ پہلے گزر چکا تھا...... اور یہ بھی انسان کی بدقسمتی ہے کہ ہمیشہ تلخ یادیں ہی بار بار دماغ میں ابھرتی ہیں اور وہ اچھی یادوں کا آنے کا موقع ہی نہیں دیتیں۔ برے تجربات انسان کی شخصیت کو ریزہ ریزہ کر دیتے ہیں اور انسان چاہے یہ بات لاکھ بار خود کو باور کرائے کہ وہ صحیح تھا اور اس نے آخری حد تک کوشش کی مگر اس کا نفس کبھی اسے اپنی شکست کا احساس بھولنے نہیں دیتا...... اور شادی کی ناکامی تو عورت ہی کی شکست ہوتی ہے چاہے اس کا ذمہ دار ایک مرد ہی کیوں نہ ہو...... گھر کے ٹوٹنے کی اذیت صرف ایک عورت ہی جان سکتی ہے کوئی مرد ایک لمحے کو بھی اس کرب کو محسوس نہیں کر سکتا...... چاہے گھر مرد کی مرضی سے ٹوٹے یا کسی اور وجہ سے تکلیف عورت ہی کا مقدر ہے اور یہ تکلیف بالکل ایسی ہے جیسے کسی عورت کو زندہ کسی گھر کے ملبے تلے دبا دیا جائے...... جہاں اس کی چیخ و پکار سننے والا کوئی بھی نہ ہو...... جہاں اس کی سسکیاں صرف اسی کے کانوں میں گونج گونج کر دم توڑ دیں...... جہاں نہ اسے کوئی دیکھ سکتا ہو اور نہ ہی وہ کسی کو دیکھ سکتی ہو...... جہاں نہ پانی ہو نہ روشنی اور نہ ہی ہوا...... اور جہاں وہ تل تل مر رہی ہو...... جہاں سسک سسک کر اس کا وجود ختم ہو جائے...... ایسا ہے ایک عورت کا گھر ٹوٹنے کا احساس...... کوئی مرد دنیا کا کوئی بھی مرد چاہے وہ اپنے گھر سے کتنا ہی پیار کرے کبھی اس کرب اور اذیت سے نہیں گزرتا جس سے ایک عورت گزرتی ہے اور یہ کرب اور یہ دکھ زیبا نے سہا تھا...... چھوٹی سی عمر میں اتنا بڑا دکھ دیکھا تھا...... اپنی عزت اپنی جان اور ہر چیز گویا بالائے طاق رکھ کر اس نے ہر ممکن کوشش کی تھی...... اپنے گھر کو بچانے کی...... ایک ایسے گھر کو جو کبھی اس کا تھا ہی نہیں...... مگر گھر تو مردوں کے ہوتے ہیں اور صرف مردوں کی مرضی سے ہی بنتے اور ٹوٹتے ہیں پھر صرف اس کے چاہنے سے کیا ہوتا...... کچھ بھی تو نہیں...... عورت کی تمام قربانیاں اس وقت رائیگاں ہو جاتی ہیں جب مرد ایک ہی لفظ کو زبان کی ہلکی سی جنبش سے تین بار ادا کرتا ہے...... اور پھر تنکا تنکا جمع کیا ہوا عورت کا گھر تعش کے پتوں کی طرح ہوا کے ایک ہی جھونکے سے زمین بوس ہو جاتا ہے...... یا مکڑی کے گھر کی طرح ایک ہی جھٹکے سے ٹوٹ جاتا ہے...... یہ ہے اس حسین خواب کی حقیقت جو ہر لڑکی دیکھتی ہے...... ایک خوبصورت گھر اور ایک پیار کرنے والا شوہر کچھ زیادہ تو نہیں مانگا تھا میں نے...... کچھ زیادہ تو نہیں چاہا تھا اور نہ ہی کچھ ان کو کھا مانگ لیا تھا رب سے...... پھر کیوں مجھے اتنا کچھ سہنا پڑا...... پھر بھی آج میں خالی ہاتھ ہوں......" وہ دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر دیکھنے لگی۔

"کیا دیکھ رہی ہو اتنے اندھیرے میں؟۔"

زیبا کافی دیر سے خاموش تھی اور پھر اپنے دونوں ہاتھ بڑھا کر دیکھنے لگی تو سارہ نے اسے دیکھ کر پوچھا۔

"قسمت۔"

وہ کھوئے ہوئے انداز میں بولی...... ایک بار پھر وہ درد جسے وہ بہانوں سے دباتی رہی تھی دل میں کسک بن کر ابھر آیا تھا...... اس کی آنکھیں اب آنسوؤں سے خالی تھیں پر اب ان میں عجیب سی وحشت اور ویرانی تھی جو اس کی آنکھوں سے جھانک رہی تھی...... دونوں طرف ایک بار پھر خاموشی چھا گئی تھی۔

''بحر حال تم پریشان مت ہو اللہ تمہاری قسمت اچھی کرے...... سب کی قسمت ایک جیسی تو نہیں ہوتی نا...... اب عمر بھائی کی بھی تو شادی ہوئی ہے اور وہ ماشااللہ بہت خوش ہیں اور مجھے امید ہے کہ باقی سب بھی شادی کے بعد بہت خوش رہیں گے...... اور تم میری ٹینشن لینا بھی چھوڑ دو میں اب پہلے جیسی بیوقوف نہیں رہی کہ جس نے جیسا کہا ویسا ہی کرنے لگوں...... زندگی نے بہت سبق سکھائے ہیں مجھے...... اللہ کی ہر کام میں کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوتی ہے...... اب تم دیکھو میں کتنی سیدھی سادھی اور بیوقوف ہوتی تھی عقل تو مجھے چھو کر بھی نہیں گزری تھی...... جو جیسا بتاتا ویسا ہی دیکھتی تھی...... جیسا کہتا ویسا ہی کرتی...... کبھی اپنی عقل استعمال ہی نہیں کرتی تھی...... پر اب میں بہت سمجھدار ہوگئی ہوں۔''

زیبا نے سر کو جھٹکا اور یکدم اپنا موڈ بدل کر باتیں کرنے لگی وہ جانتی تھی کہ سارہ جو اتنی دیر سے خاموش کھڑی ہے یقیناً وہ رو رہی ہوگی اور اندھیرے میں اپنے آنسو اس سے چھپا رہی ہے...... وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی وجہ سے گھر میں کوئی بھی دکھی ہو اسلئے وہ سب کے سامنے ہنستی بولتی رہتی تھی بات بے بات قہقہے لگاتی اور اپنا غم غلط کرتی...... پر سارہ اور زارا سے وہ اپنے دل کی ہر بات کرتی تھی کیونکہ وہ ان سے کچھ بھی نہیں چھپاتی تھی اور آج بھی اس نے اپنے دل کی بھڑاس نکالی تھی پر سارہ کو یوں خاموش دیکھ کر اس نے پچھلی ساری باتوں پر مٹی ڈالی اور ایک بار پھر سے امید کا دامن تھا لیا تھا...... اتنا عرصہ اکیلے رہ کر رہ یہ تو جان ہی گئی تھی کہ چاہے جتنا بھی رولو کڑھ لو جو ہونا ہوتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو نہیں ہونا ہوتا وہ کبھی نہیں ہوتا اس لئے انسان کو ہر حال میں خوش رہنا چاہئے۔

''بول کیوں نہیں رہی...... ادھر دیکھو نا زرا۔''

وہ اسے خاموش دیکھ کر بولی اور اس کا چہرہ اپنی طرف گھمایا۔

''تم یوں رو رہی ہو...... رو رو کر اپنی آنکھیں خراب کر رہی ہو...... رونے سے کبھی کچھ حاصل نہیں ہوتا ہمیشہ اپنا ہی نقصان ہوتا ہے...... اگر رونے سے کوئی فرق پڑتا ہوتا تو آج میرے حالات بہت مختلف ہوتے...... مجھے دیکھو میں کوئی روتی ہوں اب؟ بہت روئی ہوں میں بھی مگر دیر سے ہی سہی یہ بات میری سمجھ میں آ ہی گئی کہ یہ آنسو انسان کو کمزور بنا دیتے ہیں اور ان کا کوئی فائدہ نہیں ہے...... یہ جو آنسو ہوتے ہیں نا یہ ہمیں کمزور اور مخالف کو مضبوط بنا دیتے ہیں اور اگر زندگی میں کامیاب ہونا چاہتی ہو تو کبھی کسی کے سامنے مت رونا...... خاص کر کسی مرد کے سامنے...... کبھی کسی مرد کے آگے خود کو کمزور اور بے بس ظاہر نہ کرنا...... کیونکہ یہ جو مرد ہوتے ہیں انہیں ایک ایسی ہی مظلوم عورت چاہئے ہوتی ہے جو ان کے مظالم سہے اور ان کے اشاروں پر ناچے اور جو عورت ایسا کرتی ہے وہ ساری عمر یوں ہی مردوں کے رحم و کرم پر پڑی رہتی جس کی نہ تو کوئی عزت ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی مقام...... اگر ایک کامیاب زندگی گزارنی ہے تو اپنا سر اٹھا کر چلنا سیکھو...... اپنا حق لینا سیکھو...... سمجھی۔''

وہ اس کو شانوں سے مضبوطی پکڑ کر اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

''آج کے بعد میں تم کو روتا نہ دیکھوں...... اپنے آپ کو مضبوط بنالو...... اپنی کسی خامی کو کسی کے سامنے مت آنے دو...... خود کو اتنا پتھر بنالو کہ دنیا کی ٹھوکریں تمہارا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں...... اپنے پیر مضبوطی سے زمین پر جمالو کہ ہوائیں کتنی ہی تیز کیوں نہ ہوں کبھی تمہیں ہلا بھی نہ سکیں...... دنیا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنا سیکھو...... اگر تم ڈرو گی تو یہ دنیا تمہیں اور ڈرائے گی...... دنیا سے ڈٹ کر مقابلہ کرنا سیکھو۔ یہ جو آزمائشیں

قدرت کی طرف سے آتی ہیں یہ اسی لئے دی جاتی ہیں تا کہ ہم ان سے سبق سیکھیں...... یہ اس لئے ہوتی ہیں تا کہ ہمیں زندگی میں آنے والے حالات کے لئے تیار کریں...... یہ ہمیں زندہ رہنے اور جینے کا سلیقہ سکھاتی ہیں...... مجھ پر جو مشکل امتحان گزرے گو کہ وہ بہت تکلیف دہ تھے مگر مجھے ان سب کا بہت فائدہ بھی ہوا ہے...... آج میں ایک مظبوط انسان ہوں...... آج میں اس قابل ہوں کہ اپنے حق کے لئے لڑ سکوں...... آج میں یہ جانتی ہوں کہ کسی دوسرے کے ساتھ وہی کرنا چاہئے جیسا وہ آپ کے ساتھ کرے اور جس کا وہ مستحق ہو...... اور اگر کوئی آپ کے ساتھ برا کرے تو آپ کو بھی اس کے ساتھ برا ہی کرنا چاہئے تا کہ آئندہ وہ آپ کے ساتھ کچھ برا کرنے سے پہلے دس بار سوچے...... نہ کہ میری طرح اس امید پر کہ برائی کا بدلہ اچھائی سے دیتے رہیں گے تو برا کرنے والا ایک دن اچھا ہو جائے گا...... نہیں کوئی بھی برا انسان کبھی کسی اچھے انسان کی اچھائی سے کوئی اچھا سبق نہیں لیتا بلکہ وہ پہلے سے بھی زیادہ برا بن جاتا ہے جب وہ یہ جان جاتا ہے کہ اس کے برے عمل کے بدلے بھی اسکے ساتھ اچھا ہی ہوگا...... ہم لڑکیوں کو سن کچھ سکھایا جاتا ہے مگر یہ نہیں سکھایا جاتا کہ اپنا حق کیسے لینا ہے اور دنیا سے کیسے نمٹنا ہے یہ سب ہمیں خود ہی سیکھنا پڑتا ہے اور اس سیکھنے میں استاد کیسا ملے گا اور کتنی کڑی سزا ملے گی یہ سب قسمت کی بات ہے...... جب زمانے کی ٹھوکریں پڑتی ہیں تو وہ سب سمجھ آہی جاتا ہے جو دنیا کی کوئی تعلیم اور کوئی ڈگری سمجھانے سے قاصر ہے۔''

سارہ حیرت سے زیبا کو تکے جارہی تھی جو اس کے سامنے کھڑے ہو کر اسے سمجھا رہی تھی........ ویسے تو زیبا بڑی تھی مگر سب سارہ کو ہی بڑا سمجھتے تھے کیونکہ وہ زیبا سے زیادہ سنجیدہ مزاج تھی پر آج زیبا کی باتیں سن کر وہ دنگ رہ گئی تھی؛ وہ بھی اتنی سمجھداری کی باتیں نہیں کیا کرتی تھی...... وہ پہلے سے بہت بدل گئی تھی پر آج یہ سب سن کر اسے بہت حیرت تھی پر وہ جن حالات سے دو چار رہی ان سے گزرنا کسی عام لڑکی کے بس کی بات نہیں تھی سارہ جب بھی اس کے بارے میں سوچتی تو وہ اسے بہت تعجب ہوتا کہ وہ کس طرح ان حالات میں سروایو کر گئی اگر وہ خود ان حالات سے گزرتی تو شاید زندہ ہی نہ بچتی...... زیبا واقعی بہت بہادر تھی اور بہت صبر والی بھی۔

''ہاں تم نے ٹھیک کہا اللہ تو اپنے نیک بندوں کو ہی آزماتا ہے اور ہم ذرا سی آزمائش پر اس کی تمام نعمتوں کی ناشکری کرنے لگتے ہیں۔''

سارہ نے گہری سانس بھر کر کہا۔

''ویسے ایک بات تو بتاؤ؟۔''

سارہ نے کچھ دیر رک کر کہا۔

''کیا؟۔''

زیبا نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ کر پوچھا۔

''تم اتنی سمجھدار کیسے ہو گئی اور اتنی بڑی بڑی باتیں کس نے سکھا دی تمہیں؟۔''

سارہ خوش ہو کر پوچھا۔

''وقت وقت کی بات ہے ڈیئر۔''

زیبا نے چلتے ہوئے کہا۔

''یہ تو ہے ورنہ تم بقول تمہارے بہت بیوقوف تھی۔''

سارہ نے ہنس کر کہا۔

''کیا مجھے بیوقوف کہتی ہے...... ٹھہر میں ذرا میں ابھی تجھے بتاتی ہوں...... مس ماسٹرز......''

زیبا نے سارہ کو اسے کہہ کر پہلے ہی دور جا چکی تھی کہا۔

''میں یہ خوشخبری زارا کو بتاتی ہوں کہ اس کی بہن جو پہلے بیوقوف تھی اب بہت سمجھدار ہوگئی ہے......''

سارہ اسے کہہ کر سیڑھیوں کی طرف بھاگی اور زور سے قہقہہ لگایا۔

''ٹھہر میں تجھے آ کر بتاتی ہوں۔''

زیبا نے اسے کہا اور اس کے پیچھے بھاگی۔

☆☆☆☆

کمرے میں نیم تاریکی تھی اور ٹی وی خلاف معمول بند تھا...... عموماً وہ کمرے میں آتے ہی پہلے ٹی وی آن کیا کرتا تھا پر پچھلے تین دنوں سے وہ ٹی وی کو جیسے بھول ہی گیا تھا اور اگر لگا بھی ہوتا تو وہ اپنی سوچوں میں اس قدر گم ہوتا کہ اسے پتا ہی نہیں چلتا تھا کہ وہاں چل کیا رہا ہے...... کسی بھی کام میں اس کا دل ہی نہیں لگ رہا تھا...... شاید بے چینی اور اضطراب اسے کسی پل چین نہیں لینے دے رہا تھا...... انسان سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے...... کوشش کرتا کسی اور چیز کے لئے ہے اور ملتا کچھ اور ہے...... ہر بار اس کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے...... اسے پہلے ہی شک تھا...... ایک ڈر جو اسے اندر ہی اندر ڈرا رہا تھا آخر وہی ہوا تھا جس کا ڈر تھا...... پر اس بار تو وہ ہوا تھا جس کا اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا...... میں کیسے؟ کیسے کسی ایسی لڑکی کے ساتھ؟

اس سے آگے وہ سوچ بھی ہی نہ پاتا تھا یہ سب کیا ہو رہا ہے...... کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ...... کیا ہو گیا ہے سب گھر والوں کو......؟ کھانے پر بھی اس کی شادی ہی کی باتیں ہو رہی تھیں پر اسے کسی بھی بات کی خوشی محسوس نہیں ہو رہی تھی...... جس چیز کے لئے وہ اتنا دیا گڑ گڑایا تھا اب اگر وہ چیز اسے ملنے والی تھی تو اسے کوئی خوشی کیوں محسوس نہیں ہو رہی تھی؟

وہ بیڈ پر لیٹ گیا اور آنکھیں موند لیں وہ سونا چاہتا تھا مگر نیند تو جیسے اس سے روٹھ ہی گئی تھی...... وہ پچھلے تین دنوں سے سو بھی نہیں پا رہا تھا...... میں کس دوراہے پر آ کھڑا ہوں کہ کچھ بھی سمجھ نہیں آتا...... ایک بار پھر ماں کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجنے لگے تھے۔

''بیٹا تم مجھے بہت عزیز ہو اور ہمیشہ تم نے میری ہر بات مانی ہے...... مجھے کبھی تمہاری وجہ سے کسی پریشانی اور دکھ کا سامنا نہیں کرنا پڑا اس لئے میں نے بھی ہمیشہ کوشش کی ہے کہ تمہیں وہ سب دوں جس کے تم مستحق ہو...... بیٹا میں نے ایک لمبی عمر بیوگی میں گزاری ہے اور کئی بار چاہتے ہوئے بھی میں اپنے بچوں کو وہ کچھ نہیں دے سکی جو میں دینا چاہتی تھی...... وہ سب نہیں کر پائی جو کرنا چاہتی تھی پھر بھی تم دونوں بھائیوں نے بہت مشکل

حالات میں خود کو بھی سنبھالا اور مجھے اور اپنی بہنوں کو بھی...... ہماری ہر ضرورت پوری کی...... مجھے اپنی اولاد پر فخر ہے اور تم مجھے سب سے پیارے ہو۔ میں نے ہمیشہ چاہا کہ تم کو دنیا کی ہر شے لا کر دوں پر میں اس قابل کہاں تھی اور تمہاری شادی میں جو تاخیر ہوئی اس میں جہاں قسمت کا عمل دخل تھا وہاں یہ بات بھی تھی کہ میں چاہتی تھی کہ کوئی بہت اچھی لڑکی ہو جو تمہاری شریک حیات بنے...... جو تم جیسی خوبصورت ہو خوش مزاج اور اچھی عادات کی مالک ہو...... جو تمہاری زندگی میں آئے تو تمہاری پچھلی تمام محرومیوں کا ازالہ ہو جائے۔''

اسد تمام باتیں بڑے غور سے سن رہا تھا اس کی ماں نے کبھی اس طرح کوئی بات نہ کہی تھی آج جانے انہیں کیا ہو گیا تھا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس سے کیا بات کہنا چاہ رہی تھیں پر وہ خاموشی سے ان کی باتیں سن رہا تھا یہ اس کی اچھی عادتوں میں سے ایک اچھی عادت تھی کہ وہ پہلے دوسروں کی بات سنتا اور پھر اپنی بات کہتا۔

''بیٹا عمر کے گھر سے ہم لوگ بہت خوش ہو کر آئے ہیں...... وہ واقعی بہت اچھے اور خاندانی لوگ ہیں...... تم خود بھی ملے ہو تمہیں کیسے لگے؟''

انہوں نے عمر کے گھر سے واپسی پورات کو کھانا کھاتے ہوئے اسد سے پوچھا تھا۔

''لوگ تو بہت اچھے ہیں...... میرے کچھ دوست بھی عمر اور اس کی فیملی کو اچھے سے جانتے ہیں انہوں نے بھی کہا ہے کہ وہ بہت اچھے اور شریف لوگ ہیں۔''

اسد نے بتایا۔

''بیٹا لڑکی میں نے دیکھ لی ہے وہ بھی بہت اچھی ہے مگر......''

وہ کہتے ہوئے رک کر اسد کی طرف دیکھنے لگیں۔

''مگر کیا امی؟''

اسد نے ماں کو دیکھ کر پوچھا اس کے دل میں وسوسے شدت پکڑ رہے تھے۔

''تم نے زیبا کو تو دیکھا ہی ہوگا نہ وہ جو اس دن عمر کے ساتھ آئی تھی...... وہ سارہ کی بڑی بہن ہے صرف ایک سال کا ہی فرق ہے۔''

وہ اسد کو متفکر دیکھ کر سوالیہ نظروں سے اسے پوچھنے لگیں۔

''جی...... جی۔''

اسد نے دھڑکتے دل سے کہا...... اسے اپنے دل کی بیتاب دھڑکنوں پر حیرت ہوئی تھی کیوں وہ زیبا کے ذکر پر یوں دھڑکنے لگا تھا اس نے کچھ نروس ہو کر جواب دیا۔

''بیٹا وہ...... وہ زیبا کی بہن بھی اچھی ہے مگر......''

وہ ہچکچا کر بولیں اسد دم بخود بیٹھا انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھتا رہا۔

''وہ زیبا مجھے زیادہ پسند آئی ہے۔''

وہ کچھ سوچ کر کہنے لگیں...... اسد حیرت سے ماں کا چہرہ تکنے لگا اس کے دل میں عجیب سی بے چینی ہونے لگی تھی اور اس کا دل قابو سے باہر ہو رہا تھا...... اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس کی ماں آگے اور کیا کہنے والی تھیں...... وہ خاموش تھا جیسے اس کے پاس الفاظ ہی ختم ہو گئے ہوں...... وہ بات جو اس کے دل کے نہاں خانوں کے گوشوں میں کہیں انگڑائیاں لیتی رہی تھی اور جسے وہ خود سے بھی چھپا رہا تھا وہ بات کیسے اس کی ماں کی زبان پر آ گئی تھی۔

بیٹے کو خاموش دیکھ کر وہ سمجھ گئی تھیں کہ وہ ان کی بات کا مطلب نہیں سمجھا اور پھر بولیں۔

''بیٹا تم نے زیبا کو دیکھا تھا وہ تم کو کیسی لگی؟''

ایک بھولا بھالا چہرہ اس کی آنکھوں میں گھوم گیا تھا جیسے وہ کئی بار خیالوں میں دیکھ چکا تھا۔

''کیا وہ تمہیں پسند ہے؟''

اسے خاموش پا کر انہوں نے سوال دہرایا تو اسد اپنی سوچوں سے باہر آیا۔

''جی وہ تو بہت اچھی ہے۔''

اسد نے ٹھہر ٹھہر کر کہا...... اس کا جواب سن کر ان کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا وہ جانتی تھیں کہ ان کی پسند ان کے بیٹے کو بھی ضرور پسند آئے گی اور پھر اسد کی بہنوں نے بھی زیبا کو پسند کیا تھا اور ماں کے فیصلے کی تائید کی تھی۔

''بیٹا وہ واقعی بہت اچھی لڑکی ہے آج تک میں نے جتنی بھی لڑکیاں دیکھی ہیں ان میں زیبا ہی میرے دل کو بھائی ہے اور تمہاری بہنوں کو بھی وہ بہت اچھی لگی ہے...... اگر تمہاری رضامندی ہو تو میں اس کی والدہ سے تمہارے لئے اس کا ہاتھ مانگ لوں؟''

انہوں نے بہت خوشی اور امید سے بیٹے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

اسد کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ گھر میں یہ سب چل رہا ہے...... وہ مبہوت سا کسی گہری سوچ میں گم ہو گیا تھا...... کچھ دیر خاموش رہ کر وہ بولا۔

''وہ تو شادی شدہ ہے۔''

وہ دھیمی آواز میں رکتے رکتے بولا اور اسے ایسا لگا جیسے وہ تاج محل کے سامنے کھڑا ہے...... اس کی خوبصورتی سے اور دلکشی سے مبہوت اور بیخود...... پر جب اسے اس کو سراہنے کو کہا گیا تو اس نے کہا...... بہت خوبصورت اور دلکش اور نہایت نفیس ہے...... بے شک ہنر محبت اور دلکشی کا ایک انمول نمونہ اور محبت کی ان مٹ یادگار ہے...... مگر ایک بے رنگ اور بے جان عمارت ہے...... یہ ایک سفید رنگ عمارت ہے اور چاہے جتنی بھی خوبصورت ہے...... ہے تو یہ ایک مقبرہ...... ایک ایسا مقبرہ جو رنگ اور زندگی سے محروم ہے...... جو چاہے کتنا ہی قابل ستائش ہو...... ہے تو ایک قبر ہی...... ایک عظیم قبر...... لوگ جسے دیکھتے ہوئے یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ وہ ایک قبر کو دیکھ رہے ہیں...... اس عمارت کا سفید رنگ بالکل کفن کے سفید رنگ جیسا ہے...... وہی کفن جسے اوڑھ کر انسان اس دنیائے فانی سے کوچ کر جاتا ہے......

''تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟''

اسد کی والدہ نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد کہا..... وہ خاموش رہا..... شاید اس کے پاس کہنے کو کچھ بھی نہیں تھا کوئی ایسی دلیل نہیں تھی جس سے وہ کسی کو قائل کر سکتا..... وہ تو خود کو بھی قائل نہیں کر پا رہا تھا کسی اور کو کیسے کرتا..... اس سے مزید کوئی سوال نہ بن پایا تھا وہ خاموش کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا..... اس کی والدہ نے اپنے پاس پڑی ٹیبل سے ایک انویلپ اٹھا کر اس کی طرف بڑھایا۔

''بیٹا اس میں زیبا کی تصویریں ہیں تم انہیں دیکھ لو..... اگر تمہیں پسند ہو تو بتا دینا..... کوئی جلدی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی زور زبردستی..... تم اچھے سے سوچ سمجھ لو..... اگر تمہارا دل مانے تو ٹھیک ہے ورنہ کچھ اور سوچ لیں گے۔''

وہ اسے انویلپ پکڑا کر اس کے شانے کو تھپتھپا کر بولیں۔

☆☆☆☆

اسد اپنے کمرے میں آ گیا تھا..... یہ سب بہت اچانک ہوا تھا..... اسے ایسی کسی بات کی توقع نہیں تھی..... پر وہ خود بھی نہ چاہتے ہوئے زیبا کے بارے میں سوچ رہا تھا..... بیشک اس میں سوائے شادی شدہ ہونے کے اور کوئی خامی نہ تھی..... اور کیا واقعی شادی شدہ ہونا کوئی خامی تھی؟ کیا یہ عیب اتنا بڑا تھا کہ اس کی تمام خوبیوں پر حاوی ہو گیا تھا؟ وہ یہ سب باتیں پہلے بھی سوچ چکا تھا..... مگر تب اسے کوئی فیصلہ نہیں کرنا تھا..... نہ ہی اس نے یہ سوچا تھا کہ ایسا ممکن ہی ہوگا..... دل کے کسی نہاں گوشے سے جو بھی آواز آئی تھی اسے اس نے خود ہی دبا دیا تھا اور اب وہیں باتیں اسے زندگی کے اس دوراہے پر لے آئیں تھیں جہاں اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کدھر جائے..... وہ مخمصے کا شکار ہو گیا تھا..... پہلے تو اس نے اتنی سنجیدگی سے زیبا کے بارے میں نہیں سوچا تھا اور نہ ہی تب اسے اسے منتخب کرنے کا اختیار ہی ملا تھا..... اور اب جب اسے یہ اختیار دیا گیا تھا تو وہ کسی ایسی کشمکش کا شکار ہو گیا تھا جس سے نکلنا اسے کسی گہری کھائی سے نکلنے کے برابر لگ رہا تھا۔

شاید یہ سب اس کی فطرت میں ہی شامل تھا کیونکہ ہر مرد چاہتا ہے کہ اسے ایسی بیوی ملے جو سات پردوں میں لپٹی ہو اور جسے کسی نے کبھی میلی آنکھ سے بھی نہ دیکھا ہو..... پر کیا واقعی ایسا ہوتا ہے کہ کبھی کسی کو ایسی عورت ملی ہو جیسا کہ ہر مرد چاہتا ہے؟ بیشک دنیا میں بیشمار ایسی عورتیں ہیں جو ہر لحاظ سے پاک صاف اور پاک دامن ہیں..... پر کیا دنیا میں کوئی ایسا مرد بھی ہے جو ان پاک دامن عورتوں کے قابل ہو؟ شاید دنیا میں ایسا کوئی بھی مرد نہیں ہے..... تو کیا کبھی کسی عورت نے ایسا نہیں چاہا ہوگا کہ اسے اپنے جیسا ہی پاک صاف مرد ملے؟ چاہتے تو ضرور ہو گا مگر چاہ کر بھی وہ کبھی ایسا کہہ نہیں پاتیں..... اور اگر کہہ بھی دیں تو ایسا شاید ممکن ہی نہیں ہے..... پھر ہر مرد چاہے وہ کتنا ہی بدکردار کا مالک ہو اپنے لئے ایسی عورت کیوں چاہتا ہے جس کے وہ خود ہی قابل نہیں ہوتا..... اگر یہی سب عورتیں بھی شروع کر دیں تو دنیا کے سب مرد سو کالڈ 'کنوارے' ہی رہ جائیں۔

زندگی بھی بہت عجیب چیز ہے..... انسان زندگی میں وہ سب کچھ کرتا ہے جو وہ کبھی سوچتا ہے کہ کبھی نہیں کرے گا..... وہ سب جو وہ دوسروں کو دیکھ کر سوچتا ہے کہ اگر وہ ہو تو کبھی نہ کرے..... پر جب اس پر ویسا ہی وقت پڑتا ہے تو وہی انسان ویسا ہی کرتا ہے جیسا وقت اس سے کرواتا ہے..... زندگی اس سے ایسے کام بھی کرواتی ہے جو اسے کبھی بہت حقارت آمیز اور گھناؤنے لگتے تھے..... پر جب سر پر آزمائشیں پڑتی ہیں تو انسان وہی کام کر

گزرتا ہے جو اسے شدید نہ پسند ہو...... یا پھر یوں بھی ہوتا ہے کہ انسان مقدر کے آگے ہتھیار ڈال کر وہی کرتا ہے جو قسمت اس سے کروانا چاہتی ہے...... جب مقدر میں ایک بات ہونا قرار پا چکی ہو تو کوئی بھی انسان اسے بدلنے پر قادر نہیں...... سب کچھ خود بخود ہوتا چلا جاتا ہے اور انسان بس سوچتا رہ جاتا ہے...... اس کی سوچ اس کا فیصلہ خود ہی قدرت کے لکھے میں بدل جاتا ہے اور انسان نہ چاہتے ہوئے بھی وہی کر رہا ہوتا ہے جو اس کی تقدیر میں لکھا جا چکا ہوتا ہے۔

بیڈ پر لیٹے اس نے ایک بار پھر تصویریں نکال کر دیکھنا شروع کیا...... وہ ہر بار انہیں دیکھنے کے بعد واپس رکھتے ہوئے ارادہ کرتا کہ وہ اب انہیں نہیں دیکھے گا...... پر اگلی بار بے اختیار اس کے ہاتھ پھر اسے لفافے پر ہوتے...... وہ ان کو کئی بار دیکھ چکا تھا پھر بھی ہر بار ایسے ہی دیکھتا جیسے پہلی بار دیکھ رہا ہو...... وہ ایسا تو کبھی نہ تھا...... اسے خود پر پورا اختیار تھا...... پر اب اسے کیا ہو گیا تھا...... ہر بار اس کا ارادہ ٹوٹ جاتا اور وہ انہیں تصویروں کو تھامے کتنی ہی دیر انہیں تکتا رہتا...... وہ خود پسند تھا اور کبھی کسی لڑکی کو اتنا پسند نہیں کیا تھا جتنا کہ زیبا کو...... پر اس کی انا اور خود پسندی زیبا کے لئے بہت کم ہو گئی تھی...... پھر بھی کچھ ایسا تھا جو اس کے دل و دماغ میں ہلچل مچا رہا تھا اور بے کلی کی یہ کیفیت اسے ایک پل بھی چین نہیں لینے دے رہی تھی...... وہ ابھی تک کسی فیصلے پر بھی نہیں پہنچا تھا...... ایسا کچھ تھا جو اس کے دل سے نکلنے والی ہاں کو نہ میں بدل دیتا تھا...... شاید اس کی انا جو اس خیال سے بار بار مجروح ہو رہی تھی کہ وہ ایک مطلقہ تھی اور وہ خود کنوارہ...... لیکن اگر وہ خوبیوں کا موازنہ کرتا تو اسے زیبا میں خود سے زیادہ خوبیاں نظر آتیں...... پھر بھی یہ بات اتنی غیر اہم بھی نہیں تھی کہ اتنی آسانی سے ہضم کی جاتی...... اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ کب سے ہاں کہہ چکا ہوتا اور خود کہہ کر بھی یہ رشتہ لے لیتا...... مگر یہ سچ اتنا کڑوا تھا جو اس سے نگلنا مشکل ہو رہا تھا۔

زیبا کو دیکھ کر اسے ایسا لگا تھا جیسے اس نے اسے پہلے بھی کہیں دیکھا ہو...... اس کا عکس کہیں اس کے دل و دماغ میں پہلے سے ہی بسا ہو...... بہت تردد کے بعد اسے احساس ہوا تھا کہ اس کی شبیہ...... اس کا عکس اس نے کئی سال پہلے اپنے دل میں بسایا تھا جب اس نے اپنے لئے ایک لڑکی...... ایک لائف پارٹنر کا تصور کیا تھا...... وہ عکس جو اس نے جوانی کے شروع میں اپنے دل میں بنایا تھا اور جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دھندلا سا گیا تھا ایک پرفیکٹ لائف پارٹنر کا عکس...... ایک ایسی جیون ساتھی جو بہت حسین، شریف، سگھڑ، پڑھی لکھی، معصوم، دیندار اور اچھے خاندان سے تعلق رکھتی ہو...... پھر وقت کے ساتھ اسے احساس ہو گیا تھا کہ اتنا کچھ کسی ایک لڑکی میں ہونا اور وہ بھی اس دور میں تقریباً ناممکن تھا...... پر پھر زیبا کا اچانک اسے سامنے آنا اسے حیران کر گیا تھا...... آج تک جتنے بھی رشتے دیکھے تھے ان میں ایک جگہ کبھی اتنی خوبیاں نظر نہیں آئی تھیں...... نہ کبھی تمام گھر والوں نے کسی رشتے کی اتنی تعریف کی تھی...... اور اس کی ماں کو اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا یہ سن کر وہ حیران رہ گیا تھا...... اس کا اپنا دل بار بار اسے کہہ رہا تھا کہ زیبا سے بڑھ کر اور کوئی نہیں ہو سکتا جو اس کی زندگی کو بہاروں سے بھر دے...... پر اس دماغ کا کیا کروں جو ایک کے بعد ایک سوال اس کے لئے کھڑا کر دیتا تھا...... اگر کسی کو اس کی پہلی شادی کے بارے میں پتا چلے گا تو وہ کیا سوچیں گے؟ اس کا دماغ اسی بات پر پسر گیا تھا کہ جب کسی کو اس کے ماضی کے بارے میں پتا چلے گا تو اس کی کیا عزت رہ جائے گی...... لوگ طرح طرح کی باتیں بنائیں گے...... آخر مجھ میں کیا کمی تھی جو میں نے ایک مطلقہ سے شادی کر لی؟

وہ اپنے ہی سوالوں سے تنگ آ گیا تھا..... دل زیبا کے حق میں گواہی دیتا تو دماغ دینا وی دلیلیں..... ایک جنگ اس کے دل و دماغ میں جاری تھی..... ایک کشمکش تھی جو کسی انجام پر پہنچ نہیں پا رہی تھی اور وہ اس جنگ میں پس کر رہ گیا تھا..... اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے..... ایک طرف تو وہ آئیڈیل تھا جسے وہ برسوں تلاشتا رہا تھا اور ایک طرف دنیا کا ڈر..... تو ایک طرف اس کی انا..... وہ کوئی بھی فیصلہ کرنے سے قاصر تھا۔

وہ یکدم بیڈ سے اٹھ کر بیٹھ گیا تھا اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کچھ دیر اور سوچے گا تو اس کا دماغ پھٹ جائے گا..... وہ کوئی روایتی مرد تو نہیں تھا پھر وہ ایسا کیوں سوچ رہا تھا..... اُسے خود بھی معلوم نہیں تھا کہ مرد چاہے کتنا بھی لبرل اور ماڈرن کیوں نہ ہو اس کے اندر کا مرد ویسا ہی ہوتا جیسا ایک روایتی یا نون لبرل مرد..... وہ کافی کھلے ذہن کا مالک تھا اور کبھی اس نے گھٹیا مردوں جیسی عادتیں نہیں اپنائی تھیں..... پھر وہ آج کیوں ایک عام مرد کی طرح سوچ رہا تھا اسے خود بھی معلوم نہ تھا..... وہ خود سے الجھا الجھا کرتا گیا تھا۔ اس نے خود کو اتنا بے بس کبھی محسوس نہیں کیا تھا اسے کوئی راہ سجھائی نہ دے رہی تھی..... اسی بے بسی کے عالم میں وہ تڑپ کر اپنے رب کو پکارنے لگا..... ایک وہی تو تھا جو زندگی کی ہر مشکل میں اس کے ساتھ تھا جب بھی وہ کسی مشکل میں ہوتا تو اسی کو یاد کرتا تھا اور ہمیشہ اس کی مشکل آسان ہو جاتی تھی..... وہ بے چینی سے اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا..... رات کے تین بج رہے تھے اور نیند کا کوئی نام و نشان اس کی آنکھوں میں نہ تھا.....

یا اللہ میری مدد فرما..... میری ہدایت فرما..... میں کس مشکل میں پھنس گیا ہوں جہاں مجھے کچھ بھی سجھائی نہیں دے رہا..... تو ہی میری مدد فرما..... تیرے سوا میرا کون ہے جس سے میں اپنے دل کی بات کروں..... کون میرے دل کی بات سنے گا؟ کون میرے دل کی بات سمجھے گا؟ میں خود اپنے دل کی بات سمجھنے سے قاصر ہوں پھر کیوں کر کسی اور کو کچھ سمجھا پاؤں گا؟ میرا دل میرا دماغ کچھ بھی میرے اختیار میں نہیں..... میں کیا فیصلہ کروں؟ زندگی کے اس موڑ پر کھڑا ہوں جہاں فقط اندھیرا ہے اور کوا یک روشنی کی کرن تو نے دکھائی ہے وہ بھی بہت دور ہے..... اگر وہ میرے لئے بنی ہے تو میرا دل اس کی طرف مائل کر دے اور تمام شکوک و شبہات اور وسوسے میرے دل سے نکال کر میرا دل مضبوط کر دے..... مجھے صحیح فیصلہ کرنے کی توفیق فرما!

وہ اپنے کمرے میں لگی خانہ کعبہ کی تصویر کے آگے کھڑا ہو کر دعا کر رہا تھا اور جب وہ دعا مانگ چکا تو اسے اپنی آنکھوں میں نمی اترتی محسوس ہوئی..... یہ جانے کیسی تڑپ تھی جو اسے رلا رہی تھی..... وہ کچھ بے یقینی کی کیفیت میں وہاں سے ہٹ گیا اور جا کر بیڈ پر لیٹ گیا..... دل کا بوجھ کم ہو گیا تھا مگر ابھی بھی نیند آنے کا کوئی امکان نہیں تھا..... اس نے سائیڈ ٹیبل پر پڑا ریموٹ اٹھایا اور ٹی وی آن کیا..... ٹی وی پر کوئی دینی پروگرام چل رہا تھا..... ایک عالم کچھ کہہ رہا تھا مگر اسد اپنی ہی سوچوں میں گم تھا..... اس کی سماعت سب کچھ سنتے ہوئے بھی کچھ نہیں سن رہی تھی۔

☆☆☆☆

''تم سمجھتے کیا ہو اپنے آپ کو میں تمہاری نوکر نہیں ہوں اور نہ ہی تمہارے بچوں کی..... جتنی ذمہ داری میری ہے اتنی ہی تمہاری بھی ہے..... آج شام مجھے پارٹی میں جانا ہے اسلئے گھر جلدی آ جانا اور بچوں کے لیے کھانا بھی لے کر آنا۔''

وہ اسے تحکمانہ انداز میں کہہ رہی تھی۔

''کونسی پارٹی میں جانا ہے..... نیوائیر پارٹی میں تا کہ تم وہاں جا کر عیش کرو اور میں گھر میں بیٹھ کر بچوں کے پیمپر زچینج کروں؟۔''

وہ غصے سے لال پیلا ہو کر چلایا۔

''میں بھی تو روز کرتی ہوں تم ایک دن کر لو گے تو کونسی قیامت آ جائے گی......۔''

وہ بچے کو ایک طرف بٹھا کر کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔

''مجھے بھی جانا ہے..... میں نہیں رک سکتا۔''

سلطان نے حتمی انداز میں کہا۔

''فائن..... اگر تم نہیں رک سکتے تو میں بھی نہیں رکوں گی..... تمہاری ماں ہے نہ وہ سنبھال لیں گی..... ویسے بھی مجھے اپنے دوستوں سے ملے کافی دیر ہوگئی ہے اور یہ اچھا موقع ہے ان سے ملنے کا......۔''

وہ بالوں میں ہاتھ سے کنگھی کرتے ہوئے بولی۔

''تم پارٹی میں نہیں جاؤ گی..... سمجھی تم......۔''

سلطان نے انگلی اٹھا کر کہا۔

''مجھے تمہاری اجازت کی کوئی ضرورت نہیں ہے..... اور نہ ہی تم مجھے روک سکتے ہو..... اور نہ ہی میں رکنے والی ہی ہوں..... اس لئے میرا اور اپنا ٹائم برباد کرنے کی ضرورت نہیں ہے..... میں شاپنگ پر جا رہی ہوں..... اسکو میں نے فیڈ بھی کروا دیا ہے اور پمپر بھی کر دیا ہے دو تین گھنٹے تک آ جاؤں گی۔''

وہ بڑی لاپروائی سے اسے کہتے ہوئے اٹھی اور اپنا بیگ شولڈر پر ڈال کر اس کا جواب سنے بغیر ہی جانے کے لئے بڑھی۔

''تم تم اتنے شارٹ کپڑوں میں باہر جا رہی ہو؟۔''

وہ اس کے پیچھے سے چلایا۔

''یہ وہی کپڑے ہیں جو میں شادی سے پہلے پہنتی تھی تو تمہیں بہت پسند آتے تھے۔''

وہ رک کر اسے طنزیہ انداز میں بولی۔

''میں تمہیں......۔''

وہ غصے سے چلا کر بولا اور اس کا سانس پھولنے لگا۔

''کیا تم کیا کر لو گے..... کچھ نہیں..... تم کچھ نہیں کر سکتے اس لئے زیادہ بول کر اپنا اور میرا دماغ خراب نہ کرو......۔''

وہ پیچھے دیکھے بغیر کہہ کر چلتی بنی..... اس کی ایک سال کی بیٹی واکر میں بیٹھی تھی اور ماں کو جاتا دیکھ کر رونے لگی..... وہ غصے سے اسے جاتا دیکھ کر تلملاتا رہا پھر غصے سے اپنی بیٹی کو دیکھنے لگا..... تھوڑی دیر میں اس کی ماں اپنے کمرے سے آنکھیں ملتی ہوئی نکلی۔

''کیا شور مچا رکھا ہے تم لوگوں نے...... مجال ہے کہ دو گھڑی سو نے دو کسی کو......''

وہ سلطان کو دیکھ کر بولی...... اس کی بیٹی ابھی بھی گلہ پھاڑ کر رو رہی تھی۔

''ارے اس کو تو اٹھا لو...... رو رو کر بچی نڈھال ہو رہی ہے......''

وہ آگے بڑھ کر بولی...... تو سلطان نے اسے غصے سے اٹھا کیا اور چپ کرانے لگا۔

''کہاں گئی ہے اس کی ماں؟''

وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

''جہنم میں!''

سلطان نے چلا کر کہا۔

''اسے ہونا بھی وہیں چاہیے تھا۔''

وہ سر کھجا کر بولی۔

''پکڑیں اسے مجھے کام سے جانا ہے۔''

وہ بچی کو ماں کی گود میں تقریباً پٹختے ہوئے بولا۔

''تو میں کیا کروں؟ مجھے بھی سارے گھر کا کام کرنا ہے وہ کروں یا بچوں کو سنبھالوں؟''

وہ بیزاری سے بولی۔

''تو میں بھی کیا کروں؟ کما کر لاؤں یا سارا دن گھر بیٹھ کر بچے سنبھالوں؟''

سلطان گاڑی کی چابی اٹھا کر جاتے ہوئے بولا۔

''تو بیوی سے کہو نا کر بچے سنبھالے...... میں نے کیا ٹھیکا لیا ہوا ہے سارا دن کام بھی کروں اور تمہارے بچے بھی سنبھالوں؟ اور اگر وہ کچھ کر ہی نہیں سکتی تو کس لئے رکھا ہے اسے گھر نکال باہر کرو۔''

وہ غصے سے چلا کر بولی۔

''وہ کہتی ہے میں سارے گھر کا کام کرتی ہوں اور آپ کہتی ہیں میں سارے گھر کا کام کرتی ہوں آپ کہتی ہیں اسے گھر سے نکال دوں اور وہ کہتی ہیں آپ کو گھر سے نکال دوں......''

وہ مڑ کر کہنے لگا۔

''کیا؟ کیا کہا تم نے وہ کہتی ہے مجھے گھر سے نکال دو؟ ہاں ہاں مجھے ہی نکال دو ویسے بھی یہاں اب رہ ہی کیا گیا ہے میرے لئے...... جب سے میرا شوہر مرا ہے میری تو ایک ملازمہ کی سی حیثیت رہ گئی ہے...... سارا دن کام کرو تو جا کر دو وقت کی روٹی نصیب ہوتی ہے...... ارے اتنا برا

سلوک تو لوگ اپنے ملازموں سے بھی نہیں کرتے جتنا تم لوگ میرے ساتھ کرتے ہو..... کیا فائدہ ہے مجھے یہاں رہنے کا اس سے تو اچھا ہے مجھے اولڈ ہوم ہی چھوڑ آ ؤ کم از کم اتنی ذلت تو نہیں اٹھانا پڑے گی وہاں جتنی یہاں اٹھانا پڑتی ہے۔"

وہ روتی سسکتی کہنے لگی مگر اسے سے پہلے ہی کہ ان کی بات پوری ہوتی سلطان وہاں سے جا چکا تھا۔

☆☆☆☆

پتا نہیں کس عذاب میں پھنس گیا ہوں؟ اس عورت سے شادی کر کے تو میں نے ساری عمر کی مصیبت گلے ڈال لی ہے اور اب اس سے نجات کا بھی کوئی راستہ نظر نہیں آتا..... کبھی کبھی تو دل کرتا ہے یا خود مر جاؤں یا اس کو مار دوں..... شاید پھر ہی اس سے میری جان چھوٹے گی..... وہ گاڑی چلاتا سوچ رہا تھا..... کاش میں نے اس عورت سے شادی نہ کی ہوتی تو اب سکون کی زندگی گزار رہا ہوتا! پر شاید سکون ہی میرے نصیب میں نہیں ہے..... اب یہ یقیناً وہیں جائے گی..... اور پھر..... پھر وہی کرے گی جس سے میں اسے منع کرتا ہوں..... پر اس عورت پر تو کسی بات کا اثر نہیں..... کیا فائدہ اس سے کچھ بھی کہنے کا کرنا تو اس نے وہی ہے جو اس کا دل کرے گا..... ایسی ڈھیٹ ہے کہ کسی دھمکی کا بھی اثر نہیں ہوتا..... کیا کروں' آخر کیا؟

وہ اسٹیئرنگ پر ہاتھ مار کر سر کو نفی میں ہلانے لگا اور گاڑی کی اسپیڈ کچھ اور بڑھا دی۔

☆☆☆☆

"اسلام معاشرے کے ہر پہلو پر آپ کی راہنمائی کرتا ہے اور ہر پہلو کو ایک نئے انداز سے پیشکش کرتا ہے۔ اسلام معاشرے میں پھیلنے والی برائیوں کو جڑ سے نکال کر پھینک دیتا ہے..... آج ہمارے معاشرے میں جتنے بھی جائم ہو رہے ہیں وہ اسی لئے ہوتے ہیں کہ ان کے پیچھے ہمارے اپنے اعمال کارفرما ہیں..... جب ہم اسلام کی دی ہوئی تعلیمات سے انحراف کرتے ہیں تو اس کے نتیجے میں ہمارا معاشرہ جس بگاڑ کا شکار ہوتا ہے اس کے اصل ذمہ دار ہم خود ہی ہوتے ہیں مگر ہمیں اس کا شعور نہیں ہوتا..... اگر ہم اپنے دین پر جو دین فطرت ہے پوری طرح عمل پیرا ہو جائیں تو آج جتنی بھی برائیاں پھیل چکی ہیں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔"

"تو کیا جو کچھ بھی آج کل ہو رہا ہے اس کے ذمہ دار ہم خود ہیں؟"

"جی ہاں جو کچھ بھی بگاڑ ہم دیکھتے ہیں وہ اسی لئے ہیں کہ ہم راہ راست اس بگاڑ کے پیدا کرنے میں شامل ہیں یا پھر اس بگاڑ کو آگے بڑھانے میں شریک ہیں یا پھر اس بگاڑ کو روکتے نہیں اور خاموشی سے اس کا حصہ بن جاتے ہیں اور ایک دن ایسا آتا ہے جب ہم خود اسی بگاڑ کا حصہ بن جاتے ہیں..... ایک دن وہی کچھ ہمارے ساتھ بھی ہو رہا ہوتا ہے جو دوسروں کے ساتھ ہو رہا ہوتا ہے۔"

"جی یہ تو آپ نے صحیح کہا مولانا صاحب تو ہم کس طرح اس سب سے بچ سکتے ہیں؟"

"بہت آسان ہے جس ہم اپنی زندگیوں کو اسلام کے مطابق گزارنا سیکھ لیں گے تو یہ سب کچھ خود ہی ٹھیک ہو جائے گا۔"

"اسلام تو ہم نے قبول کر لیا ہے اور پاکستان بھی اسلام کے نام پر حاصل کر لیا پھر اب اور کیا کیا جائے؟"

"اسلام کا تو صرف نام ہی لے کر ہم کہہ دیتے ہیں مگر عمل تو آج بھیا نہیں ہندوانہ رسموں اور رواجوں پر کرتے ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق

نہیں بلکہ وہ سب اسلام کے اصولوں کے خلاف ہیں..... جیسا کہ آج ہمارے معاشرے میں عورت کی عزت اور وہ مقام نہیں ہے جو اسلام نے سکھایا ہے اور جو مسلمانوں کا شیوہ ہے..... اسلام میں عورتوں کے جتنے حقوق ہیں وہ اور کسی مذہب میں نہ ہیں اور نہ ہی ہو سکتے ہیں..... اسلام عورت کو عزت کے ساتھ ساتھ اس کو مالی سپورٹ بھی دیتا ہے..... ایک بیٹی بیوی ماں اور بہن ہر رشتے میں عورت کو حقوق حاصل ہیں..... شوہر کو بھی پابند کیا گیا ہے کہ وہ عورت کے نان نفقے کا ذمہ دار ہے..... پھر باپ اور شوہر کی جائیداد سے بھی عورت کو حصہ دیا جاتا ہے شوہر کی موت کے بعد اسے دوسری شادی کی بھی اجازت ہے اور اگر طلاق ہو یا خلع تب بھی عورت کو عقد ثانی کا حق حاصل ہے..... پر ہمارے پڑوسی ملک میں اگر کسی عورت کا شوہر مر جائے تو اسے یا تو شوہر کے ساتھ ہی ستی کر دیا جاتا ہے یا پھر ساری عمر وہ بیوہ بن کر موت سے بدتر زندگی گزارتی ہے..... یہاں بھی ایسی بہت سی رسمیں ہیں جو اسلام کے خلاف ہیں جیسے کہ یہاں ہمارے ملک میں ابھی بھی کچھ ایسے علاقے ہیں جہاں بیوہ عورت کو دوبارہ شادی کی اجازت نہیں ہے یا کئی جگہوں پر قرآن سے شادی کر دی جاتی ہے اور کئی لوگ بیوہ یا مطلقہ عورتوں سے شادی کرنا پسند نہیں کرتے حالانکہ اسلام میں ایسی عورتوں کو شادی کا زیادہ حق حاصل ہے..... اسلام مرد اور عورت کو بالغ ہونے کے بعد جلد از جلد شادی کے بندھن میں بندھ جانے کے حق میں ہے اور جن کے شوہر وفات پا جائیں یا الگ ہو جائیں ان کی بھی شادی دوبارہ کرنے کا حکم دیتا ہے پر لوگ ایسی عورتوں سے شادی کرنا اپنے لئے باعث شرم یا عار سمجھتے ہیں جبکہ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے خود بیوہ خواتین سے نکاح کر کے اس غلط فہمی اور غلط نظریے کو بدل دیا تھا اور سارے اسلامی ممالک میں سوائے ہمارے اپنے ملک کے لوگ بیوہ اور مطلقہ عورتوں سے شادی کرنے کو ترجیح دیتے ہیں اور اس کام کو باعث برکت سمجھتے ہیں اور سنت کے طور پر اس پر عمل کرتے ہیں۔ قرآن میں بھی واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ اگر میاں بیوی آپس میں رہنا نہ چاہیں تو بھلے طریقے سے الگ ہو جائیں اور شوہر کو کوئی حق نہیں کہ وہ طلاق کے بعد اس عورت کو دوسری شادی سے روکے یہ اس کا حق ہے کہ وہ جس سے چاہے شادی کرے اور کوئی بھی اس سے یہ حق چھین نہیں سکتا اور پھر ہمارے نبی کی سنت بھی یہی ہے کہ ایسی عورتوں سے نکاح کر لیا جائے..... دوسرے مسلم ممالک میں ایسی عورتوں کو کنواری لڑکیوں پر ترجیح دی جاتی ہے اور ہمارے ہاں الٹ ہی ہوتا ہے جس کا سبب ہمارے ہندوانہ طرز عمل اور صدیوں سے ہماری جڑوں میں بیٹھی دقیانوسی اور غیر اسلامی سوچ ہے۔"

"ہمارے ملک میں چونکہ معاشرہ اسلامی نہیں ہے اور ہندوؤں میں صدیوں رہنے کے سبب بہت سے غیر اسلامی طور طریقے اور نظریات ہم میں سرایت کر چکے ہیں اس لئے ہمارا معاشرہ ایسی بہت سی غلط باتوں پر عمل پیرا ہے جو اسلام میں کسی طرح بھی بری نہیں ہیں جیسا کہ بیوہ یا مطلقہ سے شادی کرنا..... اور جو باتیں بری ہیں ان پر ہم خوشی اور فخر سے عمل کرتے ہیں جیسا کہ شادی بیاہ کے موقع پر لڑکے والے لڑکی والوں سے جو جہیز اور دوسری طرح کی چیزوں کا مطالبہ کرتے ہیں اور جو اسراف کیا جاتا ہے یہ چیزیں اسلام میں حرام اور ممنوع ہیں ان پر ہم عمل کر کے خود بھی اور دوسروں کو بھی مصیبت میں ڈال دیتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم خود اپنے دین اور سنت پر عمل کریں اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کریں..... آئندہ پروگرام میں ہم اسی گفتگو کو جاری رکھیں گے آج تک کے لئے اجازت دیں..... آپ کا اپنا پروگرام دین اسلام زندگی آسان اللہ حافظ۔"

☆☆☆☆

پروگرام ختم ہو گیا تھا مگر اسد کی نظریں ابھی بھی ٹی وی اسکرین پر جمی تھیں...... وہ تمام باتیں جو کسی عالم نے ابھی بتائی تھیں وہ سب اس کے کانوں میں گونج رہی تھیں...... میں کیا سوچتا رہا تھا...... مجھے خود پر شرم محسوس ہو رہی ہے میں خود کو کیا سمجھتا تھا؟ میں کتنا گھمنڈی اور کتنا خود پسند ہوں اب مجھے احساس ہو رہا ہے...... اتنا تکبر...... اتنا غرور...... اللہ تو غرور اور تکبر کرنے والے کو پسند ہی نہیں کرتا...... آخر میں کیا چیز ہوں جو مجھے اتنا فخر تھا خود پر کہ میں کیوں کسی مطلقہ عورت سے شادی کروں جبکہ خود میرے نبی ﷺ جو پوری دنیا کے سردار ہیں انہوں نے اس عمل کو پسند فرمایا اور خود عملی طور پر ایسا کر کے بھی دکھایا...... مجھ میں اتنی بھی سمجھ اور اپنے دین کا اتنا بھی شعور نہیں تھا کہ میں اس مسئلے کو اپنے دین کے مطابق سوچتا اور اس کا حل نکالتا...... میری سوچ تو کسی ہندوانہ نظریے کی پیداوار ہے میری سوچ میں کتنی بے دینیت اور تکبر چھپا ہے...... کاش میں پہلے سے یہ سب جانتا ہوتا تو یوں خود کو اتنی اذیت سے دوچار نہیں کرتا اور یوں اپنے رب کے آگے شرمسار نہ ہوتا...... وہ سوچ رہا تھا اور اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں...... آنسو اس کی آنکھوں سے رواں تھے اور اس کا دل اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کر رہا تھا...... وہ رب ہی تھا جس نے اس کی راہنمائی کی تھی اور اسے سیدھی راہ پر لے آیا تھا۔

☆☆☆☆

ہمارے معاشرے کی سوچ کتنی منفی اور اسلامی نظریات کے کتنے برعکس ہے اور ہم بغیر سوچے سمجھے اندھوں کی طرح صدیوں سے رائج ہر غیر اسلامی رواج اور سوچ کو اپنی ثقافت اور کلچر سمجھ کر اسے مانتے اور اس پر عمل کرتے رہتے ہیں...... زندگی کے ہر مسئلے کو ہم روایتی انداز سے سوچتے اور اس کا حل انہیں پرانی اور غیر شرعی نظریوں پر پرکھ کر نکالتے ہیں ہم میں اتنا دینی شعور کہاں کہ ہم اپنے کسی مسئلے کو اپنے دین کے تناظر میں دیکھ اور پرکھ سکیں...... ہمارے ملک میں بیشمار رسم ورواج اسلامی نظریوں سے متصادم ہیں پر ہم اس کی پرواہ کیے بغیر جانوروں کی طرح ایک ہی سمت میں بھاگتے جا رہے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ ایسا کرتے ہوئے ہم اپنے دین سے کتنے دور ہوتے جا رہے ہیں...... اسلام کی کسی بھی سوچ کو پروان چڑھانا...... اس پر عمل کرنا...... اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرنا ہمارا ہی کام ہے...... ہم نے اسلام کو ایک دین کے طور پر قبول ضرور کر لیا ہے مگر آج بھی ہمارا دل اور ہماری سوچ ویسی ہی ہے جیسی کسی بے دین ہندو کی ہو...... اسی لئے آج ہمارا معاشرہ اتنا بگڑ گیا ہے کہ ہم خود بھی اس کے بگاڑ سے خوفزدہ ہیں...... پر اس سب کے پیچھے ہم خود ہی برسرِ پیکار ہیں...... ہمارے عمل ہی معاشرے میں پھیلنے والی برائیوں کے پیچھے کارفرما ہیں اور غیر اسلامی طرزِ عمل کا ہی نتیجہ ہیں...... ہماری زندگی میں آنیوالے اکثر و بیشتر مسائل ہمارے دین سے دوری کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں...... جھوٹی انا، خود پسندی، بیجا غرور، ذات پات، اونچ نیچ، منفی سوچیں، شادی بیاہ کے معاملات میں رکاوٹیں اور ایسی رسمیں جن سے شادی کے عمل میں تاخیر ہوتی رہتی ہیں...... یہ سب معاشرے میں انتشار اور بے چینی پیدا کرتی ہیں اور آخر میں کسی نہ کسی جرم اور نقصان کا باعث بنتی ہیں...... آج بھی ہم انہیں رسم ورواجوں پر عمل کرتے ہیں جن پر ہندو لوگ عمل کرتے ہیں...... جب تک ہمارا عمل اسلام کے مطابق نہیں ہو جاتا ہم کبھی بھی ایک مومن نہیں بن سکتے......۔

☆☆☆☆

رات کے چار بج چکے تھے...... وہ تصویریں ہاتھ میں پکڑے مسکرا رہا تھا اس کا دل اس کے دماغ کو شکست دے چکا تھا وہ اب پر سکون تھا......
وہ تمام شکوک وشبہات جو اسے کسی فیصلے پر نہیں پہنچنے دے رہے تھے اس کے کے رب کی دی ہوئی ہدایت سے دور ہو چکے تھے...... دل میں ایک عجیب سی مسرت اور سکون بھر گیا تھا...... عالم کی باتوں سے نہ صرف اسے کے شکوک وشبہات دور ہوئے تھے بلکہ اس کی سوچ ہی بدل گئی تھی...... اسے اپنا آپ بہت ہلکا پھلکا محسوس ہو رہا تھا...... اس کے رب نے آج پھر اس کی راہنمائی کی تھی اور اسے بھٹکنے سے بچا لیا تھا...... اسے ایسی روشنی مل گئی تھی جس سے اس کی اندھیری دنیا روشن ہوگئی تھی...... اس کا دل جیت گیا تھا اور وہ زیبا کے حق میں فیصلہ کر کے بہت راحت اور فرحت سے سرشار ہو گیا تھا...... زیبا کے حق میں اس کے دل نے بار بار گواہی دی تھی اور اب تو اس کا دماغ بھی اس کے دل کا فیصلہ ماننے پر مجبور ہو گیا تھا...... اب اسے کوئی فکر کوئی شک نہیں تھا بلکہ وہ اپنے فیصلے پر خوش، مطمئن اور پر اعتماد تھا...... اس نے جو فیصلہ کیا تھا اس پر اس کا رب...... اس کے گھر والے...... وہ خود اور اس کا دل سب بہت خوش تھے...... پچھلے تین دنوں کی ذہنی و روحانی تھکن اب راحت میں بدل گئی تھی اسے یوں لگ رہا تھا جیسے یہ اس کی زندگی کا سب سے اچھا فیصلہ ہو...... زندگی کی میں جو ایک کمی تھی...... وہ ایک کمی جو باقی تمام نعمتوں پر بھاری تھی اب پوری ہونے والی تھی...... اس کا وجود ہر طرح کے بوجھ سے آزاد تھا...... وہ نیند کی وادی میں وہ حسین خواب دیکھ رہا تھا جو اس کی زندگی کو نئے رنگوں اور بہاروں سے بھر رہے تھے۔

☆☆☆☆

"دردانہ میں نے تمہیں پہلے ہی سمجھایا تھا کہ یہ رشتہ مت کرو...... پر جانے کینیڈا کا نام سن کر تمہیں کیا سوجھی تھی کہ تم نے اس رشتے کو میرے منع کرنے کے باوجود نہ صرف طے کر دیا بلکہ اتنی سی عمر میں بچی کی شادی کر کے اسے رخصت کر دیا اور وہ بھی اتنی دور جہاں جانا بھی ایک معارکہ سر کرنے کے برابر ہے۔"

اسلم نے ڈانٹتے ہوئے اپنی چھوٹی بہن سے کہا۔

"اسلم بھائی ہمیں کیا پتا تھا وہ لوگ اس طرح کے ہو نگے۔"

درادنہ نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"اصغر بھائی کا تو وہ بچپن کا دوست تھا اور یہاں بھی اتنے عرصے سے رہ رہے تھے پھر بھی آپ لوگوں کو پتا نہیں چلا کہ وہ کس طرح کے لوگ تھے؟"

اسلم نے اپنے بہنوئی اصغر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"یار ہم لوگ ایک عرصے سے ان کو جانتے ہیں اور یہاں کے سب ملنے جلنے والے بھی انہیں اچھی طرح جانتے تھے...... پر وہ مثال ہے نا راہ پیا جانے کہ واہ پیا جانے' پہلے تو بہت اچھے تھے اور بڑے پیار اور چاہت سے یہ رشتہ کیا تھا بعد میں جانے کیا ہو گیا...... ویزہ بھی انہوں نے خود ہی لگوایا تھا ہم نے تو سوچا تھا کہ شوہر کے ساتھ کینیڈا چلی جائے گی تو سسرال کی بھی کوئی چک چک نہیں ہوگی اور نہ ہی کوئی اور مسئلہ ہوگا...... پر ہمیں کیا پتا تھا ہماری بچی کو وہاں پردیس میں کیا دن دیکھنے پڑیں گے کہ۔"

اصغر نے بتاتے بتاتے روہانسی ہو رہا تھا۔

www.paksociety.com

''اچھا اب صبر کریں اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔''

اسلم نے انہیں شانے سے پکڑ کر کہا۔

''اب ہم کیا کریں...... میری بچی......''

دردانہ نے روتے ہوئے کہا۔

''پہلے مجھے پوری صورحال بتائیں پھر کچھ سوچتے ہیں...... میں اسی لئے آیا ہوں تاکہ مل بیٹھ کر اس مسئلے کا کوئی حل نکال سکیں۔''

اسلم نے بہن کو گلے سے لگا کر چپ کراتے ہوئے کہا۔

''اچھا یہ بتاؤ آپ لوگوں نے اس کے پیرنٹس سے خود بات کی؟''

اسلم نے پوچھا۔

''بھائی کتنی ہی دفعہ بات کی ہے اور کئی بار ان سے منہ ماری ہو چکی ہے مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا...... اس کی ماں بہنیں تو...... خدا کی پناہ ایسے آنکھیں ماتھے پر رکھ لیتی ہیں جیسے ہم نے ان کے ہاں اپنی بیٹی بیاہی نہیں بلکہ بیچی ہو...... وہ تو اتنی ذلیل عورتیں ہیں کہ جب وہ یہاں تھی ذرا ذرا بات پر اس سے لڑتی تھیں...... شوہر کے پاس بیٹھ جاتی تو ان کا منہ بن جاتا...... کسی کام میں دیر ہو جاتی تو پورا گھر اس کے درپے ہو جاتا...... سارا دن میری بچی ملازموں کی طرح وہاں کام کرتی تھی پھر بھی ان کے منہ ہی سیدھے نہیں ہوتے تھے...... پھر دو سال کی ذلالت کے بعد جا کر اس کا ویزہ لگا...... کتنا صبر کیا ہم نے اور ہماری بچی نے کہ چلو کینیڈا چلی جائے گی تو ان مصیبتوں سے اس کی جان چھوٹ جائے گی...... پر اب جو پتا چلا ہے...... کہ وہ اسے وہاں چھوڑ کر جانے کس کے ساتھ...... گھر آتا ہی نہیں...... نہ کوئی خرچہ پانی...... سارا دن جاب کرتی ہے اور رات کو گھر آ کر گھر سنبھالتی ہے...... اس نے تو ہمیں کچھ بتایا ہی نہیں...... جب بھی میں پوچھتی یہی کہتی تھی کہ خوش ہوں...... ٹھیک ہوں میری فکر نہ کیا کریں...... مجھے کیا پتا تھا کہ وہ وہاں کس حال میں ہے...... اگر اس کی دوست مجھے فون کر کے نہ بتاتی تو ہم تو یونہی بے فکر ہو کر بیٹھے رہتے اور میری بچی یونہی پردیس میں خوار ہوتی رہتی۔''

دردانہ نے سسکتے ہوئے ساری داستان بھائی کو بتائی...... وہ یہ سب سن کر کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا......

''کیا بچے کی کوئی امید ہے؟''

اس نے کافی دیر بعد سوچ کر پوچھا۔

''نہیں بھائی ابھی تک تو نہیں ہے اور ہو بھی کیسے وہ تو گھر ہی نہیں آتا...... شاید وہاں کسی اور سے شادی کر لی ہے یا......''

اس نے دکھی ہو کر کہا۔

''یعنی یہاں کسی بھی بہتری کی کوئی امید نہیں ہے اور اگر بچہ کا کوئی چانس نہیں تو بھی اچھا ہی ہے...... ورنہ یہ فیصلہ اور بھی مشکل ہو جاتا۔''

وہ دور کسی چیز پر نظریں جما کر بولا۔

''کیا فیصلہ؟''

وردانہ نے خوفزدہ نظروں سے بھائی کو دیکھ کر کہا اصغر بھی وحشت بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"طلاق۔"

اسلم نے دانت بھینچ کر کہا۔

"کیا؟۔"

"کیا؟۔"

وردانہ اور اصغر دونوں نے حیرت سے چلا کر کہا..... انہیں زمین اپنے پیروں تلے لرزتی اور آسمان سر پر گرتا ہوا محسوس ہوا۔

"یہ..... یہ کیا کہہ رہے ہو بھائی..... یہ کیسے ہو سکتا ہے..... طلاق..... نہیں نہیں۔"

وردانہ نے اذیت بھرے انداز سے اسے وحشت بھری نظروں سے دیکھ کر کہا.....

"طلاق..... میری بیٹی کو..... نہیں نہیں۔"

اصغر کا چہرہ غم سے یکدم سیاہ پڑ گیا تھا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے بھائی..... میری بیٹی پر طلاق کا داغ لگ گیا تو..... ساری عمر وہ یہ داغ لے کر کیسے جیئے گی؟۔"

وہ آنسو صاف کرتے ہوئے خود پر قابو پا کر بولی۔

"سمجھنے کی کوشش کرو وردانہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔"

اسلم نے بے بسی سے کہا۔

"نہیں بھائی میں ایسا نہیں ہونے دوں گی..... میں نے تو کبھی سوچا بھی نہیں کہ میری بیٹی طلاق......"

وہ ایک بار پھر سسکنے لگی۔

"ایک بار پہلے بھی تم نے میری بات نہیں مانی تھی اور اسی لئے آج تمہیں یہ دن دیکھنا پڑ رہا ہے..... میں نے تمہیں کہا تھا کہ بیٹی کو اتنی جلدی مت بیاہنا..... ابھی اس کی عمر ہی کیا تھی جو تم نے پہلے ہی رشتے پر اس کی شادی کر ڈالی..... اور اب تم کہہ رہی ہو کہ تم اسے طلاق نہیں دلانا چاہتی..... میں بھی یہ بات کوئی شوق سے تو نہیں کہہ رہا..... وہ میری بھی بیٹی ہے..... پر اس کے سواء کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے..... یا تو تم اسے ساری عمر کے لئے اس جہنم میں جھونک دو یا پھر ایک ہی بار دل پر پتھر رکھ کر اسے خلع دلوا دو..... ابھی تو اس کے بچے بھی نہیں ہے اور نہ ہی عمر ہی کچھ زیادہ ہے..... اگر کل کو بچے بھی ہو گئے تو پھر بچوں کی خاطر وہ ساری عمر اس عذاب کو جھیلنے پر مجبور ہو جائے گی اور کیا پتا کل کو وہ اس کے بچے کے ساتھ بھی کیا سلوک کریں گے..... اگر بچے کے بعد بھی ان کا رویہ نہ بدلا تو پھر ایک اور جان کی ذمہ داری بھی تمہارے اور تمہاری بیٹی ہی کے سر ہو گی..... ابھی تو وہ اکیلی ہے اور اس صورت میں اگر وہ اس شادی کو ختم بھی کرتی ہے تو بعد میں اس کی دوسری شادی کے زیادہ چانسز ہوں گے لیکن اگر بچہ بھی ہو گیا تو بعد میں کوئی اچھا رشتہ بھی نہیں ملے گا۔"

اسلم نے بہت سوچ سمجھ کر کہا...... وہ دونوں خاموشی سے اس کی باتیں سن رہے تھے اور وہ اس کی باتوں کو سمجھ بھی رہے تھے اس نے صحیح فیصلہ کیا تھا مگر یہ فیصلہ کرنا آسان اور اس پر عمل کرنا بہت مشکل تھا...... پر مرتے کیا نہ کرتے ان کو اسی فیصلے پر عمل کرنا تھا کیونکہ ان کے پاس اور کوئی آپشن نہیں تھا۔

''ہاں اسلم تم ٹھیک ہی کہتے ہو...... ساری عمر کے رونے اور تڑپنے سے یہی بہتر ہے کہ ہم ایک ہی بار رو لیں اور اپنی بیٹی کو بھی اس جہنم سے اپنی زندگی میں ہی آزاد کر کے اسے اپنے پاس لے آئیں۔''

اصغر نے افسردہ اور شکستہ لہجے میں کہا تو دردانہ اسے بے یقینی سے دیکھنے لگی۔

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟۔''

وہ اسے دیکھ کر بولی۔

''اسلم بھائی اس کا کچھ اور بھی حل ہو سکتا ہے نہ کہ ہم اس کی شادی ختم ہی کر دیں...... لوگ کیا کہیں گے؟ لوگ ہمیں منہ بھر بھر کر باتیں بنائیں گے اور رشتے دار...... ان کو تو موقع ہی مل جائے گا ہمیں طعنے دینے کا۔''

وہ خوفزدہ نظروں سے کسی چیز کو گھورتے ہوئے بولی۔

''تو کیا تم لوگوں کی باتوں سے ڈر کر خود کو اور اپنی بیٹی کو یوں ہی ساری عمر رسوا کراتی رہو گی...... اس کا وقت اور عمر برباد کراتی رہو گی...... ساری عمران کی باتیں سنو گی...... تم بہت بیوقوف ہو دردانہ۔''

اسلم نے غصے سے کہا۔

''میں نے تو کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ میری بچی کو طلاق ہو گی...... طلاق...... یہ لفظ تو ایک گالی ہے اور میری بچی کو یہ گالی ملے گی......''

وہ روہانسی ہو کر بولی۔

''کیا ہو گیا ہے تم لوگوں کو؟ کیوں تم لوگوں نے اس بات کو اتنا بڑا ایشو بنا لیا ہے...... اسلام میں اس عمل کو ناپسندیدہ ضرور کہا گیا ہے مگر قرآن میں یہ حکم بھی بہت صاف صاف لفظوں میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر میاں بیوی اچھے طریقے سے نہ رہ سکیں تو بھلے طریقے سے الگ ہو جائیں...... اس میں کوئی بری بات نہیں ہے...... بلکہ یہ بات زیادہ بری ہے کہ ہم اپنی جھوٹی انا اور عزت کی خاطر اپنی بیٹیوں کو ایسی زندگی گزارنے پر مجبور کریں جو انہیں پل پل سسکتے ہوئے گزارنی پڑے...... شادی اور طلاق کے معاملات تو ہر زمانے اور ہر معاشرے میں ہوتے ہی رہتے ہیں جیسے زندگی کے ساتھ موت...... دن کے ساتھ رات...... سیاہ کے ساتھ سفید...... یہ سب دنیا میں ہوتا آیا ہے اور تا قیامت ہوتا ہی رہے گا...... ویسے بھی ایسی شادی جس میں نہ خوشی ہو نہ پیار اور نہ ہی کوئی سکیورٹی...... ایسی نام نہاد شادی سے تو بچی کا تنہا زیادہ بہتر ہے...... کل کو کوئی اور اچھا لڑکا مل جائے گا تو ہم دوبارہ اس کا گھر آباد کر دیں گے...... اگر دنیا میں برے لوگ ہیں تو اچھے بھی ہیں...... اللہ اس کے نصیب اچھے کرے اور اسے اس آزمائش میں سرخرو کرے۔''

وہ بہن کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے دلاسا دیتے ہوئے بولا۔

"ٹھیک ہے بھائی آپ نے جو فیصلہ کیا ہے ہمیں وہی منظور ہے آپ ان لوگوں سے بات کرلیں...... اگر وہ آسانی سے طلاق بھجوادیں...... جس میں میرا نہیں خیال وہ کوئی تردد کریں گے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر ہم عدالت کے ذریعے خلع حاصل کرلیں گے۔"

اصغر نے دل پہ پتھر رکھ کر کہا۔

"کیوں وردانہ تم کیا کہتی ہو؟۔"

اسلم نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ کر پوچھا۔

"شاید اس کے سواء چارہ نہیں ہے...... جو آپ لوگ بہتر سمجھیں کریں مگر میری بیٹی کو جلد از جلد میرے پاس لے آئیں...... میں اب اور اس کی جدائی برداشت نہیں کرسکتی۔"

وہ تڑپ کر بولی۔

"میں نے پرسوں کی ٹکٹ اسے لئے کروادی ہے اور یہاں آنے سے پہلے پہ میری اس سے بات ہوئی تھی اور میں نے اسے بتادیا تھا کہ ہم جو بھی فیصلہ کریں گے اس کی بہتری کو مدنظر رکھ کر ہی کریں گے...... وہ کسی فیصلے پر تو نہیں پہنچی تھی مگر میں نے اسے عندیہ دے دیا تھا کہ ہم اسے واپس بلانے کا ارادہ رکھتے ہیں اس لئے وہ اپنا سامان پیک رکھے اور ابھی میں فون کرکے اسے بتادیتا ہوں کہ وہ آنے کی تیاری کرلے صرف ایک ہی دن ہے اس کے پاس اگلے ہی دن اس کی رات کی فلائیٹ ہے۔"

وہ جیب سے فون نکال کر نمبر ڈھونڈتے ہوئے بولا۔

"بھائی اس نے ہمیں کچھ نہ بتاکر خود پر بہت ظلم کیا...... جانے اتنے عرصے کیسے اس نے ساری باتیں ہم سے چھپائے رکھیں اور ہمیں خبر ہی نہ ہوئی کہ وہ کس حال میں ہے۔"

وردانہ نے غمزدہ ہوکر بتایا۔

"ہاں اس نے وہاں بہت مشکل حالات میں وقت گزارا ہے...... بہت ہمت والی ہے اور صرف تم لوگوں کو دکھ سے بچانے کے لئے ہی وہاں رو رہی تھی ورنہ وہاں تو اس کا کوئی بھی نہیں تھا جس کے لئے وہ پردیس کے دھکے کھاتی...... اس لئے ہی کہتا ہوں جلد از جلد اس مصیبت سے اپنی اور اپنی بیٹی کی جان چھڑوالو تو......۔"

وہ نمبر ملا رہا تھا اور دوسری طرف سے فون اٹھالیا گیا تھا۔

"ہیلو بیٹا کیسی ہو؟۔"

اسلم نے پوچھا۔

"ٹھیک۔"

دوسری طرف سے مرجھائی ہوئی آواز آئی۔

"بیٹا تم اپنا سامان پیک کرلو پرسوں کی تمہاری فلائیٹ ہے تم واپس آرہی ہو......اپنے گھر اور کسی سے کچھ کہنے اور پوچھنے کی ضرورت نہیں یہ معاملہ اب ختم ہی سمجھو......ہم نے فیصلہ کرلیا ہے......میں یہیں ہوں تمہاری امی کے گھر......تم آجاؤ تو تم سے مل کر اور تمہارا معاملہ طے کر کے ہی جاؤں گا۔"

وہ بڑے پیار سے اسے بتانے لگا۔

"ماموں کیا فیصلہ کیا ہے آپ سب نے مل کر؟۔"

دوسری طرف سے ایک نحیف اور خوفزدہ آواز آئی جیسے کوئی موت کے کنوئیں میں کھڑا کچھ کہہ رہا ہو۔

"ہم نے تمہاری شادی ختم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

کچھ دیر توقف کے بعد اسلم نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"کیا......آپ کا مطلب ہے......طلاق؟۔"

اس کا حلق خشک ہو گیا تھا اور لفظ کانٹوں کی طرح اس کے گلے میں چبھ گئے تھے وہ بے یقینی سے تڑپ کر بولی۔

"......ہاں بیٹی طلاق۔"

اسلم نے آہ بھر کر کربناک انداز میں کہا۔

☆☆☆☆

"پر تم تو کہیں اور زیبا کی بات چلا رہی تھی اس کا کیا بنا؟۔"

وہ حیرت سے اس کا منہ تک رہی تھیں......انہیں اپنے کانوں پر یقین ہی نہیں آرہا تھا......وہ تو کچھ اور ہی سوچے بیٹھی تھیں......اور اب نازیہ نے یہ کسی انوکھی بات کردی تھی بھلا ایسے کیسے ہوسکتا ہے......وہ کافی دیر خاموش رہ کر بولیں۔

"وہ تصویریں تو اسد کی والدہ نے ہی منگوائی تھیں......اسد کو دکھانے کے لئے پر بتانے سے منع کیا تھا......وہ پہلے اسد سے رضامندی لینا چاہتی تھیں تاکہ اگر اسد زیبا کے لئے راضی نہ ہو تو پھر سارہ کا رشتہ بھی ہاتھ سے نہ نکل جائے......اس لئے انہوں نے پہلے اسد کی رضامندی لی ہے اور اب مجھے بھیجا ہے تاکہ میں آپ سے اس بارے میں بات کروں۔"

وہ خوشی خوشی انہیں پوری صورتحال سمجھاتے ہوئے بولی۔

"تم نے تو مجھے شش و پنج میں مبتلا کردیا ہے......مجھے تو بہت عجیب سا لگ رہا ہے......وہ تو سارہ کے لئے آئے تھے اور اسی کو دیکھ کر گئے تھے......مجھے تو سمجھ نہیں آرہا کہ میں کیسے گھر میں یہ بات کروں گی اور سب کو کیسے سمجھاؤں گی......پتا نہیں بچیاں اس بات پر کیسا ردعمل کریں گی......اور سارہ؟۔"

وہ بڑی پریشانی کے عالم میں مبتلا ہوگئی تھیں اور انہیں سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس معاملے کو کیسے ہینڈل کریں گی۔

''بھابھی میں تو سمجھی تھی کہ اس خبر پر آپ خوشی سے پھولے نہیں سمائیں گی اور آپ تو.......''

نازیہ جو بہت خوش ہو کر آئی تھی ان کو یوں الجھا ہوا دیکھ کر بولی۔

''مجھے تو یہی سمجھ نہیں آ رہا کہ میں اس بات پر خوش ہوں یا پریشان۔''

وہ آہستہ سے بولیں۔

''باجی میں تو کہتی ہوں ہماری زیبا کی تو قسمت ہی کھل گئی..... آج کل کون ایک شادی شدہ لڑکی کے لیے کنوارے لڑکے کا رشتہ دیتا ہے اور وہ بھی خود منہ سے کہہ کر..... اور پھر اسد نے تو خوب خوشی سے اس رشتے کے لئے ہاں کی ہے اور کل کو وہ لوگ زیبا کی عزت بھی کریں گے اور اس کو اتنے پیار سے بیاہ کر لے جائیں گے تو اسے پیار سے رکھیں گے بھی..... اور جہاں تک سارہ کی بات ہے تو اس کے لئے کونسی رشتوں کی کمی ہے ایک سے ایک اچھا پڑھا لکھا لڑکا اسے مل جائے گا..... مگر زیبا کے لئے اسے مسئلے کی وجہ سے دوبارہ ایسا رشتہ نہیں ملے گا۔''

وہ انہیں پورا یقین دلاتے ہوئے بولی۔

''میں پہلے گھر میں تو بات کرلوں..... زیبا اور اس کے والد اور سارے گھر والے جو رائے دیں گے وہی ہوگا..... ابھی تک تو سب سارہ کے لئے ہی سوچ رہے تھے۔''

وہ سوچ کر بولیں۔

''بھابھی اس کی آپ فکر ہی نہ کریں پہلے زیبا کو رخصت کر دیں تو اچھا ہے ویسے بھی وہ بڑی ہے..... پھر وہ خود منہ سے اس کا رشتہ مانگ رہے ہیں اور پچھلی بات کا بھی ان کو پتا ہے اور انہیں کوئی اعتراض بھی نہیں ہے..... میں تو کہتی ہوں ذرا بھی دیر نہ کریں..... ورنہ آپ تو جانتی ہیں جتنے منہ اتنی باتیں..... لوگ کہاں کسی کا بھلا ہوتا دیکھ سکتے ہیں..... یہ نہ ہو ان کا ارادہ بدل جائے۔''

نازیہ نے ہر ممکن کوشش کی کہ وہ شگفتہ کو راضی کرلے۔

''ہمیں اتنی کوئی جلدی نہیں ہے..... جو بھی کرنا ہے سوچ سمجھ کر ہی کریں گے پہلے بھی ہم نے جلدی کر کے غلط فیصلہ کرلیا تھا پر اب ہم جو بھی کریں گے پوری تسلی سے کریں گے..... پہلے خود لڑکے سے بات کریں گے پھر کوئی بات آگے بڑھے گی۔''

شگفتہ نے سوچ کر حتمی انداز میں کہا۔

''ٹھیک ہے بھابھی آپ سوچ کر ایک دو روز میں یہ معاملہ بھی طے کرلیں میں ان سے وقت لے لیتی ہوں۔''

وہ ٹھنڈی آہ بھر کر بولی۔

نازیہ کے جانے کے بعد شگفتہ لڑکیوں کے کمرے میں آ کر بیٹھ گئی تھیں وہ اپنے ہی کاموں میں مصروف تھیں..... وہ خاموشی سے بیٹھ کر کچھ سوچنے لگی تھیں۔

''کیا بات ہے امی آپ کچھ پریشان لگ رہی ہیں؟''

زیبا نے ماں کے قریب بیٹھ کر کہا۔

''ہاں امی ویسے آج آپ کیسے ہمارے کمرے میں آگئیں...... ورنہ تو آپ نیچے ہی بیٹھی رہتی ہیں۔''

سارہ نے ہنس کر کہا۔

''ایک بات کرنی ہے اس لئے آئی ہوں۔''

شگفتہ نے سنجیدگی سے کہا۔

''کیا بات ہے خیریت تو ہے آپ بہت پریشان لگ رہی ہیں؟''

سارہ نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

''ہاں...... وہ نازیہ آئی تھی...... وہ کہہ رہی تھی کہ اسد کی والدہ نے اسد کے لئے زیبا کا رشتہ مانگا ہے۔''

وہ دھیرے دھیرے بولیں تو تینوں نے چونک کر حیرت سے ان کی طرف دیکھا اور کچھ دیر کے لئے کمرے میں خاموشی چھا گئی...... سبھی سارہ کو دیکھنے لگے تھے۔

''یہ...... یہ کیسے ہوسکتا ہے...... ضرور یہ بات نازیہ آنٹی نے خود سے بنائی ہے...... ورنہ......''

زیبا نے حیرت سے الجھتے ہوئے کہا۔

''کیا لڑکے کی ماں کو زیبا پسند ہے جو وہ یہ رشتہ لینا چاہتی ہیں؟''

سارہ نے سوال کیا۔

''نازیہ نے تو یہی کہا ہے کہ لڑکے کو خود بھی زیبا پسند ہے اور اسے پچھلی کسی بات پر کوئی اعتراض بھی نہیں ہے...... پر ہم خود اس سے بات کر کے پوچھیں گے کہ واقعی وہ یہی چاہتا ہے یا پھر صرف ماں کی خواہش پوری کرنا چاہتا ہے؟''

شگفتہ نے تسلی سے کہا۔

''ہاں تو پھر ٹھیک ہے...... اگر لڑکا خود یہ شادی کرنا چاہتا ہے تو پھر سوچا جاسکتا ہے مگر آپ پہلے اچھے سے اپنی تسلی کرلیں کہیں کوئی اور بات نہ ہو...... رشتہ ہر لحاظ سے زیبا کے قابل ہونا چاہئے...... اور یہ بھی کنفرم کرلینا کہ کل کو وہ زیبا کو کوئی طعنہ نہ دے اور اسے ہر طرح سے سکھی رکھے...... اگر وہ یہ سب کرنے کی گارنٹی دیتا ہے تو پھر آپ اس رشتے کو زیبا کے لئے قبول کرنے میں ذرا بھی دیر نہ کیجئے گا۔''

سارہ نے کچھ دیر سوچ کر اپنا فیصلہ سنا دیا تھا جبکہ زیبا ابھی تک کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔

''کیا تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں کیونکہ یہ رشتہ تو تمہارے لئے آیا تھا؟''

شگفتہ نے سارہ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھ کر کہا۔

''نہیں امی مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے بلکہ اگر یہ رشتہ ہو گیا تو سب سے زیادہ مجھے ہی خوشی ہوگی۔''

سارہ نے پرامید نظروں سے زیبا کی طرف دیکھ کر کہا۔

''شکر ہے ورنہ میں تو یہی سوچ رہی تھی کہ کہیں تم ہی اس رشتے سے انکار نہ کر دو۔''

شگفتہ نے سکون کا سانس لے کر کہا۔

''یہ آپ نے کیسے سوچ لیا...... میں تو یہی چاہتی تھی کہ مجھ سے پہلے زیبا کی ہی شادی ہو جائے اور وہ بہت خوش زندگی گزارے...... اور ویسے بھی جوڑے تو آسمان پر ہی بنتے ہیں...... اور انسان کو وہی ملتا ہے جو اس کی قسمت میں لکھا ہوتا ہے...... اور یہ تو اور بھی اچھی بات ہے کہ میرے وسیلے سے زیبا کا گھر آباد ہو جائے...... آپ میری طرف سے پوری تسلی رکھیں اگر زیبا کا رشتہ ہو گیا تو مجھے اپنی شادی سے بھی زیادہ خوشی ہوگی۔''

سارہ نے ہنس کر کہا۔

''ارے کوئی زیبا سے بھی پوچھ لے کہ وہ کیا چاہتی ہے؟۔''

زارا نے زیبا کو خاموش دیکھ کر کہا تو شگفتہ اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

''زیبا تم نے تو لڑکا بھی دیکھا ہے اس کا گھر بھی اور تمام گھر والوں سے بھی مل چکی ہو...... تمہیں تو کوئی اعتراض نہیں؟۔''

وہ مسکرا کر اس سے پوچھنے لگیں۔

''پتا نہیں......۔''

ہو کچھ کہنا چاہتی تھی مگر اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا...... وہ ذہنی طور پر بالکل تیار نہیں تھی...... وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کس طرح ایک بار پھر وہ رشتہ بنائے گی جس میں وہ پہلے بھی ناکام ہو چکی تھی...... وہ کس طرح دوبارہ سے ہر چیز کر سکے گی...... وہ رشتی جس پر اسے اعتبار ہی نہیں رہا تھا...... وہ مردوں کی ذات جس سے اسے نفرت سی ہونے لگی تھی...... اور جس پر اب وہ کبھی بھی بھروسہ نہیں کر سکتی تھی...... ایک بار پھر کسی انجانے کے حوالے اپنی زندگی کیسے کر پائے گی...... وہ کسی بھی طرح اس نئی صورتحال سے نمٹ نہیں پا رہی تھی۔

''بتاؤ زیبا تم کیا چاہتی ہو؟۔''

شگفتہ نے اسے کافی دیر خاموش دیکھ کر پھر پوچھا۔

''امی میں...... نہیں کر سکتی...... مجھے کچھ پتا نہیں۔''

وہ الجھی گئی تھی اس نے رک رک کر کہا۔

''یہ کیا بات ہوئی تم اتنا اچھا موقع کیسے ضائع کر سکتی ہو...... قسمت روز روز خوش قسمتی کا دروازہ نہیں کھولتی۔''

سارہ نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا تو وہ چپ ہو گئی تھی۔

وہ کیا کرے اس نے جو کڑی شرط رکھی تھی رب نے وہ بھی پوری کر دی تھی اور وہ کس بنیاد پر انکار کر سکتی تھی...... اسے تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا

کہ کوئی خود منہ سے کہہ کر بھی اس کا رشتہ مانگ سکتا ہے...... پر ایسا ہوا تھا...... پر دل میں ایک ڈر سا تھا جو کچھ پہلے اس کے ساتھ ہوا تھا اگر پھر کچھ برا ہو گیا تو وہ کیسے برداشت کرے گی...... ایک مخمصے نے اسے بے چین کر دیا تھا۔

''بتاؤ نہ بیٹی تم کیوں نہ کر رہی ہو؟''

شگفتہ نے پیار سے پوچھا۔

''پتا نہیں پتا نہیں...... اگر پھر......''

وہ سوچ کر جھرجھری لے کر بولی۔

''اللہ نہ کرے...... ہر بار ایسا تھوڑے ہی ہوتا ہے...... اور پھر اس بار ہم سب کچھ جانچ پرکھ کر کریں گے اور پھر اب تو تم ہمارے بہت قریب ہو گئی میں خود ہر دوسرے تیسرے دن تمہارے گھر چکر لگاؤں گی۔''

شگفتہ نے اسے گلے سے لگا کر تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''تم پریشان نہ ہو...... اور تم نے کیا سمجھا ہے کہ اب ہم کسی کو تمہارے ساتھ کچھ برا کرنے دیں گے...... اگر وہ کتا بھی یہاں ہوتا تو اسے بھی تم سے زیادتی کرنے کا مزہ چکھا دیتے پر وہ تو ہماری پہنچ سے دور ہے...... تم فکر مت کرو اللہ ہر بار آزمائش میں نہیں ڈالتا بلکہ وہ انسان کو نوازتا بھی ہے۔''

سارہ نے بھی اسے تسلی دی۔

کچھ دن کا وقت لے کر زیبا نے نہ چاہتے ہوئے بھی ہاں کر دی تھی...... شاید یہ اسد کا ظرف تھا جس نے زیبا کو ہاں کرنے پر قائل تھا...... اس کا خود زیبا کا پرپوزل ایکسپیٹ کرنے کا مطلب تھا کہ وہ کوئی روایتی مرد نہ تھا اور نہ ہی چھوٹی سوچ کا مالک تھا...... جو بھی تھا سب کچھ ہوتا چلا جا رہا تھا مگر گھر والے پہلے کی طرح کوئی غلطی نہیں کرنا چاہتے تھے۔

☆☆☆☆

''ایک ماہ بعد تم کو فرصت ملی ہے؟''

وہ بگڑ کر بولی۔

''کیا کروں یہاں لائف اتنی بزی ہے کہ پتا ہی نہیں چلتا کب صبح سے شام ہو گئی...... سارا دن باہر جان مارو اور پھر شام کو گھر کا کام کرو...... اتنی بھی فرصت نہیں ملتی کہ دو گھڑی آرام ہی کر لوں۔''

صدف نے اونگھتے ہوئے کہا۔

''تم میں یہاں کون سا آرام میں ہوں...... جب سے تمہارا باپ مرا ہے اور یہ کم بخت اس گھر میں آئی ہے نوکروں سے بدتر ہوئی ہے میری زندگی...... گھر کا سارا کام اور اس کے بچوں کی خدمتوں میں ہی لگتا ہے میری تو زندگی پوری ہو جائے گی...... اس عمر میں اتنا کام کرنا پڑتا ہے جتنا کبھی جوانی میں بھی نہیں کیا تھا...... کاش تمہارے باپ کی جگہ میں ہی مر جاتی تو آج اس عذاب سے نجات تو مل گئی ہوتی۔''

عذرا نے سسکتے ہوئے کہا اور پھر آنسو گرانے لگی۔

''مما چپ کریں..... اب میں اتنی دور سے کر بھی کیا سکتی ہوں..... بھائی کو فون کرو تو انہیں بات کرنی کی بھی فرصت نہیں..... خود تو کبھی کرتے نہیں اور میں کروں تو انہیں بات سننا بھی گوارہ نہیں ہوتا۔''

وہ افسردہ ہو کر بولی۔

''تم کب امریکا سے آؤ گی..... مجھے تو لگتا ہے کہ میں بھی کسی دن تمہارے باپ کی طرح اپنی اولاد کی شکل دیکھے ہی مر جاؤں گی۔''

وہ بلکنے لگی۔

''مما کیسی بات کرتی ہیں..... اب میں آپ کو کیا بتاؤں آپ تو پہلے ہی دکھی ہیں..... مجھے کیسی ساس ملی ہے آپ سوچ بھی نہیں سکتیں..... سارے گھر کا کام کرواتی ہے اور پھر بھی طعنے دیتی رہتی ہے..... اور شوہر وہ تو ماں کے سواء کسی کی سنتا ہی نہیں..... میں تو یہاں آکر قید ہی ہوگئی ہوں..... نہ مرضی سے سو سکتی ہوں نہ جاگ سکتی ہوں..... ہر کام ان کی مرضی سے کرنا پڑتا ہے..... ایک سال ہو گیا ہے اور ایک بار بھی آپ کی طرف آنے نہیں دیا اور نہ ہی میرے پاس اتنے پیسے ہوتے ہیں کہ خود آسکوں..... فون بھی ان سے چھپ کر کرتی ہوں۔''

وہ دکھی ہو کر کہنے لگی۔

''کیا ایسا سلوک کرتے ہیں تمہارے ساتھ..... تم نے پہلے تو کبھی نہیں بتایا۔''

عذرا کے آنسو یکدم رک گئے تھے اور اب وہ بیٹی کے دکھ میں اپنے دکھ بھول گئی تھی۔

''کیا بتاتی آپ کو..... میں نے خود ہی تو ضد کر کے یہ شادی کی تھی..... اب جو بھی ہو رہا ہے اس میں آپ کا تو کوئی قصور نہیں ہے..... پھر آپ کو کیا بتاتی اور آپ خود اتنا دکھ اٹھا رہی ہیں اسی لئے نہیں بتاتی تھی کہ آپ مزید پریشان ہو جائیں گی..... اور آپ نے تو مجھے بہت سمجھایا تھا..... مجھ پر ہی عشق کا بھوت سوار تھا اور اب جب یہ بھوت اترا ہے تو ہر چیز اتنی بھیانک نظر آتی ہے کہ کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے کہ میں یہاں سے بھاگ جاؤں..... پر جاؤں گی بھی تو کہاں..... میرا تو اب باپ بھی نہیں رہا اور ماں خود اپنے ہی گھر میں بے آسرا ہے.....''

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی..... دوسری طرف عذرا بھی بیٹی کی داستان سن کر رو رہی تھی۔

''کاش میں نے آپ کی اور پاپا کی بات مان لی ہوتی تو آج اس عذاب میں گرفتار نہ ہوتی.....''

وہ روتے ہوئے بولی۔

''میں نے آپ کو اور پاپا کو بہت ہرٹ کیا تھا..... کبھی آپ کی پرواہ نہیں کی تھی..... کبھی آپ کی بات نہیں مانی تھی..... کبھی آپ کا حق ادا نہیں کیا تھا..... اسی لئے آج میں اس لیونگ ہیل میں زندہ جل رہی ہوں.....''

وہ رو رو کر کہہ رہی تھی اور دوسری طرف اس کی ماں کے کلیجے پر چھریاں چل رہی تھیں۔

''کاش میں آپ سے اتنی دور نہ ہوتی..... یہ ملک..... یہ امریکا..... ایک ایسا بھیانک جنگل ہے جہاں میں قید ہوگئی ہوں..... میں آپ کو

دیکھنا چاہتی ہوں ملنا چاہتی ہوں...... آپ کے گلے لگ کر رونا چاہتی ہوں..... آپ کی گود میں سر رکھ کر کچھ دیر سونا چاہتی ہوں..... مما میں آپ سے دور ہو کر بہت اداس ہوں......"

وہ زاروقطار رو رہی تھی جانے کتنے عرصے خود کو ضبط کرنے کے بعد آج وہ پوری طرح ٹوٹ گئی تھی جب اس نے اپنے شوہر کو ایک لڑکی کے ساتھ اسے بیڈ روم سے نکلتا دیکھا تھا........... وہ آج تک اسی لئے سب کچھ صبر سے برداشت کر رہی تھی کہ وہ سمجھتی تھی کہ اس کا شوہر چاہے جتنا بھی برا سہی وہ کبھی اس سے بیوفائی نہیں کر سکتا..... مگر آج وہ بھرم بھی ٹوٹ گیا تھا اور اس بھرم کے ٹوٹنے کے ساتھ ہی وہ بھی ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوگئی تھی...... وہ وہاں اکیلی تھی اور کوئی بھی اس کا دکھ بانٹنے والا نہیں تھا...... وہ کتنی تنہا کتنی بے سہارا تھی......

دوسری طرف خاموشی تھی اور صرف عذرا کے رونے کی آواز سنائی دے رہی تھی اب صدف کو احساس ہوا تھا کہ اس نے سب کچھ اپنی ماں کو بتا کر خود کو تو کچھ ہلکا کر لیا تھا مگر اب اس کی ماں کا وجود اس کے دکھ سے اتنا بوجھل ہو گیا تھا کہ اس کے منہ سے الفاظ تک نہیں نکل رہے تھے وہ روتی جا رہی تھی اور منہ سے کچھ بھی بول نہیں رہی تھی۔

"اچھا تو میں بھی کہوں کہ اتنا بل کیوں آتا ہے..... امریکا کال کی جاتی ہیں اسی لئے......"

کسی نے پیچھے سے آ کر فون کا ریسیور اس کے ہاتھ سے لے کر پٹخ دیا۔

"ہیلو ہیلو مما..... ہیلو..... مما"

صدف نے کہا مگر کال ڈراپ ہوگئی تھی۔

"تو یہ آپ کا کارنامہ ہے جو بل اتنا آتا ہے میں ایسے ہی جاپان پر شک کرتی تھی کہ وہ فون کا بل بڑھاتا رہتا ہے..... بیٹی سے میری شکایتیں لگاتی رہتی ہیں اسی لئے وہ سلطان کو فون کر کے میری خلاف باتیں کرتی ہے..... ایک بات آج میری کان کھول کر سن لیں..... اب اگر آپ نے فون کیا تو میں یہ فون ہی کٹوا دوں گی..... یہ گھر آپ کے بیٹے کی کمائی سے نہیں چلتا ..... میں بھی دن رات کام کر کے اس گھر کو چلاتی ہوں ورنہ آپ کا نکھٹو بیٹا ہم سب کو سڑک پر لا کر کھڑا کر دے..... اور آج کے بعد میں یہ تماشا نہ دیکھوں..... کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں آپ کہ ہم آپ پر بہت ظلم کرتے ہیں..... شکر کریں کہ گھر میں رکھا ہوا ہے ورنہ آپ جیسے لوگوں کو جو کسی کام کاج کے نہیں رہتے لوگ اولڈ ہوم میں چھوڑ آتے ہیں..... اور اگر میری کوئی بات سلطان کو بتانے کی کوشش کی تو اگلا دن آپ کا وہیں ہوگا...... اولڈ ہوم......"

وہ بنا کچھ سنے عذرا کو کھری کھری سنا کر اپنے کمرے میں چلی گئی اور دروازہ ایک زوردار آواز کے ساتھ بند ہو گیا..... وہ وہیں بے خود بیٹھی جانے کب تک روتی رہی اسے خود بھی پتا نہیں تھا..... یہ تو معمول کی بات تھی اس کی بہو کا یہی رویہ تھا پر جو بات نئی اور ناقابل برداشت تھی وہ اس کی بیٹی کی حالت زار تھی جو آج ہی اسے پتا چلی تھی..... اس سے پہلے تو وہ یہی سمجھتی تھی کہ وہ اپنی زندگی میں بہت خوش ہے اور اسی وجہ سے اسے فون بھی نہیں کرتی..... پر آج اسے جو سچ معلوم ہوا تھا وہ اسے مار دینے کے مترادف تھا۔

☆☆☆☆

’’بیٹا آپ کو عجیب تو لگ رہا ہوگا...... لیکن ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ خود اپنی مرضی سے زیبا سے شادی کرنا چاہتے ہیں یا پھر یہ آپ کی والدہ کی خواہش ہے...... یا پھر کسی اور پریشر کی وجہ سے ہے؟ اور اگر یہ شادی آپ اپنی پوری رضامندی اور خوشی سے کرنا چاہتے ہیں تو ایک بات ہم پہلے ہی واضح کر دینا چاہتے ہیں۔‘‘

شگفتہ نے ٹھہر ٹھہر کر کہا...... وہ اور اکرم صاحب اسوقت اسد کے آفس میں بیٹھے تھے اور اس سے تنہائی میں بات کرنا چاہتے تھے ان کے یوں اچانک آنے سے اسد کافی پریشان ہو گیا تھا اور اس کا دل بہت زور سے دھڑک رہا تھا وہ خاموشی سے ان کی باتیں سن رہا تھا اور اس وقت آفس میں اور کوئی بھی نہیں تھا۔

شگفتہ نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تو اس نے کہا۔

’’جی آنٹی یہ بس میری رضامندی اور خوشی سے ہی ہو رہا ہے۔۔‘‘

اسد نے ٹیبل پر رکھے کاغذ پر نظریں جھکا کر کہا۔

’’تو بیٹا اگر یہ سب آپ کی اپنی مرضی سے ہو رہا ہے تو کل کو ہماری بیٹی کو کوئی طعنہ نہ دینا...... جو کچھ بھی ہوا وہ ہم نے تم کو سچ سچ بتا دیا ہے اگر یہ سب جان کر بھی آپ اسے قبول کر ہی رہے ہو تو پھر کبھی زندگی میں اسے اس کے ماضی کے حوالے سے کوئی ایسی بات نہ کہنا جس سے وہ دکھی ہو...... اس نے پہلے ہی بہت دکھ دیکھے ہیں اور جس کی وجہ سے وہ اور ہم بہت دکھی ہیں...... اگر تو آپ اسے کے ساتھ اچھے سے رہ سکتے ہو...... اسے عزت دے سکتے ہو اس کی قدر کر سکتے ہو تو سو بسم اللہ ورنہ ہماری بیٹی ہم پر بوجھ نہیں ہے اور نہ ہی ہم زبردستی اسے کسی کے پلے باندھنا چاہتے ہیں۔‘‘

شگفتہ نے بڑے دھیمے انداز میں ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا اور بڑی مشکل سے اپنی بات کا مدعا پیش کیا۔

’’آنٹی آپ بالکل پریشان نہ ہوں میں آپ کو کبھی بھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔‘‘

اسد نے ان کی ساری بات توجہ اور انہماک سے سن کر پوری فرمانبرداری سے کہا اور دونوں کو پورا یقین دلایا کہ وہ ہر طرح سے زیبا کو خوش رکھے گا۔

☆☆☆☆

’’تم...... اس وقت گھر آ رہے ہو؟‘‘

سلطان نے گھڑی دیکھ کر کہا۔

’’تو کیا ہوا ابھی دو ہی تو بجے ہیں اور آپ تو گھر آتے ہی نہیں......‘‘

وہ جھوم کر گرتے ہوئے بولا وہ سلطان نے آگے بڑھ کر اسے تھامنا چاہا مگر وہ اس سے پہلے ہی صوفے پر جا گرا۔

’’بیٹا کیا ہوا تمہیں، تم ٹھیک تو ہو؟‘‘

وہ اس کے قریب جا کر اسے پکڑتے ہوئے پوچھنے لگا۔

’’یس پوپس...... یس...... بس کچھ زیادہ ہی...... پی...... پی لی......‘‘

وہ ہچکیاں لیتے ہوئے کچھ کہہ رہا تھا۔

"تم نے نے ڈرنک کیا ہے.....اتنا ڈرنک کیا ہے.....تم اتنی سی عمر میں.....تم نے کب سے شروع کی ہے.....کیوں شروع کی ہے؟۔"

سلطان اسے سیدھا کر کے اس کا لڑھکتا ہوا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے ہوئے بے تابی سے بولا۔

"کب سے.....کب سے پتا نہیں.....آپ کو کیا.....آپ کو میری کیا فکر.....آپ کو کیا پتا.....پی ہے ہاں.....ہاہا.....پی لی.....آپ کو پتا ہی نہیں ہاہا۔"

وہ اسے خود سے دور ہٹا کر نشے میں جانے کیا بکے جا رہا تھا۔

"آپ کو پتا ہی نہیں میں کتنا بڑا ہو گیا ہوں.....آپ کو تو اپنے نئے..... نئے بچوں کی فکر کرنی چاہیے.....ان کے پیپرز چینج کرنے چاہئیں.....جائیں میرے پاس کیوں بیٹھے ہیں.....وہ وہ.....اندر رو رہے ہوں گے.....ان کے پاس جائیں.....جائیں۔"

وہ روتے اور چلانے لگا تھا۔

"عایان میں تم سے بھی اتنی ہی محبت کرتا ہوں جتنی ان سے کرتا ہوں.....بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ.....تم تو میری پہلی اولاد ہو.....تم تو....."

وہ تڑپ کر اسے قریب آیا اور سے گلے لگا کر کہنے لگا اسے نے اسے ہاتھوں سے دور ہٹایا اور غصے سے بولا۔

"نہیں ہوں میں آپ کی اولاد.....وہی ہیں جو آپ کی اصل اولاد ہیں.....کوئی نہیں ہے میرا.....کوئی بھی نہیں.....نہ ماں نہ باپ.....نہ ہی کوئی اور.....کوئی کوئی مجھ پیار نہیں کرتا اور.....کسی کو میری ضرورت نہیں.....مجھے بھی کسی کی ضرورت نہیں.....جاؤ چلے جاؤ.....سب دفعہ ہو جاؤ.....میں بھی چلا جاؤں گا.....یہاں کبھی نہیں آؤں گا.....۔"

وہ بلک بلک کر رونے لگا اور جو بھی اس کے منہ میں آ رہا تھا وہ کہے جا رہا تھا.....سلطان اسے دیکھ کر تڑپ رہا تھا.....وہ اس کی پہلی اولاد تھا اور اب اس کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی اور بھی تھے.....یہ سب سے بڑا تھا اور صرف گیارہ سال کی عمر میں اس نے حد سے زیادہ ڈرنک کرنا شروع کر دیا تھا وہ گھر میں بری طرح نیگلٹ ہوا تھا اور تربیت نہ ہونے کے باعث بری صحبت نے اسے چھوٹی سی عمر میں مغربی آزادی اور بے راہ روی کی طرف لعنت میں گرفتار کر دیا تھا.....وہ اپنے آپ کو شراب کے نشے میں دھت کر کے اپنی خامیوں اور محرومیوں سے راہ فرار حاصل کرتا تھا.....بچپن میں ماں کی کمی اور باپ کی لاپرواہی اور پھر باپ کی دوسری بیوی کی بدسلوکی نے اسے اس راستے پر ڈال دیا تھا جو سیدھا کسی اندھی کھائی میں جا گرتا تھا اور جس پر کوئی ایک بار چل پڑے تو واپسی کی کوئی راہ اسے واپس نہیں لا سکتی.....وہ اندھی راہوں کا مسافر بن چکا تھا۔

وہ لڑھکتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا اور اندر جا کر بھی کچھ نہ کچھ بڑبڑاتا رہا.....سلطان نے جتنی بھی بار اسے تھامنا چاہا اس نے بڑے بے دردی سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا.....سلطان اب اپنا سر دونوں ہاتھوں میں لیے بیٹھا تھا.....اس کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا.....دل میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں اور وہ لال آنکھوں کو ملتا سوچ رہا تھا.....یہ کیا ہو گیا ہے اسے.....یہ سب میری ہی وجہ سے ہوا.....میں نے کبھی اس پر توجہ ہی نہیں دی.....بس کما کر سمجھتا تھا کہ ہر فرض پورا ہو گیا.....میری وجہ سے وہ آج تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے.....اور میں.....میں اب کیسے اسے

بچاؤں...... وہ تو میرے ہاتھ سے ہی نکل گیا ہے...... وہ تو میری ہی طرح ڈرنک کرنے لگا ہے...... اتنی سی عمر میں...... اتنی سی عمر میں اتنا ڈرنک کرے گا تو کتنا جی لے گا؟ کیا کرے گا؟...... کیا بنے گا؟ اس کی تو تعلیم بھی پوری نہیں ہوئی اور یہ...... اسی لت لگا بیٹھا ہے جو اسے لے ڈوبے گی...... اور میں...... میں کیا کروں گا؟ اسے یونہی تل تل مرتا دیکھوں گا...... ؟ جیسے میرا باپ میرے لئے کڑھتا تھا...... جلتا تھا...... مجھے اس سب سے منع کرتا تھا...... اور میں میں کیا کرتا تھا...... ؟ وہی سب جو اس عایان میرے ساتھ کرر ہا ہے...... یہ کیا ہے؟ کیوں ہے؟ شاید زندگی مجھے وہ سب لوٹا رہی ہے جو میں نے اسے دیا تھا...... وہی سب کچھ ہو رہا ہے جو میں نے کبھی کیا تھا...... ہاں یہ سب میرے ہی کئے ہوئے عمل ہیں جواب مجھے بھگتنے پڑ رہے ہیں...... شاید یہ مکافات عمل ہے......۔

☆☆☆☆

اللہ نے ہر جاندار کا جوڑا بنایا ہے...... دنیا میں جتنی بھی مخلوق اللہ نے پیدا کی ہے ہر ایک کے لئے اس کا جوڑا بھی بنایا ہے جو وقت مقرر پر ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں...... دنیا کے مختلف حصوں میں رہنے والے لوگ اپنی اپنی قسمتوں سے بے خبر کبھی یہ نہیں جان سکتے کہ اللہ نے ان کا جوڑ کہاں رکھا ہے...... انسان جسے جگہ جگہ ڈھونڈتا پھرتا ہے وہ اس کے پاس ہی کہیں مل جاتا ہے اور جسے اپنے پاس تلاش کرتا ہے وہ دنیا کے کسی اور کونے میں آباد ہوتا ہے...... انسان وقت سے پہلے نہیں جان پاتا کہ اس کا جوڑا جسے رب نے خاص اس کے لئے ہی بنایا ہے وہ کون ہے؟ کہاں رہتا ہے؟ کس رنگ کا ہے؟ کس ذات برادری کا ہے اور کیا کرتا ہے...... پر جب ملنے کا وقت آتا ہے جو رب نے ان کے ملنے کے لئے مخصوص کیا ہوتا ہے تو وہ خود بخود ایک ہو جاتے ہیں...... ساری دوریاں...... سارے فاصلے مٹ جاتے ہیں...... ساری مجبوریاں...... ساری بندشیں ٹوٹ جاتی ہیں...... ساری رکاوٹیں ہٹ جاتی ہیں...... پھر کوئی کمی کوئی خامی کوئی دیوار اس ملن کو روک نہیں سکتی جو رب نے ملانا ہو...... جو رب نے مقدر کیا ہو۔

ازل سے اک دوجے کے لئے بنائی گئی روحیں آج ملنے والی تھیں...... تمام عمر سرگرداں رہنے کے بعد آج ان کی تلاش ختم ہو گئی تھی...... دونوں کے دل مطمئن اور مسرور تھے...... جیسے دنیا کی ہر نعمت آج ان کے قدموں میں تھی۔

دلہن بنی وہ جیسے شہزادی لگ رہی تھی جسے ایک شہزادہ بیاہنے آیا تھا...... ہر طرف پھول خوشبو...... رنگ اور روشنیاں...... خوشیاں بکھری ہوئی تھیں دنیا جیسے جنت بن گئی تھی جس میں ہر سو عید کا سماں تھا...... ڈھول کی تھاپ پر ناچتے دوست اور ڈھولکی بجاتی سکھیاں...... پھول نچھاور کرتے عزیز و اقارب...... سب کچھ کتنا حسین کتنا پیارا لگ رہا تھا......۔

گھونگھٹ کی اوٹ سے جھانکتا چاند سا مکھڑا اور فقط ہاتھ بڑھا کر چھو لینے تک کی دوری...... وہ زیبا کے ساتھ سٹیج پر دلہا بنا بیٹھا تھا...... سب ایک حسین خواب لگ رہا تھا...... جانے یہ خواب تھا یا اس کی حسین ترین تعبیر وہ سانس بھی دھیرے دھیرے لے رہا تھا...... کہیں یہ خواب ٹوٹ نہ جائے...... کہیں میری آنکھ نا کھل جائے...... اس نے سوچا...... مگر یہ سب حقیقت ہے جس پر خواب کا گمان ہو رہا تھا...... آج حقیقت بے ہی اتنی خوبصورت کہ لگتا ہے جیسے کوئی خواب ہو...... آج کی اس رات ہر خواب ہر سپنے پر بھاری تھی۔

☆☆☆☆

کیا میں کوئی خواب دیکھ رہی ہوں یا پھر سے کسی سراب کے پیچھے چل رہی ہوں.....گزری زندگی کے بھیانک پل اسے یاد آ رہے تھے جو اس کے دلکش حال کو دھندلا رہے تھے..... پتا نہیں یہ سب ایک خواب ہے یا پھر وہ سب جو پہلے ہو چکا ہے؟ یہ زندگی کتنی ناقابل اعتبار ہے.....کبھی تو چاہنے کے باوجود بھی زندگی ہم سے سب کچھ چھین کر لے جاتی ہے اور کبھی بن مانگے ہر شے لا کر دامن کو خوشیوں سے بھر دیتی ہے..... وہ دلہن بنی سوچ رہی تھی..... اسے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ یہ بہاریں زندگی میں لوٹ کر آئیں گی..... وہ بہت خوش تھی اور ساتھ ہی اس کے تمام گھر والے بھی خوش اور مطمئن تھے۔

☆☆☆☆

سرخ گلابوں سے سجا کمرہ اور اس میں پھیلی خوشبو دونوں کی سانسوں کو مہکا رہی تھی..... کمرے میں پھیلی خاموشی میں عجیب سی سرگوشیاں شامل تھیں..... لفظ جیسے آج ساکت ہو گئے تھے اور جذبات بنا کچھ کہے اپنی بات خود ہی پہنچا رہے تھے..... کچھ کہے بغیر ہی وہ ایک دوسرے کی سانسوں سے سب کچھ سمجھ رہے تھے..... آج وہ ایک دوسرے کی زندگی میں شامل ہوئے تھے..... وہ تمام تشنگی جو زیست کے سرابوں کے تعاقب میں زندگی میں شامل ہو گئی تھی وہ اس ایک حسین رات کے ایک پل میں ہی مٹ گئی تھی..... اب انہیں جیون بھر ساتھ رہنا تھا..... ہر خوشی اور غم میں ساتھ چلنا تھا.....ایک حسین خواب پورا ہونے کے بعد کسی نئے خواب کے تعاقب میں اکٹھے نکلنا تھا۔

اسد نے شیروانی کی جیب سے انگوٹھی نکالی اور آہستہ سے زیبا کے قریب آ کر بیٹھ گیا..... وہ نظریں جھکائے بیٹھی تھی..... اس کے دلکش چہرے پر نظر پڑتے ہی وہ جیسے بولنا ہی بھول گیا تھا اور ایک ٹک کتنی دیر اسے دیکھتا رہا تھا..... پھر خاموشی سے اس کا ہاتھ تھام کر انگوٹھی اس کی نازک سی انگلی میں پہنا دی..... وہ اس کا ہاتھ تھام کر خود کو یقین دلا رہا تھا کہ وہ کوئی خواب نہیں دیکھ رہا تھا بلکہ یہ سب سچ تھا۔

”آپ.....آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں!۔“

وہ کچھ جھجک کر اور اٹک کر بولا۔

زیبا نے شرما کر اسے دیکھا اور مسکرا کر دوبارہ سر جھکا لیا۔

”میں کیسا لگ رہا ہوں؟۔“

اسد نے اس کے شرمانے سے کچھ اور کنفیوز ہو کر پوچھا۔

”بہت اچھے۔“

زیبا نے اسے دیکھے بغیر سر جھکا کر دھیرے سے کہا اور اس کے گالوں کی سرخی کچھ اور گہری ہو گئی۔

اسد کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی اور چہرے پر طمانیت جھلکنے لگی اس کی آنکھیں چمک اٹھیں..... اس نے زیبا کا ہاتھ دوبارہ تھام کر کہا۔

”آپ مجھ سے وعدہ کریں کہ ہمیشہ یوں ہی خوش رہیں گی..... پچھلی کوئی بات یاد نہیں کریں گی اور ہمیشہ میرا ساتھ دیں گی..... میں اپنی زندگی کا ہر پل آپ کے ساتھ بتانا چاہتا ہوں..... کیا آپ مجھے اپنی زندگی بھر کا ساتھ دیں گی؟۔“

وہ بڑے پیار سے کہہ رہا تھا اور اسے خود بھی پتا نہیں چلا کہ یہ الفاظ کہاں سے اس کی زبان پر آ گئے تھے۔

''جی......اپنی زندگی تو میں نے آپ کے نام پہلے ہی لکھ دی ہے۔''

زیبا نے سر ہلا کر کہا۔

''میں آپ کو کبھی دکھ نہیں دوں گا...... ہمیشہ عزت اور پیار سے رکھوں گا...... جہاں تک ممکن ہوگا ہر خواہش پوری کروں گا...... آپ کی عزت میری عزت ہے اور آپ کی خوشی میری خوشی...... مجھے آپ کا پیار اور ساتھ چاہئے تاکہ میری زندگی جو آپ کے بغیر ادھوری تھی مکمل ہو جائے۔''

وہ اسے پیار سے دیکھتے ہوئے جذباتی انداز میں بولا۔

''میری زندگی اور میرے سب خواب آپ کے آنے سے مکمل ہو گئے ہیں۔''

زیبا نے سوچ کر کہا۔

''آج مجھے یقین آ گیا ہے کہ ہم اک دوجے کے لئے ہی بنے تھے!۔''

اسد نے پورے وثوق سے کہتے ہوئے اس کا ہاتھ چوم لیا۔

ختم شد